تفسیر الکتاب

لُوقا — یُوحنّا

وِلیم میکڈونلڈ

جلد دوم

تفسیر الکتاب

کلامِ الٰہی کی عام فہم اور آیت بہ آیت تشریح

جلد دوم

لُوقا ـــــــ یُوحنّا

از

وِلیم میکڈونلڈ

مُترجِم

جیکب سموئیل ایم۔ اے، بی۔ ایڈ

ناشرین

مسیحی اِشاعت خانہ

۳۶ فیروز پُور روڈ، لاہور

بار ________________ سوم
تعداد ________________ ایک ہزار
قیمت ________________ ۷۵ روپے

سنہ ۲۰۰۲ء

Copyright © 1990 by William MacDonald.
Urdu edition published by permission of author.

اُردو ایڈیشن کے جُملہ حُقُوق بحق مسیحی اِشاعت خانہ، لاہور محفُوظ ہیں۔

مینیجر مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے موسیٰ کاظم پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

پیش لفظ

مسیحی عُلمائے کرام نے بائبل مُقدّس کی مُتعدد تفسیریں رقم فرمائی ہیں تاکہ بائبل کے طالبِ علم اور بالخصوص ایسے طلبا جو بائبل کی اصل زبانوں یعنی عبرانی اور یونانی سے ناآشنا ہیں اُسے بخُوبی سمجھ سکیں۔ زیرِ نظر کتاب اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ لیکن جو بات اِس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اِسے آسان اور سادہ اور غیر فنی زبان میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مُصنّف نے مُشکل بیانات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اِس کے برعکس اُس نے نہ صرف اُن پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے بلکہ دیگر عُلما کی اختلافی تشریح کو بھی شامل کیا ہے۔

مُصنّف نے ہر کتاب کی تشریح سے پیشتر اُس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے اور پھر کُل کتاب کو موضُوعات کے لحاظ سے تقسیم کر کے سطر بہ سطر اِس کی تفسیر کی ہے جس سے ایک قاری کو متن سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

بے شک بائبل کے ہر ایک مُفسّر کا اپنا مخصُوص زاویۂ نگاہ اور اندازِ بیان ہوتا ہے۔ لہٰذا حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض اوقات جب بائبل کا طالبِ علم کسی آیت کی تشریح کو اپنے زاویۂ نگاہ سے مختلف پاتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر قاری کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اُس کے اپنے مخصُوص حالات میں پاک متن کا کیا مطلب ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس تفسیر کی اشاعت سے اُردو خواں مسیحیوں کو بڑی مدد ملے گی اور وُہ کتابِ مُقدّس کو اور بھی بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بن جائیں گے۔

— ناشرین —

مُصنّف کا دیباچہ

"تفسیرُ الکتاب" پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسیحی خُدا کے کلام کا سنجیدہ طالب علم بن جائے۔ لیکن کوئی تفسیر بھی بائبل مُقدّس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ توقّع رکھی جا سکتی ہے کہ تفسیر عام فہم انداز میں پاک متن کی سادہ تشریح پیش کر دے اور پھر مزید گہرے مُطالعہ کے لئے قاری کو پاک صحائف کی طرف واپس بھیج دے۔

یہ تفسیر سادہ اور غیر تکنیکی زُبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جس میں علمِ الٰہیات کے دقیق نکات پر بحث کی گئی ہے۔ بہُت سے ایمان دار پُرانے اور نئے عہد نامہ کی اصل زبانوں سے واقفیّت نہیں رکھتے۔ لیکن اِس وجہ سے اُنہیں خُدا کے کلام کے عملی فوائد سے محرُوم رہنے کی ضرُورت نہیں۔ مُجھے یقین ہے کہ صحائف کے باقاعدہ اور ترتیب وار مُطالعہ سے ہر مسیحی ایک ایسا شخص بن سکتا ہے "جس کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو درُستی سے کام میں لاتا ہو" (۲۔ تیمتھیس ۲: ۱۵)۔

تبصرہ مُختصر اور مُجمل ہے مگر ضرُوری اور اہم نکات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کِسی بھی حِصّے کو سمجھنے کے لئے قاری کو طویل عبارتوں سے گزُرنا نہیں پڑتا۔ آج کے تیز رفتار زمانے کا تقاضا ہے کہ سچّائی کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تو بھی مُشکل حِصّوں سے پہلُوتہی نہیں کی گئی۔ مُتبادل تشریحات بھی درج کی گئی ہیں اور یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ کون سی تشریح سیاق وسباق کے ساتھ زیادہ مُوافقت رکھتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا صِرف علم حاصِل کر لینا ہی کافی نہیں۔ ضرُور ہے کہ پاک کلام کا زِندگی پر عملی اِطلاق کیا جائے۔ چنانچہ اِس تفسیر میں یہ مشورے بھی دِئے گئے ہیں کہ خُدا کے لوگوں کی زِندگیوں میں پاک صحائف کیسے کار آمد ہو سکتے ہیں۔

اگر اِس تفسیر کے مُطالعہ ہی کو مقصد بنا لیا گیا تو یہ کتاب مُعاون ثابت ہونے کی بجائے ایک پھندا یا جال ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس کتاب کے باعث پاک صحائف کے شخصی مُطالعہ کی تحرِیک مِل جائے اور خُداوند کے آئین واحکام کی تعمیل کے لئے آمادگی پَیدا ہو جائے تو اِس کا مقصد پُورا ہو جائے گا۔

میری دعا ہے کہ روح القدس جس نے بائبل مقدس کا الہام عطا کیا قاری کے دل و دماغ کو روشن کرے ، تاکہ وہ کلام پاک کے وسیلے سے خدا کا عرفان حاصل کرے ۔ آمین ۔

لوقا رسول کی انجیل

تعارف

"دنیا کی خوبصورت ترین کتاب" ارنسٹ رینان

۱۔ مستند کتب میں بے مثال درجہ

"خوبصورت ترین کتاب"۔ کسی کتاب کی اس سے بڑھ کر اور کیا تعریف ہو سکتی ہے اور خصوصاً جب ایک منکرِ الہام کے قلم سے نکلے۔ مگر فرانسیسی نقاد رینان نے لوقا کی انجیل کے بارے میں یہی رائے دی ہے۔ کون سا ایسا حساس ایماندار ہے جو اس انجیل نویس کے الہامی شاہکار کو پڑھتا ہو اور رینان کے مقولہ سے اختلاف کرے؟ غالباً لوقا واحد غیر قوم مصنف ہے جس کو خدا نے اپنا پاک کلام قلم بند کرنے کے لئے منتخب کیا۔ اور غالباً اسی وجہ سے یونان و روم کی ثقافت کے وارث مغربی لوگ اس کو خاص طور سے پسند کرتے ہیں۔

لوقا طبیب جن باتوں پر خاص زور دیتا ہے اُن کے بغیر ہم روحانی طور پر خداوند یسوع اور اُس کے کام کو سمجھنے میں بڑی حد تک ناکام رہتے۔ مثلاً خداوند کی تمام بنی نوع اِنسان کے لئے محبت اور نجات کی پیشکش، خداوند کی اِنفرادی طور پر ہر ایک میں دلچسپی، ہاں غریبوں اور معاشرے کے راندے ہوؤں کے لئے خاص فکر۔ ایسی باتیں سوائے لوقا کے کون اُجاگر کرتا ہے؟ لوقا حمد و ستائش، دعا اور روح القدس پر بھی خاص زور دیتا ہے (قدیم ترین مسیحی گیتوں یا نغموں کے نمونے لوقا باب ۱ اور ۲ میں ملاحظہ کیجئے)۔

۲۔ تصنیف

لوقا نسل کے اِعتبار سے اِنطاکی اور پیشے کے لحاظ سے طبیب تھا۔ وہ عرصے تک پولس رسول کا ساتھی اور ہم خدمت رہا۔ اُس نے دوسرے رسولوں کے ساتھ نہایت اِحتیاط اور توجہ سے گفتگو کی اور اپنی دو کتابوں میں روحانی دوا کے وہ نمونے چھوڑے جو اُن سے حاصل ہوئے تھے۔

مشہور مُؤرخ یوسیبئیس نے اپنی کتاب "تاریخِ کلیسیا" میں زیرِ نظر انجیل یعنی تیسری انجیل کی تصنیف کے بارے میں جو "خارجی شہادت" چھوڑی ہے، وُہ عالمگیر مسیحی روایت کے ساتھ مُطابقت رکھتی ہے۔ ایرینیئس نے بہُت سے اِقتباس تیسری انجیل سے لئے ہیں اور اِس کو لُوقا کی اِنجیل قرار دیتا ہے۔ عِلاوہ ازیں یُوسطین شہید، ہگسپُس، سِکندریہ کا کلیمنس اور طِرطُلیان بھی لُوقا ہی کو اِس انجیل کا مُصنّف تسلیم کرتے ہیں۔ مارقیون ایک مشہور بِدعتی ہُوا ہے۔ اُس کی تصنیف اگرچہ بہُت مُتعصّبانہ ہے مگر وُہ بھی مانتا ہے کہ اِس انجیل کا مُصنّف لُوقا ہے۔ مرتوروی فہرستِ اسفار کے جو حِصّے مِلے ہیں، اُن میں بھی تیسری اِنجیل کو "لُوقا" کا نام دِیا گیا ہے۔ لُوقا واحد اِنجیل نویس ہے جس نے اپنی انجیل کے بعد کے دَور کو قلم بند کیا ہے یعنی "رسُولوں کے اعمال کی کِتاب" کی صُورت میں۔ یہ کِتاب بھی حتمی طور پر ثابت کرتی ہے کہ تیسری انجیل کا مُصنّف لُوقا ہے۔ اعمال کے جِن حِصّوں میں "ہم" کا لفظ اِستعمال ہُوا ہے (۱۶ : ۱۰ ؛ ۲۰ : ۵، ۶ ؛ ۲۱ : ۱۵ ؛ ۲۷ : ۱، ۲ ؛ ۲۸ : ۱۶ بحوالہ ۲۔ تیمتھیُس ۴ : ۱۱) وہاں لُوقا خُود بھی پولُس رسُول کا ہم سفر اور ہم خدمت تھا۔ صِرف لُوقا ہی ہے جو اِن ایّام کے لئے مُوزُوں ثابت ہوتا ہے۔ زیرِ نظر انجیل اور اعمال کی کتاب دونوں کو تھیُفِلُس کے نام "اِنتساب" کِیا گیا ہے اور اندازِ بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِن دونوں کا مُصنّف ایک ہی شخص ہے۔

پولُس رسُول لُوقا کو "پیارا طبیب" (کُلسّیوں ۴ : ۱۴) کہتا ہے اور اُس کا نام یہُودی مسیحیوں سے الگ فہرست میں لِکھتا ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ نئے عہد نامے کے مُصنّفین میں صِرف لُوقا ہی غیر اقوام میں سے تھا۔ جسامت کے لحاظ سے لُوقا اور اعمال مجمُوعی طور پر پولُس کی تمام تصانیف سے بڑی ہیں۔

داخلی شہادتیں سارے دستاویزی ثبُوتوں اور کلیسیا کی روایت کو تقویّت دیتی ہیں۔ ذخیرۂ الفاظ (نئے عہد نامے کے دُوسرے مُصنّفین کی نسبت طِبّی اِصطلاحات کو بہُت دُرستی اور صِحّت کے ساتھ اِستعمال کِیا گیا ہے) اور عالمانہ یُونانی اسلوب سے اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کتابیں کِسی تعلیم یافتہ، سُلجھے ہُوئے غیر قوم مسیحی طبیب کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ لیکن یہ غیر قوم شخص یہُودی مَوضُوعات سے کما حقہٗ واقف ہے۔ لُوقا صحیح تاریخیں دینے اور تحقیق پر مبنی بات کرنے کا دِلدادہ ہے (۱ : ۱ - ۴ ؛ ۳ : ۱ وغیرہ)۔ ہم اُسے کلیسیا کا اوّلین مُؤرخ کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ سِنِ تصنیف

لُوقا کی انجیل پہلی صَدی کے دَوران ؁۶۰ء کے دہے کے آغاز میں وجُود میں آ چُکی ہو گی۔ بعض عُلما اِسے ؁۷۵ء تا ؁۸۵ء (بلکہ دُوسری صَدی) کا مُصنّف قرار دیتے ہیں)۔ اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اِس بات سے اِنکار کیا جاتا ہے کہ یسوعؔ یروشلیمؔ کی بربادی کی اتنی صحیح پیشین گوئی کر سکتا تھا۔ یہ شہر ؁۷۰ء میں برباد ہُوا، اِس لئے خُداوند کی نبوّت لازماً اِس سن سے پہلے قلم بند ہونی چاہیئے تھی۔

سب اِس بات پر مُتفق ہیں کہ لُوقا کی اِنجیل اعمال کی کتاب سے پہلے لِکھی گئی۔ اور اعمال کا اختتام ؁۶۳ء میں ہوتا ہے جب پَولُسؔ رومؔ میں قید تھا۔ چنانچہ لُوقا کی انجیل لازماً اِس تاریخ سے پہلے احاطۂ تحریر میں آئی۔ چند اَیسے واقعات ہیں کہ اگر کلیسیا کا مُورّخِ اوّل بعد میں قلم اُٹھاتا تو اُن کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً رومؔ کی عظیم آتش زدگی اور اِس کے نتیجے میں نیروؔ کا مسیحیوں کو قُربانی کے بکرے بنا کر اُن پر ظلم و ستم (؁۶۴ء) اور پطرسؔ اور پَولُسؔ کی شہادت۔ چنانچہ یہی ماننا مناسب معلُوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل ؁۶۱-۶۲ء میں لِکھی گئی۔

۴۔ پَس منظر اور مَوضُوع

یُونانی لوگ کِسی کامل الٰہی اِنسانی ہستی کے منتظِر تھے، یعنی اَیسی ہستی جِس میں مَرد و زَن کی بہترین خصُوصیات اور صفات تو درجۂ کمال تک موجُود ہوں مگر خامی کوئی نہ ہو۔ لُوقاؔ مسیح کو بطور ابنِ آدم ایسی ہی صُورت میں پیش کرتا ہے کہ وُہ مضبُوط اور طاقت ور ہے تاہم ترس اور رحم سے بھرا ہے۔ اِس انجیل میں اُس کی بشریت نمُایاں ہے۔

مثال کے طور پر مسیح کی دُعائیہ زِندگی کا جِتنا لُوقاؔ ذِکر کرتا ہے کِسی اَور انجیل میں نہیں ہے۔ اِسی طرح مسیح کی اِنسانی ہمدردی اور ترس اور رحم کا ذِکر بار بار آتا ہے۔ شاید اِسی لئے ہمیں بچّے اور عورتیں نمُایاں مقام پر نظر آتے ہیں۔ لُوقاؔ کی اِنجیل کو "بشارتی انجیل" کے نام سے بھی پُکارا جاتا ہے۔ یہاں اِنجیل غیر قوموں تک پُہنچتی ہے اور خداوند یسُوعؔ کو "دُنیا کا نجات دہندہ" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ عِلاوہ ازیں یہ انجیل شاگردوں کے لئے

دستورُالعمل ہے۔ ہمیں اپنے خُداوند کی زِندگی سے شاگردیت کی شاہراہ تک راہنمائی مِلتی ہے۔ اور جب وُہ اپنے پیرووُں کی تربیّت کرتا ہے تو اِس راہ پر چلنے کے اُصُولوں کی تفسیر سُنائی دیتی ہے۔ ہم بھی تشریح کرتے ہُوئے اِسی خصُوصیت کی پیروی کریں گے۔ اِنسانِ کامِل کی زِندگی میں ہم اُن عناصِر کو دیکھیں گے جِن سے مثالی زِندگی تشکیل پاتی ہے۔ اُس کی بے مثال باتوں میں ہمیں صلیب کو جانے والا راستہ مِلے گا جِس پر چلنے کے لئے وُہ ہمیں بُلاتا ہے۔

جب ہم مُقدّس لُوقا کی انجیل کا مُطالعہ کرتے ہیں تو ہم مُنجّی کی پُکار اور بُلاہٹ پر کان لگائیں اور سب کُچھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لیں۔ فرماں برداری رُوحانی عرفان کا راز ہے۔ جب ہم اِس انجیل میں مذکُور تجربات میں داخِل ہوتے ہیں تو پاک کلام کا مطلب و مفہُوم واضح ہو جاتا ہے اور ہم اِسے زیادہ پیار کرنے لگتے ہیں۔

خاکہ

۱۔ دیباچہ ۔ لُوقا کا مقصد اور طریقِ کار	۱:۱ - ۴
۲۔ ابنِ آدم اور اُس کے پیشرو کی آمد	۵:۱ - ۵۲:۲
۳۔ ابنِ آدم خدمت کے لئے تیاری کرتا ہے	۱:۳ - ۳۰:۴
۴۔ ابنِ آدم اپنی قُدرت کا ثبوت دیتا ہے	۳۱:۴ - ۲۶:۵
۵۔ ابنِ آدم اپنی خدمت کی وضاحت کرتا ہے	۲۷:۵ - ۴۹:۶
۶۔ ابنِ آدم اپنی خِدمت کو وُسعت دیتا ہے	۱:۷ - ۵۰:۹
۷۔ ابنِ آدم کی روز افزوں مخالفت	۵۱:۹ - ۵۴:۱۱
۸۔ یروشلیم کو سفر کرتے ہوئے تعلیم دینا اور شفا بخشنا	ابواب ۱۲ - ۱۶
۹۔ ابنِ آدم اپنے شاگردوں کو ہدایات دیتا ہے	۱:۱۷ - ۲۷:۱۹
۱۰۔ ابنِ آدم یروشلیم میں	۲۸:۱۹ - ۳۸:۲۱
۱۱۔ ابنِ آدم کا دُکھ اُٹھانا اور موت	ابواب ۲۲، ۲۳
۱۲۔ ابنِ آدم کی فتح یابی	باب ۲۴

تفسیر

۱۔ دیباچہ: لوقا کا مقصد اور طریقِ کار ۱:۱-۴

دیباچہ میں لوقا ظاہر کرتا ہے کہ میں ایک مورخ ہوں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے مواد کے لئے کون سے ماخذوں تک رسائی حاصل ہے اور میرا طریقۂ کار کیا تھا۔ پھر وہ اپنی تحریر کا مقصد بیان کرتا ہے۔ انسانی نقطۂ نظر سے اس کے پاس دو قسم کے ماخذ تھے۔ مسیح کی زندگی کے بارے میں لکھا ہؤا مواد اور اُن لوگوں کے زبانی بیانات جو مسیح کی زندگی اور واقعات کے عینی شاہد تھے۔

۱:۱۔ تحریری مواد کا ذکر آیت ۱ میں کیا گیا ہے۔ "چونکہ بہتوں نے اِس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں ..."۔ ہمیں علم نہیں کہ یہ مصنفین کون تھے۔ متی اور مرقس اِن میں شامل ہوں گے۔ کچھ اَور ہوں گے جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے غیر الہامی مصنفین تھے (یوحنا نے انجیل بعد میں لکھی)۔

۱:۲۔ لوقا اُن لوگوں کے زبانی بیانات پر بھی انحصار کرتا ہے "جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے اُن کو ہم تک پہنچایا"۔ لوقا خود عینی شاہد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اُس نے اُن لوگوں سے انٹرویو کئے جو عینی شاہد تھے۔ وہ خداوند کے اُن تعلق داروں کو "خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم" کہتا ہے۔ یہاں وہ لفظ "کلام" کو مسیح کے ایک نام کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ یوحنا نے بھی اپنی انجیل میں ایسا ہی کیا ہے۔ یہاں "شروع سے" کا مطلب مسیحی دَور ہے جس کا نقیب یوحنا بپتسمہ دینے والا تھا۔ لوقا نے تحریری اور زبانی دونوں قسم کا مواد استعمال کیا۔ اس حقیقت سے اِس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ زبانی بیانات بھی الہامی تھے۔ اِس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مواد کے انتخاب اور ترتیب دینے میں رُوح القدس نے لوقا کی راہنمائی کی۔

جیمز ایس۔ سٹوآرٹ کہتا ہے کہ:

> "لوقا بالکل واضح کر دیتا ہے کہ ملہم مصنفین کو کسی بھی معجزے نے ٹھوس تواریخی تحقیق کی ضرورت سے مبرّا نہیں کیا تھا۔ الہام کا مطلب یہ

> نہیں کہ خُدا جادُو سے اِنسان کے ذہن اور صلاحیتوں کو غیر معمولی طور پر لائق فائق بنا دیتا ہے بلکہ خُدا اِنسانی ذہن اور صلاحیتوں کی تخصیص اور تقدیس کر کے اِن کے وسیلہ سے اپنی مرضی کو ظاہر کرتا ہے ۔ اِلہام کلامِ مُقدّس کے مُصنّف کی اپنی شخصیت پر حاوی ہو کر اُسے خُدا کی مشین نہیں بناتا بلکہ وُہ اُس کی شخصیت کی تقویت کرتا اور اُسے خُدا کا زِندہ گواہ بنا دیتا ہے“۔

۱:۳ ۔ لُوقا مختصراً یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مجھے ایسا کرنے کی تحریک کیوں اور کیسے ہُوئی اور میرا طریقۂ کار کیا ہے ۔ ”اے مُعزّز تھیُفِلُس، مَیں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سِلسِلہ شرُوع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے اُن کو تیرے لئے ترتیب سے لِکھوں“۔ اور اپنی تحریک کے بارے میں وُہ صِرف اِتنا کہتا ہے کہ ”مَیں نے بھی مناسب جانا“۔ اِنسانی سطح پر وُہ اپنے دِل میں قائل تھا کہ مجھے انجیل لکھنی چاہئے ۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ اِنسانی فیصلے میں عجیب طور سے اِلٰہی پابندی بھی شامل تھی ۔

جہاں تک طریقۂ کار کا تعلق ہے پہلے اُس نے اِن باتوں کو ”شرُوع سے ٹھیک ٹھیک دریافت“ کیا، یعنی اُن کا کھوج لگایا۔ اِس کام کے لئے ہمارے مُنجّی کی زِندگی میں اور اِس سے متعلقہ واقعات کی سائنسی اور منطقی طریقہ سے اور پُوری احتیاط کے ساتھ چھان بین کرنا شامل تھا۔ لُوقا نے ماخذوں کی صحت کو جانچا پرکھا ۔ جو باتیں تاریخی طور پر غلط اور رُوحانی لحاظ سے غیر متعلق تھیں اُن کو مُسترد کر دیا۔ پھر پُورے مواد کو ترتیب کے ساتھ تالیف کیا جیسا کہ آج ہمارے سامنے ہے ۔ جب لُوقا کہتا ہے کہ ”ترتیب سے“ تو اِس کا لازماً ”تواریخی ترتیب“ مطلب نہیں ۔ لُوقا کی انجیل میں واقعات کی ترتیب ہر جگہ وُہ نہیں جِس ترتیب سے وُہ وقُوع پذیر ہُوئے تھے بلکہ اُن کو اخلاقی یا روحانی ترتیب میں درج کیا گیا ہے ۔ مُراد یہ ہے کہ وُہ مواد کے لحاظ سے اور اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے ایک دُوسرے سے پیوستہ ہے، وقت کے لحاظ سے نہیں ۔ اگرچہ اِس انجیل اور اعمال کی کتاب کا مخاطب ”تھیُفلس“ ہے، مگر حیرانی کی بات ہے کہ ہمیں اُس کے بارے میں بہُت تھوڑی واقفیت ہے ۔ لُوقا اُسے ”اے مُعزّز ۔۔۔“ کہہ کر مخاطب کرتا ہے جِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ کوئی بڑا سرکاری افسر تھا ۔ اُس کے نام کا مطلب ہے ”خُدا کا دوست“۔ غالباً وُہ مسیحی تھا اور رُومی حکُومت کے تحتِ وزارتِ خارجہ (فارن سروس) میں اعلیٰ اور ذِمّہ دار

عُہدے پر فائز تھا۔

۱:۴۔ لُوقاؔ کا مقصد یہ تھا کہ تھیفلُس کو ایسا تحریری مواد مہیّا کرے جس سے اِن باتوں کی پُختگی اور قابلِ اعتبار ہونے کی تصدیق ہو جائے جن کا تعلق خُداوند یسوعؔ کی زِندگی اور خِدمت سے تھا۔ اور جن کی تعلیم اُس نے پائی تھی تحریر میں آنے کے باعث یہ باتیں اور پیغام کی قطعیت اور صحت قائم ہو جائے گی۔ اور سِینہ بہ سِینہ مُنتقِل کرنے سے جن غلطیوں کے در آنے کا اِمکان ہوتا ہے، اُس سے محفوظ ہو جائے گا۔

چنانچہ آیات ۱-۴ میں ہمیں مُختصر لیکن بصیرت افروز بیان اُس پس منظر اور اِنسانی حالات کے بارے میں مِلتا ہے جن میں بائبل مُقدّس کی یہ کتاب احاطۂ تحریر میں آئی۔ ہم جانتے ہیں کہ لُوقاؔ نے اِلہام سے لِکھا۔ وہ کہتا تو نہیں لیکن "شرُوع سے" (آیت ۳) کے اَلفاظ میں یہ بات مُضمر ہے۔ اِس کا ترجمہ "اُوپر سے" بھی ہو سکتا ہے۔

۲- ابنِ آدم اور اُس کے پیش رَو کی آمد ۱:۵-۲:۵۲

ا- پیش رَو کی آمد کی بشارت ۱:۵-۲۵

۱:۵،۶۔ لُوقاؔ اپنے بیان کے آغاز میں ہمیں یُوحنّاؔ بپتسمہ دینے والے کے والدین سے مُتعارف کراتا ہے۔ اُن کا تعلق اُس زمانے سے ہے جب شریر "ہیرودیسِ" اعظم "یہُودیہ کا بادشاہ" تھا۔ وہ ادومی یعنی عیسو کی نسل سے تھا۔

"زکریاہ" (بمعنی خُداوند یاد رکھتا ہے) ایک "کاہن" تھا جس کا تعلق "اَبیّاہ کے فریق" سے تھا۔ داؤدؔ نے یہُودی کہانت کو چوبیس فریقوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ اُن میں سے ایک فریق تھا (۱- تواریخ ۲۴:۱۰)۔ ہر فریق یروشلیم کی ہیکل میں سال میں دو دفعہ خِدمت کرنے کو بُلایا جاتا تھا۔ ایک بار، سبت سے سبت تک چلتی تھی۔ مسیح یسوعؔ کے زمانے میں کاہنوں کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ ایک کاہن کو زِندگی میں صِرف ایک دفعہ اِعزاز مِلتا تھا کہ پاک مقام میں داخِل ہو کر بخُور جلا سکے۔ بعض کاہنوں کی تو ساری زِندگی اِنتظار ہی میں کٹ جاتی تھی۔

"الیشبع" (بمعنی خُدا کی قسم) بھی "ہارُون کی اَولاد میں سے تھی" یعنی کاہنوں کے خاندان سے تھی۔ وہ اور اُس کا شوہر پکّے اور مذہب پر کاربند یہُودی تھے۔ وہ پُرانے

عہدنامہ کے صحائف کو مانتے اور اُن کے اخلاقی اور رسُوماتی ضابطوں پر پُوری احتیاط سے چلتے تھے ۔ بے شک وُہ بے گُناہ نہیں تھے لیکن جب بھی اُن سے گُناہ سرزد ہوجاتا تو وُہ مُقررہ قُربانی یا نذرانہ گزرانتے اور سارے رسوماتی مُطالبات پُورے کرتے تھے ۔

۱:۷ ۔ یہ جوڑا "بے اولاد" تھا ۔ یہُودی مُعاشرے میں یہ بات لعنت تصوّر کی جاتی تھی ۔ لُوقا طبیب کو معلُوم ہے کہ اِس کی وجہ الیشبع کا بانجھ پن تھا ۔ اور یہ مسئلہ اِس لئے بھی سنگین صُورت اختیار کر چُکا تھا کہ وُہ "دونوں عُمر رسیدہ تھے"۔

۱:۸ -- ۱۰ ۔ ایک دِن زکریاہ "مَقدِس میں" کہانت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا ۔ یہ اُس کی زِندگی کا ایک عظیم دِن تھا کیونکہ "اُس کے نام کا قُرعہ نِکلا کہ خُداوند کے مَقدِس میں جا کر خُوشبو جلائے"۔ "لوگوں کی ساری جماعت" ہیکل کے "باہر دُعا کر رہی تھی"۔ کوئی نہیں جانتا کہ "خُوشبُو جلاتے وقت" سے مُراد کونسی گھڑی ہے ۔

انجیل کے آغاز میں ہم "لوگوں کی جماعت" کو ہیکل میں "دُعا مانگنے" میں مشغُول دیکھتے ہیں اور اختتام پر اُنہیں "ہیکل میں خُدا کی حمد" کرتے ہُوئے پاتے ہیں ۔ ان دونوں کے درمیانی ابواب میں بیان ہوتا ہے کہ کِس طرح خُداوند یسوع کی ذات اور کام میں اُن کی دُعاؤں کا جواب مِلا ۔

۱:۱۱ -- ۱۴ ۔ کاہن اور عوام دُعا میں مشغُول تھے ۔ چُنانچہ نہایت موزُوں وقت اور موقع تھا کہ خُدا اپنا مکاشفہ عنایت کرے ۔ "خُداوند کا فِرشتہ خُوشبو کے مذبح کی دہنی طرف کھڑا ہُوا اُس کو دِکھائی دِیا"۔ یہ جگہ خاص عنایت و بخشش کی جگہ تھی ۔ پہلے تو "زکریاہ" گھبرا گیا ۔ اُس کے ہم عصروں میں سے کِسی نے کبھی فِرشتہ نہیں دیکھا تھا ۔ لیکن فِرشتے نے اُسے تسلّی دی اور نہایت عجیب اور خُوش کُن خبر سُنائی کہ "الیشبع کے بیٹا ہوگا" ۔ اُس کا نام "یُوحنّا" (بمعنی یہوواہ کی مہربانی یا فضل) رکھنا ۔ والدین کے لئے "خُوشی و خرّمی" کے عِلاوہ یہ بچّہ بُہتوں کے لئے باعثِ برکت ہونے والا تھا ۔

۱:۱۵ ۔ یہ بچّہ "خُداوند کے حضُور میں بزُرگ ہوگا" (اور یہی بزرگی ہے جو حقیقی اور اہم ہے) ۔ پہلے تو وُہ اپنے آپ کو شخصی طور سے خُدا کے لئے مخصُوص ہونے کے باعث بزرگ ہوگا ۔ وُہ "ہرگز نہ مے (انگوروں سے تیار کردہ) نہ کوئی اَور شراب (اناج سے تیار کردہ) پیئے گا"۔

دُوسرے، وُہ اپنی رُوحانی مخصُوصیّت کے باعث بزُرگ ہوگا ۔ "وُہ اپنی ماں کے

پیٹ ہی سے رُوحُ القُدس سے بھر جائے گا" (اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یُوحنّا اپنی پَیدائش ہی سے نجات یافتہ تھا یا اُس وقت ایمان لایا تھا بلکہ یہ کہ شرُوع ہی سے خُدا کا رُوح اُس میں تھا تاکہ اُسے مسیح کے پیش رَو کے طور پر خاص مِشن کے لئے تیار کرے)۔

۱:۱۶۔ تیسرے، وُہ مسیح کے پیش رَو ہونے کے کردار میں بزرگ ہوگا۔ وُہ بہُت سے یہُودی لوگوں کے دِلوں کو "خُداوند کی طرف پھیرے گا"۔ اُس کی خِدمت "ایلیاہ" نبی کی خِدمت کی مانند ہوگی کہ توبہ کے وسیلے سے لوگوں کا خُدا کے ساتھ رِشتہ دُرست کرنے کی کوشش کرے گا۔

جی۔ کولمین لک کہتا ہے:

> "وُہ بے پروا والدین کے دِلوں کو اولاد کی طرف پھیرے گا کہ اُنہیں اپنے بچّوں کی رُوحانی فِکر ہوگی اور ساتھ ہی وُہ نافرمان اور بغاوت پر آمادہ اَولاد کے دِل "راستبازوں کی دانائی" کی طرف پھیرے گا۔"

دُوسرے لفظوں میں وُہ دُنیا میں سے ایسے ایمان داروں کو اِکٹھا کرے گا جو خُداوند کے ظہُور پر اُس سے مِلنے کو تیار ہوں گے۔ یہ ہم سب کے لئے بھی نہایت عُمدہ اور گراں قدر خِدمت ہے۔

غور کریں کہ آیات ۱۶ اور ۱۷ میں مسیح کی اُلوہیّت کیسے مُضمر ہے۔ آیت ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ یُوحنّا "بہُت سے بنی اِسرائیل کو خُداوند کی طرف جو اُن کا خُدا ہے پھیرے گا"۔ اور آیت ۱۷ میں کہ یُوحنّا "اُس کے آگے آگے چلے گا"۔ یہاں "اُس کے" سے کِس کی طرف اِشارہ ہے۔ یقیناً "خُداوند ... جو اُن کا خُدا ہے" کی طرف جِس کا ذِکر اِس سے پہلی آیت میں آیا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یُوحنّا "یسُوع" کا پیشرَو تھا۔ لِہٰذا مفہُوم واضح ہے۔ یسُوع خُدا ہے۔

۱:۱۸۔ عُمر رسیدہ "زکریاہ" ایسے وعدہ کے غیر مُمکن ہونے کے باعث گویا سکتے میں آگیا۔ وُہ خُود اور اُس کی "بیوی" دونوں اِتنے "بُوڑھے" تھے کہ بچّے کے والدین نہیں بن سکتے تھے۔ اُس کا سُوال اگرچہ اندوہ گیں ہے لیکن اُس کے دِل میں اُبلتے ہُوئے شک کا بیّن اظہار کرتا ہے۔

۱:۱۹۔ جواب دیتے ہُوئے فرشتے نے پہلے تو اپنا تعارُف کرایا کہ "مَیں جبرائیل ہُوں" (بمعنی خُدا کا طاقتور بندہ)۔ اگرچہ اکثر اُس کو مُقرب فرشتہ کہا جاتا ہے لیکن پاک صحائف میں اِس کے بارے میں صِرف یہ بیان ہے "جو خُدا کے حضُور کھڑا رہتا" ہے اور جو خُدا

کے پاس سے اِنسانوں کے لئے پیغامات لاتا ہے (دانی ایل ۸: ۱۶؛ ۹: ۲۱)۔

۱:۲۰۔ چونکہ زِکریاہ نے شک کیا تھا اِس لئے وُہ اُس وقت تک بول نہ سکے گا "جِس دِن تک" بچّہ پیدا نہ ہوگا۔ جب بھی کوئی ایمان دار خُدا کے کلام کے بارے میں شک کرتا ہے، وُہ اپنی گواہی اور گیت سے محرُوم ہو جاتا ہے۔ بے اِعتقادی لبوں پر مُہر لگا دیتی ہے۔ اور وُہ اُس وقت تک بند رہتے ہیں جب تک ایمان واپس نہ آئے اور حمد و ستائش اور گواہی نہ دینے لگے۔

۱:۲۱، ۲۲۔ ہیکل کے باہر "لوگ" بے تابی سے زِکریاہ کا اِنتظار کر رہے تھے۔ عام طور سے جو کاہن خوشبُو جلانے اندر جاتا تھا وُہ بہُت جلدی واپس آ جاتا تھا۔ آخرکار جب زِکریاہ "باہر آیا" تو اُسے اُن سے اِشاروں سے باتیں کرنی پڑیں۔ جِس سے وُہ جان گئے کہ "اُس نے مَقدِس میں رویا دیکھی ہے"۔

۱:۲۳۔ جب ہیکل میں اُس کی ذمّہ داری کا دَور یعنی "خِدمت کے دِن پُورے ہو گئے" تو یہ کاہن اپنے گھر واپس گیا اور جیسا فرشتے نے کہا تھا وُہ ابھی تک بول نہیں سکتا تھا۔

۱:۲۴، ۲۵۔ جب "اِلیشبعؔ" حاملہ ہو گئی تو اُس نے "پانچ مہینے تک" خُود کو اپنے گھر میں چھپائے رکھا۔ وُہ دِل میں خوشی مناتی تھی کہ بالآخر "خُداوند" نے مناسب جانا کہ مُجھ سے بے اولاد ہونے کی "رُسوائی" دُور کرے۔

ب۔ اِبنِ آدم کی پیدائش کی بشارت ۱:۲۶-۳۸

۱:۲۶-۲۷۔ زکریاہ پر ظاہر ہونے (یا اِلیشبعؔ کے اُمید سے ہونے) کے "چھٹے مہینے میں جبرائیل" دوبارہ ظاہر ہُوا۔ اِس دفعہ وُہ "ایک کُنواری" کے پاس آیا جِس کا نام "مریمؔ" تھا۔ وُہ "گلیل" کے عِلاقے میں "ناصرت" نام "ایک شہر" میں رہتی تھی۔ مریمؔ کی "منگنی ... ایک مَرد یُوسفؔ نام سے ہُوئی تھی"۔ یُوسفؔ نسلی لحاظ سے "داؤد کے گھرانے" سے تھا اور داؤدؔ کے تخت پر بیٹھنے کا قانونی حق رکھتا تھا حالانکہ وُہ خُود ایک بڑھئی تھا۔ اُس زمانے میں منگنی کو آج کل کی نِسبت کہیں زیادہ مضبُوط بندھن مانا جاتا تھا بلکہ اُس کو توڑنے کے لئے طلاق کی طرح کے عدالتی حُکم کی ضرُورت ہوتی تھی۔

۱:۲۸۔ فرشتے نے مریمؔ کو "سلام تُجھ کو جِس پر فضل ہُوا ہے[1]" کہہ کر مُخاطب کیا

---

[1] یُونانی لفظ اِسم مفعول ہے۔ جِس کا مطلب ہے کہ مریمؔ کو فضل حاصِل ہُوا تھا۔ لاطینی میں اِس کا

کیونکہ خداوند اُسے خاص اعزاز بخشنے کو اُس کے پاس آرہا تھا۔ یہاں دو نکات پر غور کرنا ضروری ہے (۱) فرشتے نے مریم کو نہ تو سجدہ کیا نہ اُس سے دعا مانگی، صرف سلام کیا (۲) اس نے یہ نہیں کہا کہ تو "پُرفضل" یعنی فضل سے بھری ہوئی ہے بلکہ یہ کہ "تجھ ... پر فضل ہوا ہے"۔

۱:۲۹، ۳۰ - مریم کا "گھبرا" جانا بالکل مناسب اور فطری بات تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اِس سلام کا مطلب کیا ہے۔ "فرشتہ" نے اُسے تسلی دی، اُس کا خوف دور کیا اور بتایا کہ "خدا" نے تجھے چُن لیا ہے کہ تو مسیحِ موعود جس کا مدتوں سے انتظار ہو رہا ہے کی ماں بنے۔

۱:۳۰-۳۱ - اِس بشارت میں کئی حقائق یا سچائیاں پائی جاتی ہیں۔ اِن پر غور کریں۔

ا۔ مسیحِ موعود کی حقیقی بشریت

"تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا"۔

ب۔ اُس کی الوہیت اور منجی کی حیثیت سے مشن

"اُس کا نام یسوع رکھنا"۔ (یسوع کا مطلب ہے "یہوواہ نجات دہندہ ہے")۔

ج۔ اُس کی ذاتی بزرگی

"وہ بزرگ ہوگا"۔ اپنی ذات اور اپنے کاموں دونوں کے باعث۔

د۔ اُس کی شناخت بطور خدا کا بیٹا

"خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا"۔

ہ۔ داؤد کے تخت پر اُس کا حق

"خداوند خدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا"۔

و۔ اُس کی دائمی بادشاہی

"وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا"۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آیات ۳۱، ۳۲ کے پہلے حصے میں خداوند کی پہلی آمد کا بیان

ترجمہ gratia plena کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "فضل سے معمور" یا "پُرفضل"۔ اِس کا بہت غلط استعمال ہوا ہے اور یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ مریم فضل کا منبع یا سرچشمہ ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ بالکل صحیح ترجمہ کرنا کتنا ضروری ہے۔

ہے جبکہ آیات ۳۲ کے دُوسرے حِصّے اور ۳۳ کا اِشارہ اُس کی دُوسری آمد کی طرف ہے، جب وُہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند ہوگا۔

۱: ۳۴، ۳۵۔ مریم نے سُوال کیا "یہ کیونکر ہوگا؟" اِس میں شک نہیں بلکہ حیرت پائی جاتی ہے۔ اِستفسار پایا جاتا ہے۔ اِس کے بچّہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اُس کا کسی "مَرد" کے ساتھ کبھی تعلق نہیں ہُوا۔ اگرچہ فرشتے نے یہ الفاظ اِستعمال نہیں کئے مگر اُس کی ساری بات کا مطلب تھا "کُنواری سے پیدا ہونا"۔ یہ "رُوحُ القُدس" کا ایک مُعجزہ ہوگا۔ "رُوحُ القُدس تجھ پر نازِل ہوگا اور خُدا تعالیٰ کی قُدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی"۔ مریم کا مسئلہ یہ تھا کہ "یہ کیونکر ہوگا؟" اِنسانی لحاظ سے تو یہ بات ناممکن تھی —— خُدا کا جواب ہے "رُوحُ القُدس"۔

"اور اِس سبب سے وُہ مولُودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائے گا"۔ یہ تجسُّم کا نہایت اعلیٰ بیان ہے۔ مریم کا بیٹا حقیقتاً خُدا کا جسم میں ظہُور ہے۔ ہماری زبان اِس سربستہ راز کو کھولنے سے قاصر ہے۔

۱: ۳۶، ۳۷۔ اِس کے بعد فرشتے نے مریم کو ایک اَور خبر دی "دیکھ تیری رِشتہ دار اِلیشبع کے بھی بُڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے"۔ وُہ جو "بانجھ" تھی، اَب اُس کو "چھٹا مہینہ" ہے۔ اِس مُعجزے سے مریم کا یقین پختہ ہوجائے گا کہ خُدا کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں۔

۱: ۳۸۔ "مریم" نے کمال تابعداری کا ثبوت دیا۔ اور خُدا کے عجیب مقصد کو پُورا کرنے کے لئے خُود کو اُس کے سپُرد کر دیا۔ "تب فرشتہ اُس کے پاس سے چلا گیا"۔

ج۔ مریم، اِلیشبع سے مُلاقات کرتی ہے ۱: ۳۹ - ۴۵

۱: ۳۹، ۴۰۔ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ "مریم" کیوں "اِلیشبع" سے مِلنے گئی۔ ہوسکتا ہے اِس لئے گئی ہو کہ جب اُس کی حالت ظاہر ہوگی تو ناصرت میں اُس کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوں گی اور لوگ اُسے رُسوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ وُہ وہاں سے چلی گئی۔ اگر ایسا ہے تو اِلیشبع تے جس طرح اُسے خُوش آمدید کہا اور جس مہربانی سے پیش آئی وُہ دُگنی قدر و قیمت رکھتی ہے۔

۱: ۴۱۔ "اور جُونہی اِلیشبع نے مریم کا سلام سُنا ... بچّہ اُس کے پیٹ میں اُچھل پڑا"۔ ابھی یہ پیشرو پیدا نہیں ہُوا۔ ابھی مسیحِ موعُود بھی پیدا نہیں ہُوا۔ مگر پیشرو مسیحِ موعُود کی (اپنے گھر میں) آمد پر بے ساختہ اور پُر اسرار انداز میں جواب دیتا ہے۔ "اور اِلیشبع رُوحُ القُدس

سے بھر گئی"۔ یعنی رُوح القدس نے اُسے اپنے اختیار میں لے لیا اور اُس کے کام و کلام کی راہنمائی کرنے لگا۔

اِس پہلے باب میں تینؔ افراد کا ذِکر ہے کہ وُہ رُوح القدس سے بھر گئے (۱) یُوحنّا بپتسمہ دینے والا (آیت ۱۵) (۲) الیشبع (آیت ۴۱) اور زکریاہ (آیت ۶۷)۔

رُوح القدس سے بھرے ہُوئے شخص کا ایک نشان یہ ہے کہ وُہ زبُور اور گیت اور رُوحانی غزلوں میں بات کرتا ہے (اِفسیوں ۵: ۱۸، ۱۹)۔ اِس لئے ہمیں اِس بات پر تعجّب نہیں ہوتا کہ اِس باب میں تینؔ اور اگلے باب میں دوؔ گیت مَوجُود ہیں۔ اِن گیتوں کو ہم نے مخصُوص نام دے رکھّے ہیں۔ (۱) الیشبع کا سلام ۱: ۴۲-۴۵۔ (۲) مُقدّسہ مریم کا گیت ۱: ۴۶-۵۵۔ (۳) زِکریاہ کا گیت ۱: ۶۸-۷۹۔ (۴) عالمِ بالا پر جلال کا گیت ۲: ۱۴۔ (۵) بزُرگ شمعوؔن کا گیت ۲: ۲۹-۳۲۔

۱: ۴۲-۴۵۔ خاص اِلہام کے زیرِ اثر الیشبع نے مریم کو سلام کیا اور اُسے "میرے خُداوند کی ماں" کہہ کر مخاطب کیا۔ اُس کے دِل میں رشک کا نشان تک نہ تھا۔ صِرف خُوشی اور مُسرت تھی کہ پَیدا ہونے والا بچّہ "میرا خُداوند" ہے۔ اُس نے مریم کو "عورتوں میں مُبارک" کہا کیونکہ اُسے یہ اعزاز بخشا گیا کہ مسیحِ موعُود اُس سے پَیدا ہو۔ اُس کے "پیٹ کا پھل" بھی "مُبارک" ہے کیونکہ وُہ خُداوند اور مُنجی ہے۔ بائبل ہرگز نہیں کہتی کہ مریم "خُدا کی ماں" ہے۔ بے شک یہ حقیقت ہے کہ وُہ یسوؔع کی ماں ہے اور کہ یسوؔع خُدا ہے۔ لیکن عقیدے کے لحاظ سے یہ کہنا سراسر بے ہُودہ بات ہے کہ خُدا کی کوئی ماں بھی ہے۔ یسوؔع کا وجُود ازل سے ہے جبکہ مریم محدُود مخلوق ہے اور اُس کا وجُود ایک خاص تاریخ سے ہُوا۔ وُہ یسوؔع کی صِرف اُس کے تجسّم میں ماں ہے اور بس۔

الیشبع جب مریم سے مخاطب ہُوئی تو وجدان سے اپنے ہونے والے بچّے کی خُوشی اور ولولہ کا بیان کرنے لگی۔ اِس کے بعد اُس نے مریم کو یقین دلایا کہ تیرے ایمان کا اجر اور صِلہ کثرت سے مِلے گا۔ تیری توقعات پُوری ہوں گی۔ تیرا ایمان لانا بے فائدہ نہیں اور وعدے کے مُطابق تیرا بچہ پَیدا ہوگا۔

د۔ مریم خُداوند کی تمجید کرتی ہے ۱: ۴۶-۵۶

۱: ۴۶-۴۹۔ مریم کا حمد و ستائش کا یہ گیت حنّہؔ کے گیت سے مُشابہت

رکھتا ہے (۱-سموئیل ۲: ۱-۱۰)۔ پہلے "مریم" نے "خُداوند" کی اُن باتوں کے لئے تمجید کی جو اُس نے اُس کے لئے کی تھیں (آیات ۴۶ ب-۴۹)۔ غور کریں کہ وُہ کہتی ہے "ہر زمانہ کے لوگ مجھ کو مُبارک کہیں گے"۔ وُہ ایسی ہستی نہیں جو دُوسروں کو برکت دیتی اور مُبارک ٹھہراتی ہے بلکہ اُس کو "مُبارک کہا جائے گا"۔ وُہ "خُدا" کو اپنا "مُنجی" کہتی ہے جس سے اِس تصوّر کی تردید ہوتی ہے کہ وُہ بے گُناہ تھی۔

۱: ۵۰-۵۳۔ دُوسرے مریم خُداوند کی اِس لئے تمجید کرتی ہے کہ "اُس کا رحم اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں" ہمیشہ رہتا ہے۔ وُہ مغروروں اور اختیار والوں کو پست اور پراگندہ کر دیتا اور "پست حالوں" اور "بھُوکوں" کو سرفراز کرتا ہے۔

۱: ۵۴، ۵۵۔ آخر میں مریم خُداوند کی اِس لئے حمد و ثنا کرتی ہے کہ وُہ بنی "اسرائیل" کے ساتھ ہمیشہ وفادار ہے اور اُن وعدوں کو پُورا کرتا ہے جو "ابرہام اور اُس کی نسل" کے ساتھ کئے تھے۔

۱: ۵۶۔ مریم "تین مہینے کے قریب" الیشبع کے ساتھ رہ کر "اپنے گھر کو لوٹ گئی" یعنی واپس ناصرت آ گئی۔ ابھی اُس کا بیاہ نہیں ہُؤا تھا۔ اِس میں شک نہیں کہ پاس پڑوس کے لوگ اُس پر شک کرنے اور اُس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ لیکن وقت آنے پر خُدا اُسے بے الزام ثابت کرے گا۔ اُسے اِنتظار کرنا ہو گا۔

۵- پیشرو کی پیدائش ۱: ۵۷-۶۶

۱: ۵۷-۶۱۔ "الیشبع کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا"۔ اُس نے ایک "بیٹے" کو جنم دیا۔ اُس کے "رشتہ دار" اور دوست بے حد خوش ہُوئے۔ "آٹھویں دِن" جب "لڑکے" کا ختنہ ہُؤا تو پہلے سے طے تھا کہ "باپ کے نام پر" اُس کا نام بھی "زکریاہ" رکھیں مگر جب اُس کی ماں نے بتایا کہ بچّے کا نام "یُوحنّا" ہو گا تو پڑوسی اور رشتہ دار حیران رہ گئے کیونکہ اُن کے کُنبے میں کسی کا بھی نام یُوحنّا نہیں تھا۔

۱: ۶۲، ۶۳۔ آخری فیصلہ کرنے کے لئے اُنہوں نے زکریاہ کو "اشارہ کیا" (اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ گُونگا ہی نہیں، بہرہ بھی تھا)۔ اُس نے ایک "تختی" منگوا کر اُس پر

لکھاکہ "اُس کا نام یُوحنّا ہے"۔ یُوں مسئلے کا فیصلہ کر دیا۔ سب لوگوں نے "تعجّب کیا"۔

۱: ۶۴-۶۶۔ لیکن اُن کو یہ دیکھ کر اَور بھی زیادہ تعجّب ہُؤا کہ جُونہی زکریاہ نے "یُوحنّا" لکھا اُس کے بولنے کی صلاحیّت بحال ہوگئی۔ یہ بات بہت جلد "یہودیہ کے تمام پہاڑی مُلک میں" پھیل گئی۔ لوگ حیران ہونے لگے کہ یہ غیر معمُولی بچّہ آگے چل کر کیسے کیسے کام کرے گا۔ وُہ سب جان گئے کہ "خُداوند کا ہاتھ اُس پر" ہے۔

و۔ یُوحنّا کے بارے میں زکریاہ کی نبُوّت ۱: ۶۷-۸۰

۱: ۶۷۔ اب زکریاہ بے اعتقادی کی بیڑیوں سے آزاد ہو چُکا تھا۔ "وُہ رُوح القُدس سے بھر گیا" اور اُسی کی تحریک سے حمد و ستائش کا ایسا فصیح و بلیغ گیت سُنانے لگا جو پُرانے عہد نامہ کے اقتباسات سے بھرا ہُؤا ہے۔

۱: ۶۸-۶۹۔ **خُدا کے کاموں کے لئے اُس کی ستائش**۔ زکریاہ کو معلُوم ہوگیا کہ میرے بیٹے کی پیدائش یہ ظاہر کرتی ہے کہ مسیح موعُود کی آمد بالکل قریب ہے۔ وُہ مسیح کی آمد کا بیان ایک ایسے واقعہ کے طور پر کرتا ہے جو ہو چُکا ہے حالانکہ ابھی نہیں ہُؤا تھا۔ ایمان نے اُس سے کہلوایا کہ "خُدا۔۔۔ نے اپنی اُمّت پر توجّہ کرکے اُسے چھُٹکارا دِیا" کیوں کہ اُس نے فدیہ دینے والے نجات دہندہ کو بھیجا۔ یہوواہ نے "داؤد کے شاہی گھرانے میں" ــــ "نجات کا سینگ نِکالا"۔ سینگ بادشاہوں کو مسح کرنے کے لئے تیل رکھنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہاں مُراد نجات کا "بادشاہ" بھی ہو سکتی ہے جو داؤد کی شاہی نسل سے ہے۔ یا یہ قُوّت اور طاقت کا نِشان بھی ہو سکتا ہے۔ اِس صُورت میں مطلب ہے "ایک طاقتور یا قادِر مُنجی"۔

۱: ۷۰-۷۱۔ **نبُوّت کو پُورا کرنے کے لئے خُدا کی ستائش**: "پاک نبی۔۔۔ دُنیا کے شرُوع سے" مسیح موعُود کی آمد کی پیشین گوئیاں کرتے آئے تھے۔ اِس کا مطلب ہے "دشمنوں سے۔۔۔ نجات" اور مُخالفوں سے حفاظت۔

۱: ۷۲-۷۵۔ **وعدوں کو پُورا کرنے کے لئے خُدا کی ستائش**: خُداوند (یہوواہ) نے "ابرہام" کے ساتھ نجات کا غیر مشرُوط "عہد" کر رکھا تھا۔ یہ وعدہ ابرہام کی نسل سے آنے والے یسُوع مسیح کی آمد سے پُورا ہُؤا۔ جو نجات وُہ لایا، وہ خارجی بھی

تھی اور باطنی بھی۔ خارجی اِس لحاظ سے کہ اُس نے "سب کینہ رکھنے والوں کے ہاتھ سے نجات بخشی"۔ باطنی اِس لحاظ سے کہ "اُس کے حضور پاکیزگی اور راستبازی سے عمر بھر بے خوف اُس کی عبادت کریں۔"

جی کیمبل مورگن اِس حوالہ سے دو قابلِ غور نکتے پیش کرتا ہے۔ اوّل۔ یُوحنّا کے نام اور گیت کے مضمون میں گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ نام اور گیت دونوں کا مضمون خُدا کا فضل ہے۔ دوم۔ آیات ۷۲ اور ۷۳ میں یُوحنّا، زکریاہ اور الیشبع کے ناموں کا اِشارہ پایا جاتا ہے۔

یُوحنّا ——— موعُودہ رحم (آیت ۷۲)

زکریاہ ——— یاد رکھنا (آیت ۷۲)

الیشبع ——— قسم (عہد) (آیت ۷۳)

جیسے یُوحنّا کہتا ہے خُدا کا فضل اور کرم اِس بات میں ہے کہ اُس نے اپنے "پاک عہد" اور "قسم" کو یاد فرمایا۔

۱: ۶۷-۷۷۔ مُنجّی کے پیشرو (نقیب) کا مِشن۔ یُوحنّا "خُدا تعالیٰ کا نبی" ہوگا۔ اور "خُداوند" کی آمد کے لئے لوگوں کے دِلوں کو تیار کرے گا اور "اُمّت کو نجات" مِلنے کا اِعلان کرے گا۔ یہ نجات اُنہیں "گُناہوں کی مُعافی" سے حاصل ہوگی۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ پُرانے عہد نامے میں یہوواہ سے مُتعلق حوالوں کا نئے عہد نامے میں یسوع پر اِطلاق کیا گیا ہے۔ ملاکی نے نبوت کی تھی کہ ایک پیغمبر یہوواہ کے آگے راہ تیار کرے گا (ملاکی ۳: ۱)۔ زکریاہ شناخت کراتا ہے کہ یُوحنّا وُہ پیغمبر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یُوحنّا یسوع کے آگے راہ "تیار کرنے" کو آیا تھا۔ اِس سے واضح نتیجہ یہی اخذ ہوتا ہے کہ یسوع الٰہی ذات ہے۔

۱: ۷۸، ۷۹۔ مسیح کی آمد طلُوعِ آفتاب کی مانند ہے۔ صدیوں سے یہ دُنیا "اندھیرے" میں پڑی ہُوئی تھی۔ اَب "ہمارے خُدا کی عین رحمت سے" صُبح نمودار ہونے کو تھی۔ یہ صُبح مسیح کی آمد سے ظاہر ہوگی۔ غیر قومیں جو تاریکی میں پڑی ہُوئی تھیں، جو "اندھیرے اور موت کے سایہ میں" بیٹھی ہُوئی تھیں، اب اُن پر نُور چمکے گا۔ یہی نُور بنی اِسرائیل کے "قدموں کو سلامتی کی راہ پر ڈالے" گا (دیکھئے ملاکی ۴: ۲)۔

۱: ۸۰۔ یہ باب ایک سادہ سے بیان پر اِختتام پذیر ہوتا ہے وُہ "لڑکا" (یُوحنّا)

جسمانی اور رُوحانی لحاظ سے "بڑھتا ... گیا" اور "اسرائیل پر" علانیہ "ظاہر ہونے کے دِن تک جنگلوں میں رہا"۔

ز۔ ابنِ آدم کی پیدائش ۲: ۱-۷

۲: ۱-۳۔ "قیصر اَوگوستُس کی طرف سے یہ حُکم جاری ہُؤا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں"۔ یعنی ساری سلطنت میں مردم شماری کی جائے۔ یہ "پہلی اِسم نویسی" اُس زمانے میں ہوئی جب "کورِنیُس" "سُوریہ کا حاکم" تھا۔ کئی سالوں تک اِس "کورِنیُس" کے ذِکر کے باعث یہ اعتراض ہوتا رہا کہ لُوقا کی انجیل درُست نہیں۔ لیکن بعد میں آثارِ قدیمہ کی دریافت نے اِس کی تصدیق کر دی۔ اپنے نُقطۂ نظر سے "قیصر اَوگُوستُس" یُونانی و رُومی دُنیا پر اپنی برتری اور اختیارِ اعلیٰ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ لیکن خُدا کے نُقطۂ نِگاہ سے یہ غیر قوم شہنشاہ اِلٰہی پروگرام کو آگے بڑھانے میں محض ایک کٹھ پُتلی تھا (دیکھئے امثال ۲۱: ۱)۔

۲: ۴-۷۔ اَوگُوستُس کا یہ شاہی فرمان "یُوسُف" اور "مریَم" کو "بیت لحم" لے آیا۔ اور یہ عین وُہی مُقرّرہ وقت تھا جب نبوّت (میکاہ ۵: ۲) کے مُطابق مسیحِ موعُود کو پَیدا ہونا تھا۔ جب وُہ دونوں "گلیل" سے وہاں پُہنچے تو بیت لحم میں لوگوں کا بے پناہ اژدحام تھا۔ اُن کو ٹھہرنے کے لئے جگہ مِلی بھی تو صِرف "سرائے" کے مویشی خانے میں۔ یہ ایک نِشان تھا، پیشگی منظر تھا کہ لوگ اپنے نجات دِہندہ کو کیسے قبول کریں گے۔ جب "ناصِرت" کا یہ جوڑا وہاں قیام پذیر تھا تو مریَم کا "پہلوٹھا بیٹا پَیدا ہُؤا"۔ "اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر" بڑی محبّت کے ساتھ "چرنی میں رکھا"۔

اِس طرح خُدا ایک بے بس "بچّہ" کی "ذات" میں ہمارے کُرّہ ارض پر آیا اور ایک بدبُو دار مویشی خانے کی غُربت میں ڈیرا لگایا۔ کیسی عجیب بات ہے! ڈاربی اِسے بڑے خوبصُورت انداز میں بیان کرتا ہے:

> "اُس نے چرنی سے آغاز اور صلیب پر اِختتام کیا۔ اور راستے میں اُس کے لئے کہیں سَر دھرنے کی جگہ نہ تھی"۔

ح۔ فرشتے اور چرواہے ۲: ۸-۲۰

۲: ۸۔ اِس بے مثال پیدائش کی پہلی اِطّلاع یروشلیم میں مذہبی لیڈروں کو نہیں

بلکہ یہوُدیہ کے پہاڑی علاقے میں چرواہوں کو دی گئی، یعنی اُن خاکسار اِنسانوں کو جو اپنے روزمرّہ کے کام میں وفادار تھے۔ جیمز۔ ایس سٹوارٹ اِس سِلسلے میں کہتا ہے:

> "کیا اِس حقیقت میں معنوں کا سمُندر نہیں کہ وُہ معمُولی اور سادہ لوگ تھے اور بالکُل عام سے کام میں مصرُوف تھے جن کی آنکھوں نے خُداوند کی آمد کا جلال سب سے پہلے دیکھا؟ اِس کا اوّلین مطلب تو یہ ہے کہ اپنے کام کی جگہ خواہ کیسی بھی معمُولی کیوں نہ ہو، وُہی رویا کی جگہ ہوتی ہے۔ اِس کا دُوسرا مطلب یہ ہے کہ بادشاہی کے دروازے اِتنی آسانی سے اُن لوگوں پر کُھلتے ہیں جو زِندگی کی سادہ مگر گہری پارسائی پر قائم رہتے ہیں اور جن کے سِینے میں ابھی تک ایک بچّے کا دِل محفُوظ ہے۔"

۲: ۹-۱۱۔ "خُداوند کا فرشتہ" اُن چرواہوں کے پاس آیا اور ایک نُورانی اور تیز روشنی "اُن کے چوگرد" چمکی۔ وُہ ڈر اور گھبراہٹ کے مارے ٹھٹھک گئے مگر فرشتے نے اُنہیں دِلاسا دیا اور اُن کو "بڑی خوشی کی بشارت" دی۔ جو "ساری اُمّت کے واسطے" تھی کہ "آج داؤد کے شہر یعنی قریبی قصبہ بیت لحم "میں تمہارے لئے ایک مُنجی پیدا ہُؤا ہے یعنی مسیح خُداوند"۔ یہاں ہم کو مختصراً علمِ الٰہیات نظر آتا ہے۔ اوّل، وُہ "مُنجی" ہے جس کا بیان اُس کے نام "یسُوع" میں پایا جاتا ہے۔ پھر وُہ "مسیح" ہے یعنی خُدا کا ممسُوح اور بنی اِسرائیل کا مسیحِ موعُود۔ اور پھر وُہ "خُداوند" ہے یعنی جسم میں خُدا کا ظہُور۔

۲: ۱۲۔ چرواہے اُس کو پہچانیں گے کس طرح؟ فرشتے نے اُن کو دُہرا نشان دِیا۔ اوّل، کہ بچّہ "کپڑے میں لپٹا" ہوگا۔ اُنہوں نے پہلے بھی بچّوں کو اِس طرح کپڑوں میں لپٹا دیکھا تھا۔ لیکن فرشتے نے ابھی ابھی بتایا تھا کہ یہ بچّہ "خُداوند" ہے۔ کِسی نے کبھی خُداوند کو چھوٹے بچّے کی طرح کپڑے میں لپٹا ہُؤا نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ نِشان کا دُوسرا حصّہ یہ تھا کہ وُہ "چرنی میں پڑا ہُؤا" ہوگا۔ چرواہوں نے کِسی بچّے کو کبھی ایسی نامُمکن سی جگہ میں کہاں دیکھا ہوگا؟ یہ ذِلّت تو صرف جلال اور زِندگی کے خُداوند کے لئے مخصُوص تھی کہ جب وُہ ہماری دُنیا میں آئے تو اِس قدر پست ہو۔ ہمارا دِماغ یہ سوچ کر چکرا جاتا ہے کہ کائنات کا خالق اور سنبھالنے والا اِنسانی تاریخ میں ایک فاتح کی صُورت میں نہیں بلکہ ایک چھوٹے "بچّہ" کی صُورت میں داخل ہُؤا۔ ہاں، یہی تجسّم کی حقیقت اور سچائی ہے۔

۲: ۱۳، ۱۴- "یکایک" آسمان گویا غایت درجے کی خُوشی سے پھٹ پڑا اور "آسمانی لشکر کی ایک گروہ ... ظاہر ہُوئی"۔ اَن گنت فرشتگان "خُدا کی حمد" کر رہے تھے۔ یہ نغمہ مسیح "بچّہ" کی پیدائش کی پُوری اہمیّت اور وُقعت کو واضح کرتا ہے۔ اُس کی زندگی اور خدمت سے "عالمِ بالا پر خُدا کی تمجید ... اور زمین پر (لوگوں میں) ... صُلح" ہوگی۔ اُن آدمیوں میں صُلح ہوگی جن سے خُداوند خُدا راضی ہے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور یسوع مسیح کو اپنا خُداوند اور مُنجّی مانتے اور قبُول کرتے ہیں۔

۲: ۱۵- ۱۹- جُونہی "فرشتے ... آسمان پر (واپس) چلے گئے" چرواہے جلدی جلدی "بیت لحم" کو گئے اور "جا کر مریم اور یُوسُف کو دیکھا اور اُس بچّہ کو چرنی میں پڑا پایا"۔ اُنھوں نے فرشتوں کی آمد کے پُورے ماجرے کی خبر دی۔ جتنے افراد چرنی کے پاس جمع تھے وُہ حیران رہ گئے مگر مریم گہری سمجھ رکھتی تھی کہ یہ سب کُچھ کیا اور کیوں ہو رہا ہے۔ وُہ اِن باتوں کو قیمتی خزانے کی طرح "اپنے دِل میں رکھ کر غور کرتی رہی"۔

۲: ۲۰- "چرواہے" اپنے گلّوں کے پاس "لوٹ گئے"۔ وُہ "سب کُچھ سُن کر اور دیکھ کر" اِتنے خُوش تھے کہ "خُدا کی تمجید اور حمد" کرنے سے رہ نہیں سکتے تھے۔

ط۔ یسُوع کا ختنہ اور مخصُوصیّت ۲: ۲۱- ۲۴

کلام کے اِس حصّے میں کم سے کم تین رسموں کا ذِکر ہے۔

۱- یسوع کا "ختنہ"۔ یہ رسم اُس وقت ادا کی گئی جب یسوع "آٹھ دن" کا ہُوا۔ ختنہ اُس عہد کا نشان تھا جو خُدا نے ابرہام کے ساتھ باندھا تھا۔ اُسی روز "بچّہ" کا نام رکھا گیا۔ یہ بھی یہُودی دستُور کے مُطابق تھا۔ فرشتے نے پہلے ہی مریم اور یُوسُف کو ہدایت کی تھی کہ "اُس کا نام یسوع رکھنا"۔

۲- دُوسری رسم کا تعلق مریم کی طہارت کے ساتھ ہے۔ یہ رسم یسوع کی پیدائش کے چالیس دِن بعد (دیکھئے احبار ۱۲: ۱- ۴) ادا کی گئی۔ عام طور سے شریعت کے مُطابق والدین کو سوختنی قُربانی کے لئے ایک برّہ اور خطا کی قُربانی کے لئے ایک کبوتر یا قمری نذر کرنی ہوتی تھی۔

لیکن جو لوگ غریب تھے، اُن کو اجازت تھی کہ "قمریوں کا ایک جوڑا یا کبُوتر کے دو بچّے"

لائیں (احبار ۱۲: ۶ - ۸)۔ مریم برّہ نہیں بلکہ "قُمریوں کا ایک جوڑا یا کبوتر کے دو بچے" لائی تھی۔ یہ حقیقت ظاہر کرتی ہے کہ یسوع کیسی غُربت میں پیدا ہُوا تھا۔

۳۔ تیسری رسم یسوع کو "یروشلیم" کی ہیکل میں حاضر کرنا تھا۔ شروع میں خُدا نے حُکم دے دیا تھا کہ سب پہلوٹھے بیٹے میرے ہیں۔ اُن سے کاہنوں کا طبقہ تشکیل پاتا تھا (خروج ۱۳: ۲)۔ لیکن بعد میں خُدا نے لاوی کے قبیلے کو کہانت کے لئے مخصوص کر دیا (خرُوج ۲۸: ۱-۲) اور والدین کو اجازت دی گئی کہ اپنے پہلوٹھے بیٹے کا "فِدیہ" دیں اور اُس کو "واپس خرید لیں"۔ اِس فرض کی ادائیگی کے لئے اُن کو پانچ مثقال ادا کرنا ہوتے تھے۔ یہ رسم اُس وقت ادا کی جاتی تھی جب وہ بچّے کو "خُداوند کے لئے" مخصُوص کرتے تھے۔

ی۔ شمعون مسیحِ موعُود کو دیکھنے کے لئے زِندہ رہتا ہے

۲: ۲۵ - ۳۵

۲: ۲۵-۲۶۔ "شمعون" یہُودیوں کے خُداترس بقیہ میں سے تھا۔ وہ مسیحِ موعُود کی آمد کا "مُنتظر تھا"۔ "اُس کو رُوحُ القُدس سے آگاہی ہُوئی تھی کہ جب تک تُو خُداوند کے مسیح کو دیکھ نہ لے موت کو نہ دیکھے گا"۔ "خُداوند کے راز کو وُہی جانتے ہیں جو اُس سے ڈرتے ہیں" (زبور ۲۵: ۱۴)۔ جو لوگ خُداوند کی رفاقت میں زِندگی گزارتے ہیں، اُن کو پُراسرار طریقے سے اِلٰہی عِرفان حاصل ہو جاتا ہے۔

۲: ۲۷-۲۸۔ ایسا ہُوا کہ شمعون بھی اُسی وقت "ہیکل" میں آیا جس وقت یسوع کے "ماں باپ" اُسے خُدا کے حضُور حاضر کر رہے تھے۔ شمعون کو فوق الفِطرت طریقے سے ہدایت مِلی تھی کہ یہی بچّہ مسیحِ مَوعُود ہے۔ چنانچہ اُس نے یسوع کو "اپنی گود میں لیا" اور وہ یادگار گیت بولا جسے ہم شمعون کے گیت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۲: ۲۹ - ۳۲۔ گیت کا خاص مضمُون یہ ہے کہ :- "اَے مالک اَب تُو اپنے غُلام کو (مُجھے) ... سلامتی سے رُخصت کرتا ہے کیونکہ (اِس بچّے کی ذات میں) میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے"۔ یہ بچّہ وہ مَوعُودہ مخلصی دینے والا ہے، جسے مَیں نے اُس وعدے کے مُطابق دیکھ لیا ہے جو تُو نے مُجھ سے کیا تھا۔ تُو نے اُسے اِنسانوں کے ہر طبقے کے لئے نجات دینے کے لئے مقرر اور مخصُوص کیا ہے "تاکہ (وہ پہلی آمد پر) غیر قوموں کو روشنی

دینے والا نُور اور (دُوسری آمد پر) تیری اُمّت اِسرائیل کا جلال بنے"۔ خُداوند یسُوع مسیح سے مِل لینے کے بعد شمعُون مَرنے کو تیار تھا۔ اب مَوت کا ڈنک جاتا رہا تھا۔

۲:۳۳۔ "اور اُس کا باپ اور اُس کی ماں"۔ اکثر قدیم تراجم میں "یُوسُفؔ اور اُس کی ماں" کے الفاظ ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لُوقاؔ کتنی احتیاط کے ساتھ "کنواری سے پَیدا ہونے" کے عقیدہ کی مُحافظت کرتا ہے۔ اگرچہ زیرِ نظر الفاظ بھی اِس عقیدے کی نفی نہیں کرتے مگر اِن میں ایسی وضاحت کم ہے۔

۲:۳۴، ۳۵۔ پہلے تو "شمعُونؔ" نے دِل وجان سے خُدا کی حمد وستائش کی۔ اِس کے بعد مسیحِ موعُود کے والدین کے لئے "برکت چاہی"۔ اِس کے بعد نبُوّت کے ساتھ مریمؔ سے باتیں کیں۔ اِس نبوّت کے چار حِصّے ہیں:

۱۔ "یہ (بچّہ) اِسرائیل میں بُہتوں کے گِرنے اور اُٹھنے کے لئے ... مُقرر ہُؤا ہے"۔ جو لوگ مُتکبّر، غیر تائب اور بے اعتقاد ہوں گے "وُہ گِریں گے" اور سزا پائیں گے۔ جو لوگ خاکسار ہوں گے، اپنے گُناہوں سے توبہ کریں گے اور خُداوند یسوع کو قبول کریں گے، "وُہ اُٹھیں گے" اور برکت پائیں گے۔

۲۔ یہ بچّہ "ایسا نشان ہونے کے لئے مُقرر ہؤا ہے جس کی مُخالفت کی جائے گی"۔ مسیح کا زمین پر مَوجُود ہونا ہی گُناہ اور ناراستی کے خِلاف ایک زبردست ملامت تھا۔ اُس کا وجُود اِنسانی دِل کے اندر چھپی ہُوئی دُشمنی اور عداوت کو ظاہر کر دیتا ہے۔

۳۔ "بلکہ خُود تیری جان بھی تلوار سے چِھد جائے گی"۔ یہاں شمعُونؔ اُس بے بیان غم اور دُکھ کی پیشینگوئی کر رہا ہے جس سے مریمؔ کا دِل اُس وقت پاش پاش ہو جائے گا جب وُہ اپنے بیٹے کو مصلُوب ہوتے دیکھے گی (یُوحنّا ۱۹: ۲۵)۔

۴۔ "... تاکہ بہُت لوگوں کے دِلوں کے خیال کُھل جائیں"۔ مُنجّی کے بارے میں کِسی شخص کا ردِّ عمل اُس کی نیّت اور باطنی رُجحانات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شمعُونؔ کے گیت میں کسَوٹی، ٹھوکر کھلانے کے پتھر، گُرز پتھر اور تلوار کے تصوّرات پائے جاتے ہیں۔

ک۔ حنّاہ نبیّہ ۲: ۳۶-۳۹

۲: ۳۶-۳۷۔ حنّاہ نبیّہ بھی شمعُونؔ کی مانند تھی۔ وُہ بھی اِسرائیل کے اُس ایماندار

اور وفادار بقیّہ کا حِصّہ تھی جو مسیح موعُود کی آمد کا مُنتظر تھا۔ "وُہ آشر (بمعنی خوش۔ مبارک) کے قبیلہ سے تھی"۔ یہ اُن دسؔ قبیلوں میں سے ایک تھا جو ۷۲۱ ق م میں اسُور کی اسیری میں گئے تھے۔ حنّاہ کی عُمر سَو برس سے اُوپر تھی۔ "سات برس" کی شادی شُدہ زِندگی کے بعد وُہ "چوراسی برس سے بیوہ تھی"۔ چونکہ وُہ "نبیّہ" تھی اِس لئے یقیناً اُسے خُدا کی طرف سے مُکاشفہ مِلتا تھا اور وُہ "خُدا" کی طرف سے بولتی تھی۔ وُہ "ہیکل" میں عام عبادتوں میں باقاعِدگی سے حاضر ہوتی تھی "بلکہ رات دِن روزوں اور دُعاؤں کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھی"۔ اِتنی "عُمر رسیدہ" ہونا بھی اُسے خُدا کی عبادت گزاری میں باعثِ رُکاوٹ نہیں تھا۔

۲:۳۸۔ جس وقت یسوؔع کو خُدا کے حضُور پیش کیا جا رہا تھا، اور شمعوؔن مریم سے ہم کلام تھا حنّاہ اِس چھوٹے سے گروہ کے پاس آ گئی۔ وُہ بھی موعُودہ "چھُٹکارے" کے لئے "خُدا کا شُکر کرنے لگی"۔ اور "اُن سب سے جو یرُوشلیم کے چھُٹکارے کے منتظِر تھے اُس کی بابت باتیں کرنے لگی"۔

۲:۳۹۔ جب یُوسُف اور مریم طہارت اور مخصُوصیت کی رسمیں ادا کر چکے تو وُہ "گلیل میں اپنے شہر ناصرت کو پھر گئے"۔

لُوقا مجوسیوں کی آمد اور مِصر کو بھاگ جانے کے واقعات کا ذِکر نہیں کرتا۔

ل۔ یسوؔع کا لڑکپن

۲:۴۰-۵۲

۲:۴۰۔ "لڑکے" یسوؔع کی معمول کی نشوونما کا حال یُوں بیان کیا گیا ہے:

جسمانی۔ "وُہ لڑکا بڑھتا اور قُوّت پاتا گیا"۔ وُہ جسمانی نشوونما کے معمُول کے مراحل سے گُزرتا گیا۔ اُس نے چلنا، بولنا، کھیلنا اور کام کرنا سیکھا۔ اِس سبب سے وُہ ہماری نشوونما کے ہر مرحلے میں ہمارا ہمدرد ہو سکتا ہے۔

ذہنی۔ "وُہ ... حِکمت سے معمُور ہوتا گیا"۔ اُس نے نہ صِرف اپنی ا، ب، پ اور ۱، ۲، ۳ سیکھی اور اپنے زمانے کے عام علُوم کی تعلیم پائی، بلکہ "حِکمت" سے معمُور ہوتا گیا۔ یعنی اُس نے اُس علم کو زِندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے عملی طور سے استعمال کرنا بھی سیکھا۔

رُوحانی۔ "اور خُدا کا فضل اُس پر تھا"۔ وُہ خُدا کی رفاقت میں چلتا اور

رُوحُ القُدس پر اِنحصار رکھتا تھا۔ وُہ بائبل مُقدّس (پُرانا عہد نامہ) کا مُطالعہ کرتا، دُعایں وقت گُزارتا اور اپنے باپ کی مرضی پُوری کر کے خوش ہوتا تھا۔

۲:۴۱-۴۴ - ایک یہُودی لڑکا بارہ ۱۲ برس کی عُمر میں "شریعت کا فرزند" بنتا ہے۔ جب ہمارا خُداوند "بارہ ۱۲ برس کا ہوا" تو اُس کا خاندان سالانہ زیارت اور "عیدِ فسح" کے لئے "یروشلیم" کو گیا۔ مگر جب وُہ گلیل کو واپس جاتے کے لئے روانہ ہُوئے تو خیال نہ کیا کہ "یسوع" قافلے کے ساتھ نہیں ہے۔ ہم کو یہ بات بہُت انوکھی معلُوم ہوتی ہے۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خاندان کافی بڑے قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اُنہوں نے بلاشُبہ فرض کر لیا تھا کہ وُہ اپنے ہم عُمروں کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔

۲:۴۵-۴۷ - پریشان حال والدین "یروشلیم" واپس گئے۔ تین روز بعد "اُسے ہیکل میں اُستادوں کے بیچ میں بیٹھے، اُن کی سُنتے اور اُن سے سُوال کرتے ہُوئے پایا"۔ یہاں ایسا کوئی اِشارہ نہیں کہ وُہ اپنی کم سِنی میں پوُری عقل کو پہُنچا ہُوا بچّہ معلُوم ہو رہا تھا اور اپنے بزرگوں سے بحث مباحثہ کر رہا تھا۔ بلکہ اُس نے خُود کو ایک عام بچّہ کے مقام پر رکھّا۔ اور اپنے اُستادوں سے حلیمی اور آرام سے سیکھ رہا تھا۔ تو بھی اِس ساری کارروائی کے دَوران یقیناً اُس سے بھی سُوال پُوچھے گئے ہوں گے۔ اِس لئے کہ لوگ "اُس کے جوابوں سے دنگ تھے"۔

۲:۴۸ - یہاں تک کہ اُس کے والدین بھی "حیران ہُوئے" کہ یسوع اپنے سے اِتنے بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھا اِتنی ذہانت اور دانائی کے ساتھ بحث میں حِصّہ لے رہا ہے۔ تو بھی "اُس کی ماں" نے اتنے دِنوں کی جمع شُدہ ناراضی کا اظہار کرتے ہُوئے اُسے ڈانٹا کہ "کیا تجُھے خبر نہ تھی کہ ہم اتنے پریشان اور فِکرمند تھے؟"

۲:۴۹ - یسوع کا جواب (یہ اُس کے پہلے الفاظ ہیں جو قلم بند کئے گئے) ثابت کرتا ہے کہ اُسے اِس بات کا پُورا شعُور تھا کہ مَیں خُدا کا بیٹا ہُوں اور کہ خُدا کی طرف سے مجُھے کیا مِشن سونپا گیا ہے۔ "تُم مجُھے کیوں ڈھُونڈتے تھے؟ کیا تُم کو معلُوم نہ تھا کہ مجُھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟" مریم نے کہا تھا "تیرا باپ اور مَیں"۔ یسوع نے کہا "مجُھے اپنے باپ کے ہاں ..."۔

۲:۵۰ - اُس وقت تو "وُہ نہ سمجھے" کہ اُس کی رمزیہ بات کا مطلب کیا ہے۔ بارہ ۱۲ سال کے لڑکے کے لئے ایسی بات کہنا بہُت ہی غیر معمُولی تھا!

۲:۵۱- کچھ بھی ہو، اُن کا میل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وُہ "ناصرت" کو لَوٹ آئے۔ اگلی بات میں یسوع کی اَور فضیلت نظر آتی ہے کہ وُہ "اُن کے تابع رہا"۔ اگرچہ وُہ کائنات کا خالق تھا، مگر اُس نے ایک معمولی سے خاندان میں فرمانبردار بچے کی جگہ لی۔

مگر "اُس کی ماں نے یہ سب باتیں اپنے دِل میں رکھیں"۔

۲:۵۲- یہاں پھر ہمارے خُداوند کی حقیقی بشریت دِکھائی گئی ہے۔ وُہ عام اِنسان کی طرح بڑھتا اور پرورش پاتا رہا۔

اُس کی نشوونما

۱- ذہنی ـــــ "حِکمت ... میں ترقی کرتا گیا"۔
۲- جسمانی ـــــ "قدوقامت میں ... ترقی کرتا گیا"۔
۳- رُوحانی ـــــ "خُدا کی ... مقبولیت میں ترقی کرتا گیا"۔
۴- مُعاشرتی ـــــ "اِنسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا"۔

وُہ اپنی نشوونما کے ہر پہلو میں قطعی کامل تھا۔ یہاں لُوقا کا بیان خاموشی کے اٹھارہ 18 برس کے عرصے کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ یہ عرصہ خُداوند نے ناصرت میں ایک بڑھئی کے بیٹے کے طور پر بسر کیا۔ یہ برس ہم کو تیاری اور تربیت کی اہمیت کا درس دیتے ہیں۔ صبر اور عام کام کی قدروقیمت سکھاتے ہیں۔ ہمیں خبردار کرتے ہیں کہ رُوحانی جنم سے چھلانگ لگا کر عام خِدمت میں نہ لگ جائیں۔ جن لوگوں کو معمول کا رُوحانی بچپن اور لڑکپن نصیب نہیں ہوتا، وُہ اپنی بعد کی زندگی اور گواہی میں تباہی کو دعوت دیتے ہیں۔

۳- ابنِ آدم کی خِدمت کی تیاری ۳:۱- ۴:۳۰

ا- اُس کے پیشرو کی طرف سے تیاری ۳:۱- ۲۰

۳:۱- ۲- لُوقا ایک مؤرخ ہے۔ وُہ اُس "برس" کی نشاندہی کرتا ہے جب یُوحنّا نے منادی کرنا شروع کی۔ وُہ اُن سیاسی اور مذہبی لیڈروں کے نام گنواتا ہے جو اُن دِنوں برسرِ اِقتدار تھے۔ اُن میں سے ایک شہنشاہ (قیصر) ایک گورنر اور تین "چوتھائی مُلک کے حاکم" اور دو "سردار کاہن" تھے۔ اِن سیاسی حاکموں کے نام اُس آہنی گرفت کو ظاہر کرتے ہیں جس

سے اِسرائیلی قوم کو ماتحت رکھّا جاتا تھا۔ یہ حقیقت کہ اُس وقت بنی اِسرائیل میں دوؔ سردار کاہن تھے ظاہر کرتی ہے کہ قوم مذہبی اور سیاسی دونوں لحاظ سے بدنظمی کا شکار تھی۔ اگرچہ یہ لیڈر دُنیا کی نظر میں عظیم لوگ تھے، لیکن خُدا کی نظر میں شریر، بے ایمان اور ظالم تھے۔ اِس لئے جب اُس نے لوگوں سے بات کرنا چاہی، تو سیاسی اور دِینی راہنماؤں کو ایک طرف چھوڑا اور اپنا پیغام "بیابان میں زکریاہ کے بیٹے یُوحنّا پر نازِل" کیا۔

۳:۳۔ یُوحنّا فوراً "یردن کے سارے گرد و نواح میں جاکر"... منادی کرنے لگا۔ غالباً یہ یریحُو کے آس پاس کا علاقہ تھا۔ وہاں اُس نے اِسرائیلی قوم کو چیلنج کیا کہ "گُناہوں" سے توبہ کرو تاکہ "مُعافی" پاؤ اور اِس طرح مسیحِ موعُود کی آمد کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وُہ یہ منادی بھی کرتا تھا کہ بپتسمہ لو۔ یہ ظاہری نشان تھا کہ اُنہوں نے واقعی توبہ —— سچّی توبہ کی ہے۔ یُوحنّا سچّا نبی تھا۔ وُہ مجسّم ضمیر تھا۔ گُناہ کے خِلاف للکارتا اور رُوحانی بیداری اور بحالی کی طرف بُلاتا تھا۔

۳:۴۔ اُس کی خِدمت "یسعیاہ" (۴۰:۳-۵) کی نبوّت کی تکمیل تھی۔ وُہ "بیابان میں پُکارنے والے کی آواز" تھا۔ رُوحانی معنوں میں اُس وقت اِسرائیل "بیابان" تھا۔ قومی لحاظ سے بنجر اور بے رونق تھا۔ خُدا کے لئے کوئی پھل پیدا نہیں کر رہا تھا۔ خُداوند کی آمد کے لئے تیار ہونے کے لئے لوگوں کو اخلاقی تبدیلی کی ضرُورت تھی۔ اگر کِسی بادشاہ نے شاہی دَورے پر آنا ہوتا تھا تو اُس زمانے میں زبردست تیاریاں کی جاتی تھیں۔ شاہراہ کو ہموار اور سیدھا کیا جاتا تھا۔ یُوحنّا بھی لوگوں کو یہی کُچھ کرنے کو کہتا تھا۔ فرق صِرف یہ تھا کہ اب زمینی شاہراہوں کی مرمّت نہیں کرنا تھی، بلکہ مسیحِ موعُود کو قبُول کرنے کے لئے اپنے دِلوں کو تیار کرنا تھا۔

۳:۵۔ مسیح کی آمد کے کیا اثرات ہوں گے، اُن کا بیان یہ ہے:

"ہر ایک گھاٹی بھر دی جائے گی"۔ جو لوگ دِل سے خاکسار ہوکر توبہ کریں گے، وُہ نجات پائیں گے اور آسُودہ کئے جائیں گے۔

"ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ نیچا کیا جائے گا"۔ جو لوگ فریسیوں اور فقیہوں کی طرح متکبّر اور سرکش ہوں گے، اُن کو پست کیا جائے گا۔

"اور جو ٹیڑھا ہے سیدھا ... بنیگا"۔ جو لوگ بد دیانت ہیں۔ جیسے محصُول لینے

والے۔ اُن کے کردار سیدھے کئے جائیں گے۔

"اور جو اُونچا نیچا ہے ہموار راستہ بنے گا"۔ سپاہی اور دُوسرے لوگ اکھڑ مزاج اور بدمزاج ہیں، وُہ نرم مزاج اور خوش اخلاق بنیں گے۔

۶:۳ ۔ "اور ہر بشر خُدا کی نجات دیکھے گا"۔ "ہر بشر" میں یہُودی اور غیر اقوام سب شامل ہیں۔ خُداوند کی پہلی آمد کے موقع پر نجات کی دعوت "ہر بشر" کو دی گئی، لیکن سب نے اُسے قبول نہیں کیا۔ جب وُہ بادشاہی کرنے کو دوبارہ آئے گا تو یہ آیت پُورے طور پر پایۂ تکمیل کو پُہنچے گی۔ اُس وقت سارے بنی اِسرائیل نجات پائیں گے اور غیر قومیں بھی اُس کی جلالی بادشاہی کی برکات میں حِصّہ دار ہوں گی۔

۳:۷ ۔ بہُت سے "لوگ" بپتسمہ لینے کے لئے یوحنّا کے پاس آتے تھے۔ اُسے معلُوم تھا کہ یہ سب مخلص نہیں۔ بعض تو صِرف دِکھاوا کرتے تھے۔ اُن کو راستبازی کے لئے سچّی بھُوک پیاس نہیں تھی۔ یہ لوگ تھے جن کو یوحنّا نے "اَے سانپ کے بچو!" کہہ کر مُخاطب کیا اور پُوچھا کہ "تمہیں کِس نے جتایا کہ آنے والے غضب سے بھاگو"۔ اِس سُوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یُوحنّا نے اُنہیں نہیں جتایا تھا۔ اُس کا پیغام اُن لوگوں کے لئے تھا جو اپنے گُناہوں کا اِقرار کرنے پر آمادہ تھے۔

۸:۳ ۔ اگر وُہ خُدا کے ساتھ مُعاملہ سیدھا کرنے کا واقعی اِرادہ رکھتے ہیں تو ثابت کریں کہ ہم نے واقعی توبہ کرلی ہے۔ وُہ اپنی تبدیل شُدہ اور نئی زِندگی سے ظاہر کریں کہ ہماری توبہ سچّی ہے۔ سچّی توبہ سے "پھل" پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ ہمارا "ابرہام" کی نسل سے ہونا ہی کافی ہے۔ کوئی شخص کِسی خُدا پرست شخص کا رِشتہ دار ہونے سے خُود خُدا پرست شُمار نہیں کِیا جا سکتا۔

"خُدا" اپنا مقصد پُورا کرنے کے لئے ابرہام کی جِسمانی اَولاد یا نسل تک محدُود نہیں ہے۔ وُہ دریائے یردن کے کنارے کے "پتھروں سے ابرہام کے لئے اَولاد پیدا کر سکتا ہے"۔ یہاں "پتھر" غالباً غیر قَوموں کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ خُدا اپنے مُعجزانہ فضل سے اُن غیر قَوموں کو تبدیل کر سکتا ہے اور اُن کے اَندر ابرہام جیسا ایمان پیدا کر سکتا ہے۔ اور بعینہٖ ایسا ہی ہُوا۔ اُس قوم نے جو جِسمانی لحاظ سے ابرہام کی اولاد تھی، خُدا کے مسیح

کو ردّ کر دیا۔ لیکن بہت سے غیر قوم افراد نے اُسے اپنا مُنجّی اور خُداوند قبول کیا اور یُوں ابرہام کی رُوحانی اَولاد بن گئے۔

۹:۳۔ "اور اَب تو درختوں کی جڑ پر کلُہاڑا رکھا ہے"۔ یہ تمثیلی اندازِ بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسیح کی آمد سے اِنسانوں کی توبہ کا امتحان ہوگا۔ جو اَفراد "توبہ کے مواقق پھل" نہیں لائیں گے وُہ سزا پائیں گے۔

> "یُوحنّا کے الفاظ اُس کے مُنہ سے تلوار کی طرح نکلتے تھے۔ "سانپ کے بچّو"۔ "آنے والا غضب"۔ "کلُہاڑا"۔ "کاٹا"۔ "آگ میں ڈالا جاتا"۔ خُداوند کے نبی کبھی نرم گُفتار نہیں ہوتے تھے۔ وُہ ہر وقت اخلاق کے اُونچے معیار کا مُطالبہ کرتے تھے۔ اور اکثر اُن کے الفاظ لوگوں پر ایسے برستے تھے جَیسے ہمارے آبا و اجداد کے جنگی کلُہاڑے دشمنوں کے خودوں پر برَسا کرتے تھے"

۱۰:۳۔ ضمیر اور قائلیت کے کچوکوں سے مجبُور ہو کر "لوگوں نے اُس سے پُوچھا" کہ ہم اپنی توبہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے عملی طور سے کیا کریں؟

۳: ۱۱-۱۴۔ اِن آیات میں یُوحنّا وضاحت سے وُہ طریقے بتاتا ہے جن سے لوگ اپنے اخلاص اور نیّت کی صفائی کا ثبوت دے سکتے تھے۔ عام بات تو یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھیں۔ اور اپنے کپڑوں اور "کھانے" میں غریبوں کو بھی شریک کریں۔

جہاں تک "محصُول لینے والوں" کا تعلق ہے تو اُن کو چاہئے کہ اپنے سارے مُعاملات میں سختی سے دیانت دار اور ایمان دار رہیں۔ چونکہ مِن حَیث الجماعت وُہ شرارت کے لئے سخت بَدنام تھے، اُن کا یہ رویّہ اور عمل اُن کی نیک نیتی کا حقیقی اور پکا ثبوت ہوگا۔

آخر میں "سپاہیوں" کو نصیحت کی گئی کہ اُن تین ۳ گُناہوں سے بچیں جن میں فوجی اکثر مُبتلا ہوتے ہیں۔ یعنی ظُلم کرنا، ناحق مال ہتھیانا اور اپنی تنخواہ پر قناعت نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا اہم ہے کہ لوگ اِن کاموں کی بِنا پر نجات نہیں پاتے تھے بلکہ یہ خارجی اور ظاہری ثبوت تھے کہ اِن لوگوں کے دِل خُدا کے ساتھ واقعی سِیدھے ہیں۔

۱۶،۱۵:۳ لو۔ یُوحنّا کی کسرِ نفسی نہایت نُمایاں اور قابلِ تعریف ہے۔ کم سے کم تھوڑی دیر کے لئے وُہ کہہ سکتا تھا کہ مَیں مسیحِ موعُود ہُوں۔ اور اِس طرح بڑے بڑے ہجوم اپنے گِرد جمع کر سکتا تھا۔ لیکن وُہ مسیحِ موعُود ہونے کا صاف اِنکار کرتا ہے۔ وُہ وضاحت

کرتا ہے کہ میرا بپتسمہ ظاہری اور جسمانی ہے جبکہ مسیح کا بپتسمہ باطنی اور رُوحانی ہوگا۔ وُہ پُکار کر کہتا ہے کہ "مَیں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں"۔

۳: ۱۶ب، ۱۷- مسیح کا بپتسمہ "رُوحُ القُدس اور آگ" سے ہوگا۔ اُس کی خِدمت دُہری ہوگی۔ اوّل۔ وُہ ایمان لانے والوں کو "رُوحُ القُدس سے بپتسمہ دے گا"۔ یہ اُس بات کا وعدہ ہے جو پنتکُست کے دِن وقُوع پذیر ہوگی جب ایمان دار اِس بپتسمہ سے مسیح کے بدن میں شامِل ہُوئے۔ دوم۔ "وُہ ... آگ سے بپتسمہ دے گا"۔

آیت ۱۷ سے واضح ہوتا ہے کہ "آگ" کا بپتسمہ عدالت (غضب) کا بپتسمہ ہے۔ یہاں خداوند کو گیہوں کو بُھوسے سے الگ کرنے والے کے رُوپ میں پیش کیا گیا ہے۔ جب وُہ چھاج کی مدد سے گیہوں کو ہوا میں اُچھالتا ہے تو "بُھوسی" ہَوا سے اُڑ کر ایک طرف جا پڑتی ہے مگر گیہوں کے دانے کھلیان میں جمع ہوتے ہیں۔ بعد میں بُھوسے کو جمع کر کے جلا دیا جاتا ہے۔

یُوحنّا مِلی جُلی بِھیڑ سے مخاطب تھا۔ اُس میں ایماندار اور غیر ایمان دار دونوں شامل تھے۔ اِس لئے اُس نے رُوحُ القُدس کے بپتسمہ اور آگ کے بپتسمہ دونوں (متی ۳: ۱۱ بھی دیکھئے) کا ذِکر کیا۔ لیکن جب وُہ صِرف ایمان داروں سے ہم کلام تھا (مرقس ۱: ۵) تو اُس نے آگ کے بپتسمہ کا ذِکر حذف کر دیا (مرقس ۱: ۸)۔ سچّے ایماندار کو آگ کے بپتسمہ کا کبھی تجربہ نہیں ہوگا۔

۳: ۱۸-- ۲۰- اب لُوقا تیار ہے کہ توجہ کو یُوحنّا سے ہٹا کر یسوع پر مرکوز کر دے۔ اِس لئے وُہ اِن آیات میں یُوحنّا کی باقی خِدمت کا خُلاصہ پیش کر کے ہمیں اُس وقت تک لے جاتا ہے جب "ہیرودیس" نے یُوحنّا کو "قید میں" ڈال دیا تھا۔ یُوحنّا کو قید میں ڈالنے کا واقعہ حقیقتاً کوئی اٹھارہ ماہ بعد پیش آیا تھا۔ یُوحنّا نے "ہیرودیس" کو اِس بات پر "ملامت" کی تھی کہ وُہ اپنے بھائی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی زِندگی بسر کر رہا تھا۔ اِس پر "ہیرودیس" نے اُسے "قید میں ڈالا" تھا۔ اُس کی یہ حرکت باقی سب شرارتوں اور اعمالِ بد سے بڑھ کر تھی۔

ب۔ بپتسمہ کے ذریعہ سے تیاری ۳: ۲۱-۲۲

اَب یُوحنّا ہماری توجہ کے دائرے سے ہٹ جاتا اور یسوع نمایاں جگہ لے لیتا ہے۔ وُہ اپنی علانیہ خِدمت کا آغاز کوئی تیس ۳۰ برس کی عُمر سے کرتا ہے۔ اُس وقت وُہ دریائے یردن پر

آ کر "بپتسمہ" لیتا ہے۔

اُس کے بپتسمہ کے بیان میں کئی دلچسپ نکات نظر آتے ہیں۔

۱۔ یہاں تثلیث کے تینوں اقانیم موجود ہیں۔ "یسوع" (آیت ۲۱)، "رُوح القدس" (آیت ۲۲ ا) اور باپ (آیت ۲۲ ب)۔

۲۔ صرف لوقا یہ بات قلم بند کرتا ہے کہ یسوع اُس موقع پر "دُعا کر رہا تھا" (آیت ۲۱)۔ یہ بات لوقا کے اِس مقصد سے مطابقت رکھتی ہے کہ یسوع کو ابنِ آدم کے طور پر پیش کیا جائے جو ہمیشہ خدا باپ پر اِنحصار کرتا رہا۔ اِس انجیل کا غالب موضوع مسیح کی دُعائیہ زندگی ہے۔ یہاں اپنی علانیہ خدمت کے آغاز ہی میں وہ دُعا مانگ رہا ہے۔ اُس نے اُس وقت بھی دُعا مانگی جب اُس کی شہرت پھیل رہی تھی اور لوگ جوق در جوق اُس کے پاس جمع ہوتے تھے (۵:۱۶)۔ بارہ ۱۲ شاگردوں کا اِنتخاب کرنے سے پہلے اُس نے ساری رات دُعا میں گزاری (۶:۱۲)۔ قیصریہ فلپی کے واقعہ سے پہلے اُس نے دُعا مانگی جو اُس کی تعلیمی خدمت کا نقطۂ عروج تھا (۹:۱۸)۔ اُس نے اپنے شاگردوں کے سامنے دُعا مانگی جس سے دُعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی (۱۱:۱)۔ اُس نے بے وفا ہو جانے والے پطرس کے لئے دُعا مانگی (۲۲:۳۲) اور اُس نے گتسمنی باغ میں دُعا مانگی (۲۲:۴۱، ۴۴)۔

۳۔ یسوع کا بپتسمہ اُن تین ۳ موقعوں میں سے ایک ہے جب اپنے پیارے "بیٹے" کی خدمت کے سلسلے میں خدا کی "آسمان سے" آواز سُنائی دی۔

تیس ۳۰ سال سے خدا کی آنکھ ناصرت میں اُس بے نقص زندگی کی جانچ پڑتال کرتی آ رہی تھی۔ اب اُس نے فیصلہ صادر فرمایا کہ "تجھ سے میں خوش ہوں"۔ دوسرے دو ۲ مواقع جب باپ علانیہ آسمان سے بولا یہ ہیں:

(۱) جب یسوع اُس پہاڑ پر تھا جہاں اُس کی صورت جلالی ہو گئی تھی اور پطرس نے سفارش کی تھی کہ یہاں تین ڈیرے بنائے جائیں (لوقا ۹:۳۵)۔

(۲) جب چند یونانی افراد فلپس کے پاس آئے تھے کہ ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں (یوحنا ۱۲:۲۰-۲۸)۔

ج۔ بشریت میں شراکت کے وسیلے سے تیاری

۳: ۲۳-۲۸

ہمارے خُداوند کی علانیہ خِدمت کا حال بیان کرنے سے پہلے لُوقا ذرا رُک کر اُس کا شجرۂ نسب بیان کرتا ہے۔ اگر یسوع واقعی بشر ہے تو پھر اُس کو لازماً "آدم" کی نسل سے ہونا تھا۔ یہ نسب نامہ ثابت کرتا ہے کہ وُہ آدم کی اَولاد سے تھا۔ مُفسّروں کا عام خیال ہے کہ یسوع کا یہ نسب نامہ مریم کے سِلسلے سے تعلق رکھتا ہے۔ غور کریں کہ آیت ۲۳ میں یہ نہیں کہا گیا کہ یسوع یُوسف کا بیٹا تھا بلکہ یہ کہ "جیسا کہ سمجھا جاتا تھا (وُہ) یُوسف کا بیٹا تھا"۔ اگر یہ نظریہ دُرست ہے تو "عیلی" (آیت ۲۳) یُوسف کا سُسر اور مریم کا باپ تھا۔

عُلما کے اِس یقین کی کہ یسوع کا یہ نسب نامہ مریم کے سِلسلے سے ہے وُجُوہات مندرجۂ ذیل ہیں:

۱۔ یہ بات تو بالکُل واضح ہے کہ یُوسُف کا شجرۂ نسب متّی کی انجیل میں دِیا گیا ہے (متّی ۱: ۲-۱۶)۔

۲۔ لُوقا کی انجیل کے ابتدائی ابواب میں یُوسُف کی نسبت مریم زیادہ نمایاں ہے جبکہ متّی میں مُعاملہ اِس کے برعکس ہے۔

۳۔ یہُودیوں کے ہاں نسب ناموں میں عورتوں کے نام عمُوماً اِستعمال نہیں ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مریم کا نام حذف کیا گیا ہے۔

۴۔ متّی ۱: ۱۶ میں صاف لِکھا ہے کہ "یعقوب سے یُوسُف پیدا ہُوا" جبکہ یہاں لِکھا ہے کہ یُوسُف "عیلی کا" بیٹا تھا۔ "بیٹا" کا مطلب "داماد" ہو سکتا ہے۔

۵۔ اصل زبان میں معیّن حرفِ عطف (tou) حالتِ اضافی (کا) میں اِستعمال ہُوا ہے۔ وُہ نسب نامہ میں ہر نام سے پہلے آتا ہے سوائے ایک نام کے اور وُہ نام ہے "یُوسُف"۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یُوسُف کا نام صِرف اِس وجہ سے شامل ہے کہ اُس کی شادی مریم سے ہوئی تھی۔

اگرچہ نسب نامہ کا تفصیلی جائزہ لینا ضرُوری نہیں لیکن چند اہم نکات پر غور کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا:

۱۔ یہ فہرست ثابت کرتی ہے کہ مریم "داؤد" کے بیٹے "ناتن" (آیت ۳۱) کی معرفت داؤد کی نسل سے تھی۔ متّی کی انجیل میں یسوع سلیمان کی معرفت داؤد کے تخت کا قانُونی وارِث ٹھہرتا ہے۔ یُوسف کا قانُونی بیٹا ہونے کے باعث خُداوند یسوع خُدا کے عہد کے اُس حِصّے کی تکمیل کرتا ہے جس میں وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرا تخت (یا بادشاہی) ہمیشہ تک قائم رہے گا۔ اگر یسوع یوسف کا حقیقی بیٹا ہوتا تو اُس پر بھی کونیاہ کی اُس لعنت کا اِطلاق ہوتا جو خُدا کی طرف سے اُس پر تھی کہ "اُس کی اولاد میں سے کبھی کوئی ایسا اقبال مند نہ ہوگا کہ داؤد کے تخت پر بیٹھے" (یرمیاہ ۲۲: ۳۰) اِس لئے کہ کُونیاہ شریر بادشاہ ثابت ہُوا تھا۔

۲۔ "آدم" کو یہاں "خُدا کا" بتایا گیا ہے (آیت ۳۸)۔ اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ اُسے خُدا نے خلق کیا تھا۔

۳۔ یہ بات تو صریحاً واضح ہے کہ مسیح کا سلسلۂ نسب خُداوند یسوع پر ختم ہوگیا۔ اب کبھی کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں داؤد کے تخت کا قانونی وارِث یا حق دار ہُوں۔

د۔ آزمائش کے وسیلے سے تیاری ۴: ۱-۱۳

۴: ۱۔ خُداوند مسیح کی زِندگی میں کبھی کوئی ایسا وقت نہیں آیا جب وُہ رُوحُ القُدس سے بھرا ہُوا نہیں تھا۔ لیکن یہاں اِس کی آزمائش کے سِلسلے میں خصُوصی طور سے اِس حقیقت کا ذِکر آیا ہے۔ "رُوحُ القُدس سے بھرا" ہونے سے مُراد ہے اپنے آپ کو کامِل طور سے رُوحُ القُدس کے تابع کر دینا اور خُدا کی ایک ایک بات کی کامِل فرمانبرداری کرنا۔ جو شخص رُوحُ القُدس سے بھرا ہوتا ہے وُہ معلُوم گُناہ خودی سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ خُدا کا کلام اُس کے اندر بھرپُور سکُونت کرتا ہے۔ جب یسوع "یردن سے لوٹا" جہاں اُس نے بپتسمہ لیا تھا تو رُوح اُسے جنگل میں لے گیا۔ غالباً یہ یہودیہ کا بیابان تھا جو بحیرۂ مُردار کے مغربی ساحِل کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔

۴: ۲-۳۔ وہاں "چالیس دِن تک ... اِبلیس اُسے آزماتا رہا"۔ اُن دِنوں میں مسیح نے "کُچھ نہ کھایا"۔ چالیس دِنوں کے اِختتام کے بعد اُس پر وُہ سہ پہلُو آزمائش آئی جس کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں۔ دراصل یہ آزمائشیں تین مُختلِف مقامات پر آئیں۔

بیابان میں - پہاڑ پر - یروشلیم کی ہیکل میں۔ "اُسے بھوک لگی"۔ یہ الفاظ یسوع کی بشریت کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں - اِسی سے وُہ پہلی آزمائش کا نشانہ بنایا گیا - آزمائش میں عیّاری یہ تھی کہ روٹیاں بنانے کا عمل بالکل جائز تھا - لیکن اگر یسوع شیطان کے کہنے پر ایسا کرتا تو بالکل غلط بات ہوتی - ضرور تھا کہ وُہ اپنے باپ کی مرضی کے مطابق عمل کرے -

۴:۴ - "یسوع" نے آزمائشوں کا جواب دینے اور مزاحمت کرنے کے لئے پاک صحائف سے اقتباس کیا (اِستثنا ۸:۳) - جسمانی ضرورت کی آسودگی سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ خدا کی فرمانبرداری کی بھوک کو آسودہ کیا جائے - اُس نے کوئی دلیل بازی نہیں کی - ڈاربی کہتا ہے کہ "جب رُوح کی قوّت سے اِستعمال کی جائے تو ایک آیت بھی دُشمن کا منہ بند کر دیتی ہے - مقابلے میں قوّت کا سارا راز یہ ہے کہ خُدا کے کلام کو دُرست طور پر اِستعمال کیا جائے -"

۴:۵-۷ - دُوسری آزمائش میں "اِبلیس نے ... (یسوع کو) دُنیا کی سب سلطنتیں پل بھر میں دِکھائیں"- شیطان کو اپنی پیشکش دِکھانے میں کبھی زیادہ وقت نہیں لگتا - اُس نے دُنیا نہیں بلکہ "دُنیا کی سلطنتیں" دِکھائیں - ایک لحاظ سے اُس کو اِس دُنیا کی سلطنتوں پر اختیار حاصل ہے - اِنسان کے گُناہ کے نتیجے میں شیطان "دُنیا کا سردار" (یُوحنّا ۱۲:۳۱؛ ۱۴:۳۰؛ ۱۶:۱۱) ، "اِس جہان کا خُدا" (۲-کرنتھیوں ۴:۴) ، "ہوا کی عملداری کا حاکم" (اِفسیوں ۲:۲) بن چُکا ہے - خُدا نے ٹھہرا دیا ہے کہ ایک دن "اِس دُنیا کی سلطنتیں" "ہمارے خُداوند اور اُس کے مسیح کی" ہو جائیں گی (مکاشفہ ۱۱:۱۵) - گویا ابلیس مسیح کو وُہ چیز پیش کر رہا تھا جو بالآخر اُسی کی ہو جائے گی -

مگر تخت تک پہنچنے کے لئے شارٹ کٹ تھا ہی نہیں - ضرُوری تھا کہ پہلے صلیب آئے - خُدا کے ارادہ اور مشورت کے مُطابق ضرُور تھا کہ خُداوند یسوع جلال میں داخل ہونے سے پہلے دُکھ اُٹھائے - وُہ ایک جائز مقصد یا منزل کو غلط ذرائع اور غلط طریقوں سے حاصل نہیں کر سکتا تھا - وُہ کسی بھی صُورت میں ابلیس کو "سجدہ" نہیں کر سکتا تھا - خواہ اِس کی کُچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے -

۴:۸ - اِس لئے خُداوند نے اِستثنا ۶:۱۳ میں سے اقتباس پیش کیا کہ اپنی بشریت میں مجھے لازم ہے کہ خُدا ہی کو "سجدہ" کروں اور اُسی کی "عبادت" کروں -

۴: ۹-۱۱ - تیسری آزمائش کے لئے اِبلیس یسوع کو "یروشلیم میں لے گیا" اور اُس کو "ہیکل کے کنگرے پر" کھڑا کر کے مشورہ دِیا کہ "تُو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے"۔ کیا زبور ۹۱: ۱۱-۱۲ میں خُدا نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ مَیں مسیحِ موعُود کو محفوظ رکھوں گا؟ شیطان یسوع کو اِس آزمائش میں ڈال رہا تھا کہ سنسنی خیز کرتب دِکھا کر اپنے آپ کو مسیحِ موعُود ثابت کر۔ ملاکی (۳: ۱) نے پیشنگوئی کی تھی کہ "مسیحِ موعُود ناگہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہو گا"۔ چنانچہ اب یسوع کے لئے موقع تھا کہ کلوری تک گئے بغیر شہرت اور ناموری حاصِل کر لے کہ مَیں مَوعُودہ مخلصی دینے والا ہُوں۔

۴: ۱۲ - تیسری دفعہ بھی یسوع نے بائبل مُقدّس سے اقتباس سے آزمائش کی مزاحمت کی۔ اِستثنا ۶: ۱۶ میں "خُدا" کو آزمانے سے منع کیا گیا ہے۔

۴: ۱۳ - رُوح کی تلوار سے پسپا ہو کر "ابلیس ... کچھ عرصہ کے لئے یسوع سے جُدا ہُوا"۔

یسوع کی آزمائش کے سِلسلے میں کئی اضافی نکات کا ذِکر کرنا ضرُوری معلُوم ہوتا ہے۔

۱- لُوقا کی اِنجیل میں آزمائشوں کی ترتیب متّی سے مُختلِف ہے۔ دُوسری اور تیسری آزمائش کی ترتیب اُلٹ دی گئی ہے۔ اِس کی وجہ واضح نہیں۔

۲- تینوں آزمائشوں میں جو مقصد پیش کیا گیا، وُہ دُرست تھا، لیکن اُنہیں حاصِل کرنے کے طریقے یا ذرائع غلط تھے۔ شیطان کی بات ماننا تو ہمیشہ ہی غلطی ہے۔ اُس کو یا کسی بھی اَور مخلوق چیز کو سجدہ کرنا گُناہ ہے۔ اور خُدا کو آزمانا سراسر غلط ہے۔

۳- پہلی آزمائش کا تعلق جِسم کے ساتھ، دُوسری کا جان کے ساتھ اور تیسری کا رُوح کے ساتھ تھا۔ بالترتیب وُہ جِسم کی خواہش، اور آنکھوں کی خواہش اور زِندگی کی شیخی کو اکسانے کی کوشِش کرتی ہیں۔

۴- یہ تینوں آزمائشیں اِنسانی وجُود کی تین زبردست ترین ضرُوریات کے گرد گھُومتی ہیں۔ یعنی جسمانی بھُوک، طاقت اور اختیار اور مال ومتاع کی ہَوس، اور لوگوں میں شُہرت کی آرزُو۔ کِتنی دفعہ شاگردوں پر آزمائش آتی ہے کہ آرام وآسائش کا راستہ اختیار کر لیں، دُنیا میں نمایاں مقام حاصِل کر لیں، اور کلیسیا میں اعلیٰ عُہدے کے پیچھے پڑیں۔

۵- تینوں آزمائشوں میں شیطان نے مذہبی زبان اِستعمال کی، اور یُوں آزمائشوں کو ظاہری طور پر محترم اور قابلِ قبول بنا دیا۔ یہاں تک کہ کلامِ مُقدّس کے حوالے بھی دِئے (آیات ۱۰، ۱۱)۔

جیمز سٹوارٹ کیا خُوب کہتا ہے کہ

> "یسوع کی آزمائش کے مُطالعہ سے دو اہم باتیں روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہیں۔ اوّل تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آزمائش لازماً گُناہ نہیں۔ دوم اِس سے یعد کے ایک شاگرد کے مقولے کی وضاحت وصراحت ہوجاتی ہے کہ "جِس صُورت میں اُس نے خُود ہی آزمائش کی حالت میں دُکھ اُٹھایا، تو وُہ اُن کی بھی مدد کرسکتا ہے جن کی آزمائش ہوتی ہے" (عبرانیوں ۲: ۱۸)"۔

بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر یسوع گُناہ کرنے کے قابل ہی نہ ہوتا تو آزمائش بے معنی ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یسوع اِلٰہی ذات ہے۔ اور خُدا گُناہ نہیں کرسکتا۔ خُداوند یسوع اپنی اِلٰہی صفات سے کبھی دستبردار نہیں ہُوا۔ زمینی زِندگی کے دَوران اُس کی اُلوہیّت ملفوف تھی مگر نہ تو اُس سے علیٰحدہ تھی نہ علیٰحدہ ہوسکتی ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بہ حیثیت خُدا وُہ گُناہ نہیں کرسکتا تھا، مگر بہ حیثیت بَشر وُہ گُناہ کرسکتا تھا۔ مگر وُہ اب بھی خُدا اور اِنسان دونوں ہے اور تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آج وُہ گُناہ کرسکتا ہے۔ آزمائش کا مقصد یہ دیکھنا نہیں تھا کہ وُہ گُناہ کرتا ہے یا نہیں، بلکہ یہ ثابت کرنا تھا کہ وُہ گُناہ کر ہی نہیں سکتا۔ صِرف ایک پاک اور بے گُناہ اِنسان ہی ہمارا فِدیہ دینے والا ہوسکتا ہے۔

۵۔ تعلیم دینے کے وسیلے سے تیاری ۴: ۱۴ - ۳۰

۴: ۱۴ - ۱۵۔ آیات ۱۳ اور ۱۴ کے درمیان تقریباً ایک سال کا وقفہ ہے۔ اِس عرصے میں خُداوند یہودیہ میں خدمت کرتا رہا۔ اِس خِدمت کا حال صِرف یُوحنّا باب ۲ تا ۵ میں دَرج ہے۔ "پھر یسوع رُوح کی قُوّت سے بھرا ہُوا گلیل کو لوٹا"۔ یہاں سے اُس کی خِدمت کا دُوسرا سال شرُوع ہوتا ہے۔ "اور سارے گردونواح میں اُس کی شُہرت پھیل گئی"۔ جب وُہ "اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا" تھا تو ہر جگہ لوگ "اُس کی بڑائی کرتے" تھے۔

۴: ۱۶ - ۲۱۔ "ناصرت" میں اُس کا لڑکپن گزرا تھا۔ وہاں بھی وُہ "اپنے دستُور کے موافِق سبت کے دِن عبادت خانہ میں گیا"۔ سبت سے مُراد آج کل کے مُطابق سنیچر کا دِن ہے۔ دو اَور باتیں ہیں جن کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں کہ وُہ "اپنے دستُور کے موافِق" یعنی باقاعدگی سے کرتا تھا۔ اوّل دُعا مانگنا (لُوقا ۲۲: ۳۹)، دوم۔ دُوسروں کو تعلیم دینا (مرقس ۱۰: ۱) —

"عبادتخانہ میں" ایک دِن وُہ "پڑھنے کو کھڑا ہُوا"۔ یاد رہے کہ اُس زمانے میں صِرف پُرانا عہدنامہ مَوجُود تھا۔ عبادتخانے کے نائب نے اُسے وُہ طُومار دیا جس پر یسعیاہ کی نبُوّت مرقُوم تھی۔ خُداوند نے طُومار کو اُس مقام پر کھولا جسے آج کل ہم یسعیاہ ۶۱ باب کے نام سے جانتے ہیں۔ اور اُس نے پہلی آیت سے دُوسری آیت کے نِصف تک پڑھا۔ ہمیشہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ یہ حوالہ مسیحِ موعُود کی خدمت کے بارے میں ہے۔

مسیحِ موعُود کے مِشن سے متعلق انقلابی مُضمرات پر غور کریں۔ وُہ اُن سنگین مسائل کو حل کرنے آیا تھا جن میں بنی نوعِ اِنسان ہمیشہ ہمیشہ سے مُبتلا اور گرفتار رہے ہیں۔

غُربت اور افلاس۔ "غریبوں کو خوشخبری" سُناؤں۔

رنج اور غم۔ "شکستہ دِلوں کو تسلّی دُوں" (لُوقا میں یہ الفاظ محذوف ہیں)۔

غُلامی اور بندھن۔ "قیدیوں کو رہائی ... کی خبر سُناؤں"۔

دُکھ اور مُصیبت۔ "اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سُناؤں"۔

ظُلم و تشدد۔ "کُچلے ہُوؤں کو آزاد کروں"۔

مختصراً یہ کہ "خُداوند کے سالِ مقبول کی منادی کروں"۔ یہ اِس دُنیا کی سِسکتی، کراہتی مخلُوقات کے لئے ایک نئے دَور کا طلُوع ہے۔ اُس نے خُود کو اُن ساری بُرائیوں اور آفتوں کے حل کے طور پر پیش کیا جو ہماری جان کھائے جاتی ہیں۔ یہ بات ہر لحاظ سے سچ ہے۔ خواہ آپ جِسمانی مفہُوم میں لیں خواہ رُوحانی مفہوم سمجھیں، مسیح ہی اِن کا جواب ہے۔

یہ بات بھی بہُت بڑی اہمیّت کی حامِل ہے کہ یسُوع نے اِن الفاظ پر پڑھنا ختم کیا کہ "خُداوند کے سالِ مقبُول کی منادی کروں"۔ یہ موجُودہ دَور فضل کا دَور ہے۔ یہی قبولیت کا وقت اور نجات کا دِن ہے۔ جب وُہ دُنیا میں دُوسری دفعہ آئے گا تو خُدا کے روزِ اِنتقام کی منادی کرے گا۔ غور کریں کہ "قبولیت کے وقت" کو "سال" کہا گیا ہے اور اِنتقام کے وقت کو ایک "روز"۔

۴:۲۲ - صاف ظاہر ہے کہ لوگ اِس کلام سے بے حد مُتاثر ہُوئے۔ وُہ اُس کی "پُرفضل باتوں" کے باعث اُس کی تعریف کرتے تھے۔ اُن کے لئے یہ ایک بھید تھا کہ بڑھئی "یُوسف کا بیٹا" اِتنی ترقی کر گیا ہے۔

۴:۲۳ - خُداوند جانتا تھا کہ یہ مقبُولیت سطحی ہے۔ لوگ میری حقیقی شناخت یا

قدر و قیمت کو نہیں سمجھتے۔ وُہ اُسے اپنے گاؤں کا ایک لڑکا ہی سمجھتے تھے جس نے کفرنحوم میں بڑے اچھّے اچھّے کام کئے تھے۔ اُس نے پہلے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ مُجھے کہیں گے کہ "اے حکیم! اپنے آپ کو تو اچھّا کر"۔ عام حالات میں اِس مقُولے کا مطلب ہے کہ "جو کُچھ تُو نے دُوسروں کے لئے کیا ہے اپنے لئے بھی کر۔ تُو جو دُوسروں کو شفا دینے کا دعویٰ کرتا ہے اپنے آپ کو بھی شفا دے"۔ لیکن یہاں مطلب قدرے فرق ہے۔ آگے آنے والے اَلفاظ میں اِس کی وضاحت کی گئی ہے کہ "جو کُچھ ہم نے سُنا ہے کہ کفرنحوم میں کیا گیا۔ یہاں اپنے وطن میں بھی کر"۔ اپنے وطن سے مُراد ہے 'ناصرت'۔ یہ ایک تضحیک آمیز چیلنج تھا کہ "جو مُعجزے تُو نے دُوسری جگہوں پر کئے ہیں یہاں ناصرت میں بھی کر اور خُود کو تحقیر سے بچا"۔

۴:۲۴-۲۷۔ مسیح نے جواب میں اِنسانی مُعاملات کے بارے میں ایک گہرا اصُول بیان کیا۔ عظیم لوگوں کو اپنے پاس پڑوس میں نہ جانا پہچانا جاتا ہے نہ تعریف کی جاتی ہے۔ پھر اُس نے پُرانے عہدنامے میں سے دو۲ خاص واقعات بیان کئے جہاں بنی اسرائیل نے خُدا کے نبیوں کو قبول نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اُن کو غیر قوموں کے پاس بھیجا گیا۔ جب اِسرائیل میں زبردست قحط تھا تو "ایلیاہ" نبی کو کِسی یہوُدی بیوہ کے پاس نہیں بھیجا گیا تھا حالانکہ بنی اِسرائیل میں بہُت سی بیوائیں تھیں بلکہ اُسے "صیدا" کے مُلک میں ایک غیر قوم "بیوہ" کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور حالانکہ "الیشع" نبی کے زمانے میں "اِسرائیل کے درمیان بہُت سے کوڑھی تھے" مگر اُسے اُن میں سے کِسی کے پاس نہیں بلکہ غیر قوم "نعمان" کے پاس بھیجا گیا تھا۔ نعمان سُوریا (موجُودہ شام) کی فوجوں کا سِپہ سالار تھا۔ تصوّر کریں کہ یسُوع کے الفاظ کا یہوُدی ذہنوں پر کیا اثر ہُوا ہو گا۔ وُہ عورتوں، غیر قوم افراد اور کوڑھیوں کو مُعاشرے کی سب سے نچلی سطح پر رکھتے تھے۔ مگر یہاں خُداوند نے اُن تینوں کو بڑی خصُوصیت سے بے اعتقاد یہوُدیوں سے اُوپر رکھا یعنی اُن کو اعلیٰ درجہ دیا۔ دراصل یسُوع کہہ رہا تھا کہ پُرانے عہدنامہ کی تاریخ اپنے آپ کو دُہرانے کو ہے۔ اُسے (مسیح کو) مُعجزات دِکھانے کے باوجود نہ صِرف ناصرت کے شہر میں بلکہ یہوُدی قوم کی طرف سے بھی ردّ کیا جائے گا۔ پھر ایلیاہ اور الیشع کی طرح وُہ بھی غیر قوموں کے پاس جائے گا۔

۴:۲۸۔ ناصرت کے لوگ اِس کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے۔ وُہ تو اِتنے سے اشارہ پر ہی مشتعل ہو گئے کہ غیر قوموں پر مہربانی کی جائے گی۔

بِشپ رائیل اِس پر یُوں تبصرہ کرتا ہے :

> "یسوؔع نے یہاں اِس عقیدہ کی وضاحت کی کہ خُدا اختیارِ کُلی رکھتا ہے۔ اِنسان اِس عقیدہ سے سخت عداوت رکھتا ہے۔ خُدا کِسی صُورت میں اُن کے درمیان مُعجزے کرنے کا پابند نہیں تھا۔"

۴: ۲۹، ۳۰۔ لوگوں نے اُسے زبردستی "شہر سے باہر نکال" دیا بلکہ اُسے "پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے ... تاکہ اُسے سر کے بل گرا دیں"۔ اِس میں شک نہیں کہ اُنہیں شیطان نے بھڑکایا تھا۔ یہ شاہی وارث کو ہلاک کرنے کی اُس کی ایک اَور کوشش تھی۔ مگر یسوؔع مُعجزانہ طور سے لوگوں میں سے نِکل کر شہر سے چلا گیا۔ اُس کے دُشمن اُسے روکنے میں بےبس تھے۔ جہاں تک ہمیں عِلم ہے وُہ پھر کبھی ناصرؔت میں واپس نہیں گیا۔

۴۔ ابنِ آدم اپنی قُدرت کا ثبوت دیتا ہے

۴: ۳۱ – ۵: ۲۶

ا۔ ناپاک رُوح پر قُدرت ۴: ۳۱–۳۷

۴: ۳۱–۳۴۔ ناصرؔت کا نُقصان کفرنحوم کے لئے نفع ثابت ہؤا۔ کفرنحوم میں لوگوں نے جان لیا کہ یسوؔع کی تعلیم اختیار اور قُدرت کے ساتھ ہے۔ اُس کی باتیں دِل کو چُھوتی تھیں۔ آیات ۳۱۔ ۴۱ میں مسیح کی زِندگی کے ایک "عام" سبت کا بیان ہے۔ اِن آیات میں دِکھایا گیا ہے کہ وُہ بدرُوحوں اور بیماریوں پر اختیار رکھتا ہے۔ پہلے وُہ ایک "عِبادتخانہ میں" گیا۔ وہاں اُسے "ایک آدمی" مِلا "جس میں ناپاک دیو کی رُوح تھی"۔ بدرُوحوں کو بیان کرنے کے لئے اکثر "ناپاک" کا لفظ اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ خُود ناپاک ہیں اور اپنے شِکار میں بھی ناپاکی پیدا کرتی ہیں۔ یہاں بدرُوح گرِفتہ یا آسیب زدہ ہونے کی حقیقت واضح نظر آتی ہے۔ پہلے تو خوف کی ایک چیخ بلند ہُوئی "ہمیں تُجھ سے کیا کام؟" اِس کے ساتھ ہی اُس بدرُوح نے اِس عِلم کا واضح اظہار کیا کہ یسوؔع "خُدا کا قدُّوس ہے" جو بالآخر شیطان کے لشکروں کو ہلاک کر دے گا۔

۴: ۳۵۔ یسوؔع نے بدرُوح کو دُہرا حُکم دِیا۔ "چُپ رہ اور اُس میں سے نِکل جا"۔ بدرُوح نے یہ حُکم مانا۔ اُس نے اُس آدمی کو زمین پر "پٹک" دیا مگر اُسے کُچھ ضرر نہ پُہنچایا۔

۴: ۳۶-۳۷۔ سب لوگ "حیران" رہ گئے۔ یسوع کی باتوں اور حکم میں کیا بات دُوسروں سے فرق ہے کہ "ناپاک رُوحیں" بھی اُس کا حکم مانتی ہیں؟ اُس کے پاس کون سا ناقابلِ تشریح "اختیار اور قدرت" ہے جسے اِنسان بیان نہیں کر سکتا؟ چنانچہ کوئی حیرت ناک بات نہیں کہ "گردونواح میں ہر جگہ اُس کی دھوم مچ گئی"۔

مادّی دُنیا میں یسوع کے تمام معجزے اُن معجزوں کی تصویر ہیں جو وُہ رُوحانی دُنیا میں کرتا ہے۔ مثال کے طور پر لُوقا کی اِنجیل میں درج مندرجۂ ذیل مُعجزات جو رُوحانی سبق دیتے ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

- ناپاک رُوحوں کو نکالنا (۴: ۳۱-۳۷)۔ گُناہ کی پلیدگی اور غلاظت سے رہائی۔
- پطرس کی ساس کو تپ سے شِفا دینا (۴: ۳۸-۳۹)۔ گُناہ سے پیدا ہونے والی بے قراری اور نقاہت سے آرام۔
- کوڑھی کو شِفا دینا (۵: ۱۲-۱۶)۔ گُناہ کی نااُمیدی اور گھنونے پن سے چھٹکارا اور بحالی۔ (۱۷: ۱۱-۱۹ بھی دیکھیں)۔
- مفلُوج آدمی کو شِفا دینا (۵: ۱۷-۲۶)۔ گُناہ کے فالج سے شِفا اور خُدا کی خدمت اور عبادت کے لائق بنانا۔
- بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنا (۷: ۱۱-۱۷)۔ گُنہگار گُناہوں اور قصُوروں میں مُردہ ہیں۔ اُنہیں زندگی کی ضرورت ہے۔ (۸: ۴۹-۵۶ بھی دیکھیں)۔
- طُوفان کو تھما دینا (۸: ۲۲-۲۵)۔ مسیح اُن طوفانوں کو کنٹرول کر سکتا ہے جو اُس کے شاگردوں کی زندگیوں میں اُٹھتے ہیں۔
- بدرُوح گرفتہ میں سے لشکر کو نکالنا (۸: ۲۶-۳۹)۔ گُناہ اِنسانوں میں تشدد اور پاگل پن پیدا کرتا ہے اور اُنہیں مُعاشرے سے خارج کر دیتا ہے۔ خُداوند شائستگی، تہذیب اور ہوش مندی کو بحال کرتا اور اپنے ساتھ رفاقت کو بھی بحال کرتا ہے۔
- اُس عورت کو شِفا دینا جس نے خُداوند کی پوشاک کا کنارہ چھُوا تھا (۸: ۴۳-۴۸)۔ گُناہ کی پیدا کردہ مُحتاجی اور پستی کو دُور کرنا۔
- پانچ ہزار کو کھلانا (۹: ۱۰-۱۷)۔ گُناہ آلودہ دُنیا خُدا کی روٹی کو ترس رہی ہے۔ مسیح اپنے شاگردوں کی معرفت اِس ضرورت کو پُورا کرتا ہے۔

—— بدرُوح گرفتہ بیٹے کو شِفا دینا (۹ : ۳۷ - ۴۳) - گُناہ کا تشدد اور جبر اور ظُلم اور مسیح کی شِفا بخش قدرت -

—— کُبڑے پَن کی بدروح والی عورت کو شِفا دینا (۱۳ : ۱۰ - ۱۷) - گُناہ شکل و صُورت بگاڑ دیتا اور معذُور کر دیتا ہے، مگر مسیح چھُو کر کامِل بحالی عطا کرتا ہے -

—— جلندر والے آدمی کو شِفا دینا (۱۴ : ۱ - ۶) - گُناہ بے چینی اور آزار پَیدا کرتا ہے اور خطرے میں ڈالتا ہے - مسیح اِن باتوں سے رہائی دیتا ہے -

—— اندھے فقیر کو بینا کرنا (۱۸ : ۳۵ - ۴۳) - گُناہ اِنسان کو اندھا کر دیتا ہے کہ ازلی سچائیوں کو نہ دیکھ سکے - نئی پَیدائش سے آنکھیں کھُل جاتی ہیں -

ب - تَپ پر قدرت ۴ : ۳۸ - ۳۹

اِس کے بعد یسُوع بیمار پُرسی کے لئے "شمعون" کے ہاں گیا - "شمعون کی ساس کو بڑی تَپ چڑھی ہُوئی تھی" - جُونہی خُداوند نے "تَپ کو جھِڑکا" وُہ "اُتر گئی" - شِفا نہ صِرف فوری بلکہ مکمّل تھی کیونکہ وُہ خاتون "اُسی دَم اُٹھ کر اُن کی خِدمت کرنے لگی" - عموماً تَپ اِنسان کو کمزور کر دیتی ہے اور اُس کا جی کُچھ کرنے کو نہیں کرتا (خدّام الدّین کے مُجرد رہنے کے حامیوں کو کلام کے اِس حِصّے سے بے چینی سی ہوتی ہے - ظاہر ہے کہ پطرس شادی شدہ آدمی تھا) -

ج - بیماریوں اور بدرُوحوں پر قدرت ۴ : ۴۰ - ۴۱

۴ : ۴۰ - سبت کا دِن اِختتام پذیر ہُوا تو لوگ جو مجبُوراً بے عمل بیٹھے ہُوئے تھے بہُت سے اَیسے افراد کو اُس کے پاس لائے جو معذُور اور بدرُوح گرفتہ تھے - اُس نے اُن سب کو "اچھّا کیا" یعنی شِفا بخشی اور بدرُوحوں کو نِکال دیا - آج جو ایمان سے شِفا دینے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن میں سے بہُت سے صِرف اُنہی کو شِفا دیتے ہیں جن کو پہلے سے چن لیتے ہیں، مگر یسُوع نے "ہر ایک" کو اچھّا کر دیا -

۴ : ۴۱ - "جو بدرُوحیں" نِکالی گئیں وُہ جانتی تھیں کہ یسُوع "خُدا کا بیٹا" اور "مسیح" ہے - لیکن اُسے منظُور نہ تھا کہ بدرُوحیں میرے حق میں گواہی دیں - اِس لئے وُہ اُنہیں بولنے نہ دیتا تھا - "وُہ جانتی تھیں کہ یہ مسیح ہے" - لیکن اِس حقیقت کا اعلان کرنے کے لئے

خُدا کے پاس دُوسرے اور بہتر ذرائع موجُود تھے۔

د۔ جگہ جگہ جا کر منادی کرنے سے قدرت کا اِظہار

۴: ۴۲-۴۴

اگلے "دِن" وُہ کفرنحوم کے نزدیک "ایک وِیران جگہ میں گیا"۔ "بِھیڑ" نے اُسے تلاش کر لیا اور لوگ اُس کی مِنّت کرنے لگے کہ ہمارے پاس سے نہ جا۔ لیکن اُس نے اُنہیں یاد دلایا کہ مجھے گلیل کے "اَور شہروں میں بھی" کام کرنا ہے۔ چنانچہ وُہ ایک عبادت خانے سے دُوسرے عبادت خانے میں جاتا اور "منادی کرتا رہا" اور "بادشاہی کی خوشخبری" سُناتا رہا۔ یسُوع خُود بادشاہ تھا۔ وُہ اُن پر بادشاہی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ضرُور تھا کہ وُہ پہلے توبہ کریں۔ وُہ اُن لوگوں پر بادشاہی کرنے پر آمادہ نہیں جو اپنے گُناہوں سے چِمٹے رہیں۔ یہی رُکاوٹ تھی۔ وُہ اپنے سیاسی مَسائِل سے تو چُھٹکارا پانا چاہتے تھے مگر گُناہوں سے نہیں۔

ہ۔ دُوسروں کی تربیّت کے ذریعے سے قُدرت کا اِظہار:

شاگِرد بُلائے جاتے ہیں ۵: ۱-۱۱

پطرس کی بُلاہٹ کے اِس سادہ سے بیان سے کئی اہم سبق اخذ ہوتے ہیں:

۱- خُداوند نے پطرس کی "کشتی" کو پُلپٹ کے طور پر اِستعمال کر کے بِھیڑ کو تعلیم دی۔ اگر ہم بھی اپنا سارا مال و اسباب مَنجملہ خُداوند کے سپُرد کر دیں تو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ وُہ اُسے کِس طرح اِستعمال کرتا اور ساتھ ہی ہمیں اجر بھی دیتا ہے۔

۲- اُس نے پطرس کے لئے اُس جگہ کی ٹھیک ٹھیک نشان دِہی کر دی جہاں کثرت سے مچھلیاں مِل سکتی تھیں جبکہ پطرس اور اُس کے ساتھی "رات بھر" محنت کر کر کے تھک چُکے تھے۔ عالِمِ کُل خُداوند جانتا ہے کہ مچھلیاں کہاں تیر رہی ہیں۔ جو خِدمت ہم اپنی طاقت اور حِکمت کے بَل بوتے پر کرتے ہیں بے فائدہ اور بے پھل ہوتی ہے۔ مسیحی کام اور خِدمت میں کامیابی کا بھید خُداوند کی رہنمائی حاصل کرنے میں ہے۔

۳- پطرس خُود ایک تجربہ کار ماہی گیر تھا، مگر اُس نے ایک بڑھئی کا مشورہ مان لیا۔"...

"مگر تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہُوں"۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جال بھر گئے۔ اِس سے حلیمی، تعلیم پذیری اور بے چُوں وچرا فرمانبرداری کی قدر وقیمت اور اہمیّت واضح ہوتی ہے۔

۴۔ "یہ گہرے" پانی تھے جہاں "جال" اِتنے بھر گئے کہ "پھٹنے لگے"۔ چنانچہ ضرور ہے کہ ہم پایاب ساحل کو چھوڑ دیں اور کامل تابعداری اور سپُردگی کے جوار بھاٹے پر چڑھ کر کھُلے سمُندر میں آگے بڑھیں۔ ایمان کا سمُندر گہرا ہوتا ہے۔ اِسی طرح دُکھ، غم اور نقصان کا سمُندر بھی گہرا ہوتا ہے، اور یہی گہرے پانی میں ڈالے ہُوئے جال ہی مچھلیوں سے بھر جاتے ہیں۔

۵۔ اُن کے "جال پھٹنے لگے" اور "کشتیاں ... ڈُوبنے لگیں" (آیات ۶، ۷)۔ جو خدمت مسیح کی ہدایت اور راہنمائی میں ہوتی ہے مُشکلات بھی پیدا کرتی ہے۔ لیکن یہاں مُشکلات کیسی خوشگوار ہیں! یہ مُشکلات ایسی ہوتی ہیں جن سے ایک سچّے ماہی گیر کے دِل میں خوشی کی لہریں دَوڑ جاتی ہیں۔

۶۔ خُداوند یسوع کے جلال کی اِس رویا نے پطرس کے دِل میں نالائقی کا زبردست احساس پیدا کر دیا۔ یسعیاہ (۶: ۵) کے ساتھ بھی یہی ہُوا تھا بلکہ جتنے لوگ بادشاہ کو اپنے جاہ وجلال اور حُسن میں دیکھتے ہیں، اُن سب کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

۷۔ پطرس اپنے روزمرّہ کے عام کام میں معرُوف تھا جب مسیح نے اُسے بُلایا اور "آدمیوں" کا شکاری بنا دیا۔ جب آپ بھی ہدایت اور راہنمائی کا اِنتظار کر رہے ہوں تو جو کام ہاتھ لگے اُسے کرتے رہیں۔ اپنی پُوری طاقت سے کریں۔ پُورے دِل سے کریں جیسے خُداوند کے لئے کر رہے ہیں۔ جس طرح پتوار جہاز کی راہنمائی اُسی صُورت میں کر سکتی ہے جب وُہ حرکت میں ہو، چل رہا ہو، اُسی طرح خُدا بھی آدمیوں کی راہنمائی اُسی وقت کرتا ہے جب وُہ حرکت میں ہوں، کچھ کر رہے ہوں۔

۸۔ مسیح نے پطرس کو مچھلیاں پکڑنے سے بُلایا اور "آدمی" پکڑنے پر لگا دیا۔ لفظی طور سے مطلب ہے "آدمیوں کو زِندہ پکڑنا"۔ سمُندر کی ساری مچھلیاں اِس اعزاز کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں جو ایک رُوح کو مسیح کے لئے جیتنے سے حاصل ہوتا ہے!

۹۔ پطرس، "یعقوب اور یُوحنّا" کشتیوں کو کنارے پر لے آئے اور "سب کچھ چھوڑ کر یسوع کے پیچھے ہو لئے۔" اُن کے فیصلے پر کتنی بڑی بات کا اِنحصار تھا! اگر وہ اپنی کشتیوں کے ساتھ ہی رہنے کا فیصلہ کرتے تو ہم اُن کا نام تک نہ جانتے۔

۹۔ کوڑھ پر قُدرت ۵: ۱۲- ۱۶

۵: ۱۲- لُوقا طبیب اِس حقیقت کا خاص ذِکر کرتا ہے کہ یہ شخص "کوڑھ سے بھرا ہُوا" تھا۔ بیماری بُہت پھیل چُکی تھی۔ اِنسانی لحاظ سے مریض کے لئے کوئی اُمّید باقی نہ تھی۔ لیکن کوڑھی کا ایمان قابلِ تعریف ہے۔ اُس نے کہا "اگر تُو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے"۔ وہ دُنیا میں کسی اَور شخص سے یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر اُسے "خُداوند" کی قُدرت پر پُورا اِعتماد تھا۔ جب اُس نے کہا "اگر تُو چاہے" تو وہ مسیح کے چاہنے پر شک کا اِظہار نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو ایک درخواست گُزار کے طور پر آ رہا تھا جسے شِفا پانے کا اپنا کوئی حق نہیں تھا۔ مگر اُس نے خود کو خُدا کے رحم و فضل پر چھوڑ دیا تھا۔

۵: ۱۳- کسی کوڑھی کو چھُونا طبی لحاظ سے خطرناک، مذہبی لحاظ سے ناپاک کرنے والا اور سماجی لحاظ سے ذِلت آمیز تھا۔ مگر مُنجّی پر کسی طرح کی ناپاکی کا اثر نہیں ہُوا بلکہ کوڑھی کے بدن میں شفایابی اور صحت مندی کا سیلاب ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ یہ شِفا بتدریج نہیں ہُوئی۔ "فوراً اُس کا کوڑھ جاتا رہا"۔ ذرا تصوّر کریں کہ اُس مایوس، ناچار اور بے کس کوڑھی کے لئے اِس کا مطلب کیا تھا جو ایک لمحے میں کامل شِفا پا گیا!

۵: ۱۴- یسوع "نے اُسے تاکید کی کہ کسی سے نہ کہنا"۔ کسی سے اِس شفایابی کا ذِکر نہ کرنا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مُتجسّس بھیڑ میرے گرد جمع ہو جائے یا مجھے بادشاہ بنانے کی عوامی تحریک چل پڑے۔ اِس کے برعکس خُداوند نے اُسے حکم دیا کہ "جا کر اپنے تئیں کاہن کو دِکھا اور جیسا مُوسیٰ نے مقرر کیا ہے اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت نذر گُزران" (احبار ۱۴: ۴)۔ اِس نذر کی ایک ایک تفصیل مسیح کے بارے میں بتاتی ہے۔ "کاہن" کی ذمہ داری تھی کہ کوڑھی کا مُعائنہ کرے اور فیصلہ دے کہ وہ واقعی صحت یاب ہو گیا ہے یا نہیں۔ کاہن شفا نہیں دے سکتا تھا۔ وہ صِرف اعلان کر سکتا تھا کہ فلاں شخص صحت یاب ہو گیا ہے۔ اُس کاہن نے پہلے کبھی کوئی ایسا کوڑھی نہیں دیکھا تھا جو پاک صاف ہو چُکا ہو۔ یہ نظارہ

بے مثال اور یکتا تھا۔ اِس سے اُسے معلوم ہو جانا چاہیئے تھا کہ بالآخر مسیحِ موعود آ گیا ہے اور یہ سارے کاہنوں کے لئے "گواہی" ہونا چاہیئے تھی۔ مگر بے ایمانی نے اُن کے دِلوں کو اندھا کر رکھا تھا۔

۵: ۱۵، ۱۶۔ خداوند نے اُسے تاکید کی تھی کہ اِس معجزے کی تشہیر نہ کرنا۔ مگر یہ خبر بڑی تیزی سے پھیل گئی، یہاں تک کہ بڑی بھیڑ شفا پانے کے لئے اُس کے گرد "جمع" ہو گئی۔ یسوع اکثر بیابانوں اور "جنگلوں میں الگ جا کر دُعا کیا کرتا تھا"۔ وہ مردِ دُعا تھا۔ یہ بڑی مناسب بات ہے کہ یہ انجیل جو اُس کو ابنِ آدم کی حیثیت میں پیش کر رہی ہے، وہ اُس کی دُعائیہ زندگی کا زیادہ ذِکر کرے۔

ز۔ فالج پر قدرت ۵: ۱۷-۲۶

۵: ۱۷۔ جیسے جیسے یسوع کی خدمت کا چرچا پھیلتا گیا "فریسی اور شرع کے مُعلّم" زیادہ ہی مخالف ہوتے چلے گئے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ "گلیل" کے ہر حصے سے جمع ہو گئے۔ اُن کا مقصد یہی تھا کہ اُس کے خلاف کوئی اِلزام ڈھونڈیں۔ "اور خداوند کی قُدرت شفا بخشنے کو اُس کے ساتھ تھی"۔ حقیقت میں تو شفا کی قُدرت یسوع میں ہر وقت ہوتی تھی، مگر حالات ہمیشہ سازگار نہیں ہوتے تھے۔ وہ لوگوں کی بے ایمانی کے باعث بہت سے معجزے نہیں دِکھا سکتا تھا (متی ۱۳: ۵۸)۔

۵: ۱۸، ۱۹۔ "چار آدمی" ایک مفلوج کو "چارپائی پر" ڈال کر اُس گھر تک لے آئے جہاں یسوع تعلیم دے رہا تھا۔ مگر "بھیڑ کے سبب سے" وہ یسوع تک نہ پہنچ پائے۔ چنانچہ وہ بیرونی سیڑھیوں سے چھت پر چڑھ گئے۔ اور چھت کی کھپریل ہٹا کر راستہ بنایا اور مفلوج کو "کھٹولے سمیت ... یسوع کے سامنے اُتار دیا"۔

۵: ۲۰، ۲۱۔ یسوع نے اُس "ایمان" کو دیکھا جو ایک ضرورت مند کی طرف توجہ دِلانے کے لئے اِتنا کچھ کر سکتا ہے۔ اُس نے "اُن کا ایمان دیکھ کر" یعنی اُن چاروں اور مفلوج آدمی کو دیکھ کر اُس مفلوج سے کہا کہ "اے آدمی! تیرے گناہ مُعاف ہوئے"۔ ایسی بات کی مثال پہلے نہیں مِلتی۔ چنانچہ "فقیہ اور فریسی" چوکنے ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ "خُدا کے سِوا" اور کوئی "گناہ مُعاف" نہیں کر سکتا۔ وہ یسوع کو خُدا ماننے پر آمادہ ہی نہیں تھے۔

چنانچہ اُنہوں نے شور مچایا کہ یہ کُفر بکتا ہے۔

۵: ۲۲، ۲۳۔ اِس پر خُداوند نے اُن کو ثبوت دینا شروُع کیا کہ مَیں نے اُس کے گناہ واقعی مُعاف کر دِئے ہیں۔ پہلے تو اُس نے اُن سے پُوچھا کہ "آسان کیا ہے؟ یہ کہنا کہ تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟" ایک لحاظ سے تو دونوں باتیں کہنا یکساں آسان ہے۔ لیکن اُن کو کرنا آسان نہیں کیونکہ اِنسانی طور پر دونوں ہی ناممکن ہیں۔ یہاں نکتہ یہ معلُوم ہوتا ہے کہ "تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے" کہنا آسان ہے کیونکہ کِسی طرح بھی ثابت نہیں کِیا جا سکتا کہ واقعی مُعاف ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ "اُٹھ اور چل پھر" تو سب دیکھ سکتے ہیں کہ مریض شِفا پا گیا ہے۔ فریسی "دیکھ" نہیں سکتے تھے کہ اُس آدمی کے گُناہ مُعاف ہو گئے ہیں اس لئے یسوُعؔ نے وُہ مُعجزہ کِیا جِسے وُہ "دیکھ" سکیں اور جِس سے اُن پر ثابت ہو جائے کہ اُس آدمی کے گُناہ مُعاف ہو گئے ہیں۔ اُس نے مفلوُج کو چلنے پھرنے کی قوُّت عطا کر دی۔

۵: ۲۴۔ "لیکن اِس لئے کہ تُم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گُناہ مُعاف کرنے کا اِختیار ہے ..."۔ "ابنِ آدم" کا لقب مسیح کی کامل بشریت پر زور دیتا ہے۔ ایک مفہوُم میں ہم سب ابنِ آدم ہیں۔ لیکن "ابنِ آدم" کا یہ لقب یسوُعؔ کو باقی تمام آدمیوں سے (جو کبھی بھی ہُوئے یا ہوں گے) الگ اور مُمیّز کرتا ہے کہ وُہ ایسا آدمی ہے جو خُدا کے دِل کے مُطابق ہے، جو اخلاقی لحاظ سے کامِل ہے، جو دُکھ اُٹھائے گا، اپنا خُون بہائے گا، جو مرے گا اور جِس کو ساری کائِنات کی سرداری دی گئی ہے۔

۵: ۲۵۔ خُداوند کے حُکم کی فرمانبرداری میں وُہ مفلوُج آدمی اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنی چارپائی اُٹھا کر "خُدا کی تمجید کرتا ہُوا" اپنے گھر چلا گیا۔

۵: ۲۶۔ وَہاں موجُود لوگ واقعی "حیران ہُوئے اور خُدا کی تمجید کرنے لگے"۔ وُہ اِقرار کرنے لگے کہ آج ہم نے ناقابِلِ یقین "باتیں" دیکھی ہیں، یعنی گُناہوں کی مُعافی کا اعلان، اور اِس مُعافی کو ثابت کرنے کے لئے مُعجزہ۔

۵۔ ابنِ آدم اپنی خِدمت کی وضاحت کرتا ہے

۵: ۲۷ - ۶: ۴۹

ا۔ لاوی کی بُلاہٹ ۵: ۲۷ - ۲۸

"لاوی" ایک یہوُدی "محصوُل لینے والا" تھا۔ وُہ رُومی حکوُمت کے لئے محصوُل

جمع کیا کرتا تھا۔ اُس کے ہم مذہب یہودی ایسے لوگوں سے سخت نفرت کیا کرتے تھے۔ نہ صرف اس لئے کہ وُہ رومی حکومت کے ساتھ مِلے ہوتے تھے، بلکہ اِس لئے بھی کہ وُہ بہت بد دیانتی بھی کرتے تھے۔ ایک دِن جب لاوی اپنے کام میں مصروف تھا، یسوع اُدھر سے گزرا اور اُس کو اپنے پیچھے آنے یعنی اپنا پیرو بننے کی دعوت دی۔ لاوی کی بلا توقف آمادگی، حیرت انگیز ہے۔ "وُہ سب کچھ چھوڑ کر اُٹھا اور اُس کے پیچھے ہولیا"۔ غور کریں کہ اِس سادہ سے فیصلے کے کیا کیا نتیجے برآمد ہوئے۔ لاوی یا متی پہلی انجیل کا مصنف بنا۔

ب۔ ابنِ آدم گنہگاروں کو کیوں بُلاتا ہے ۵: ۲۹-۳۲

کئی مفسروں کا خیال ہے کہ اِتنی "بڑی ضیافت" کرنے میں "لاوی" کے تین مقاصد تھے۔ وُہ خداوند کی عزت اور تعظیم کرنا چاہتا تھا۔ وُہ یسوع کے ساتھ اپنی وفاداری کی علانیہ گواہی دینا اور اپنے دوستوں کو یسوع سے متعارف کرانا چاہتا تھا۔ اکثر یہودی "محصول لینے والوں" کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ یسوع "محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا" تھا۔ بے شک وُہ اُن کے گناہوں میں اُن کا شریک نہیں ہوتا تھا، نہ کوئی ایسی بات کرتا تھا جس سے اُس کی گواہی متاثر ہو مگر وُہ ایسے موقعوں کو تعلیم دینے، ملامت کرنے اور برکت دینے کے لئے ضرور استعمال کرتا تھا۔

"فریسی اور اُن کے فقیہ"۔ "اُن کے فقیہ" سے مُراد وہ فقیہ ہیں جو فریسی کے مرتبہ پر فائز ہوتے تھے۔ یہ لوگ یسوع پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے لگے کہ یہ معاشرے کے راندے ہوئے، گھٹیا، حقیر اور قابلِ نفرت لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے۔

۵: ۳۱۔ یسوع کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ مَیں نے جو کام کیا ہے، وُہ میرے دُنیا میں آنے کے مقصد سے پُوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔ تندرست لوگوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ صرف بیماروں کو۔

۵: ۳۲۔ فریسی اپنے آپ کو "راستباز" شمار کرتے تھے۔ اُن کو گناہ کا یا اور کسی رُوحانی ضرورت کا کوئی گہرا احساس نہیں تھا۔ اِس لئے وُہ طبیبِ اعظم کی خدمت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن یہ محصول لینے والے اور گنہگار مانتے تھے کہ "ہم گنہگار" ہیں اور ضرورت ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے بچائے جائیں۔ مسیح اِسی قسم کے لوگوں کے لئے دُنیا میں آیا تھا۔

حقیقتاً فریسی راستباز "نہیں" تھے۔ اُن کو بھی نجات پانے کی اُسی قدر ضرورت تھی جس قدر محصول لینے والوں کو تھی، لیکن وُہ اپنے گُناہوں کا اقرار کرنے اور قصُوروں کو ماننے کو تیار نہیں تھے۔ اِسی لئے وُہ طبیبِ اعظم پر اعتراض اور نکتہ چینی کرتے تھے کہ یہ سخت بیمار لوگوں کے پاس جاتا ہے۔

ج۔ شاگردوں کے روزہ نہ رکھنے کی وضاحت ۵:۳۳-۳۵

۵:۳۳۔ اب فریسیوں نے ایک اَور چال کا سہارا لیا۔ وُہ روزہ رکھنے کے بارے میں یسوؔع سے اِستفسار کرنے لگے۔ آخر یوحنؔا بپتسمہ دینے والے کے شاگرد بھی تو اپنے اُستاد کی راہبانہ زِندگی کی پیروی کرتے تھے اور "فریسیوں" کے شاگرد بھی کئی رسوماتی روزے رکھتے تھے۔ مگر یسوؔع کے شاگرد روزہ نہیں رکھتے تھے۔ کیوں؟

۵:۳۴، ۳۵۔ یسوؔع کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ جب تک مَیں اُن کے "ساتھ" ہُوں میرے شاگردوں کو روزہ رکھنے کی ضرُورت نہیں۔ یہاں وہ روزہ رکھنے کو غم کھانے اور ماتم کرنے سے مُنسلک کرتا ہے۔ مگر وقت آئے گا کہ "مَیں اُن سے جُدا کیا جاؤں گا" یعنی پُرتشدد مَوت کے وسیلے سے۔ پھر وُہ "روزہ رکھیں گے" اور اپنے غم کا اظہار کریں گے۔

د۔ نئے انتظام کے بارے میں تین تمثیلیں ۵:۳۶-۳۹

۵:۳۶۔ اِس کے بعد تین تمثیلیں ہیں جو سِکھاتی ہیں کہ ایک نئے نظام کا آغاز ہو چُکا ہے۔ اور نئے اور پُرانے نظام کو کسی صُورت باہم مِلایا نہیں جا سکتا۔

پہلی "تمثیل" میں "پُرانی پوشاک" شرعی نظام کی نمائندگی کرتی ہے جبکہ "نئی پوشاک" فضل کے دَور کی تصویر ہے۔ یہ ایک دُوسرے کے مُتضاد ہیں۔ شریعت اور فضل کو مِلانے کی کوشش دونوں کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اگر نئی پوشاک میں سے پھاڑ کر پیوند پُرانی پوشاک میں لگایا جائے، تو نئی پوشاک بھی خراب ہوتی ہے اور وُہ پیوند پُرانی پوشاک میں "میل بھی نہیں کھاتا"۔ یعنی نہ شکل و شباہت میں نہ طاقت کے لِحاظ سے اُس کے مُطابق ہوتا ہے۔ جے۔ این ڈاربی نے کیا خُوب کہا ہے کہ "یسوؔع کوئی ایسی بات کرنے کا روادار نہیں جس سے یہوُدیت پر مسیحیت کا لیبل لگ سکے۔ جسم اور شریعت تو اکٹھے ہو سکتے

ہیں، لیکن فضل و شریعت، خُدا کی راستبازی اور اِنسان کی اپنی راستبازی کبھی ایک دُوسرے سے میل نہیں کھا سکتے"۔

۵: ۳۷-۳۸۔ دُوسری تمثیل "نئی مَے کو پُرانی مشکوں" میں بھرنے کی حماقت دِکھاتی ہے۔ "نئی مَے" کا خمیر اُٹھتا ہے تو مَشکوں پر دباؤ پڑتا ہے۔ پُرانی مَشکوں میں اِتنی لچک نہیں ہوتی کہ اِس دباؤ کو برداشت کر سکیں۔ مشکیں پھٹ جاتی ہیں اور مَے بہ جاتی ہے۔ یہوُدیت کے پُرانے رواج، روایات اور آئین و ضوابط میں نئے نظام کی خوشی، قوّت اور افراط سما نہیں سکتی۔ اِس باب میں "نئی مَے" ہمیں اُس غیر روایتی طریقے میں نظر آتی ہے جس سے چار آدمی مفلوج کو یسوؔع کے پاس لائے تھے۔ اور ہمیں لاوؔی کے جوش، سرگرمی اور تازگی میں بھی "نئی مَے" نظر آتی ہے۔ "پُرانی مشکیں" فریسیوں کی بے مزہ رسم پرستی اور سرد مہری کی تصویر ہیں۔

۵: ۳۹۔ تیسری تمثیل میں بیان ہُوا ہے کہ "کوئی آدمی پُرانی مَے پی کر نئی کی خواہش نہیں کرتا کیونکہ کہتا ہے کہ پُرانی ہی اچھّی ہے"۔ یہاں ہمیں یہ تصویر نظر آتی ہے کہ انسان فطرتاً پُرانی باتیں چھوڑ کر نئی باتوں کو اپنانے سے جھجکتا ہے۔ یہودیت کی جگہ مسیحیت، شریعت کے بدلے فضل، سائے کی جگہ ٹھوس حقیقت کی طرف پھرنا اُسے از حد مُشکل لگتا ہے۔ جیسا ڈاربی کہتا ہے کہ جو "اِنسان رواجوں، اِنسانی انتظامات، بزرگوں کے مذہب وغیرہ کا عادی ہو چُکا ہو، وُہ بادشاہی کے نئے اُصول اور قُوّت کو کبھی پسند نہیں کرتا"۔

ہ۔ اِبنِ آدم سبت کا مالک ہے ۶: ۱-۱۱

۶: ۱، ۲۔ یہاں سبت کے بارے میں دو واقعات ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی لیڈروں کی بڑھتی ہُوئی مخالفت نقطۂ عروج کو پہنچ رہی ہے۔ "سبت کے دِن" خُداوند اور اُس کے شاگرد "کھیتوں میں ہو کر" جا رہے تھے۔ شاگردوں نے کچھ "بالیں توڑیں"، ہاتھوں میں "مَل کر" اُن میں سے دانے نکالے اور "کھائے"۔ فریسی اِس بات پر تو اعتراض یا جھگڑا نہیں کر سکتے تھے کہ اناج لیا گیا کیونکہ شریعت میں اِس کی اجازت تھی (اِستثنا ۲۳: ۲۵)۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ کام "سبت کے دن" کیا گیا تھا۔ وُہ کہتے تھے کہ بالیں توڑنا فصل کاٹنے کا عمل ہے، اور اُن کو مَل کر دانے نکالنا فصل گاہنے کا عمل ہے (اور سبت کے روز ایسے کام کرنا روا نہیں)۔

۶:۳-۵ - خداوند نے داؤد کی زندگی کے ایک واقعے کی مثال دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سبت کے بارے میں حکم کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ضروری کاموں سے روکا جائے۔ داؤد کو ردّ کیا گیا تھا۔ اُس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ "داؤد اور اُس کے ساتھی بھوکے تھے"۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت "خُدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں لے کر کھائیں"۔ عام حالات میں یہ روٹیاں صرف "کاہنوں" کے لئے مخصوص ہوتی تھیں۔ مگر داؤد کے معاملہ میں خُدا نے ایک استثنائی یا غیر معمولی بات کی۔ اِسرائیل میں گُناہ تھا۔ بادشاہ کو ردّ کیا جا رہا تھا۔ نذر کی روٹیوں کے بارے میں حکم کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ غلامانہ انداز میں اِس کی پابندی کی جائے جبکہ بادشاہ بھوک سے مر جائے۔

یہاں بھی ایسی ہی صورتِ حال تھی۔ مسیح اور اُس کے شاگرد بھوکے تھے۔ فریسی چاہتے تھے کہ وُہ سبت کے دِن بالیں نہ توڑیں بلکہ بھوکے ہی رہیں۔ لیکن "ابنِ آدم سبت کا مالک ہے"۔ اوّل تو شریعت اُسی نے دی تھی، اور شریعت کی شرح و تفسیر کرنے کے لئے خود اُس سے بڑھ کر کون اہل ہو سکتا ہے۔ وُہی اُس کے حقیقی رُوحانی مفہوم کو کھول سکتا اور ہر قسم کی غلط فہمی سے بچا سکتا ہے۔

۶:۶-۸ - دُوسرا واقعہ "کسی اَور سبت" کو پیش آیا۔ اِس کا تعلق معجزانہ شفا دینے سے ہے۔ "فقیہ اور فریسی یسوع کی تاک میں تھے" یعنی اُس پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ وہ بڑے کینہ کے ساتھ اِس تاک میں تھے کہ "آیا سبت کے دِن" سوکھے ہاتھ والے آدمی کو شفا دیتا ہے یا نہیں۔ اُس کے بارے میں ماضی کے تجربہ اور علم سے اُن کو یقین تھا کہ وُہ شفا دے گا۔ اور مسیح نے اُن کو مایوس نہیں کیا۔ پہلے اُس نے اُس آدمی سے کہا "اُٹھ اور بیچ میں کھڑا ہو"۔ یعنی عبادت خانے میں بِھیڑ کے بیچ میں کھڑا ہو۔ اِس ڈرامائی حرکت سے وہاں موجود ہر شخص کی توجّہ اِس بات پر لگ گئی کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

اَب یسوع نے اپنے نکتہ چینوں سے پُوچھا کہ "سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟"۔ اگر وُہ درُست جواب دیتے تو یہی کہتے کہ سبت کے دِن نیکی کرنا رَوا ہے اور بدی کرنا نارَوا ہے۔ اگر نیکی کرنا رَوا ہے تو وُہ سُوکھے ہاتھ والے آدمی کو شفا دے کر نیکی کر رہا تھا۔ اور اگر "بدی" کرنا ناروا ہے، تو وُہ خُداوند یسوع کو مار ڈالنے کی سازِش کر کے سبت کو توڑ رہے تھے۔

۶:۱۰ - مُخالفوں سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ اِس پر یسوع نے اُس آدمی سے کہا کہ

"اپنا ہاتھ بڑھا"۔ اِس حُکم کے ساتھ ضرُوری قُوّت بھی اُس آدمی کی طرف گئی۔ جَیسے ہی اُس آدمی نے حُکم کی تعمیل کی "اُس کا ہاتھ دُرست ہوگیا"۔

۶:۱۱۔ فریسی اور فقیہ غُصّے میں "آپے سے باہر" ہوگئے۔ وُہ یسوع پر سبت کو توڑنے کا اِلزام لگانا چاہتے تھے۔ اُس نے بَس اِتنا ہی کیا کہ چند لفظ بولے اور آدمی شِفا پاگیا۔ اِس میں ہاتھ کا کوئی کام شامِل نہیں تھا۔ پھر بھی وُہ مِل کر سازِش کرنے لگے کہ یسوع پر کِس طرح "ہاتھ ڈالیں"۔

خُدا نے سبت کو اِنسان کی بہتری کے لئے مُقرر کیا تھا۔ چنانچہ سبت اُن کاموں سے جو ازبس ضرُوری ہیں یا رحمدِلی کے کام سے منع نہیں کرتا تھا۔

و۔ بارہ ۱۲ شاگِردوں کا چُنا جانا ۶:۱۲-۱۹

۶:۱۲۔ یسوع نے شاگِردوں کا اِنتخاب کرنے سے پہلے "دُعا کرنے میں ساری رات گزاری"۔ یہ بات دُعا کے بارے میں ہماری بے اصُولی اور ناپُختہ عزم کی کِتنی ملامت کرتی ہے! لوقا واحد انجیل نویس ہے جو "دُعا" کی اِس "رات" کا ذِکر کرتا ہے۔

۶:۱۳-۱۶۔ اُس کے "شاگِردوں" کا ایک وسیع تر حلقہ تھا جِس میں سے اُس نے "بارہ چُن لئے"۔ اور وُہ بارہ ۱۲ یہ ہیں:

۱۔ "شمعون، جِس کا نام اُس نے پطرس بھی رکھا"۔ یُوناہ کا بیٹا۔ وُہ رسُولوں میں نمایاں تھا۔

۲۔ "اُس کا بھائی اندریاس"۔ یہ اِندریاس ہی تھا جِس نے پطرس کا تعارف خُداوند یسوع سے کروایا تھا۔

۳۔ زبدی کا بیٹا "یعقوب"۔ اُس کو یہ اعزاز مِلا کہ پطرس اور یُوحنّا کے ساتھ اُس پہاڑ پر گیا جہاں خُداوند کی صُورت جلالی ہوگئی تھی۔ اُسے ہیرودیس اگرپا اوّل نے قتل کروایا۔

۴۔ زبدی کا بیٹا "یُوحنّا"۔ یسوع نے یعقوب اور یُوحنّا کو "گرج کے بیٹے" کا لقب دِیا تھا۔ یہی یُوحنّا ہے جِس نے اِسی نام کی انجیل، خطُوط اور مکاشفہ کی کتاب قلمبند کی۔

۵۔ "فلپُّس"۔ وُہ بیت صیدا کا باشندہ تھا۔ وُہ نتن ایل کو یسوع کے پاس لایا تھا۔ ایک فلپُّس مُبشّر تھا۔ اُس کا ذِکر اعمال کی کتاب میں آتا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ شخص تھے۔

۶۔ "برتُلمائی"۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ نتن ایل کا دُوسرا نام ہے۔ اُس کا ذِکر صِرف بارہ شاگردوں کی فہرست میں آتا ہے۔

۷۔ "متّی"۔ محصُول لینے والا۔ اُس کا نام "لاوی" بھی ہے۔ اُس نے پہلی انجیل لکھی۔

۸۔ "توما"۔ اُس کو توام بھی کہا جاتا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ مَیں اُس وقت تک خُداوند کے جی اُٹھنے کا یقین نہیں کروں گا جب تک ناقابلِ تردید ثبوت نہ دیکھ لُوں۔

۹۔ "حلفئی کا بیٹا یعقوب"۔ ہوسکتا ہے یہی وُہ شخص تھا جو یروشلیم کی کلیسیا میں ایک ذِمہ دار عُہدے پر فائز ہُوا۔ یہ عُہدہ اُس وقت خالی ہُوا تھا جب زبدی کے بیٹے یعقوب کو ہیرودیس نے مروا دیا تھا۔

۱۰۔ "شمعون جو زیلوتیس کہلاتا تھا"۔ جہاں تک پاک صحائف کا تعلق ہے اِس شاگرد کا اَور کوئی ذِکر نظر نہیں آتا۔

۱۱۔ "یعقوب کا بیٹا یہوداہ"۔ غالباً یہ وُہ یہوداہ ہے جس نے اِسی نام کا خط بھی لکھا۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ اِس کا دُوسرا نام تدّی تھا (مرقس ۱۰:۳؛ مرقس ۳:۱۸

۱۲۔ "یہوداہ اسکریوتی"۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وُہ یہوداہ بن قریوت (قریت) نامی قصبے کا رہنے والا تھا۔ یوں وُہ واحد شاگرد تھا جو گلیل سے نہیں تھا۔ اُسی نے خُداوند کو دھوکے سے پکڑوایا تھا۔ یسوع نے اُسے "شیطان" (یوحنا ۶:۷۰) بھی کہا تھا اور "ہلاکت کا فرزند" کا لقب بھی دیا تھا۔

یہ شاگرد کسی غیر معمُولی لیاقت یا ذہانت کے مالک نہ تھے۔ وُہ بنی نوعِ اِنسان کے مُختلف طبقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جس بات نے اُن کو عظیم بنا دیا، وُہ تھی یسوع کے ساتھ اُن کا تعلق اور اُس کے لئے اُن کی مخصُوصیت۔ جب یسوع نے اُن کو چُنا تو عُمر کے لحاظ سے وُہ بیس کے پیٹے میں ہوں گے یعنی سب نوجوان تھے۔ اور یہی وُہ عُمر ہے جب اِنسان جوش اور ولولوں سے بھرا ہوتا ہے۔ وُہ سیکھنے کا رُجحان بھی رکھتا ہے اور ہر قسم کی سختی اور مشکل برداشت کرسکتا ہے۔ یسوع نے صِرف بارہ

شاگرد چُنے۔ وُہ تعداد کی نسبت اِستعداد کو دیکھتا ہے۔ اگر صحیح صلاحیت اور کردار کے آدمی مُیسّر آ جائیں، تو وُہ اُن کو دُنیا میں بھیج سکتا تھا، اور رُوحانی افزائشِ نسل کے اُصُول سے ساری دُنیا کو انجیل کی خُوشخبری پہنچا سکتا تھا۔

جب ایک دفعہ شاگرد چُن لئے گئے تو ضرُوری تھا کہ اُن کو خُدا کی بادشاہی کے اُصولوں کی مُکمّل اور پُوری تربیّت دی جائے۔ باب کے بقیہ حِصّے میں اُس کردار اور برتاؤ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو خُداوند یسوؔع کے شاگردوں میں پایا جانا چاہئے۔

۶: ۱۷-۱۹۔ یہاں جو بحث درج کی گئی ہے، وُہ پہاڑی وعظ (متّیؔ باب ۵- ۷) سے مماثلت نہیں رکھتی۔ وُہ وعظ ایک پہاڑ پر سُنایا گیا تھا جبکہ یہ باتیں "ہموار جگہ" (۱۷) پر کھڑے ہو کر کہی گئی تھیں۔ اُس وعظ میں صِرف برکات تھیں جبکہ اِس میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں برکات اور افسوس۔ اور فرق بھی ہیں، مثلاً الفاظ، طوالت اور جن نکات پر زور دیا گیا ہے سبھوں میں فرق ہے۔

(البتہ بعض عُلما کا خیال ہے کہ "ہموار جگہ" پہاڑ کے دامن ہی میں کوئی چپٹی جگہ تھی۔ اور جو فرق نظر آتے ہیں، وُہ صِرف اِس وجہ سے ہیں کہ یہاں وعظ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور متّیؔ اور لُوقاؔ نے زور دینے کے لئے فرق فرق نکات کا اِنتخاب کیا۔ مگر یہ سب کچھ خُدا کے الہام سے ہُوا)۔

غور کریں کہ شاگردیت کا یہ سخت پیغام شاگردوں ہی کو نہیں "لوگوں کی بڑی بھیڑ" (۱۷) کو بھی دیا گیا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی بڑی بھیڑ یسوؔع کے پیچھے آتی تھی، وُہ ایسی ہی سخت باتوں سے اُن کے خلُوص کو آزماتا تھا۔ کِسی نے کہا ہے کہ "یسوؔع پہلے محبّت سے کھینچتا ہے، پھر چھانتا پھٹکتا ہے"۔

یہ "لوگ" جنوب میں "سارے یہُودیہ اور یرُوشلیم سے" اور جنوب مغرب میں "صوؔر اور صیدؔا" سے آئے تھے۔ اُن میں یہُودی بھی تھے اور غیر قوم بھی۔ بیمار اور بدرُوح گرِفتہ افراد شِفا کے لئے اُسے چُھونے کے لئے اُس کے قریب آنے کو زور مارتے تھے۔ وُہ جانتے تھے کہ "قوّت اُس سے نِکلتی اور سب کو شِفا بخشتی" ہے۔

یہ جاننا بہت ضرُوری ہے کہ مُنجّی کی تعلیمات کیسی اِنقلابی ہیں۔ یاد رکھیں کہ وُہ صلیب کی طرف جا رہا تھا۔ اُسے مرنا، دفن ہونا، تیسرے دِن جی اُٹھنا اور آسمان

پر جانا تھا۔ ضرور تھا کہ مفت نجات کی خوشخبری ساری دنیا میں پہنچائی جائے۔ اِنسانوں کی نجات اور مخلصی اِس بات پر منحصر ہے کہ وہ پیغام سنیں۔ دنیا میں منادی کس طرح کی جا سکتی تھی؟

ز۔ مبارک بادیاں اور افسوس ۶: ۲۰-۲۶

۶: ۲۰۔ یسوع نے بارہ[۱۲] "شاگردوں" کو چنا۔ اُن کو دنیا میں بھیجا۔ وہ غریب، بھوکے اور ستم رسیدہ تھے۔ کیا دنیا میں اِس طرح منادی کی جا سکتی ہے؟ ہاں۔ کوئی دوسرا طریقہ ہے نہیں۔ نجات دہندہ نے آغاز چار[۴] مبارک بادیوں اور چار[۴] افسوس کے ساتھ کیا:

"مبارک ہو تم جو غریب ہو"۔ یہ نہیں کہ "جو غریب ہیں"۔ بلکہ تم "جو غریب ہو"۔ غربت بذاتِ خود مبارک نہیں ہے بلکہ اکثر لعنت ہی ہوتی ہے۔ یہاں یسوع اُس غربت کی بات کر رہا ہے جو اِنسان اُس کی خاطر خود قبول کرتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کی بات نہیں کر رہا تھا جو اپنی کاہلی، کسی المیہ یا ایسی وجوہات کی بِنا پر غریب ہوتے ہیں جو اُن کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں بلکہ اُن لوگوں کی بات کر رہا تھا جو کسی مقصد سے غربت کا اِنتخاب کرتے ہیں تاکہ اپنے منجی کی خوشخبری کو دوسروں تک بھی پہنچا سکیں۔ اگر غور کریں تو صِرف یہی واحد معقول طریقہ ہے۔ فرض کریں کہ یہ شاگرد دولت مند ہو کر باہر نکلتے تو لوگ اِس اُمید سے یسوع کے جھنڈے تلے جوق در جوق جمع ہو جاتے کہ ہم دولت مند ہو جائیں گے۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ شاگرد لوگوں کو سونا اور چاندی دینے کا وعدہ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر لوگ اُن کے پاس آتے تھے تو صِرف رُوحانی برکت کی تلاش میں آتے تھے۔ علاوہ ازیں اگر شاگرد دولت مند ہوتے تو خداوند پر مستقل بھروسا کرنے اور اُس کی وفاداری کو آزمانے کی برکت سے محروم رہ جاتے۔ خدا کی بادشاہی اُن کی ہے جو اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری ہونے پر قناعت کرتے ہیں تاکہ اُن سے زائد جو کچھ بھی ہو وہ خداوند کی خِدمت میں کام آئے۔

۶: ۲۱۔ "مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو"۔ اِس سے بھی مراد وہ لاتعداد بھوکے نہیں جو غذائی قلّت کا شکار ہیں بلکہ اِشارہ یسوع کے شاگردوں کی طرف ہے جو رضاکارانہ خود اِنکاری کی زندگی اِختیار کرتے ہیں تاکہ بنی نوعِ اِنسان کی رُوحانی اور جسمانی

ضرُورتوں کو پُورا کیا جا سکے ۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو سستی اور سادہ خوراک پر گزُارہ کرتے ہیں تاکہ دُوسرے لوگ دِل پسند اور عمُدہ خوشخبری سے محرُوم نہ رہ جائیں ۔ اِس ساری خودِانکاری کا اجر آنے والے دِن میں مِلے گا ۔

"مُبارک ہو تم جو اَب روتے ہو" ۔ یہ بات نہیں کہ غم اور رونا بذاتِ خود مُبارک ہے ۔ غیر نجات یافتہ لوگوں کا رونا دھونا کوئی دائمی فائدہ نہیں رکھتا ۔ یہاں یسُوع اُن آنسُوؤں کا ذِکر کر رہا ہے جو اُس کی خاطر بہائے جاتے ہیں ۔ وُہ آنسُو جو کلیسیا کے تفرقوں اور کمزوری پر بہائے جاتے ہیں ۔ یہ وُہ غم ہے جو خُداوند یسُوع مسیح کی خِدمت کے سلسلے میں اُٹھائے جاتے ہیں ۔ "جو آنسُوؤں کے ساتھ بوتے ہیں وُہ خوشی کے ساتھ کاٹیں گے" (زبور ۱۲۶:۵) ۔

۶:۲۲ ۔ "جب ابنِ آدم کے سبب سے لوگ تُم سے عداوت رکھیں گے ... تو تُم مُبارک ہو گے" ۔ یہ برکت اُن لوگوں کے لئے نہیں جو اپنی حماقت اور گناہوں کے سبب سے دُکھ اُٹھاتے ہیں بلکہ اُن کے لئے ہے جو مسیح یسُوع کے ساتھ وفاداری کے باعث حقیر سمجھے جاتے، برادری سے خارج کِئے جاتے، ملامت اور رُسوائی اُٹھاتے ہیں ۔

اِن مُبارک بادیوں کو سمجھنے کی کُنجی اِس جُملے میں ہے کہ "ابنِ آدم کے سبب سے" ۔ جو باتیں اپنی ذات میں نامُبارک اور لعنت ہیں جب اُن کو دِلی آمادگی کے ساتھ خُداوند کی خاطر برداشت کیا جاتا ہے تو برکت اور مُبارک بادی بن جاتی ہیں ۔ مگر نیت اور محرِک ہمیشہ مسیح کی محبّت ہونی چاہیئے ، ورنہ بڑی سے بڑی قُربانی بھی بے فائِدہ ہو گی ۔

۶:۲۳ ۔ مسیح کی خاطر دُکھ اور اذیت اُٹھانا بڑی خُوشی اور شادمانی کا باعث ہوتا ہے ۔ اوّل تو اِس کا "آسمان پر ... اَجر بڑا ہے" ۔ دُوسرے اِس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دُکھ اُٹھانے والے کا تعلق ماضی کے وفادار گواہوں کے ساتھ ہے ۔

یہ چاروں مُبارک بادیاں خُدا کی بادشاہی میں مثالی شخص کا بیان کرتی ہیں ۔ وُہ شخص جو ایثار و قُربانی ، ریاضت ، سادگی اور شائستگی کی زِندگی بسر کرتا اور ہر دُکھ تکلیف کو بخوشی برداشت کرتا ہے ۔

۶:۲۴ ۔ "مگر" اِس کے برعکس چار افسوس اُن اشخاص کو پیش کرتے ہیں جو مسیح کے نزدیک کِسی قطار و شُمار میں نہیں ۔ المیہ یہ ہے کہ اِنہی اشخاص کو اِس دُنیا میں بڑا اور عظیم مانا جاتا ہے ۔ "افسوس تُم پر جو دَولت مند ہو" ۔ دَولت کو بٹورنے سے متعدد اخلاقی خطرے وابستہ

ہیں۔ اِس دُنیا میں ہر روز ہزاروں لوگ بُھوک سے مَر جاتے اور بے شمار لوگ اِس خُوشخبری سے محرُوم ہیں کہ مسیح پر ایمان لانے سے نجات مِلتی ہے۔ لِہٰذا مسیحیوں کو خُداوند یسوؔع کے اِن الفاظ پر گہرا غور کرنا چاہیئے۔ خصُوصاً اُن مسیحیوں کو جِن کو اِس آزمائش کا سامنا ہے کہ زمین پر خزانہ جمع کریں۔ دَولت مندوں پر یہ افسوس حتمی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ جب خداوند نے فرمایا کہ "مُبارک ہو تُم جو غریب ہو" (آیت ۲۰) تو اُس کی مُراد اُن لوگوں سے نہیں تھی جو رُوح میں غریب ہیں۔ ورنہ آیت ۲۴ میں یہ کہا جاتا کہ "افسوس تُم پر جو رُوح میں دَولتمند ہو"۔ مگر ایسے مفہُوم کا تو سُوال ہی پَیدا نہیں ہوتا۔ جن لوگوں کے پاس مال و دولت ہے اور وُہ اُسے لوگوں کی ابدی بھلائی کے لئے اِستعمال کرنے سے قاصِر رہتے ہیں، اُن کو "اجر مل چُکا" ہے یعنی اپنی خواہشات کی خُود غرضانہ تکمیل اور تسکین۔

۲۵:۶۔ "افسوس تُم پر جو اَب سیر ہو"۔ یہ وُہ ایماندار ہیں جو مہنگے ریستورانوں میں کھانے کھاتے ہیں، مُرغن کھانوں کی دعوتیں اُڑاتے اور جب روزمرّہ کھانے پینے کا سودا خریدنے جاتے ہیں تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ خُداوند کہتا ہے کہ وُہ دِن آتا ہے جب وُہ "بھُوکے ہوں گے" یعنی جب ایثار پیشہ اور وفادار شاگردیت کے اجر دِئے جائیں گے۔

"افسوس تُم پر جو اَب ہنستے ہو"۔ یہ افسوس اُن پر ہے جن کی زِندگی صُبح و شام عیش و عشرت، سیر و تفریح، اور خُوشیوں کے حصُول میں بسر ہوتی ہے۔ وُہ زِندگی اِس طرح گُزارتے ہیں جیسے یہ بنی ہی کھیل تماشوں اور دِل لگی کے لئے ہے۔ اور جو لوگ یسوؔع مسیح سے ناآشنا ہیں، اُن کا اُنہیں خیال تک نہیں آتا۔ جب یہ لوگ بعد میں پلٹ کر اِن مواقع پر نظر ڈالیں گے جو ضائع کر دِئے گئے، جب اُنھوں نے خُود غرضی سے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور دیکھیں گے کہ رُوحانی طور پر ہم کنگال ہو چکے ہیں تو اُس وقت "روئیں گے اور ماتم کریں گے"۔

۲۶:۶۔ "افسوس تُم پر جب سب لوگ تمہیں بھلا کہیں"۔ کیوں؟ کیونکہ یہ ثبوت ہے کہ آپ نہ تو مسیح کے پیغام کے مُطابق زِندگی گزار رہے ہو نہ اُس پیغام کی منادی کر رہے ہو۔ خوشخبری کی نوعیت ہی میں یہ خصُوصیّت موجُود ہے کہ بے خُدا اور بے دین لوگوں کو ٹھوکر کھلاتی ہے۔ جن لوگوں کی تعریف دُنیا کرتی ہے، وُہ پُرانے عہدنامے کے اُن "جھُوٹے نبیوں" کے ساتھی ہوتے ہیں جو لوگوں کی مَن پسند باتیں سُنا سُنا کر اُن کے کانوں میں رس گھولا کرتے

تھے۔ وُہ لوگوں کی نظروں میں مقبُول ہونا چاہتے تھے۔ اُنہیں خُدا کی طرف سے تعریف کی پروا نہیں ہوتی۔

ح۔ ابنِ آدم کا خُفیہ ہتھیار ـــــ مَحبّت ٦: ٢٧-٣٨

٦: ٢٧-٢٩ ل۔ اَب خُداوند یسوؔع نے خُدا کے اسلحہ خانے کا ایک خُفیہ ہتھیار شاگردوں کو دِکھایا۔ یہ ہے "مَحبّت" کا ہتھیار۔ دُنیا میں منادی کرنے اور اُسے مسیح کے پاس لانے میں یہ سب سے مُؤثر ہتھیار ہوگا۔ البتہ جب وُہ "مَحبّت" کی بات کرتا ہے تو وُہ اِسی نام کے اِنسانی جذبے کی طرف اِشارہ نہیں کرتا۔ یہ "فوق الفطرت" مَحبّت ہے۔ اِس مَحبّت کو وُہی افراد جان سکتے، اور اِس کا مُظاہرہ کر سکتے ہیں جو نئے سِرے سے پَیدا ہُوئے ہیں۔ جِس شخص کے اندر رُوح القُدس سکُونت نہیں کرتا، اُس کے لئے یہ مَحبّت ایک ناممکن بات ہوتی ہے۔ ایک قاتل اپنے بچّوں سے تو مَحبّت کر سکتا ہے، مگر یہ وُہ مَحبّت نہیں جِس کا بیان یسوؔع کر رہا ہے۔

ایک اِنسانی پیار ہے، دُوسری اِلٰہی مَحبّت ہے۔ پہلی کا اِنحصار جسمانی زندگی پر ہے، دُوسری کا اِنحصار رُوحانی زِندگی پر ہے۔ پہلی کا تعلق زیادہ تر جذبات کے ساتھ ہے دُوسری کا تعلق قوّتِ ارادی سے ہے۔ دوستوں سے تو ہر کوئی مَحبّت کر سکتا ہے، لیکن دُشمنوں سے مَحبّت کرنے کے لئے فوق الفطرت طاقت درکار ہوتی ہے۔ اور یہ ہے نئے عہدنامہ کی مَحبّت، جِس کے لئے اصل زبان میں لفظ "اگاپے" اِستعمال ہُؤا ہے جِس کا مطلب ہے "جو تُم سے عداوت رکھیں، اُن کا بھلا کرو۔ جو تُم پر لعنت کریں، اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تُمہاری بے عزّتی کریں، اُن کے لئے دُعا کرو"۔ اور ہمیشہ اپنا "دُوسرا گال" مارنے والے کی طرف پھیر دو۔

ایف۔ بی۔ میئر اِس کی وضاحت کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ

> "اپنے گہرے مفہُوم میں مَحبّت مسیحیّت کی لازمی شرط ہے۔ دُشمنوں کے لئے وُہ احساس رکھنا جو لوگ دوستوں کے لئے رکھتے ہیں۔ بارش اور سُورج کی کِرنوں کی طرح راست اور ناراست دونوں قسم کے لوگوں تک پہنچنا۔ قابلِ نفرت لوگوں کی ایسے خِدمت کرنا جیسے لوگ دِلکش اور دِلفریب لوگوں کی کرتے ہیں۔ ہر وقت یکساں رہنا، خُوش خیالی، ترنگ اور مزاج کی کیفیت (مُوڈ) کے تابع نہ ہونا، برداشت کئے جانا، بُرائی کا خیال نہ کرنا، سچّائی پر شادماں ہونا، سب

> باتوں کا یقین کرنا، سب باتوں کی اُمید رکھنا، کسی سے دستبردار نہ ہونا، یہ ہے محبّت - یہ محبّت رُوحُ القدُس کی تاثیر کا نتیجہ ہے - ہم اپنے زور اور اپنی ہمّت سے یہ محبّت حاصل نہیں کر سکتے"۔

ایسی محبّت ناقابلِ شکست ہوتی ہے - کوئی چیز اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی - دُنیا اُس شخص پر تو فتح پا سکتی ہے جو پلٹ کر مُقابلہ کرتا ہے - دُنیا وحشیانہ جنگ اور اِنتقام اور جوابی حملوں کی عادی ہے - مگر اُس شخص کا مقابلہ کرنا نہیں جانتی جو ہر زیادتی کا جواب دُعائے خیر سے دیتا ہے - یہ سلوک اور برتاؤ کسی اور ہی دُنیا سے آتا ہے اور یہ دُنیا اِس کے مُقابلے میں بالکُل حیران اور پریشان ہو جاتی ہے -

۶: ۲۹ب - ۳۱ - اِس محبّت سے "چوغہ" چھین لیا جائے تو "اپنا کُرتہ" بھی پیش کر دیتی ہے - وُہ کِسی ضرُورت مند سے مُنہ نہیں موڑتی - اگر اِس کا مال و متاع ظلم اور نا اِنصافی سے چھین لیا جائے تو بھی واپسی کی درخواست نہیں کرتی - اِس کا اصُولِ زرّیں یہ ہے کہ دُوسروں کے ساتھ اُسی مہربانی اور رواداری کا سلُوک کیا جائے جس سلُوک کی ہم خُود توقع کرتے ہیں -

۶: ۳۲ - ۳۴ - غیر نجات یافتہ لوگ صِرف "اپنے محبّت رکھنے والوں سے محبّت رکھتے ہیں"۔ یہ فِطری سلُوک ہے اور اِتنا عام ہے کہ غیر نجات یافتہ لوگوں کی دُنیا پر اِس کا کوئی اثر مُرتّب نہیں ہوتا - بینک اور قرض دینے والی کمپنیاں اِس امید پر قرض دیتی ہیں کہ سُود سمیت وصُول ہو جائے گا - اِس کے لئے اِلٰہی محبّت کی ضرُورت نہیں ہوتی -

۶: ۳۵ - اِسی وجہ سے یسُوعؔ نے دوبارہ کہا کہ "اپنے دُشمنوں سے مُحبّت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر نا اُمید ہُوئے قرض دو"۔ یہ کردار نمایاں اور ممتاز طور پر مسیحی کردار ہے - یہ اُن کو ظاہر کرتا ہے جو "خُدا تعالیٰ کے بیٹے" ہیں - بے شک اِس طریقے سے کوئی خُدا کا "بیٹا" "بنتا نہیں"، اِس کے لئے ضرُور ہے کہ یسوعؔ مسیحؔ کو خُداوند اور مُنجّی مانا جائے (یُوحنّا ۱: ۱۲) - لیکن یہ طرِیقہ ہے جس سے سچّے ایماندار دُنیا پر "ظاہر کرتے" ہیں کہ ہم "خُدا تعالیٰ کے بیٹے" ہیں - خُدا نے ہمارے ساتھ وُہ سلوک کِیا جِس کا بیان آیات ۲۷ - ۳۵ میں ہے - "وُہ ناشُکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے"۔ جب ہم اِس طرح کا کِردار دِکھاتے ہیں تو اپنے خاندان سے مشابہت کا اِظہار کرتے اور ثابت کرتے ہیں کہ ہم نئے سرے سے پیدا ہُوئے ہیں -

۳۶:۶ - "رحمدل" ہونے کا مطلب ہے کہ بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود مُعاف کر دینا۔ "باپ" نے ہم پر یوں رحم کیا کہ جس سزا کے ہم مستحق ہیں، وہ ہمیں نہیں دی۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دُوسروں پر رحم کریں۔

۳۷:۶ - دو باتیں ہیں جو محبت نہیں کرتی۔ "عیب جوئی" نہیں کرتی اور "مُجرم" نہیں ٹھہراتی۔ یسوع نے فرمایا "عیب جوئی نہ کرو۔ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی"۔ سب سے پہلے ہم لوگوں کی نیت اور ارادے کی عیب جوئی نہ کریں۔ ہم کسی کے دل کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے کیوں کرتا ہے۔ پھر ہمیں کسی دوسرے مسیحی کی خدمت یا مختاری کی عیب جوئی نہیں کرنی چاہئے (۱-کرنتھیوں ۴:۱-۵)۔ اس طرح کی ہر بات میں فیصلہ کرنے والا خدا ہے۔ نکتہ چینی، تنقید کرنے اور عیب جوئی کرنے کی رُوح محبت کے آئین کی خلاف ورزی ہے۔

البتہ چند باتیں ہیں جہاں مسیحیوں کو ضرور فیصلہ کرنا ہے۔ مثلاً یہ دیکھنا اور جانچنا چاہئے کہ دُوسرے لوگ سچے مسیحی ہیں یا نہیں، ورنہ ہم "ناہموار جوئے" (۲-کرنتھیوں ۶:۱۴) کو کبھی پہچان نہیں سکتے۔ گھر میں ہو، یا جماعت میں 'گناہ' کی مذمت ضروری ہے یعنی ہم نیکی اور بدی کے درمیان امتیاز کریں۔ لیکن نیتوں اور کردار پر حملہ نہ کریں۔

"خلاصی دو۔ تم بھی خلاصی پاؤ گے"۔ ہمارے مُعافی پانے کا انحصار ہمارے مُعاف کرنے پر ہے۔ لیکن کلام کے دُوسرے حوالوں سے تعلیم ملتی ہے کہ جب ہم مسیح پر ایمان لاتے ہیں تو غیر مشروط اور مُفت مُعافی حاصل کرتے ہیں۔ اس بظاہر تضاد کا کیا حل ہے؟ تشریح یہ ہے کہ یہاں دو مختلف قسم کی مُعافیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ عدالتی مُعافی اور پدرانہ مُعافی۔ عدالتی مُعافی وہ ہے جو منصف خُدا اُن سب کو دیتا ہے جو خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ گناہ کی سزا مسیح نے اُٹھالی ہے۔ اب ایمان لانے والے گنہگار کو وہ سزا نہیں اُٹھانی پڑے گی۔ یہ مُعافی غیر مشروط ہوتی ہے۔

"پدرانہ مُعافی"۔ یہ مُعافی خُدا باپ اپنے خطاکار فرزند کو اُس وقت عطا کرتا ہے جب وہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے اسے ترک کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں خُدا کے خاندان میں بحالی ہو جاتی ہے۔ اس کا گناہ کی سزا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ باپ کی حیثیت میں خُدا ہمیں اُس وقت مُعاف نہیں کر سکتا جب ہم ایک دُوسرے کو مُعاف نہیں کرتے۔

وُہ ایسا نہیں کر سکتا اور نہ اُن لوگوں کے ساتھ رفاقت رکھ سکتا ہے جو ایسا کرتے ہیں۔ جب یسوؔع نے کہا کہ "تم بھی خلاصی پاؤ گے" تو وُہ اِس پدرانہ مُعافی کی طرف اِشارہ کر رہا تھا۔

۳۸:۶ - محبّت اپنا اظہار "دینے" کے ذریعے سے کرتی ہے (یُوحنّا ۱۶:۳؛ اِفسیوں ۲۵:۵)۔ مسیحی خِدمت اخراجات کی خِدمت ہے۔ جو فراخدِلی سے دیتے ہیں، اُن کو اجر بھی فراخدلی سے دِیا جاتا ہے۔ یہاں تصوِیر ایک ایسے بیج بونے والے آدمی کی ہے جو اپنی جھولی میں بیج ڈال کر کھیت میں بکھیرنے جاتا ہے۔ وُہ جِتنے وسیع تر رقبہ میں بیج بکھیرے گا اُتنی ہی زِیادہ فصل ہو گی۔ اِس کا اجر یہ ہے کہ "اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہِلا ہِلا کر اور لبریز کر کے ... (اُس کے) پلّے میں (ڈالا جاتا ہے)"۔ وُہ اُس گٹھڑی نما پوٹلی کو اُٹھاتا ہے تو سِینے کے ساتھ لگ جاتی ہے۔ یہ تو زِندگی کا ایک حتمی اصُول ہے کہ ہم جو بوتے ہیں سو کاٹتے ہیں، یعنی ہمارے اعمال ہم پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ جس پیمانے سے ہم دُوسروں کے لئے ناپتے ہیں اُسی سے ہمارے لئے ناپا جاتا ہے۔ اگر ہم مادی چیزیں بوئیں گے تو بے قیاس رُوحانی خزانہ کاٹیں گے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جو چیز ہم بچا بچا کر رکھتے ہیں اُسے کھو دیتے ہیں۔ اور جو چیز دے دیتے ہیں، وُہ حاصِل کرتے ہیں۔

ط۔ اَندھے ریاکار کی تمثیل ۳۹:۶ - ۴۵

۳۹:۶ - گُزشتہ حِصّے میں خُداوند یسوؔع نے سِکھایا کہ شاگِردوں کی خِدمت "دینے" کی خِدمت ہو گی۔ یہاں وُہ خبردار کرتا ہے کہ وُہ دُوسروں کے لئے کِس قدر باعثِ برکت ہو سکتے ہیں۔ اِس کا اِنحصار اُن کی اپنی رُوحانی حالت پر ہے۔ "اندھا اندھے کو راہ نہیں دِکھا سکتا کیونکہ دونوں گڑھے میں گریں گے"۔ ہم وُہ چیز نہیں دے سکتے جو خُود ہمارے پاس نہ ہو۔ اگر ہم خُدا کے کلام کی سچائیوں کے بارے میں خُود اَندھے ہیں تو اُنہیں سمجھنے میں ہم کِسی دُوسرے کی مَدد نہیں کر سکتے۔ اگر ہماری رُوحانی زِندگی ناقِص ہے تو یقین رکھیں کہ ہم سے سِیکھنے والوں کی زِندگیاں بھی ناقِص ہی رہیں گی۔

۴۰:۶ - "شاگِرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں، بلکہ ہر ایک جب کامل ہُوا تو اپنے اُستاد جَیسا ہو گا"۔ کوئی شخص وُہ بات نہیں سِکھا سکتا جو خُود نہ جانتا ہو۔ وُہ اپنے شاگِردوں کو اُس سَطح سے بُلند نہیں اُٹھا سکتا جس سَطح پر وُہ خُود ہوتا ہے۔ جِتنا وُہ اُن کو سِکھاتا ہے اُتنا

ہی وُہ اُس یعنی اُستاد کی مانند ہوتے جاتے ہیں۔ جس مرحلے تک اُستاد خُود ترقی کر چُکا ہے وہاں تک ہی وُہ اپنے شاگردوں کو لے جاسکتا ہے۔ ایک شاگرد اُس وقت "کامل" ہوتا ہے جب اپنے اُستاد جَیسا ہو جائے۔ اُستاد کے عقیدہ یا زِندگی میں جو خامیاں ہوں گی وُہ اُس کے شاگردوں کی زِندگیوں میں مُنتقِل ہو جائیں گی۔ اور جب تعلیم دینے کا عمل پُورا ہو جائے گا تو توقع نہیں کی جاسکتی کہ شاگرد اپنے اُستاد سے بُلند تر ہو گا۔

۶:۴۱-۴۲۔ اِس اہم سچّائی کی مزید وضاحت "تنکے" اور "شہتیر" کی مثال سے کی گئی ہے۔ ایک دِن یُوں ہُؤا کہ ایک آدمی کھلیان کے قریب سے گُزر رہا تھا۔ وہاں اناج کی اڑائی (ہَوا کی مَدد سے دانوں اور بھُوسے کو الگ الگ کرنے کا عمل) ہو رہی تھی۔ ہَوا کے جھونکے سے ایک تنکا اُڑ کر اچانک اُس آدمی کی آنکھ میں پڑ گیا۔ وُہ اِس تکلیف دِہ چیز سے چھُٹکارا پانے کے لئے آنکھ کو مَلتا ہے۔ مگر جتنا مَلتا ہے تکلیف اُتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ عَین اُس وقت ایک اور آدمی وہاں آ جاتا ہے۔ وُہ پہلے آدمی کی تکلیف دیکھ کر مَدد کرنے کی پیش کش کرتا ہے۔ مگر اُس دُوسرے آدمی کی اپنی آنکھ سے شہتیر کا ایک سِرا باہر جھانک رہا ہے۔ وُہ کیا مَدد کرے گا! وُہ تو خُود نہیں دیکھ سکتا۔ اِس مثال میں جو سبق ہے صاف نظر آرہا ہے کہ ایک اُستاد اپنے شاگردوں کی زِندگیوں کے اَیسے داغوں یا خامیوں کی نشاندہی نہیں کر سکتا جَیسے داغ یا خامیاں نمایاں طور پر اُس کی اپنی زِندگی میں ہوں۔ اگر ہمیں دُوسروں کی مَدد کرنا ہے تو ہماری اپنی زِندگیاں نمونہ ہونی چاہئیں۔ ورنہ لوگ کہیں گے "اے طبیب! اپنا عِلاج کر!"

۶:۴۳-۴۵۔ چوتھی مثال جو خُداوند نے اِستعمال کی وُہ "درخت" اور "پھل" کی مثال ہے۔ درخت کے پھل کے "اچھے" یا "بُرے" ہونے کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ وُہ درخت خُود کَیسا ہے۔ ہم درخت کا اندازہ یا فیصلہ اُس کے پھل کی قسم اور خُوبی سے کرتے ہیں۔ یہی حال شاگردیت کے میدان کا ہے۔ جو شخص اخلاق میں پاکیزہ اور رُوحانی لحاظ سے صحت مند ہے، وُہ "اپنے دِل کے اچھے خزانہ" سے دُوسروں کے لئے برکتیں نکالتا ہے۔ اِس کے برعکس جو شخص بُنیادی طور پر "ناپاک" ہے وُہ "بُرائی" ہی پَیدا کرتا ہے۔

چنانچہ آیات ۳۹-۴۵ میں خُداوند اپنے شاگردوں کو بتاتا ہے کہ تُمہاری خدمت کردار کی خدمت ہو گی۔ جو کُچھ وُہ کہتے یا کرتے ہیں، اُس سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ وُہ

خُود کیا ہیں۔ اُن کی خِدمت کے آخری نتیجے کا فیصلہ اِس حقیقت سے ہوگا کہ وُہ خُود کیا ہیں۔

ی۔ خُداوند فرمانبرداری کا مُطالبہ کرتا ہے ۴۶:۶ - ۴۹

۴۶:۶ - "جب تُم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مُجھے خُداوند خُداوند کہتے ہو؟" لفظ "خداوند" کا مطلب ہے "مالک"۔ مطلب یہ ہے کہ اُسے ہماری زِندگیوں پر مُکمّل اختیار حاصِل ہے۔ وُہ ہمارا مالک ہے اور ہم اُس کی مِلکیت ہیں۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ جو کُچھ وُہ کہے ہم کریں۔ اُسے "خداوند" کہہ کر پکارنا اور پھر اُس کی فرمانبرداری کرنے سے اِنکار کرنا مضحکہ خیز قسم کا تضاد ہے۔ اُس کی خُداوندیت کا صِرف اقرار کرنا کافی نہیں۔ حقیقی ایمان اور محبّت اِس میں ہے کہ فرمانبرداری کی جائے۔ اگر ہم اُس کے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو دراصل نہ اُس سے محبّت رکھتے نہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔

"تُم مُجھے "راہ" کہتے ہو، مگر مجھ پر چلتے نہیں
تُم مُجھے "زِندگی" کہتے ہو، مگر مُجھے بَسر نہیں کرتے۔
تُم مُجھے "مالِک" کہتے ہو، مگر میری مانتے نہیں۔
اگر مَیں تمُہاری مذمّت کرُوں، تو مُجھے الزام نہ دینا۔
تُم مُجھے "روٹی" کہتے ہو، مگر مُجھے کھاتے نہیں۔
تُم مُجھے "حق" کہتے ہو، مگر میرا یقین نہیں کرتے۔
تُم مُجھے "خُداوند" کہتے ہو، مگر میری عبادت نہیں کرتے۔
اگر مَیں تمُہاری مَذمّت کروں تو مُجھے اِلزام نہ دینا۔" (جعفری اوہارا)

۴۷:۶ - ۴۹ - اِس اہم حقیقت پر مزید زور دینے کے لئے خُداوند نے گھر بنانے والے دوؔ آدمیوں کی کہانی سُنائی۔ ہم اکثر اِس کی تشریح یُوں کرتے ہیں کہ عقل مند آدمی وُہ ہے جو اِیمان لاکر نجات پاتا ہے۔ اور بیوقوف آدمی وُہ ہے جو مسیح کو رَدّ کر کے ہلاک ہو جاتا ہے۔ بے شک یہ اطلاق مُناسب اور صحیح ہے۔ لیکن اگر اِس کہانی کی تشریح سیاق و سباق کے مُطابق کی جائے تو اِس کا گہرا مطلب سامنے آتا ہے۔

عقل مند آدمی وُہ ہے جو مسیح (نجات) کے "پاس آتا"، اُس کی "باتیں" (ہدایات) سُن کر اُن پر

"عمل کرتا" یعنی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہی وُہ شخص ہے جو اپنی زِندگی کی تعمیر اُن مسیحی اصُولوں پر کرتا ہے جو اِس باب میں بیان ہُوئے ہیں۔ زِندگی کی تعمیر کرنے کا یہی طریقہ دُرست ہے۔ جب سَیلاب اور ندیاں ایسے گھر (زِندگی) کو ٹکریں مارتی ہیں تو وُہ مضبوط کھڑا رہتا ہے۔ اِس لئے کہ اُس کی بُنیاد "چٹان" یعنی مسیح اور اُس کی تعلیمات پر رکھی گئی ہے۔

بیوقُوف آدمی وُہ ہے جو مسیح کی "باتیں" سُنتا ہے مگر اُن پر چلتا نہیں۔ وُہ اپنی زندگی کی تعمیر اُن باتوں پر کرتا ہے جو اُس کی اپنی نظر میں عُمدہ معلُوم ہوتی ہیں۔ وُہ اِس دُنیا کے جسمانی اصُولوں کی پَیروی کرتا ہے۔ جب زِندگی کے طُوفان اور جھکڑ چلنے لگتے ہیں تو یہ "بے بنیاد" گھر بہ جاتا اور "برباد" ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اُس کی جان بچ جائے لیکن زِندگی برباد ہو جاتی ہے۔

عقل مند آدمی وُہ ہے جو غریب ہے، جو بُھوکا ہے، جو روتا اور ماتم کرتا ہے اور جو ستایا جاتا ہے — اور یہ سب کُچھ ابنِ آدم کی خاطر ہوتا ہے۔ دُنیا ایسے شخص کو بیوقُوف کہتی ہے مگر یسوؔع اُسے عقلمند کہتا ہے۔

بیوقوف آدمی وُہ ہے جو دولت مند ہے، جو مُرغّن ضیافتیں اُڑاتا ہے، جو عیش و عشرت کی زِندگی گُزارتا ہے اور جو سب لوگوں میں ہر دِلعزیز ہے۔ دُنیا اُس کو عقلمند کہتی ہے لیکن یسوؔع اُسے بیوقوف کہتا ہے۔

۶۔ ابنِ آدم اپنی خِدمت کو وُسعت دیتا ہے

۷: ۱ - ۹: ۵۰

ا۔ صُوبہ دار کے نوکر کو شِفا دینا ۷: ۱-۱۰

۷: ۱-۳۔ مندرجۂ بالا باتیں ختم کرنے کے بعد یسوؔع بِھیڑ کو چھوڑ کر "کفرنحوم میں آیا"۔ یہاں "یہُودیوں کے کئی بزُرگوں" نے اُسے گھیر لیا۔ یہ بزرگ ایک غیر قوم "صُوبہ دار کے نوکر" کی سفارِش کرنے آئے تھے۔ لگتا ہے کہ یہ صُوبہ دار یہُودیوں پر خاص مہربان تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اُنہیں ایک "عبادت خانہ" بنوا دیا تھا۔ نئے عہدنامے کے تمام صُوبہ داروں کی طرح اُس کو بھی اچھّے رنگ میں پیش کیا گیا ہے (لُوقا ۲۳: ۴۷؛ اعمال ۱۰: ۱-۴۸)۔

ایسا بہُت کم ہوتا ہے کہ مالِک اپنے نوکروں پر ایسے مہربان ہوں جیسے یہ صُوبہ دار

تھا۔ جب اُس کا نوکر "بیمار" پڑ گیا تو اُس نے "یہُودیوں کے بزُرگوں" سے درخواست کی کہ جا کر یسوؔع کی مِنّت کرو کہ میرے نوکر کو شِفا بخشنے۔ یہ صوبہ دار واحد شخص ہے جس نے اپنے نوکر کے لئے یسوؔع سے برکت مانگی۔

۷:۴-۷۔ قوم کے یہ بزرگ ایک عجیب صُورتِ حال سے دوچار تھے۔ وُہ یسوؔع کا یقین نہیں کرتے تھے۔ اُس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ لیکن صُوبہ دار کی دوستی نے انہیں مجبُور کر دیا کہ ضرُورت کے وقت یسوؔع کے پاس آئیں۔ اُنہوں نے صُوبہ دار کے بارے میں بتایا کہ "وُہ اِس لائق ہے" مگر جب صُوبہ دار یسوؔع سے مِلا تو اُس نے کہا کہ "مَیں اِس لائق نہیں"۔

متّؔی کے بیان کے مُطابق صُوبہ دار خود یسوؔع کے پاس حاضر ہُوا تھا۔ یہاں لوقاؔ کے بیان کے مُطابق اُس نے بزُرگوں کو بھیجا تھا۔ دونوں بیان درُست ہیں۔ اُس نے بزُرگوں کو اپنے آگے بھیجا اور بعد میں خُود حاضرِ خدمت ہُوا ہوگا۔

صُوبہ دار کی اِنکساری اور ایمان قابلِ تعریف ہے۔ وُہ اپنے آپ کو اِس لائق "نہیں" سمجھتا تھا کہ یسوؔع اُس کے گھر میں آتا۔ اور نہ وہ اپنے آپ کو اِس لائق سمجھتا تھا کہ خُود یسوؔع کے پاس آتا۔ لیکن وہ اِتنا ایمان رکھتا تھا کہ یسوؔع اِتنا قادر ہے کہ شخصی طور پر حاضر ہُوئے بغیر شفا دے سکتا ہے۔ اُس کے "کہنے" ہی سے بیماری دُور ہو جائے گی۔

۷:۸۔ صُوبہ دار نے مزید وضاحت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ "اختیار" اور ذمّہ داری کو سمجھتا ہے۔ اُسے اِس میدان میں بہُت تجربہ تھا۔ وُہ خُود رُومی حکومت کے "اختیار" کے "ماتحت" تھا اور اُس کے اَحکام کی بجا آوری کا ذمّہ دار تھا۔ مزید برآں "سپاہی" اُس کے "ماتحت" تھے جو اُس کا حُکم فوراً مانتے تھے۔ وُہ جانتا تھا کہ یسوؔع کو بھی بیماریوں پر اُسی قسم کا اختیار ہے جیسا رُومی حکُومت کو اُس پر تھا اور جیسا اُس کو اپنے ماتحتوں پر حاصِل تھا۔

۷:۹، ۱۰۔ چنانچہ حیرانی کیسی کہ یسوؔع نے اُس غیر قوم صُوبہ دار کے ایمان پر "تعجُّب کیا"۔ اِسرائیلی قوم میں سے کِسی نے یسوؔع کے اختیارِ کامل کے بارے میں ایسا دلیرانہ اور علانیہ اِقرار نہیں کیا تھا۔ "ایسا" بڑا ایمان صِلہ حاصِل کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جب "یہُودیوں کے بزُرگ" یعنی "بھیجے ہُوئے لوگ" صُوبہ دار کے گھر واپس پہُنچے تو دیکھا کہ "نوکر" کامِل شِفا پا چُکا ہے۔

اناجیل میں دو ۲ موقعوں کا ذِکر ہے جب یسوؔع نے "تعجّب کیا"۔ ان میں سے ایک موقع

یہ ہے ۔ اُس نے اِس غیرقوم صُوبہ دار کے ایمان پر تعجّب کیا ۔ اور اُس نے اِسرائیلیوں کی بے اعتقادی پر تعجّب کیا (مرقس ۶:۶) ۔

ب ۔ بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنا ۷ : ۱۱ ۔ ۱۷

۷ : ۱۱ ۔ ۱۵ ۔ نائین ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو کفرنحوم کے جنوب مغرب میں واقع تھا ۔ یسوع نے جنازے کے ایک جلُوس کو "شہر" سے نکلتے دیکھا ۔ مرا ہُوا شخص "اپنی ماں کا اِکلوتا بیٹا تھا" ۔ "اور وُہ بیوہ تھی" ۔ خُداوند کو اُس بیوہ پر "ترس آیا" ۔ یسوع نے اُس چارپائی کو چھُوا جس پر مُردے کو لئے جا رہے تھے ۔ غالباً یہ اِشارہ تھا کہ رُک جائیں ۔ یسوع نے اُس مُردے کو حُکم دیا کہ "اے نوجوان ... اُٹھ" ۔ زندگی اُس لاش میں فوراً لوٹ آئی اور وُہ نوجوان "اُٹھ بیٹھا" ۔ اِس طرح اُس ہستی نے جو بیماریوں اور مَوت پر اختیار رکھتی ہے بیوہ کا "زندہ" بیٹا اُسے سونپ دیا ۔

۷ : ۱۶ ، ۱۷ ۔ لوگوں پر "دہشت چھا گئی" ۔ اُنہوں نے ایک زبردست مُعجزہ دیکھا تھا ۔ مُردہ کو زِندہ کیا گیا تھا ۔ اُنہوں نے یقین کیا کہ خُداوند یسوع ایک "بڑا نبی" ہے جسے خُدا نے بھیجا ہے ۔ وُہ کہنے لگے کہ "خُدا نے اپنی اُمّت پر توجّہ کی ہے" ۔ مگر یہ کہتے ہُوئے اُنہیں احساس نہیں تھا کہ خُود یسوع ہی خُدا ہے بلکہ اُن کا خیال تھا کہ مُعجزہ محض اِس بات کا ثبُوت ہے کہ خُدا اپنے ایک بندے کی معرفت ہمارے درمیان مصرُوفِ عمل ہے ۔ اُنہوں نے مُعجزے کی شُہرت "تمام گردنواح میں" پھیلا دی ۔

لُوقا طبیب کی کتاب میں تین بچّوں کا ذِکر ہے جو اِکلوتے تھے اور جن کو بحال کیا گیا یعنی بیوہ کا بیٹا ، یائِر کی بیٹی (۸ : ۴۲) اور بدرُوح گرفتہ لڑکا (۹ : ۳۸) ۔

ج ۔ ابنِ آدم اپنے پیش رَو کو یقین دہانی کراتا ہے

۷ : ۱۸ ۔ ۲۳

۷ : ۱۸ ۔ ۲۰ ۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا بحیرۂ مُردار کے مشرقی ساحل پر واقع قلعہ میکاؤرس کے قید خانے میں قید تھا ۔ یسوع کے مُعجزات کی خبریں رفتہ رفتہ اُس تک بھی پہنچیں ۔ اگر یسوع واقعی مسیحِ موعُود تھا تو اُس نے یُوحنّا کو ہیرودیس کے ہاتھوں سے چھُڑانے کیلئے

اپنی قدرت کیوں استعمال نہ کی؟ اس لئے یوحنا نے اپنے "دو شاگردوں" کو یسوع کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ مسیحِ موعود تُو ہی ہے۔ یا وُہ ابھی آنے والا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات لگتی ہے کہ یوحنا یسوع کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں سُوال کرے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ بہترین آدمیوں پر بھی بے اعتقادی کے دَور آ جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جسمانی دُکھ اور مُصیبت شک اور رُوحانی بوجھل پن پیدا کر سکتا تھا۔

۷: ۲۱-۲۳۔ یسوع نے یوحنا کے جواب میں اُسے یاد دلایا کہ مَیں وُہ معجزے کر رہا ہُوں جن کی نبیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ مسیحِ موعود کرے گا (یسعیاہ ۳۵: ۵، ۶؛ ۶۱: ۱)۔ پھر یسوع نے یوحنا کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ "مُبارک ہے وُہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔" شاید کوئی شخص اس بات کو ملامت سمجھے۔ یوحنا کو اِس بات سے "ٹھوکر" لگی تھی کہ یسوع عنانِ اختیار اپنے ہاتھ میں لینے اور اپنے آپ کو لوگوں کی توقعات کے مُطابق ظاہر کرنے سے قاصر رہا تھا۔ مگر اسی بات کو یوحنا کے حق میں نصیحت بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ وُہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔

سی۔ جی۔ مُور کہتا ہے کہ

> "بعض اوقات یسوع اپنی قدرت کی شہادتوں پر شہادتیں دِئے جاتا ہے مگر اِس کو اِستعمال نہیں کرتا۔ مجھے ایسی گھڑی ایمان کے لئے سب سے زیادہ صبر آزما معلوم ہوتی ہے ... اُس وقت فضل کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ جب ایلچی یہ کہتے ہوئے واپس آتے ہیں کہ 'ہاں۔ وُہ شخص ساری قدرت کا مالک ہے۔ اور وُہ سب کچھ ہے جو آپ نے سوچا تھا۔ مگر اُس نے آپ کو قید سے نکالنے کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا ...' کوئی وضاحت نہ کی گئی۔ ایمان فروغ پاتا رہا۔ قید خانے کے دروازے بند رہے۔ اور پھر یہ پیغام آیا کہ 'مبارک ہے وُہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے'۔ اور بس!"

د۔ ابنِ آدم اپنے پیش رَو کی تعریف کرتا ہے ۷: ۲۴-۲۹

۷: ۲۴۔ یسوع علیحدگی میں یوحنا سے کچھ بھی کہتا مگر لوگوں کے سامنے سوائے کلماتِ تحسین و آفرین کے اُس کے پاس کچھ نہ تھا۔ جب لوگ یردن کے کنارے جوق در جوق یوحنا

کے پاس آتے تھے تو کیا دیکھنے کی توقّع رکھتے تھے؟ ایک بُزدِل، مُتلوّن مزاج اور کمزور قُوّتِ ارادی کے مالک اِبنُ الوقت کو دیکھنے کی توقّع تھی؟ کوئی شخص یُوحنّا پر کبھی یہ اِلزام نہیں لگا سکتا کہ وُہ "ہَوا میں ہلتا ہُؤا سرکنڈا" تھا۔

۷:۲۵۔ یا کیا وُہ کِسی فلم ایکٹر جیسے شخص کو دیکھنے گئے تھے؟ جو نئے سے نئے فیشن کا لِباس زیبِ تن کئے عیش و عِشرت میں مزے لُوٹ رہا تھا؟ نہیں۔ ایسے لوگ تو "بادشاہی محلّوں میں ہوتے ہیں"۔ اور شاہی درباروں کی خُوشیاں لُوٹنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اپنے مفاد اور مسرتوں کے لئے اَن گِنت تعلقات بنانے کی کوششوں میں رہتے ہیں۔

۷:۲۶۔ وُہ تو "ایک نبی" کو دیکھنے جاتے تھے۔ وُہ ضمیر کا مُجسّمہ تھا۔ وُہ خُدا کے کلام کا اعلان اور مُنادی کرتا تھا، خواہ اُسے کُچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔ دراصل وُہ "نبی سے بڑا" تھا۔

۷:۲۷۔ خُود یُوحنّا کے متعلق بھی پیشین گوئی کی گئی تھی اور اُسے یہ یکتا اِعزاز حاصل تھا کہ بادشاہ کا تعارُف کرائے۔ یسوؔع نے ملاکی ۳:۱ کے حوالہ سے بتایا کہ پُرانے عہد میں یُوحنّا کے بارے میں وعدہ کیا گیا تھا۔ مگر ایسا کرتے وقت یسوؔع نے اسمائے ضمیر میں دِلچسپ تبدیلی کر دی۔ ملاکی ۳:۱ میں یُوں لکھا ہے کہ "دیکھو مَیں اپنے رسُول کو بھیجُوں گا اور وُہ میرے آگے راہ درُست کرے گا"۔ مگر یسوؔع نے اِسے یُوں پیش کیا کہ "دیکھ مَیں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہُوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا"۔ اِسمِ ضمیر "میرے" کو "تیرے" میں بدل دِیا گیا ہے۔

گوڈٹ اِس تبدیلی کی وضاحت یُوں کرتا ہے کہ

> "نبی کی نِگاہ میں بھیجنے والا، اور جِس کے آگے راہ کو تیار کیا جانا تھا، وُہ ایک ہی ہستی تھی یعنی یہوواہ۔ اِسی لئے ملاکی میں "میرے آگے" کہا گیا ہے۔ مگر یسوؔع جب کبھی اپنے بارے میں بات کرتا ہے تو خُود کو "باپ" کے ساتھ خلط ملط نہیں کرتا۔ اُس کے لئے یہ امتیاز رکھنا بہت ضرُوری تھا۔ یہوواہ اپنے بارے میں نہیں، بلکہ یسوؔع کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ اِس لئے "تیرے آگے" کے الفاظ اِستعمال کرتا ہے۔ اِس شہادت

سے کیا یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ نبی کے خیال کے مُطابق اور یسوع کے خیال کے مُطابق بھی مسیحِ مَوعُود کا ظہُور یہوواہ کا ظہُور ہے؟

۲۸:۷ - یسوع نے یُوحنّا کی تعریف جاری رکھی اور زور دے کر کہا کہ "جو عورتوں سے پَیدا ہُوئے ہیں، اُن میں یُوحنّا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ کوئی نبی اُس سے بڑا نہیں - اِس برتری کا تعلق اُس کے شخصی کردار سے نہیں بلکہ مرتبہ سے ہے کہ وُہ مسیحِ موعُود کا پیش رَو ہے - دُوسرے لوگ جوش و ولولہ، عزّت و احترام اور جاں نثاری میں اُس کی طرح عظیم ہیں مگر کسی کو بادشاہ کی آمد کا اعلان کرنے کا اعزاز حاصل نہ ہُوا - اِس مُعاملے میں یُوحنّا یکتا اور بے مثال ہے - تو بھی خُداوند نے مزید کہا کہ "جو خُدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وُہ اُس (یُوحنّا) سے بڑا ہے"۔ "خُدا کی بادشاہی" کی برکات سے لُطف اندوز ہونا بادشاہ کے پیش رَو ہونے سے اعلیٰ اور برتر بات ہے -

۲۹:۷ - اِس آیت میں بھی غالباً یسوع بول رہا ہے اور بیان کر رہا ہے کہ یُوحنّا کی منادی کو کیسی مقبولیت حاصل ہُوئی - "عام لوگوں" اور مانے ہُوئے گنہگاروں نے بھی "محصُول لینے والوں" کی طرح توبہ کی اور دریائے یردن میں یُوحنّا سے "بپتسمہ لیا"۔ یُوحنّا کے پیغام کو سچ مان کر اور اُس پر عمل کر کے اُنہوں نے "خدا کو راستباز مان لیا"۔ یعنی اُنہوں نے تسلیم کر لیا کہ خُدا یہ مُطالبہ کرنے میں راست ہے کہ اِس سے پیشتر کہ مسیح بنی اسرائیل پر بادشاہی کرے ضرُور ہے کہ وُہ توبہ کریں - لفظ "راستباز مان لیا" کے اِستعمال سے صاف ظاہر ہے کہ اِس کا مطلب "راستباز بنانا یا ٹھہرانا" نہیں - کوئی شخص خُدا کو راستباز نہیں "بنا" سکتا بلکہ اِس کا مطلب ہے خُدا کو راستباز تسلیم کرنا کہ وُہ اپنے فیصلوں اور مُطالبوں میں راست ہے -

۵ - اِبنِ آدم اپنے زمانے کے لوگوں پر تنقید کرتا ہے ۷:۳۰-۳۵

"فریسیوں" اور شرع کے عالموں نے یُوحنّا کے بپتسمہ کو ماننے سے اِنکار کر دیا تھا - اِس طرح اُنہوں نے خُدا کے اِس پروگرام کو "باطل کر دیا" تھا جو اُن کی بہتری کے لئے تھا - دراصل اُس پُشت کو خوش کرنا ہی ناممکن تھا جس کے وُہ لیڈر تھے - یسوع اُنہیں "بازار میں" کھیلتے ہُوئے "لڑکوں" کے مُشابہ ٹھہراتا ہے - وُہ نہ تو شادی کا کھیل چاہتے تھے نہ ماتم کا - وُہ بگڑے ہُوئے، ضدّی، سرکش، ڈھیٹ اور گردن کش تھے - خُدا اُن کے

درمیان کوئی سی خدمت بھی کیوں نہ اِستعمال کرے وُہ اُس پر اعتراض ہی کرتے تھے۔ "یُوحنّا بپتسمہ دینے والے" نے اُن کو سادگی، ریاضت، زاہدانہ زندگی اور خُود اِنکاری کا نمُونہ پیش کیا۔ اُنہوں نے اِسے پسند نہ کیا بلکہ نُکتہ چینی کر کے کہنے لگے کہ اِس میں تو بدرُوح ہے۔ "اِبنِ آدم، کھاتا پیتا آیا"۔ اُس نے "محصُول لینے والوں اور گنہگاروں" سے کنارہ کشی اختیار نہ کی۔ یعنی جن کو بچانے آیا تھا اُن کے ساتھ میل جول رکھا مگر فریسی اِس پر بھی خُوش نہ تھے۔ وُہ اُسے "کھاؤ اور شرابی" آدمی قرار دیتے تھے۔ ضیافت ہو یا روزہ، ماتم ہو یا شادی، یُوحنّا ہو یا یسُوع، کوئی چیز یا کوئی شخص بھی فریسیوں کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔

رائیل خبردار کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ

> "ہمیں ہر کِسی کو خُوش کرنے کی کوشش کو خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ یہ بات ناممکن، اور یہ کوشش فقط وقت کا ضیاع ہے۔ ہم صرف مسیح کے نقشِ قدم پر چلنے میں مگن رہیں، اور دُنیا جو کُچھ کہتی ہے اِسے کہنے دیں۔ ہم کُچھ بھی کر لیں دُنیا کو خُوش نہیں کر سکتے، نہ اِس کی بدخُوئی کی باتوں کو خاموش کر سکتے ہیں۔ اِس نے پہلے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے میں کیڑے نکالے۔ بعد میں یسُوع پر اعتراضات کرتے رہے۔ اور جب تک دُنیا میں اُس کا ایک بھی شاگرد باقی ہے وُہ اُسے بھی لغو نکتہ چینی کا نشانہ بناتے رہیں گے"۔

۷:۳۵۔ "لیکن حِکمت اپنے سب لڑکوں کی طرف سے راست ثابت ہُوئی"۔ یہاں "حِکمت" خُود نجات دہندہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ شاگردوں کا چھوٹا سا گروہ جو اُس کی تعظیم کرتا ہے، وُہ حِکمت کے "لڑکے" یعنی بچّے ہیں۔ اگرچہ بےشمار لوگ اُسے ردّ کرتے ہیں لیکن اُس کے سچّے پیرو اپنی محبّت، پاکیزگی اور جاں نثاری کی زِندگی سے اُس کے مُطالبات کو راست ثابت کریں گے۔

۹۔ ایک بدچلن عورت مُنجّی پر عطر ڈالتی ہے ۷:۳۶-۳۹

زیرِ نظر واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حِکمت کا ایک فرزند اُس کو راست ثابت کرتا ہے۔ یہ فرزند ایک گُناہ آلُودہ عورت ہے۔ ڈاکٹر ایچ۔ سی۔ وُوڈرِنگ کیا خُوب کہتا ہے کہ "جب خُدا دیکھتا ہے کہ وُہ مذہبی لیڈروں کو مسیح کی قدر کرنے پر آمادہ نہیں

کر سکتا تو کسبیوں کو اُس کے لئے تیار کرتا ہے"۔ شمعون فریسی نے یسوع سے "درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا"۔ کہہ نہیں سکتے کہ یہ دعوت تجسّس کی وجہ سے تھی یا دُشمنی کے باعث۔

۷: ۳۷- ۳۸- اُسی وقت "ایک بدچلن عورت" بھی اُس کمرے میں آ گئی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وُہ کون تھی۔ روایت کہتی ہے کہ وُہ مریم مگدلینی تھی، مگر پاک کلام میں اِس طرح کا کوئی اِشارہ تک نہیں مِلتا۔ یہ عورت "سنگِ مرمر کے عِطردان میں عِطر لائی"۔ جب یسوع کھانا کھاتے ہُوئے چوکی پر جُھک کر بیٹھا ہُوا تھا اور اُس کا "سر دسترخوان کے قریب تھا، وُہ "اُس کے پاؤں کے پاس ... کھڑی ہو کر اُس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی"۔ وُہ اُس کے پاؤں کو بار بار چُومتی تھی۔ پھر اُس نے "اُن پر نہایت قیمتی "عِطر ڈالا"۔ ایسی عِبادت گزاری اور قُربانی سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسے یقین تھا کہ کوئی چیز یسوع سے قیمتی نہیں۔

۷: ۳۹- شمعون کا رویّہ بالکل فرق تھا۔ وُہ محسُوس کرتا تھا کہ نبیوں کو فریسیوں کی طرح گُنہگاروں سے دُور اور الگ رہنا چاہئے۔ چنانچہ وُہ اِس نتیجے پر پُہنچا کہ اگر یسوع واقعی "نبی ہوتا" تو کِسی "بدچلن" کو ایسی چاہت اور ایسا پیار دِکھانے کی اجازت نہ دیتا۔

ز۔ $\overset{۲}{\text{دو}}$ قرضداروں کی تمثیل ۷: ۴۰-۵۰

یسوع کو شمعون کے خیالات معلُوم تھے۔ اُس نے بڑی خُوش اخلاقی سے شمعون سے اِجازت چاہی کہ "مُجھے تجھ سے کُچھ کہنا ہے"۔ اور پھر بڑی مہارت کے ساتھ اُس نے "ساہُوکار" اور "$\overset{۲}{\text{دو}}$ قرضداروں" کی کہانی سُنائی۔ "ایک $\overset{۵۰۰}{\text{پانسو}}$ دینار کا، دُوسرا $\overset{۵۰}{\text{پچاس}}$" دینار کا قرضدار تھا۔ "جب اُن کے پاس ادا کرنے کو کُچھ نہ رہا تو اُس نے دونوں کو بخش دیا"۔ کہانی کے اِس نکتے پر یسوع نے شمعون سے پُوچھا کہ دونوں میں سے "کون" قرض خواہ سے "زیادہ محبّت رکھے گا؟" اُس فریسی نے دُرست جواب دِیا کہ "میری دانِست میں وُہ جسے اُس نے زیادہ بخشا"۔ اِس بات کا اِقرار کرتے ہُوئے اُس نے اپنے آپ کو مُوردِ اِلزام ٹھہرایا جیسا کہ یسوع نے بعد میں اُس پر واضح کیا۔

۷: ۴۴- ۴۷- جس وقت سے خُداوند اُس "گھر میں" داخل ہُوا تھا وُہ عورت

عقیدت و مُحبّت اُس پر نچھاور کر رہی تھی۔ اُس کے برعکس فریسی نے یسوع کو خیر مقدم کہنے میں بھی سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ معمُول کی خاطر داری کی رسُوم پر بھی توجّہ نہ دی مثلاً مہمان کے پاؤں دھونا، اُسے بوسہ دینا اور سر میں ڈالنے کو تیل پیش کرنا۔ ایسا کیوں ہُوا؟ اِس لئے کہ عورت کو یہ شعُور اور احساس تھا کہ میرے بُہت سے گُناہ مُعاف ہُوئے ہیں جبکہ شمعُون سمجھتا تھا کہ مَیں کوئی بڑا گنہگار نہیں ہُوں۔ "جس کے تھوڑے گُناہ مُعاف ہُوئے وُہ تھوڑی مُحبّت کرتا ہے"۔

یسوع نے یہ اِشارہ نہیں دیا کہ وُہ فریسی بڑا گنہگار نہیں تھا بلکہ اِس بات پر زور دیا کہ شمعُون نے دراصل کبھی تسلیم نہیں کیا تھا کہ اُس کا بڑا گُناہ بخشا گیا ہے۔ اگر کیا ہوتا تو وُہ بھی خُداوند سے ویسی ہی مُحبّت کرتا جیسی اُس بدچلن عورت نے کی تھی۔ ہم سب کو بھی عظیم مُعافی کا تجربہ اور علم ہو سکتا ہے اور ہم سب بھی خُداوند کو عظیم مُحبّت کر سکتے ہیں۔

۷: ۴۸ - پھر خُداوند نے سب کے سامنے عورت سے کہا کہ "تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ اُس کے گُناہ اِس لئے مُعاف نہیں ہُوئے تھے کہ وُہ مسیح سے مُحبّت کرتی تھی بلکہ اُس کی مُحبّت اُس کے گُناہوں کی مُعافی کا نتیجہ تھی۔ اُس نے اِس لئے زیادہ مُحبّت رکھی کہ اُس کے زیادہ گُناہ مُعاف ہُوئے تھے۔ اور یسوع نے اِس موقع کو اِستعمال کرتے ہُوئے سب کے سامنے اُس کے گُناہوں کی مُعافی کا اعلان کیا۔

۷: ۴۹-۵۰ - دُوسرے مہمان اپنے دِلوں میں سوال کرنے لگے کہ "یسوع کو گُناہ مُعاف کرنے کا کیا حق ہے؟" طبعی دِل فضل سے نفرت رکھتا ہے۔ مگر یسوع نے عورت کو دوبارہ تسلّی دی اور یقین دِلایا کہ "تیرے ایمان نے تجھے بچا لیا ہے۔ سلامت چلی جا"۔ یہ ایسی بات ہے جو کوئی ماہرِ نفسیات مُعالج نہیں کر سکتا۔ وُہ اِحساسِ گُناہ کی پیچیدگیوں کی تشریح تو کر سکتے ہیں، لیکن وُہ خوشی اور اِطمینان ہرگز نہیں دے سکتے جو یسوع دیتا ہے۔

خُداوند یسوع نے ایک فریسی کی دعوت قبول کی اور اُس کے دسترخوان سے کھایا پیا۔ بعض مسیحی اِس واقعہ اور مسیح کے اِس کِردار کا بہت غلط اِستعمال کرتے ہیں۔ اور اِس عمل کا دِفاع کرتے ہیں کہ مسیحیوں کے لئے غیر نجات یافتہ لوگوں سے گہرے روابط رکھنا، اُن کے لہو و لعب میں شریک ہونا اور اُن کی عیش و عشرت میں شامل ہونا جائز ہے۔ رائیل اِس سلسلے میں یُوں خبردار کرتا ہے:

"جو لوگ اِس دلیل کا سہارا لیتے ہیں، بہتر ہو گا کہ وُہ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہمارے خُداوند نے اِس موقع پر برعکس رویّہ اور سلوک کا مظاہرہ کیا۔ وُہ اپنے "باپ کے کام" کو اُس فریسی کی میز پر ساتھ لے گیا۔ اُس نے فریسی کے اُس گُناہ پر گواہی دی جو باعث رُکاوٹ تھا اور اُسے تنگ کرتا تھا۔ اُس نے فریسی کو سمجھا دیا کہ گُناہوں کی مُفت مُعافی کی نوعیّت کیا ہے اور میرے ساتھ حقیقی محبّت کا راز کیا ہے۔ اُس نے ایمان کی نجات بخش خاصیّت کا بھی بیان کیا۔ جو مسیحی غیر نجات یافتہ لوگوں سے گھرے اور بے تکلّفانہ تعلقات کے حامی ہیں اگر وُہ اُن کے ہاں اپنے خُداوند کی رُوح میں جائیں اور اُسی کی طرح بات کریں اور وَیسا ہی برتاؤ رکھیں تو بے شک یہ رسم نبھاتے رہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اِن غیر نجات یافتہ لوگوں کی میز پر ان مسیحیوں کا رویّہ وَیسا ہوتا ہے جیسا یسوع کا شمعون کی میز پر تھا؟ بہتر ہے کہ پہلے وُہ اِس سوال کا جواب دیں۔"

ح۔ بعض خواتین یسوع کی خِدمت کرتی ہیں لُوقا ۸: ۱-۳

یاد رکھنا چاہئے کہ اناجیل میں ہمارے خُداوند کی زِندگی اور خِدمت کے بہُت کم واقعات دَرج کئے گئے ہیں۔ رُوح القدس نے کُچھ واقعات کو چُن کر دَرج کروا دیا، باقی چھوڑ دِئے۔ یہاں ایک سادہ اور معمولی سا بیان ہے کہ یسوع اور اُس کے شاگرد گلیل کے "شہر شہر اور گاؤں گاؤں" خوشخبری سُناتے پھرتے تھے۔ جب یسوع "خُدا کی بادشاہی" کی منادی کرتا اور لوگوں کی خِدمت کرتا تھا تو وُہ "عورتیں" بھی اُس کی خِدمت کرتی تھیں جن کو اُس کے وسیلہ سے برکت مِلی تھی۔ غالباً وُہ اُس کے قیام اور کھانے پینے کا اِنتظام کرتی تھیں۔ مثال کے طور پر ایک عورت "مریم" نام تھی جو "مگدلینی کہلاتی تھی"۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کو "مگدلینی" کا خطاب مِلا ہُوا تھا۔ اور وہ مگدلہ (مگدل) کی رہنے والی مُعزّز خاتون تھی۔ کُچھ بھی ہو خُداوند نے مُعجزانہ طور پر اُسے "سات بد رُوحوں" سے رہائی دلائی تھی۔ پھر "یُوأنّہ" تھی جس کا شوہر "ہیرودیس" کے گھر کا "دِیوان" تھا۔ ایک اَور خاتون کا نام "سُوسنّاہ" تھا۔ اِن کے علاوہ بھی "بہتیری اور عورتیں" تھیں جو خُداوند کی خِدمت کرنے والیوں

میں شامل تھیں ۔ اُن کی خدمات اور خُداوند کے ساتھ حُسنِ سلوک کو تسلیم کیا گیا اور کتابِ مُقدّس میں قلم بند کیا گیا ہے ۔ اُن کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ ہم جو یسوؔع کو اپنی چیزوں میں شریک کر رہی ہیں ہر زمانے کے مسیحی ہماری مہمان نوازی اور فراخدلی کے بارے میں پڑھیں گے ۔

خُداوند کی خدمت کا مُوضُوع "خُدا کی بادشاہی" کی خُوشخبری تھا۔ "خُدا کی بادشاہی" سے مُراد وُہ دِیدنی یا نادیدنی ریاست ہے جہاں خُدا کی حُکمرانی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ متّی "آسمان کی بادشاہی" کی اِصطلاح اِستعمال کرتا ہے۔ لیکن بنیادی خیال ایک ہی ہے ۔ اِس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ "حق تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حُکمرانی کرتا ہے" (دانی ایل ۴ : ۱۷) یا "بادشاہی کا اِقتدار آسمان کی طرف سے ہے" (دانی ایل ۴ : ۲۶)۔

نئے عہدنامے میں اِس بادشاہی کی ترقّی کے کئی مدارج نظر آتے ہیں :

۱۔ سب سے پہلے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے اِعلان کیا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے (متّی ۳ : ۱، ۲)۔

۲۔ پھر بادشاہ کی ذات میں یہ بادشاہی موجُود تھی ("دیکھو خُدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے"۔ لُوقا ۱۷ : ۲۱) یہ اُس بادشاہی کی خوشخبری تھی جس کی منادی یسوؔع کرتا تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو یہودیوں کے بادشاہ کے طور پر پیش کیا (لوقا ۲۳ : ۳)۔

۳۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اِسرائیلی قوم نے خُدا کی بادشاہی کو ردّ کر دیا (لوقا ۱۹ : ۱۴ ؛ یُوحنّا ۱۹ : ۱۵)۔

۴۔ آج کل یہ بادشاہی ایک بھید کی صُورت میں ہے (متّی ۱۳ : ۱۱)۔ بادشاہ یعنی مسیح عارضی طور پر غیر حاضر ہے۔ لیکن اِس دُنیا میں بہت سے لوگوں کے دِلوں میں اُس کی حُکمرانی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایک لحاظ سے یہ بادشاہی اُن سب کو قبول کرتی اور گلے لگاتی ہے جو خُدا کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہیں خواہ وُہ سچّے دِل سے تبدیل نہ بھی ہُوئے ہوں ۔ اِس ظاہری اقرار کا دائرہ ہمیں بیج بونے والے کی تمثیل (لُوقا ۸ : ۴ – ۱۵)، گندم اور کڑوے دانوں کی تمثیل (متّی ۱۳ : ۲۴ – ۳۰) اور بڑے جال اور مچھلیوں کی تمثیل (متّی ۱۳ : ۴۷ – ۵۰) میں بھی نظر آتا ہے۔ لیکن اپنے گہرے اور حقیقی مفہوم میں اِس بادشاہی میں صرف وُہی لوگ شامل ہیں جو تبدیل ہو چکے ہیں

(متی ۱۸: ۳) یعنی نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں (یُوحنا ۳: ۳) - یہ باطنی حقیقت کا دائرہ ہے -

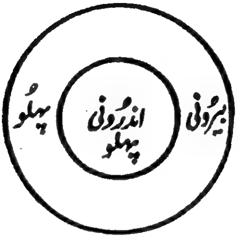

۵ - ایک دِن یہ سلطنت یہاں دُنیا میں لفظی معنوں میں قائم کی جائے گی اور خُداوند یسوع بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند ہونے کی حیثیت سے ایک ہزار سال تک بادشاہی کرے گا - (مکاشفہ ۱۱: ۱۵؛ ۱۹: ۱۶؛ ۲۰: ۴) -

۶ - اِس بادشاہی کا آخری مرحلہ وُہ ہے جسے ہمارے خُداوند اور مُنجّی یسوع مسیح کی ابدی بادشاہی کہا جاتا ہے (۲ - پطرس ۱: ۱۱) -

ط - بیج بونے والے کی تمثیل ۸: ۴ - ۱۵

۸: ۴ - ۸ - بیج "بونے والے" کی "تمثیل" میں خُدا کی بادشاہی کے موجُودہ پہلو کو بیان کیا گیا ہے - یہ سِکھاتی ہے کہ بادشاہی میں برملا اِقرار اور حقیقت دونوں شامل ہیں - یہ ایک سنجیدہ خبرداری کی بُنیاد فراہم کرتی ہے کہ ہمیں خُدا کا کلام کس طرح "سُننا" چاہئے - پاک کلام کی منادی اور تعلیم کو سُننا کوئی ہلکی اور معمُولی بات نہیں - جو کلام سُنتے ہیں اُن کی ذمّہ داری پہلے کی نسبت بڑھ جاتی ہے - اگر وُہ پیغام کو نظرانداز کر دیتے ہیں، یا فرمانبرداری کو اختیاری بات سمجھتے ہیں تو اپنا ہی نقصان کرتے ہیں - لیکن اگر سُن کر مان لیتے اور تعمیل کرتے ہیں تو اُس مقام پر آجاتے ہیں جہاں وُہ خُدا سے مزید روشنی حاصل

کر سکتے ہیں۔ یہ "تمثیل" پہلے ایک "بڑی بِھیڑ" کے سامنے بیان کی گئی۔ بعد میں یسوؔع نے اپنے شاگردوں کو سمجھائی۔

اِس تمثیل میں بیج "بونے والے"، اُس کے "بیج"، اور اُس زمین کی اقسام کا بیان ہے جہاں بیج بویا گیا۔ اور پھر اُس کے چار نتیجے بیان کئے گئے ہیں۔

زمین کی قسم	نتیجہ
۱۔ راہ کا کنارہ	آدمیوں کے پاؤں تلے روندا گیا اور پرندوں نے چُگ لیا۔
۲۔ چٹان یعنی پتھریلی زمین	نمی نہ ہونے کے باعث سُوکھ گیا۔
۳۔ جھاڑیوں والی زمین	جھاڑیوں نے نشوونما کو روک دیا۔ دبا دیا۔
۴۔ اچّھی زمین	ہر بیج سَو گُنا پھل لایا۔

خُداوند نے یہ تمثیل اِن اَلفاظ کے ساتھ ختم کی "جس کے سُننے کے کان ہوں وُہ سُن لے!" مُراد یہ ہے کہ جب آپ خُدا کا کلام سُنتے ہیں تو خبردار رہیں کہ اُسے کس طرح قبول کرتے ہیں۔ پھل لانے کے لئے ضرُوری ہے کہ بیج "اچھی زمین" میں گرے۔

۸: ۹، ۱۰۔ جب "شاگردوں" نے خُداوند یسوؔع سے اِس "تمثیل" کا مطلب پُوچھا تو اُس نے بتایا کہ "خُدا کی بادشاہی کے بھیدوں" کو ہر شخص نہیں سمجھ سکے گا۔ مگر چونکہ شاگرد بھروسا کرنے اور حُکم ماننے کو تیار تھے اِس لئے اُن کو مسیح کی تعلیمات کو سمجھنے کی توفیق "دِی" جائے گی۔ مگر بہُت سی سچّائیوں کو یسوؔع جان بوجھ کر "تمثیلوں میں" بیان کرتا تھا تاکہ جو لوگ اُس سے حقیقی محبّت نہیں رکھتے وُہ اُن کو نہ سمجھ سکیں "تاکہ" وُہ "دیکھتے ہُوئے نہ دیکھیں اور سُنتے ہوئے نہ سمجھیں"۔ ایک لحاظ سے وُہ دیکھتے اور سُنتے تھے۔ مثلاً اُن کو معلُوم تھا کہ یسوؔع نے بیج بونے والے اور بیج کی بات کی ہے۔ لیکن وُہ اِس مثال کے گہرے معنوں کو "نہیں سمجھتے" تھے۔ وُہ محسُوس نہیں کرتے تھے کہ ہمارے دِل سخت، غیر تائب اور جھاڑیوں والی زمین ہیں۔ چُنانچہ اُنہوں نے جو کلام سُنا اُس سے کُچھ فائِدہ نہ اُٹھایا۔

۸: ۱۱۔ ۱۵۔ خُداوند نے "تمثیل" کا مطلب صِرف شاگردوں کو سمجھایا۔ اُنہوں نے اُس کی تعلیم کو پہلے ہی قبُول کر لیا تھا۔ اِس لئے اُن کو اَور دِیا گیا۔ یسوؔع نے بتایا کہ "بیج خُدا کا کلام" یعنی خُدا کی سچّائی ـــــ اُس کی اپنی تعلیم ہے۔

"راہ کے کنارے" والوں نے کلام کو سرسری طور سے سُنا۔ یہ اُن کی زندگیوں کی سطح پر،

اُوپر اُوپر ہی رہا اور "اِبلیس" (ہَوا کے پرندوں) کو اُسے اُٹھا لے جانے میں کوئی دِقّت نہ ہُوئی۔

"چٹان" یعنی پتھریلی زمین والوں نے بھی کلام سُنا۔ لیکن اُنہوں نے کلام کو موقع نہ دیا کہ اُن کو توڑتا۔ اُنہوں نے توبہ نہ کی۔ بیج کی کوئی حوصلہ افزائی (تری) نہ کی گئی۔ چنانچہ وُہ سُوکھ کر مر گیا۔ شاید ایسے لوگوں نے پہلے تو ایمان کا شاندار اِقرار کیا مگر اُن میں حقیقت نہ تھی۔ اُن میں زِندگی تو معلوم ہوتی تھی مگر سطح سے نیچے "جڑ" کوئی نہ تھی۔ جب مُصیبت یا مُشکل پڑی، اُنہوں نے مسیحی ایمان کو ترک کر دیا۔

"جھاڑیوں" والی زمین کے سُننے والے کچھ عرصے تک تو بہت اچھے اور کامیاب معلوم ہوتے رہے، مگر وُہ ثابت قدم نہ رہے۔ یُوں اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ وُہ پُرخلوص اور سچے نہ تھے۔ "زندگی کی فِکروں، دَولت اور عَیش وعشرت" نے اُن پر غلبہ پالیا۔ اِس سے کلام دب کر رہ گیا اور سُوکھ گیا۔

"اچھی زمین" سچّے ایمان داروں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اُن کے دِل "عُمدہ اور نیک" ہیں۔ اُنہوں نے کلام کو نہ صِرف قبول کیا بلکہ اُسے موقع دیا کہ اُن کی زِندگیوں کو نئے سانچے میں ڈھال دے۔ یہ لوگ سیکھنے پر آمادہ تھے۔ فرمانبردار تھے۔ اُنہوں نے اپنی زِندگیوں میں حقیقی مسیحی کردار کو ترقی دی اور خُدا کے لئے "پھل" پیدا کیا۔

ڈاربی نے کلام کے اِس حِصّے کے پیغام کا خُلاصہ یُوں پیش کیا ہے:

> "کلام سُن کر اگر مَیں اِسے اپناؤں، صِرف قبول کر کے خُوش نہ ہُوں بلکہ حقیقت میں اِسے اپنا بناؤں تو وُہ میری رُوح کا حِصّہ بن جائے گا اور مجھے اَور بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ جب سچائی میری رُوح کا حِصّہ بن جاتی ہے تو اِس میں مزید حاصل کرنے کی صلاحیّت پیدا ہو جاتی ہے۔"

ی۔ سُننے والوں کی ذِمّہ داری ۸: ۱۶- ۱۸

۸: ۱۶ - پہلی نظر میں اِس حِصّے اور گزشتہ حِصّے میں کوئی تعلق یا ربط دِکھائی نہیں دیتا۔ لیکن دراصل یہاں ایک ہی خیال کا تسلسل ہے۔ مُنجّی اِس بات کی اہمیّت پر زور دے رہا ہے کہ میرے شاگرد میری تعلیمات سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اُس آدمی کے مُشابہ ٹھہراتا ہے جس نے ایک "چراغ جلایا" ہے۔ مگر "پلنگ" یا "برتن" کے نیچے نہیں بلکہ "چراغدان پر"

رکھنے کے لئے تاکہ سب کو اُس کی "روشنی دِکھائی دے"۔ شاگردوں کو خُدا کی بادشاہی کے اُصُول سِکھا کر وُہ ایک چراغ جُلا رہا تھا۔ اب دیکھنا ہے کہ وُہ اِس سے کیا کرتے ہیں۔

اوّل۔ اِسے "برتن" (پیمانے) سے ڈھانک نہ دیں۔ برتن یا پیمانے سے مُراد ناپ کی ایک اکائی ہے جو کاروباری دُنیا میں اِستعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ چراغ کو پیمانے کے نیچے چھپانے سے مُراد ہے اپنی گواہی کو اپنے لین دین کی مصرُوفیات میں چھُپا دینا۔ بہتر تو یہ ہے کہ چراغ کو پیمانے کے اُوپر رکھا جائے، یعنی بازار میں مسیحیت کو عملی طور سے پیش کیا جائے۔ اپنے کاروبار کو اِنجیل کی اشاعت کے لئے پلپٹ کے طور پر اِستعمال کیا جائے۔

دوم۔ چراغ کو "پلنگ کے نیچے" نہ رکھیں۔ پلنگ آرام، آسائش، کاہلی اور عیش و عشرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ باتیں روشنی کے چمکنے میں سخت رُکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔ شاگرد کو چاہئے کہ چراغ کو چراغدان پر رکھے۔ مُراد یہ ہے کہ اُسے کلام کے مُطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے تاکہ سب دیکھ سکیں۔ اُسے کلام کی منادی کرنی چاہیئے۔

۸:۱۷۔ اِس آیت کا مفہُوم یہ ہے کہ اگر ہم اپنے کاروبار یا کاہلی کے باعث کلامِ پاک کو محدُود کر دیتے ہیں تو ہماری ناکامی یا غفلت اور بے پروائی ظاہر ہو جائے گی۔ یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ ہم نے سچائی کو چھُپائے رکھا ہے۔

۸:۱۸۔ اِس لئے ہمیں مُحتاط اور خبردار ہونے کی ضرُورت ہے کہ ہم "کِس طرح سُنتے ہیں"۔ اگر ہم دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ دُوسروں کو خُدا کے بارے میں بتائیں تو خُدا مزید گہری سچائیاں ہم پر ظاہر کرے گا۔ لیکن اگر اِس کے برعکس ہمارے پاس بشارتی جوش کی رُوح نہیں ہو گی تو خُدا ہمیں اُس سچائی سے بھی محرُوم کر دے گا جو ہم خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے۔ جس چیز کو ہم اِستعمال نہیں کرتے وُہ ہمارے پاس سے جاتی رہتی ہے۔ جی۔ ایچ لینگ یُوں تبصرہ کرتا ہے کہ

> "شاگردوں نے اِس طرح سُنا کہ سمجھنے کے مُشتاق، ایمان لانے کو تیار اور تعمیل کرنے پر آمادہ تھے۔ دُوسرے لوگوں نے سُنا تو سہی مگر بے پروائی کے ساتھ، یا فقط تجسُّس کی خاطر، یا مخالفت کے مُصمّم ارادے کے ساتھ۔ اوّل الذکر کو اَور زیادہ عِرفان عطا ہُوا، مؤخر الذکر سے وُہ عِلم بھی چھین لیا گیا جو وُہ سمجھتے تھے کہ ہمارے پاس ہے۔"

"اگر ہم آسمان کی اچھی چیزوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ اُن میں دُوسروں کو بھی شریک کریں۔ دُوسروں کو نہیں دیں گے تو خُود بھی کھو بیٹھیں گے۔ یہ محبّت کا قانُون ہے"۔

ک۔ یسُوع کی حقیقی ماں اور حقیقی بھائی ۸: ۱۹-۲۱

اپنے خطاب کے اِس مرحلے پر یسُوع کو بتایا گیا کہ "تیری ماں اور تیرے بھائی" تجھے مِلنے کو انتظار کر رہے ہیں۔ وُہ "بِھیڑ کے سبب سے اُس تک پہنچ نہ سکے" تھے۔ خُداوند کا جواب یہ تھا کہ میرے ساتھ حقیقی رِشتہ قُدرتی بندھنوں کا رِشتہ نہیں ہے، بلکہ اِس کا انحصار "خُدا کے کلام" کی فرمانبرداری پر ہے۔ وُہ اُن لوگوں کو اپنے گھرانے کے افراد شُمار کرتا ہے جو کلام کو سُن کر کانپتے، حلیمی کے ساتھ قبول کرتے اور بے چُون وچرا اِس پر عمل کرتے ہیں۔ اُس کے رُوحانی خاندان کو کوئی بِھیڑ اُس سے مُلاقات سے نہیں روک سکتی۔

ل۔ اِبنِ آدم طُوفان کو تھما دیتا ہے ۸: ۲۲-۲۵

۸: ۲۲۔ باب کے باقی حِصّے میں ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند اپنے اِختیار کو عناصرِ قُدرت پر، بَد رُوحوں پر، بیماریوں پر بلکہ مَوت پر بھی اِستعمال کرتا ہے۔ یہ سب اُس کا حُکم مانتے ہیں۔ صِرف اِنسان ہی حُکم عدُولی کرتا ہے۔

گلیل کی جِھیل پر زبردست طُوفان بڑی تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ کشتی رانی نہایت خطرناک ہو جاتی ہے۔ مُمکِن ہے کہ زیرِ نظر طُوفان شیطان کی کارستانی کے باعث آیا ہو کہ اِس طرح وُہ دُنیا کے مُنجّی کو ہلاک کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

۸: ۲۳۔ جس وقت طُوفان آیا یسُوع "سو" رہا تھا۔ اُس کا سونا اُس کی کامل بشریت کی تصدیق کرتا ہے۔ جب یسُوع جاگا تو طُوفان سو گیا۔ یہ حقیقت اُس کی کامل اُلوہیت کی تصدیق کرتی ہے۔

۸: ۲۴۔ شاگردوں کو اپنی حفاظت کی فِکر تھی۔ اُنھوں نے نجات دہندہ کو "جگایا"۔ پُورے سکُون اور اِختیار کے ساتھ اُس نے "ہوا" اور لہروں کو "جھڑکا" تو ایک دَم "اَمن" ہو گیا۔ جو کُچھ اُس نے گلیل کی جِھیل کے ساتھ کیا وُہی کُچھ آج بھی اُس شاگرد کے ساتھ کر سکتا ہے جِس

کی زِندگی تلاطُم اور پریشانی میں گِھری ہُوئی ہے۔

۸:۲۵۔ اُس نے شاگِردوں سے پُوچھا "تمھارا ایمان کہاں گیا؟" اُن کو فِکر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اُن کو ضرُورت نہ تھی کہ اُسے جگاتے۔ "جِس کشتی میں زمین اور آسمان اور سمُندر کا مالک ہو، اُسے کوئی طُوفان غرق نہیں کر سکتا"۔ اگر ہم مسیح کے ساتھ کشتی میں ہیں تو پُورے طور پر محفُوظ اور مامُون ہیں۔

شاگِرد اپنے مالک کی قدُرت کو پُورے طور پر نہیں سمجھتے تھے۔ اُس کے بارے میں اُن کی سمجھ ناقص تھی۔ وُہ "تعجُّب کر کے" کہنے لگے کہ عناصِر قدُرت بھی اُس کا حُکم مانتے ہیں۔ وُہ ہم سے کِسی طرح بھی مُختلِف نہ تھے۔ زِندگی کے طوفانوں میں ہم اکثر نااُمید اور مایُوس ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جب خُداوند ہماری مدد کو آتا ہے، تو ہم اُس کی قدُرت دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ تعجُّب کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے پہلے اُس پر زیادہ بھروسا کیوں نہ کِیا۔

م۔ گراسینی آدمی بدرُوحوں کے قبضے سے نجات پاتا ہے

۸:۲۶-۳۹

۸:۲۶-۲۷۔ جب یسوؔع اور اُس کے شاگِرد ساحِل پر پُہنچے تو وُہ "گراسینیوں کے علاقہ میں" تھے۔ وہاں اُن کو "ایک مرد" مِلا جِس میں "بدرُوحیں" تھیں۔ متّی کے بیان کے مُطابِق ایسے دو آدمی تھے جبکہ مرقُس اور لُوقا ایک ہی آدمی کا ذِکر کرتے ہیں۔ بیان میں اِس فرق کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ دراصل یہ دو مختلِف واقعات ہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مُصنِّف دُوسرے کی نسبت اُسی واقعے کو زیادہ تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ جِس خاص واقعے کا ذِکر یہاں ہے، اُس میں آسیب زدہ آدمی نے اپنے "کپڑے" بھی اُتار پھینکے تھے۔ وُہ لوگوں سے دُور رہتا، اُن سے میل ملاقات ناپسند کرتا اور "قبروں" میں رہتا تھا۔

۸:۲۸-۲۹۔ "وُہ یسوؔع کو دیکھ کر" اُس کی مِنّت کرنے لگا کہ مجھ سے کُچھ واسطہ نہ رکھ۔ بے شک یہ "ناپاک رُوح" تھی جو اُس قابِلِ رحم آدمی میں سے بول رہی تھی۔ اُن بدرُوحوں کا اُس پر محض اثر نہیں تھا بلکہ اُنہوں نے اُس پر قبضہ کِیا ہُوا

تھا۔ بدرُوحیں فوق الفِطرت ہستیاں ہیں۔ وُہ حقیقی وجُود رکھتی ہیں۔ جس شخص میں وُہ رہتی ہیں، اُس کے خیالات، اُس کی سوچ، اُس کی بول چال، اُس کی عادات اور اُس کے کِردار کو اپنے قابُو میں کر لیتی ہیں۔ یہی حال اُس آدمی کا بھی تھا۔ بدرُوحوں نے اُسے نہایت تُندمزاج اور بے لگام بنا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ جب اُسے دَورہ پڑتا تھا تو اُن "زنجیروں" کو جن سے اُسے باندھا جاتا تھا "توڑ ڈالتا" تھا۔ نیز وُہ "بیابانوں" یعنی ویران اور سنسان مقامات میں بھاگتا پھرتا تھا۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں کیونکہ اُس میں اِتنی بدرُوحیں تھیں جو کوئی ۲ دو ہزار سُؤروں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھیں (مرقس ۵: ۱۳)۔

۸: ۳۰-۳۱ - چونکہ اُس آدمی میں بدرُوحوں کا لشکر تھا اِس لئے اُس نے اپنا نام "لشکر" بتایا۔ یہ بدرُوحیں یسوؔع کو پہچانتی تھیں کہ یہ خُدا تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ وُہ یہ بھی جانتی تھیں کہ ہمارا حشر اٹل ہے، اور کہ یہی ہستی ہمارا حشر کر دے گی۔ اِس لئے اُنہوں نے اِلتجا کی کہ ہماری سزا ملتوی کر دی جائے اور درخواست کی کہ ہمیں ابھی "اتھاہ گڑھے میں جانے کا حُکم نہ دے"۔

۸: ۳۲-۳۳ - اُنہوں نے اِجازت چاہی کہ جب اِس آدمی میں سے نِکل جائیں تو "سؤروں" کے "غول" میں چلی جائیں جو نزدیک ہی ایک "پہاڑ" پر چَر رہا تھا۔ اُن کو یہ اِجازت مِل گئی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ سارا غول ڈھلان پر سے "جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور ڈُوب مرا"۔ خُداوند پر اکثر نُکتہ چینی کی جاتی ہے کہ اُس نے کسی دُوسرے کے مال کا نقصان کر دیا۔ لیکن اگر سُؤر پالنے والے یہُودی تھے تو وُہ ایک ناپاک اور غیر قانُونی کاروبار کر رہے تھے۔ تاہم وُہ یہُودی تھے یا غیر یہُودی، اُنہیں ۲ دو ہزار سُؤروں کی نسبت ایک اِنسان کی جان کو زیادہ قیمتی جاننا چاہئے تھا۔

۸: ۳۴-۳۹ - یہ خبر بہُت جلد پُورے عِلاقے میں پھیل گئی۔ ہجُوم جمع ہو گیا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ جس آدمی میں پہلے بدرُوحیں تھیں وُہ بالکُل تندرُست ہو چُکا ہے۔ وُہ پُورے ہوش و حواس کے ساتھ شائستگی سے بیٹھا ہے۔ "گراسینی" اِتنے پریشان ہو گئے کہ یسوؔع سے "درخواست" کرنے لگے کہ ہمارے علاقے سے "چلا جا"۔ اُن کو مُنجّی کی نِسبت اپنے سُؤروں کی زیادہ فِکر تھی۔ اپنی رُوحوں کی بجائے سُؤروں کا زیادہ خیال تھا۔ ڈاربؔی کہتا ہے کہ:

"دُنیا اپنی آسائش کی خاطر یسوؔع سے درخواست کرتی ہے کہ ہمارے پاس سے

چلا جا۔ دُنیا کو بدرُوحوں کے لشکر سے پریشانی نہیں ہوتی لیکن خُدا کی قدرت کی مَوجُودگی سے حیران و پریشان ہو جاتی ہے۔ یسُوع چلا جاتا ہے۔ لیکن جس آدمی نے شِفا پائی تھی، وُہ اُس کے ساتھ جانا چاہتا ہے، مگر خُداوند اُسے واپس بھیج دیتا ہے تاکہ وُہ اُس فضل اور قدرت کی گواہی دے جس کا اُسے تجربہ ہُوا تھا"۔

بعد میں یسُوع دکپلس گیا تو بِھیڑ نے اُسے بڑی خُوشی سے قبُول کیا (مرقس ۷: ۳۱-۳۷)۔ کیا یہ اُس آدمی کی گواہی کا نتیجہ تھا جس نے بدرُوحوں سے رہائی پائی تھی؟

ن۔ لاعلاجوں کو شِفا بخشنا اور مُردوں کو زِندہ کرنا

۸: ۴۰-۵۶

۸: ۴۰-۴۲۔ "یسُوع" پھر گلیل کی جھیل کے پار مغربی ساحل پر گیا۔ یہاں ایک اور بِھیڑ "اُس کی راہ تک" رہی تھی۔ "عبادت خانے کا سردار" "یائِر" اُسے دیکھنے کا خاص آرزُومند تھا کیونکہ "اُس کی اکلوتی بیٹی جو قریباً بارہ ۱۲ برس کی تھی مرنے کو تھی"۔ یائِر نے یسُوع کی "مِنّت کی" کہ جلدی میرے ساتھ چل۔ لیکن بِھیڑ اِتنی زیادہ تھی کہ چلنا مُشکل ہو گیا تھا اور "لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے"۔

۸: ۴۳۔ بِھیڑ میں ایک "عورت" تھی۔ اُسے "بارہ ۱۲ برس سے خُون جاری تھا"۔ وُہ نااُمید ہو چُکی تھی اور اب یسُوع سے مِلنے کو بےقرار تھی۔ لیکن اپنے اندر حوصلہ نہیں پاتی تھی۔ لُوقا طبیب تسلیم کرتا ہے کہ وُہ اپنی زِندگی بھر کی جمع پُونجی اور "مال حکیموں پر خرچ کر چُکی تھی"۔ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہُوا تھا۔ (مرقس اِس بات کا اِضافہ کرتا ہے کہ اُس کی صحت پہلے سے بھی خراب ہو گئی تھی)۔

۸: ۴۴-۴۵۔ اُس کو احساس ہو گیا تھا کہ یسُوع میں مُجھے شِفا بخشنے کی قدرت ہے۔ چنانچہ وُہ بِھیڑ میں سے راستہ بناتی ہُوئی یسُوع تک جا پہنچی اور جُھک کر "اُس کی پوشاک کا کنارہ چُھوُ" لیا۔ یہ کنارہ وُہ جھالر تھی جو یہُودیوں کے چوغوں کے کنارے پر لگی ہوتی تھی (گنتی ۱۵: ۳۸، ۳۹؛ اِستِثنا ۲۲: ۱۲)۔ ایک دم "اُس کا خُون بہنا بند ہو گیا" اور اُس نے پُوری پُوری شِفا پائی۔ اُس نے کوشش کی کہ چُپکے سے واپس چلی جائے۔

مگر یسوؔع کے ایک سُوال نے اُس کے یُوں چلے جانے کی راہیں بند کر دیں۔ یسوؔع نے پُوچھا کہ "وُہ کون ہے جس نے مُجھے چھُوا؟" "پطرؔس" اور دُوسرے شاگِرد سوچتے تھے کہ یہ کیسا سُوال ہے۔ کیونکہ لوگ چاروں طرف سے اُس پر گرے پڑتے تھے، دھکم دھکا ہو رہا تھا، ہر قسم کے لوگ اُسے چھُو رہے تھے!

۸: ۴۶۔ "مگر یسوؔع" نے اُس چھُونے کو پہچان لِیا تھا جو فرق قسم کا تھا۔ یسوؔع نے جان لِیا تھا کہ اِیمان نے مُجھے "چھُوا" ہے اور مُجھ سے "قُوّت" نِکلی ہے۔ یعنی عَورت کو شِفا دینے کے لئے۔ یہ تو نہیں کہ وُہ پہلے سے ذرا کم قادر ہو گیا تھا بات صِرف یہ تھی کہ شِفا دینے میں کُچھ خرچ ہوتا ہے اور اُس وقت خرچ ہُوا تھا۔

۸: ۴۷- ۴۸ - "عَورت ... کانپتی ہُوئی" اُس کے سامنے حاضر ہو گئی اور بڑی مَعذرت کے ساتھ "بیان کیا" کہ اُس نے اُسے "کِس سبب سے چھُوا" ہے۔ یہ شُکر گزاری سے بھر پُور گواہی تھی۔ اُس نے علانیہ اقرار کِیا تو یسوؔع نے بھی سارے لوگوں کے سامنے اُس کے "اِیمان" کی تعریف کی اور اُس کے لئے اِطمینان اور تسلّی کا اعلان کِیا۔ ناممُکِن ہے کہ کوئی شخص اِیمان سے اُسے چھُوئے اور یسوؔع کو پتہ نہ لگے اور وُہ شخص برکت نہ پائے۔ جو شخص بھی اُس کا علانیہ اقرار کرتا ہے، خُداوند اُس کو تقوِیّت دیتا اور نجات کا یقین عطا کرتا ہے۔

۸: ۴۹ - اُس عَورت کو شِفا دینے کے واقعہ سے یسوؔع کو آگے بڑھنے میں شاید زیادہ تاخیر نہیں ہُوئی لیکن اِتنی ہی دیر میں یائؔیر کے گھر سے ایک شخص یہ خبر لے کر آ پُہنچا کہ اُس کی "بیٹی مَر گئی" ہے اور اب اُستاد کی خِدمات کی ضرُورت نہیں رہی۔ اُن میں اِتنا اِیمان تو تھا کہ یسوؔع شِفا دے سکتا ہے مگر اِس قدر اِیمان نہیں تھا کہ وُہ مُردے کو بھی زِندہ کر سکتا ہے۔

۸: ۵۰ - مگر "یسوؔع" کو اِتنی آسانی سے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اُس نے بڑی تسلّی، حَوصلہ افزائی اور اُمید بھرے الفاظ میں "جواب دِیا کہ خَوف نہ کر فقط اِعتقاد رکھ۔ وُہ بچ جائے گی"۔

۸: ۵۱- ۵۳ - جُونہی وُہ یائؔیر کے گھر پُہنچا اُس نے "پطرؔس اور یُوحنّاؔ اور یعقُوبؔ اور لڑکی کے ماں باپ کو" ساتھ لِیا اور اُس کمرے میں گیا جہاں بچّی تھی۔ سارے لوگ

ماتم کر رہے تھے۔ یسوؔع نے اُن سے کہا کہ "رو نہیں۔ وُہ مَر نہیں گئی بلکہ سوئی ہے"۔ یہ سُن کر وُہ اُس کا مذاق اُڑانے لگے کیونکہ اُن کو پُورا یقین تھا کہ "وُہ مَر گئی ہے"۔

کیا وُہ مر چُکی تھی یا گہری نیند میں تھی جیسے کوئی مریض کوما یعنی بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے؟ اکثر مُفسّرین کہتے ہیں کہ وُہ مَر چُکی تھی۔ وُہ لعؔزر کا حوالہ دیتے ہیں کہ یسوؔع نے اُس کے لئے بھی کہا تھا کہ وُہ سو گیا ہے جبکہ اُس کا مطلب تھا کہ مَر گیا ہے۔ سر رابرٹ اینڈرؔسن کا خیال ہے کہ لڑکی حقیقت میں مَری نہیں تھی۔ وُہ اپنی رائے کے حق میں یہ دلائل دیتا ہے:

۱۔ یسوؔع نے کہا تھا کہ لڑکی "بچ جائے گی"۔ اور جو لفظ اِستعمال کیا وُہی ہے جو آیت ۴۸ میں بھی اِستعمال ہُوا ہے اور اِس کا مطلب شفا پانا ہے، مُردوں میں سے زندہ ہونا نہیں۔ نئے عہدنامے میں یہ لفظ کہیں بھی مُردوں میں سے زندہ کرنے کے معنوں میں اِستعمال نہیں ہُوا۔

۲۔ لعؔزر کے واقعہ میں سونے کے لئے یسوؔع نے فرق لفظ اِستعمال کیا تھا۔

۳۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وُہ مَر گئی ہے۔ مگر یسوؔع اِس بات سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا تھا کہ مَیں نے اُسے زِندہ کیا ہے جبکہ وُہ جانتا تھا کہ سو رہی ہے۔

اینڈرؔسن کہتا ہے کہ مُعاملہ صِرف اِتنا ہے کہ ہم کِس کی بات کا یقین کرنا چاہتے ہیں۔ یسوؔع نے کہا کہ وُہ سوتی ہے جبکہ لوگوں کا خیال تھا کہ مَر چُکی ہے۔

۸: ۵۴-۵۶۔ کُچھ بھی ہو یسوؔع نے اُس لڑکی سے کہا "اے لڑکی اُٹھ"۔ وُہ فوراً اُٹھ بیٹھی۔ یسوؔع نے اُسے اُس کے والدین کے سپُرد کیا اور اُن سے کہا کہ اِس مُعجزے کی تشہیر نہ کریں۔ اُسے شہرت اور ناموری، لوگوں کے وقتی جوش و خروش اور فضول تجسّس سے کوئی دِلچسپی نہ تھی۔

س۔ اِبنِ آدم شاگردوں کو بشارتی دَورے پر بھیجتا ہے

۹: ۱-۱۱

۹: ۱-۲۔ یہ متّی ۱۰: ۱-۱۵ میں درج واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے جہاں یسوؔع

نے "بارہ"۱۲ شاگردوں کو بشارت کے لئے بھیجا تھا۔ مگر کچھ قابلِ غور فرق بھی ہیں، مثلاً متّی کے مُطابق شاگردوں سے کہا گیا تھا کہ صرف یہودیوں کے پاس جائیں اور "بیماریوں کو دُور کرنے" کے ساتھ ساتھ مُردوں کو بھی زندہ کریں۔ لُوقا نے اِختصار سے کام لیا ہے۔ اِس اِختصار کی کوئی وجہ ضرور ہے۔ لیکن ہم اِس وجہ کو نہیں جانتے۔ خُداوند نہ صرف خُود مُعجزے کرنے کی قدرت اور اِختیار رکھتا تھا بلکہ یہ "قُدرت اور اختیار" دُوسروں کو بھی عطا کرتا تھا۔ "قُدرت" کا مطلب ہے طاقت یا لیاقت اور "اختیار" کا مطلب ہے اِسے اِستعمال کرنے کا حق۔ شاگردوں کے پیغام کی تصدیق نِشانوں اور عجیب کاموں سے ہوتی تھی (عبرانیوں ۲: ۳، ۴)۔ خصُوصاً اِس وجہ سے کہ اُس وقت تک پُوری بائبل مُقدّس تحریری شکل میں مَوجُود نہ تھی۔ خُدا مُعجزانہ طور سے شِفا دے سکتا ہے۔ لیکن سُوال یہ ہے کہ کیا آج بھی انجیل کی منادی کے ساتھ ساتھ مُعجزات کا ہونا ضرُوری ہے۔

۹: ۳-۵۔ اب شاگردوں کے لئے موقع تھا کہ اُن اُصُولوں کو عملی طور سے اِستعمال کریں جو یسوع نے اُن کو سِکھائے تھے۔ اُن کو اپنی مادی ضرُوریات کی فراہمی کے لئے اُس پر بھروسا کرنا تھا — نہ جھولی (بٹوا)، نہ خوراک اور نہ "روپیہ" پیسہ ساتھ لے جانا تھا — نہایت سادگی سے گزربسر کرنی تھی — "نہ لاٹھی ... نہ دو۲ دو۲ کُرتے" — اور جو "گھر" اُن کو پہلے خُوش آمدید کہے اُسی میں "رہنا" تھا — زیادہ آرام دِہ جگہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نہیں پھرنا تھا۔ اگر کچھ لوگ اُن کے پیغام کو رَدّ کریں تو دباؤ نہیں ڈالنا تھا۔ نہ وہاں اپنے قیام کو طُول دینا تھا بلکہ اُن کو ہدایت کی گئی "کہ اُس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دینا تاکہ اُن پر گواہی ہو۔"

۹: ۶۔ شاگرد غالباً گلیل کے "گاؤں گاؤں" اِنجیل کی "خوشخبری" سُنانے اور شفا دیتے پھرے۔ یہ ذِکر کرنا ضرُوری ہے کہ اُن کا پیغام "بادشاہی" کے بارے میں تھا کہ خُدا کی بادشاہی تمہارے درمیان آ گئی ہے اور کہ خُدا چاہتا ہے کہ تائب لوگوں پر حکُومت کرے۔

۹: ۷۔ اُن دِنوں "ہیرودیس" اِنتپاس گلیل اور پیریہ میں "چوتھائی مُلک کا حاکم" تھا۔ یعنی وہ اپنے باپ ہیرودیس اعظم کی مملکت کے ایک چوتھائی حِصّے پر حُکمران تھا۔ اُس تک بھی بات پُہنچی کہ تیرے علاقے میں ایک شخص بڑی قُدرت والے مُعجزے

دِکھاتا ہے۔ ایک دم اُس کے ذِہن میں سُوال اُبھرنے لگے۔ "یُوحنّا" بپتِسمہ دینے والے کی یاد اُسے اَب بھی پریشان کرتی تھی۔ ہیرودیس نے اُس کا سر اُڑا کر اُس کی نِڈر آواز کو خاموش کر دیا تھا۔ مگر اُس کی زِندگی کی قُدرت ابھی تک ہیرودیس کا پیچھا کر رہی تھی۔ کَون سی ہستی تھی جو ہیرودیس کو مُسلسل یُوحنّا کی یاد دِلاتی رہتی تھی؟ "بعض (لوگ) کہتے تھے کہ یُوحنّا مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے"

۹:۸، ۹۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ "ایلیّاہ" ہے یا پُرانے عہدنامے کے "نبیوں میں سے کوئی" ایک ہے۔ ہیرودیس اپنی فِکر اور تشویش کو دُور کرنے کے لئے سب کو یاد دلاتا تھا کہ مَیں نے بپتِسمہ دینے والے کا تو "سر کٹوا دیا" تھا۔ مگر اُس کی تشویش دُور نہیں ہوتی تھی۔ آخر یہ شخص "ہے کون؟" ہیرودیس اُسے "دیکھنے کی کوشش کرتا رہا" مگر یہ مُلاقات ہُوئی بھی تو نجات دہندہ کی تصلیب سے صِرف چند گھڑیاں پہلے۔

یہ ہے رُوح سے معمُور زِندگی کی قُوّت! ناصرت کا گُم نام سا بڑھئی، خُداوند یسوع — ہیرودیس اُس سے کبھی مِلا تک نہیں مگر اُس کے نام سے کانپتا ہے۔ جو شخص رُوح سے معمُور ہے اُس کے اثر و نفوذ کو کبھی کم مت جانو!

۹:۱۰۔ "رسُولوں نے لَوٹ کر" براہِ راست خُداوند یسوع کو رپورٹ دی۔ اگر سارے مسیحی کارِندے اِسی پالیسی پر عمل کریں تو بہُت اچھّی بات ہو گی۔ کئی دفعہ کام کی اِشتہار بازی سے باہمی حسد اور تفرقے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ہم شُماریات کے دیوانے بن جاتے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو مرکزی درجہ دینے اور جسمانیت کا باعث بن جاتا ہے۔ ہم رُوحُ القُدس کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ خُداوند یسوع شاگِردوں کو لے کر "بَیت صَیدا" (ماہی گیری کا گھر) کے قریب ایک "ویران جگہ" میں چلا گیا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں دو بیت صیدا تھے۔ ایک گلیل کی جِھیل کے مغرب اور دُوسرا مشرِق کی طرف۔ صحیح جائے وقوع کا عِلم نہیں۔

۹:۱۱۔ اُن کو اُمّید تھی کہ ہم کچھ وقت خاموشی اور سکُون کے ساتھ اِکٹھّے گزاریں گے مگر بہُت جلد یہ اُمّید خاک میں مِل گئی۔ ایک بِھیڑ جمع ہو گئی۔ لوگ ہر وقت بے روک ٹوک خُداوند یسوع تک رسائی حاصِل کر سکتے تھے۔ اُس نے ناگواری کا کبھی اظہار نہ کیا۔ نہ یہ سمجھا کہ لوگ خواہ مخواہ میرے پروگرام میں مداخلت کر رہے ہیں۔ اُس

نے کبھی نہیں کہا کہ مَیں بہُت مصرُوف ہُوں، اب میرے پاس برکت دینے کی فرُصت نہیں۔ بلکہ لِکھا ہے کہ "وُہ خوُشی کے ساتھ اُن سے مِلا"، اُن کو "خُدا کی بادشاہی" کی تعلیم دی اور بیماروں کو شِفا بخشی۔

ع۔ پانچ ہزار کو کھلانا ۹: ۱۲-۱۷

۹: ۱۲۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے تو "۱۲ بارہ" شاگرد پریشان ہونے لگے۔ اِتنے لوگوں کو کھانے کی ضرُورت تھی! ایسی ناقابلِ حل صُورتِ حال!! چنانچہ اُنہوں نے خُداوند سے درخواست کی کہ "بھیڑ کو رُخصت کر دے"۔ اُن کے خیال اور سوچ ہم سے قطعاً مُختلِف نہیں تھے۔ جن مُعاملات کا ہمارے ساتھ تعلق ہو، اُن میں ہم بھی پطرس کی طرح کہنے لگتے ہیں کہ "مجُھے حُکم دے کہ ... تیرے پاس آؤں"۔ لیکن جہاں دُوسروں کی بات ہو تو بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ اِن کو "رُخصت کر" دے۔

۹: ۱۳۔ یسوع اُن کو کھانے پینے کی خاطر آس پاس کے گاؤں میں بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔ شاگِرد کیوں دُور دراز کے عِلاقوں میں جاکر لوگوں کی خِدمت کریں اور اُن کو نظر انداز کر دیں جو اُن کے دروازے پر پڑے ہیں؟ چنانچہ شاگرد ہی اِس بھیڑ کے کھانے پینے کا بندوبست کریں۔ وُہ اِحتجاج کرنے لگے کہ ہمارے پاس تو صرف "پانچ روٹیاں اور ۲ دو مچھلیاں ہیں"۔ وُہ بھُول گئے کہ خُداوند یسوع میں ہمارے پاس لامحدُود وسائل کا سرچشمہ ہے۔

۹: ۱۴-۱۷۔ اُس نے شاگردوں سے صرف اِتنا کہا کہ اُن تقریباً "پانچ ہزار مَردوں" نیز عورتوں اور بچّوں کو بِٹھا دیں۔ پھر اُس نے "برکت بخشی" اور روٹی "توڑ کر اپنے شاگِردوں کو دیتا گیا" اور وُہ لوگوں کو دیتے گئے۔ ہر ایک نے سیر ہو کر روٹی کھائی۔ جب کھا چُکے تو اُس سے کہیں زیادہ خوراک بچ گئی جس سے کھلانے کا آغاز کیا گیا تھا۔ بچے ہُوئے ٹُکڑوں سے "۱۲ بارہ ٹوکریاں" بھر گئیں۔ یعنی ہر شاگرد کے لئے ایک ایک ٹوکری!

یہ واقعہ شاگردوں کے لئے جن کو دُنیا میں منادی کرنے کی ذِمّہ داری سونپی گئی ہے بہُت اہمیّت رکھتا ہے۔ "پانچ ہزار مَرد" بنی نوعِ اِنسان کی نمائندگی

کرتے ہیں جو کھوئے ہُوئے ہیں اور خُدا کی روٹی کے بھُوکے ہیں۔ شاگرد بے بس ایمان داروں کی تصویر پیش کرتے ہیں جن کے پاس وسائل بظاہر محدُود ہیں لیکن جو کچھ اُن کے پاس ہے اُس میں بھی دُوسروں کو شریک کرنے پر آمادہ نہیں۔ خُداوند کا یہ حُکم کہ "تُم ہی اُنہیں کھانے کو دو" ارشادِ اعظم کی یاد دِلاتا ہے۔ سارے واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے اگر ہم یسوع کو دے دیں تو وہ اُسے برکت دے کر رُوحانی طور پر بھُوکی بھیڑ کو سیر کرنے کے لئے کافی بنا دے گا۔

اگر ایمان دار جو کچھ ہیں، اور جو کچھ رکھتے ہیں، وہ مسیح کے سپُرد کر دیں تو اسی پُشت کے دَوران ساری دُنیا انجیل کی مُنادی سے گُونج سکتی ہے۔ یہ ہے مُستقل سبق جو پانچ ہزار کو کھلانے کے مُعجزے سے حاصل ہوتا ہے۔

ف۔ پطرس کا اقرارِ عظیم

۹: ۱۸-۲۲

پانچ ہزار کو کھلانے کے مُعجزے کے بعد یہ بیان درج ہے کہ قیصریہ فلپیّ میں پطرس نے مسیح کا اِقرار کیا۔ یہ بہُت عظیم اِقرار ہے۔ کیا روٹیوں اور مچھلیوں کے مُعجزے نے شاگردوں کی آنکھیں کھول دی تھیں کہ اُنہوں نے خُداوند یسوع کا جلال دیکھا اور جان لیا کہ وہ خُدا کا ممسُوح ہے؟ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ قیصریہ فلپیّ کے اِس واقعہ کے بعد سے مُنجی نے اُن بارہ کو اور قِسم کی تعلیم دینا شرُوع کی۔ اب تک وہ بڑے صَبر سے اُن کی راہنمائی کر رہا تھا کہ وہ اُسے جاننے اور پہچاننے کی منزِل تک پُہنچ جائیں۔ اور یہ بھی جان لیں کہ وہ اُن کے وسیلے سے کیا کُچھ کر سکتا ہے۔ خُداوند نے اَب وہ مقصد حاصِل کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ مُصمّم اِرادے کے ساتھ صلیب کی طرف بڑھنا شرُوع کرتا ہے۔ یسوع "تنہائی" میں دُعا کر رہا تھا۔ یہ کہیں دَرج نہیں کہ اُس نے شاگِردوں کے ساتھ دُعا مانگی۔ وہ اُن کے لئے دُعا مانگتا تھا۔ اُن کے سامنے دُعا مانگتا تھا اور اُس نے اُن کو دُعا مانگنا سِکھایا، لیکن اُس کی اپنی دُعائیہ زندگی اُن سے الگ تھی۔ اور ایک دفعہ اُس نے دُعا مانگنے کے بعد شاگِردوں سے پُوچھا کہ "لوگ مجھے (میری ذات کے بارے میں) کیا کہتے ہیں؟"

۹: ۱۹-۲۰۔ شاگِردوں نے بتایا کہ لوگوں کی رائے میں اِختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تُو "یُوحنّا بپتسمہ دینے والا" ہے۔ کُچھ لوگ تجھے "ایلیاہ" مانتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ پُرانے عہدنامہ کے "نبیوں میں سے کوئی" جی اُٹھا ہے۔ لیکن جب اُس نے شاگردوں سے دریافت کِیا کہ تُم مُجھے کیا کہتے ہو؟ تو "پطرس" نے پُورے اِعتماد کے ساتھ اقرار اور اِعلان کیا کہ تُو "خُدا کا مسیح" (مسیحِ موعُود) ہے۔

قیصریہ فلپیّ کے اِس واقعہ کے بارے میں جیمز سٹوارٹ کا تبصرہ اِتنا عُمدہ ہے کہ ہم اِس کا پُورا اِقتباس پیش کرتے ہیں:

> "پہلے خُداوند نے غیرذاتی سا سُوال کیا کہ "لوگ مُجھے کیا کہتے ہیں؟" اِس سُوال کا جواب دینا مُشکل نہیں تھا کیونکہ ہر جگہ لوگ یسوع کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔ درجنوں باتیں سُننے میں آ رہی تھیں۔ کئی طرح کی افواہیں اور آرا گردِش کر رہی تھیں۔ ہر زُبان پر یسوع کا چرچا تھا۔ لوگ اُس کے بارے میں بڑی بڑی باتیں کہتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ یہ یسوع دراصل یُوحنّا بپتسمہ دینے والا ہے جو مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ بعض کہتے تھے کہ یہ ہمیں ایلیاہ کی یاد دِلاتا ہے۔ بعض کہتے تھے یہ یرمیاہ یا کوئی اَور بڑا نبی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اگرچہ لوگ یسوع کی شناخت کے بارے میں مُتفق الرّائے نہیں تھے لیکن اِس بات پر ضرُور مُتفق تھے کہ وُہ ایک عظیم ہستی ہے۔ اُسے اپنی قوم کے مشاہیر میں شمار کرتے تھے۔
>
> یہ کہنا بجا معلُوم ہوتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دُہرا رہی ہے۔ ایک دفعہ پھر یسوع کا چرچا ہر زبان پر ہے۔ اُس کا ذِکر صرف مسیحی کلیسیاؤں اور مسیحی حلقوں ہی میں نہیں ہوتا۔ اور اُس کے متعلق فتوے بھی طرح طرح کے ہیں۔ کسی کو وُہ شاعر نظر آتا ہے تو کسی کو مردِ حرکت و عمل اور کوئی اُسے صُوفی و عارف قرار دیتا ہے۔ جو لوگ راسخ الاِعتقادی کے قائل نہیں وُہ بھی یسوع کو ہمیشہ کے لئے مُقدّسین کا کامل نمونہ اور اخلاقی قائدین کا سردار قرار دینے میں تامّل نہیں کرتے ...۔ مسیح کے ہمعصر اُسے یُوحنّا، یرمیاہ اور ایلیاہ کہتے تھے، آج کے لوگ بھی مُتفق ہیں کہ ہر زمانے کے مشاہیر اور مُقدّسین میں مسیح ہی اعلیٰ ترین

مقام رکھتا ہے۔

مگر یسوعؔ ایسی شناخت سے مطمئن نہ تھا۔ لوگ اُسے یُوحنّا، ایلیاہ، یرمیاہ کہہ رہے تھے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ وُہ اُس سلسلے کا ایک فرد ہے۔ مطلب یہ ہُؤا کہ اُس کی طرح کی ہستیاں موجُود تھیں۔ اگر وُہ اُن کی صفوں میں اوّل بھی ہو تو بھی مُساویوں میں اوّل ہُؤا۔ لیکن یہ بات تو یقینی ہے کہ نئے عہدنامہ کا مسیح ایسا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لوگ مسیح کے دعوے سے اتفاق کریں یا نہ کریں، لیکن جہاں تک دعویٰ کی حقیقت کا تعلق ہے، اِس میں شک کا شائبہ تک نہیں۔ مسیح ایک ایسی ہستی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جس کا نہ کوئی نظیر ہے، نہ متوازی، نہ مقابل۔ وُہ یکتا و بے ہمتا ہے (ملاحظہ کریں متّی ۱۰: ۳۷؛ ۱۱: ۲۷؛ ۲۴: ۳۵؛ یُوحنّا ۱۰: ۳۰؛ ۱۴: ۶)۔

۹: ۱۱-۲۲۔ پطرسؔ نے ایک تاریخ ساز اقرار اور اعلان کیا۔ اِس پر مسیح نے شاگردوں کو "تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا"۔ وُہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی چیز بھی اُسے صلیب تک پہنچنے سے روکے۔ اِس کے بعد مُنجّی نے اپنا مُستقبلِ قریب بے نقاب کیا۔ ضرور ہے کہ وُہ "دُکھ اُٹھائے"، اسرائیل کے مذہبی لیڈر "اُسے ردّ کریں"۔ ضرور ہے کہ وُہ "قتل" ہو اور "تیسرے دِن (مُردوں میں سے) جی اُٹھے"۔ یہ نہایت متحیّر کُن اعلان تھا۔ یاد رکھیں کہ یہ الفاظ صفحۂ دُنیا کے واحد بے گناہ اور راستباز آدمی نے کہے تھے۔ یہ الفاظ اسرائیل کے حقیقی مسیحِ موعُود نے کہے تھے۔ یہ الفاظ بیان کرتے ہیں کہ خُدا کی مرضی کو پُورا کرنے والی زندگی، فرمانبردار زندگی، کامل زندگی کو کسی نہ کسی صُورت میں دُکھ سہنا، ردّ ہونا اور موت میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور پھر وُہ ایسی زندگی میں جی اُٹھتی ہے جس میں موت نہیں ہے۔ یہ وُہ زندگی ہے جو دُوسروں کے لئے اُنڈیلی جاتی ہے۔

بے شک یہ باتیں اُس تصوّر کے بالکل برعکس تھیں جو مسیحِ موعُود کے کردار کے بارے میں عام لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ لوگ تلوار کے دھنی اور دُشمن کو نیست و نابُود کرنے والے لیڈر کی راہ دیکھ رہے تھے۔ شاگردوں کو سخت دھچکا لگا ہوگا۔ لیکن جیسا کہ اُنھوں نے

اِقرار کیا تھا یسُوع واقعی خُدا کا مسیح تھا، تو پھر اُن کے لئے بے حَوصلہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اگر وُہ خُدا کا ممسُوح ہے، تو اپنے مقصد میں کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ اُس پر یا اُن پر کُچھ بھی بِیت جائے، فتح یقینی ہے۔ فتح اور دعوے کا سچّا ثابت ہونا اٹل ہے۔

ص۔ صلیب اُٹھانے کی دَعوت ۹: ۲۳-۲۷

۹: ۲۳- اپنے مُستقبل کا خاکہ پیش کرنے کے بعد خُداوند نے شاگِردوں کو اپنے "پیچھے" آنے کی دعوت دی۔ اور اُس کے پیچھے آنے کا مطلب ہے اَپنے آپ (خُودی) کا اِنکار کرنا اور اپنی "صلیب" اُٹھانا۔ اپنی "خُودی" سے اِنکار کرنے کا مَطلب ہے اپنے منصُوبے بنانے اور اپنی مرضی کرنے کے حق سے دستبردار ہوجانا اور زِندگی کے ہر شُعبہ میں اُس کی خُداوندیت کو تسلیم کرنا۔ اور "صلیب اُٹھانے" کا مطلب ہے دانِستہ وُہ زِندگی اِختیار کرنا جو اُس نے بَسر کی تھی۔ اِس میں یہ باتیں شامِل ہیں :

—— اپنے عزِیزوں کی مخالفت۔

—— دُنیا کے طعنے اور ملامت۔

—— اپنے خاندان، گھر، زمینوں اور زِندگی کی آسائشوں کو ترک کرنا۔

—— خُدا پر پُورا توکّل کرنا۔

—— رُوحُ القُدس کی ہدایات کی فرمانبرداری۔

—— ایک ایسا پیغام دینا جسے دُنیا ناپسند کرتی ہے۔

—— تنہائی کی راہ پر چلنا۔

—— مُسلّمہ مذہبی لیڈروں کے مُنظّم حملے۔

—— راستبازی کی خاطر دُکھ سہنا۔

—— بَدنامی اور شرمندگی۔

—— زِندگی دُوسروں کے واسطے اُنڈیل دینا۔

—— اپنے اور دُنیا کے اعتبار سے مَر جانا۔

مگر اِس میں اُس زِندگی کو پا لینا بھی شامِل ہے جو حقیقی زِندگی ہے۔ اِس کا مطلب ہے بالآخر اپنے وجُود کے مقصد کو پا لینا۔ اور اِس کا مطلب ہے اَبدی اَجر۔ ہم جبلّی طور

پر صلیب اُٹھانے کی زِندگی سے ہچکچاتے ہیں۔ ہمارے ذہن قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ہمارے لئے خُدا کی مرضی یہی ہے۔ مگر مسیح کے لفظ "اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے" ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ہر ایک کے لئے ضرُوری ہے۔ کِسی کو مُستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

۹:۲۴۔ فِطری رُجحان تو یہ ہے کہ ہم خُود غرضانہ، پُر لطافت اور روزمرّہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے وسیلے سے اپنی زِندگیوں کو محفوظ کریں اور بچائے رکھیں۔ ہم آرام و آسائش، امن و سکون اور عیش و عشرت کے بھُوکے ہیں۔ ہم حال میں زِندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم اپنی بہترین صلاحیّتوں کو دُنیا کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں تاکہ بدلے میں چند برسوں کا فرضی تحفّظ حاصِل کر سکیں۔ لیکن اِسی عمل سے ہم اپنی جانوں کو "کھو" بیٹھتے ہیں، یعنی "جان" کے حقیقی مقصد کو کھو دیتے ہیں اور اُس حقیقی رُوحانی مسرت و شادمانی سے محرُوم رہ جاتے ہیں جو جان یعنی زِندگی کا حِصّہ ہونی چاہئے۔ جبکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی زِندگیوں کو مُنجّی کی خاطر نثار کر دیں۔ اگر ہم اپنی خود غرضانہ خواہشات کو ترک کر دیں تو لوگ ہمیں احمق ضرُور سمجھیں گے۔ اگر ہم پہلے خُدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کریں اور خود کو پُورے طور پر خُدا کے سپُرد کر دیں تو لوگ ہمیں دیوانہ قرار دیں گے۔ مگر دُنیا سے دستبرداری کی یہ زِندگی ہی حقیقی اور سچّی زِندگی ہے۔ اِس میں وہ خُوشی، وہ پاک بے فِکری اور ایسا باطنی اِطمینان اور تسلّی مِلتی ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

۹:۲۵۔ بارہ ۱۲ شاگِردوں سے باتیں کرتے ہُوئے مُنجّی کو احساس ہُوا کہ دَولت کی آرزُو کامِل سپُردگی کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا کہ "فرض کرو کہ تُم "ساری دُنیا" کا سونا اور چاندی اپنے گھروں میں بھر لو ـــ زِندگی کی تمام آسائشیں تمہیں مُیسّر ہوں ـــ اور فرض کرو کہ یہ سب کُچھ حاصِل کرنے کی بے دریغ کوششوں میں تُم زِندگی کے اصل مقصد سے محرُوم رہ جاؤ تو تُم کو کیا فائدہ حاصِل ہوگا؟ چند روز یہ چیزیں تمہارے پاس رہیں گی۔ پھر تُم اِن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چل بسو گے۔ کیا یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے کہ تُم اپنی اِس مختصر سی زِندگی کو اِن مٹّی کے کِھلونوں کے عِوض بیچ ڈالو؟"

۹:۲۶۔ مسیح کی راہ میں کامل طور سے چلنے کی ایک اور رکاوٹ بے عِزّتی کا خوف ہے۔ کیسی غیر معقول اور بے تُکی بات ہے کہ مخلُوق اپنے خالق سے اور گنہگار اپنے نجات

دہندہ سے "شرم" محسُوس کرے۔ مگر اِس سلسلے میں ہم میں سے کَون بے الزام ہے؟ خُداوند جانتا ہے کہ احساسِ شرم کا کِتنا اِمکان ہے۔ چنانچہ اُس نے بڑی سنجیدگی سے ہمیں اِس کے بارے میں خبردار کیا۔ اگر ہم صِرف نام کے "مسیحی" بن کر، اگر ہم عام لوگوں سے موافقت پَیدا کر کے اِس شرمندگی سے بچتے ہیں تو "ابنِ آدم بھی جب اپنے" جَلال میں اور "اپنے باپ کے" جَلال میں اور اپنے "پاک فرشتوں کے جلال میں آئے گا" تو ہم سے "شرمائے گا"۔ یسوع اپنی دُوسری آمد کے موقع پر اپنے سہ گُونا جلال پر خاص زور دیتا ہے۔ وُہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اِس وقت ہم اُس کی خاطر جو شرمندگی یا ملامت برداشت کریں گے، اُس وقت کے جلال کے سامنے بالکل ہیچ اور ناچیز ہوگی۔

۹: ۲۷۔ خُداوند کے جَلال کا بیان اُن باتوں کیلئے ایک کڑی ہے جو آگے بیان ہُوئی ہیں۔ اب خُداوند پیشین گوئی کرتا ہے کہ جو شاگرد "یہاں کھڑے ہیں" اُن میں سے "بعض" "جب تک خُدا کی بادشاہی کو دیکھ نہ لیں مَوت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔ یہ اَلفاظ آیات ۲۸-۳۶ میں پُورے ہُوئے جب پہاڑ پر اُن کے سامنے اُس کی صُورت بدل کر جلالی ہوگئی۔ یہ شاگرد پطرس، یعقوب اور یُوحنا تھے۔ پہاڑ پر اُن کو اُس حالت کی جھلک دِکھائی گئی جو اُس وقت ہوگی جب خُداوند یسوع دُنیا میں اپنی بادشاہی قائم کرے گا۔ پطرس اپنے دُوسرے خط میں اِس حقیقت کا بیان یُوں کرتا ہے:

> "جب ہم نے تمہیں اپنے خُداوند یسوع مسیح کی قدرت اور آمد سے واقف کیا تھا تو دغا بازی کی گھڑی ہُوئی کہانیوں کی پَیروی نہیں کی تھی بلکہ خُود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا کہ اُس نے خدا باپ سے اُس وقت عزّت اور جلال پایا جب اُس افضل جَلال میں سے اُسے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خُوش ہُوں۔ اور جب ہم اُس کے ساتھ مُقدّس پہاڑ پر تھے تو آسمان سے یہی آواز آتی سُنی" (۲۔ پطرس ۱: ۱۶-۱۸)۔

اِس حِصّے میں خُداوند یسوع کی تعلیم کے تسلسُل پر غور کریں۔ ابھی ابھی اُس نے بتایا تھا کہ مجھے رَدّ کیا جائے گا، مَیں دُکھ اُٹھاؤں گا اور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اُس نے شاگردوں سے کہا کہ خُود اِنکاری، دُکھ اُٹھانے اور قُربانی و اِیثار کی زِندگی بسر کریں۔ اور اَب کہتا ہے کہ "بس اِتنا یاد رکھو کہ میرے ساتھ دُکھ اُٹھاؤ گے تو

میرے ساتھ بادشاہی بھی کرو گے ۔ صلیب سے آگے جلال ہے ۔ اور اجر اُس قیمت سے کہیں بڑا ہے جو تم ادا کرو گے ۔"

ق ۔ اِبنِ آدم کی صُورت کا بدل جانا ۹ : ۲۸-۳۶

۹ : ۲۸-۲۹ ۔ "اِن باتوں کے کوئی آٹھ روز بعد" یسوع شاگردوں میں سے "پطرس اور یعقوب اور یُوحنا کو ہمراہ لے کر دُعا مانگنے کو پہاڑ پر گیا" ۔ اِس "پہاڑ" کے محلِ وقوع کا علم نہیں ۔ مگر عام خیال ہے کہ بُلند اور برفانی چوٹی والا کوہِ حرمون ہی ہے ۔ خُداوند دُعا مانگ رہا تھا کہ اُس کی ظاہری "صُورت" بدل گئی ۔ یہاں ایک دِل موہ لینے والا راز ہے کہ دُعا جن چیزوں کو بدل دیتی ہے، اُن میں اِنسان کا چہرہ مُہرہ بھی شامل ہے، "اُس کا چہرہ" نُورانی ہو کر چمکنے لگا اور "اُس کی پوشاک" برف سی "سفید بُراق ہو گئی" ۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا، یہ اُس جلال کی ایک جھلک تھی جو اُس کی دُوسری آمد پر ظاہر کیا جائے گا ۔ جب تک خُداوند اِس دُنیا میں تھا اُس کے جلال پر اکثر اُس گوشت پوست کے بدن کے باعث پردہ پڑا رہتا تھا ۔ اِس دُنیا میں وُہ پست حال، ایک خادِم بلکہ غُلام کی صُورت میں رہا ۔ لیکن ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران اُس کا جلال پُورے طور پر ظاہر کیا جائے گا، اور تمام بنی نوعِ اِنسان اُس کی عظمت اور بُزرگی اور جلال اور شان و شوکت کو دیکھیں گے ۔

پروفیسر ڈبلیو ۔ ایچ راجرز نے کیا خُوب کہا ہے کہ

> "خُداوند کی صُورت بدل جانے کے واقعے میں ہمیں ہر وُہ چیز مُختصر طور پر نظر آتی ہے جس کا پُورا اِظہار مُستقبل کی بادشاہی میں ہو گا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند پست حالی کے چیتھڑوں میں نہیں بلکہ جلال سے ملبّس ہے ۔ ہم مُوسیٰ کو جلالی حالت میں دیکھتے ہیں جو اُن لوگوں کا نمائندہ ہے جنہوں نے نئی پیدائش حاصل کی ہے اور موت میں سے گُزر کر بادشاہی میں داخل ہو گئے ہیں ۔ ہم ایلیاہ کو جلالی حالت میں دیکھتے ہیں جو اُن لوگوں کا نمائندہ ہے جن کا فدیہ دِیا گیا اور جو زِندہ آسمان پر اُٹھائے جا کر بادشاہی میں داخل ہو گئے ہیں ۔ وہاں تین شاگرد،

پطرس، یعقوب اور یُوحنّا کھڑے ہیں جن کو تا حال جلال نہیں بخشا گیا۔ وُہ اِسرائیل کے نمائندہ ہیں جو ہزار سالہ بادشاہت کے دَوران جسمانی حالت میں ہوگا۔ پھر پہاڑ کے دامن میں بِھیڑ ہے جو اُن قوموں کی نمائندہ ہے جن کو اِفتتاح کے بعد بادشاہی میں شامل کیا جائے گا۔"

۹: ۳۰- ۳۱- "مُوسیٰ اور ایلیاہ" اِس موقع پر یسوع کے ساتھ "اُس کے اِنتقال" (لفظی ترجمہ خرُوج) کے بارے میں "باتیں کر رہے تھے" "جو یروشلیم میں واقع ہونے کو تھا"۔ غور کریں کہ یہاں اُس کی مَوت کا بیان ایک "تکمیل شُدہ کام" کے طور پر کِیا گیا ہے۔ اور یہ بھی غور کریں کہ مَوت محض ایک "اِنتقال" یا "خرُوج" ہے۔ وجُود کا فنا یا نیست ہو جانا نہیں بلکہ ایک جگہ سے دُوسری جگہ چلے جانا ہے۔

۹: ۳۲- ۳۳- جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو شاگردوں پر نیند کا غلبہ تھا۔ بِشپ رائیل کہتا ہے کہ:

> "غور کریں کہ جو شاگرد یہاں جَلال کے بے نقاب کئے جانے کے موقع پر سو رہے ہیں، وُہ گتسمنی میں یسوع کے اِنتہائی دُکھ کے موقع پر بھی سو رہے تھے۔ ضرُور ہے کہ جسم اور گوشت تبدیل ہوں۔ تب ہی آسمان میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے کمزور اور لاغر جسم نہ تو مُصیبت کے وقت مسیح کے ساتھ ہوشیار اور چوکنّے رہ سکتے ہیں نہ جَلال پانے کے وقت اُس کے ساتھ جاگ سکتے ہیں۔ آسمان سے لُطف اندوز ہونے سے پہلے ضرور ہے کہ ہماری جسمانی ماہیّت بالکل بدل جائے۔"

"جب اچھّی طرح بیدار ہُوئے تو" اُنہوں نے "مسیح" کے جَلال" کی بے بیان چمک دمک کو "دیکھا"۔ "پطرس" نے چاہا کہ اِس موقع کی پاکیزہ حالت قائم اور محفوظ رہے۔ چنانچہ اُس نے رائے پیش کی کہ وہاں "تین ڈیرے" بنائے جائیں۔ "ایک" مسیح کی شان میں، دُوسرا "مُوسیٰ" کی عزّت افزائی کے لئے اور تیسرا "ایلیاہ" کی تعظیم کے لئے۔ لیکن اُس کا یہ خیال ہوش پر نہیں صِرف جوش پر مبنی تھا۔

۹: ۳۴- ۳۶- جس "بادل" نے اُن کو گھیر رکھا تھا، اُس میں سے خدا کی

آواز آئی کہ "یہ میرا برگزیدہ بیٹا ہے۔ اِس کی سُنو" یعنی اِس کی مانو، فرماں برداری کرو۔ اِس کے ساتھ ہی مُوسیٰ اور ایلیاہ غائب ہو گئے اور یسوع وہاں "اکیلا" کھڑا تھا۔ خُدا کی بادشاہی میں بھی ایسا ہی ہو گا۔ مسیح کو ہر بات میں فوقیت حاصِل ہو گی۔ وُہ اپنے جلال میں کِسی کو شریک نہیں کرے گا۔

شاگِردوں پر اِس واقعہ کا ایسا رُعب چھا گیا تھا کہ اُنہوں نے کِسی سے ذِکر تک نہ کیا۔

ر۔ ایک لڑکے کو بدرُوح سے آزاد کیا جاتا ہے

۹: ۳۷-۴۳ لو

۹: ۳۷-۳۹۔ "دُوسرے دِن" یسوع اور اُس کے شاگِرد اُس جلال کے پہاڑ سے اُتر کر اِنسانی ضرُوریات کی وادی میں آئے۔ زِندگی میں رُوحانی سرفرازی کے لمحات بھی آتے ہیں مگر خُدا روزمرّہ کی مُشقّت اور کاروبارِ جہان سے زِندگی میں توازُن قائم رکھتا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں "ایک بڑی بِھیڑ اُن سے آ مِلی"۔ اِس بِھیڑ میں ایک باپ تھا جو اپنے "بیٹے" کی بیماری کے غم اور پریشانی سے باؤلا ہو رہا تھا۔ اُس کا "اکلوتا" بیٹا بدرُوح کے قبضے میں تھا۔ باپ یسوع کی مِنّت کرنے لگا کہ میرے بیٹے کو شِفا دے جو کہ میری آنکھوں کا نُور اور دِل کا سرُور ہے۔ جب لڑکے کو دَورہ پڑتا تھا تو باپ کے دِل پہ کیا گُزرتی ہو گی، اور یہ دَورے بھی اچانک پڑتے تھے۔ وُہ چیختا چِلّاتا تھا۔ اُس کے مُنہ سے جھاگ بہنے لگتی تھی۔ بدرُوح بڑی مُشکِلوں سے اُس کو چھوڑتی تھی۔ وُہ بُری طرح سے زخمی ہو جاتا تھا۔

۹: ۴۰۔ پریشان حال باپ لڑکے کو پہلے "شاگردوں" کے پاس لایا تھا، مگر وُہ کُچھ نہیں کر سکے تھے۔ شاگِرد لڑکے کی کوئی مَدد کیوں نہ کر سکے؟ شاید وُہ اپنی خِدمت میں پیشہ وَر بن گئے تھے۔ شاید وُہ سمجھتے تھے کہ ہم مُسلسل رُوحانی طور سے بیدار رہے بغیر بھی رُوح سے معمُور خِدمت کر سکتے ہیں۔ شاید وُہ یقین کرنے لگے تھے کہ سب کُچھ یُوں ہی ہوتا رہے گا۔

۹: ۴۱۔ خُداوند یسوع یہ سارا منظر دیکھ کر بہت رنجیدہ ہُوا۔ کِسی کا نام لِئے

بغیر اُس نے کہا کہ ”اے بے اعتقاد اور کج رَو قوم ...۔“ ہو سکتا ہے کہ اُس کا رُوئے سُخن شاگردوں، وہاں کھڑے لوگوں، لڑکے کے باپ یا سبھوں ہی کی طرف ہو۔ گو اُنہیں اُس کی قُوّت کے لامحدُود وسائل مُیسّر تھے لیکن وُہ اِس اِنسانی ضرُورت کے سامنے بے بَس نظر آتے تھے۔ یسُوؔع نے فرمایا کہ ”مَیں کب تک تُمہارے ساتھ رہُوں گا اور تُمہاری برداشت کرُوں گا؟“ پھر اُس نے لڑکے کے باپ سے کہا کہ ”اپنے بیٹے کو یہاں لے آ۔“

۹: ۴۲-۴۳ا - ابھی لڑکا یسُوؔع کے پاس آ ہی رہا تھا کہ ”بدرُوح“ نے اُسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ مگر یسُوؔع اُس بدرُوح کی طاقت کے مظاہرے سے مرعُوب نہیں ہُؤا۔ بدرُوح کی طاقت نہیں بلکہ اِنسان کی بے اِعتقادی یسُوؔع کے کام میں رُکاوٹ ڈالتی ہے۔ اُس نے ”ناپاک رُوح“ کو نِکال دیا اور ”لڑکے کو اچھّا کر کے باپ کو دے دیا۔“ لوگ ”حیران“ ہونے لگے۔ اُنہوں نے جان لیا کہ خُدا نے ایک مُعجزہ کیا ہے۔ اور اِس مُعجزے میں اُنہوں نے خُدا کی عظمت اور حشمت دیکھی۔

ش - اِبنِ آدم اپنی مَوت اور جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتا ہے

۹: ۴۳ب - ۴۵

۹: ۴۳ب-۴۴ - ”شاگرد“ شاید یہ سوچتے تھے کہ ہمارا آقا اِسی طرح مُعجزے کرتا رہے گا تاوقتیکہ پُوری قوم اُسے بادشاہ تسلیم نہ کر لے۔ اُن کے ذِہنوں میں سے اَیسے خیال کو نِکالنے کے لئے یسُوؔع نے اُن کو پھر یاد دِلایا کہ ضرُور ہے کہ ”ابنِ آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا“ جائے اور وُہ اُسے قتل کریں۔

۹: ۴۵ - وُہ اِس پیشین گوئی کو کیوں ”سمجھتے نہ تھے“؟ صِرف اِس لئے کہ وُہ دوبارہ یہی سوچنے لگے تھے کہ مسیحِ موعُود ایک مقبُول سُورما ہوگا۔ اُن کی سوچ کے مُطابق اُس کی مَوت قوم کے مقصد کی شکست تھی۔ اُن کی اُمیدیں اور توقعات اِتنی زبردست تھیں کہ وُہ کسی اَور تصوّر کو دِل میں جگہ دے ہی نہیں سکتے تھے۔ خُدا نے تو سچّائی کو اُن سے نہیں چھپا رکھا تھا۔ لیکن وُہ نہ ماننے پر بضِد تھے۔ نیز ”وُہ پُوچھتے

ہُوئے ڈرتے تھے"، جیسے اُن کو خوف تھا کہ ہمارے اندیشوں کی تصدیق ہو جائے گی۔

ت۔ خُدا کی بادشاہی میں حقیقی عظمت ۹: ۴۶-۴۸

۹: ۴۶ - شاگردوں کو صِرف یہی توقع نہ تھی کہ جلالی بادشاہی جلد آ جائے گی بلکہ وُہ اِس بادشاہی میں بڑے بڑے رُتبے پانے کے خواب بھی دیکھ رہے تھے۔ وُہ آپس میں بحث کرتے تھے کہ رُتبے میں سب سے "بڑا کون" ہو گا۔

۹: ۴۷-۴۸ - یسوؔع کو عِلم تھا کہ کیا سُوال اُن کو پریشان کر رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک "بچّہ" کو اپنے پاس کھڑا کیا اور اُن کو بتایا کہ جو کوئی چھوٹے "بچّہ" کو میرے نام پر قبول کرتا ہے وُہ مُجھے قبول کرتا ہے"۔ پہلی نظر میں اِس بات کا شاگردوں کی اِس بحث سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا کہ ہم میں بڑا کون ہے۔ تاہم تعلق کُچھ یُوں ہے کہ حقیقی بڑائی چھوٹوں سے محبّت اور شفقت سے پیش آنے میں ہے، بے یار و مددگار افراد کو سہارا اور مدد دینے میں ہے، جن کو دُنیا دیکھتی بھی نہیں، اُن سے حُسنِ سلُوک میں ہے۔ چنانچہ جب یسوؔع نے کہا کہ "جو تم میں سب سے چھوٹا ہے وُہی بڑا ہے" تو وُہ اُس شخص کی طرف اِشارہ کر رہا تھا جس نے اپنے آپ کو اِتنا پست اور فروتن کر دیا کہ اُن ایمان داروں کے ساتھ میل جول رکھنے لگا جن کو بے حقیقت اور حقیر سمجھا جاتا ہے، جن کا کوئی ذِکر کرنا پسند نہیں کرتا۔

متّی ۱۸ : ۴ میں خُداوند نے فرمایا کہ "جو کوئی اپنے آپ کو اِس بچّے کی مانند چھوٹا بنائے گا، وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا ہو گا"۔ یہاں لُوقا کی انجیل میں مُعاملہ خُدا کے فرزندوں میں سب سے چھوٹے کے ساتھ مُشابہت پیدا کرنے کا ہے۔ دونوں حالات میں حلیمی اور فروتنی کی جگہ قبول کرنے کی بات ہے جیسے نجات دِہندہ نے خُود کیا۔

ث۔ اِبنِ آدم فرقہ بندی سے منع کرتا ہے

۹: ۴۹-۵۰

۹: ۴۹ - اِس واقعہ سے اُس کردار کی مثال سامنے آتی ہے جس سے بچنے کی

تلقین خُداوند نے ابھی ابھی کی تھی۔ اُنہوں نے "ایک شخص کو" یسوع کے "نام سے بدرُوحیں نکالتے دیکھا"، اور اُس کو صرف اِس بِنا پر "منع کرنے لگے" کہ وُہ اُن کے ساتھ یسوع کی "پیروی نہیں کرتا" تھا۔ دُوسرے لفظوں میں اُنہوں نے خُدا کے ایک فرزند کو اُس کے نام سے قبول کرنے سے اِنکار کر دیا۔ وُہ فرقہ پرست اور تنگ نظر تھے۔ اُن کو خُوش ہونا چاہیئے تھا کہ یسوع کے نام سے بدرُوح نکالی گئی ہے۔ اُن کو کسی ایسے شخص یا گروہ سے بدگمان ہونا یا حسد نہیں کرنا چاہیئے تھا جو اُن سے زیادہ بدرُوحیں نکالتا تھا۔ چنانچہ ہر شاگرد کو اِس جذبے کے خلاف چوکس رہنا چاہیئے کہ "ایسا اِختیار صرف مجھے ہی حاصل ہونا چاہیئے"، رُوحانی قُوّت اور وقار پر صرف میری اِجارہ داری ہونی چاہیئے۔

۹: ۵۰۔ "یسوع نے اُس سے کہا کہ اُسے منع نہ کرنا کیونکہ جو تمہارے خلاف نہیں وُہ تمہاری طرف ہے"۔ جہاں تک مسیح کی ذات اور کاموں کا تعلق ہے، اُن میں جانبداری نہیں ہو سکتی۔ اگر لوگ مسیح کی طرف نہیں تو اُس کے خلاف ہیں لیکن جہاں تک مسیحی خدمت کا تعلق ہے تو اے۔ ایل۔ ولیمز کہتا ہے کہ:

> "حقیقی اور سچے مسیحیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب باہر کے لوگ (غیر مسیحی) مسیح کے نام میں کوئی کام کرتے ہیں تو وُہ مسیح کے مقصد کو آگے بڑھاتے ہیں ۔۔۔ خُداوند کے جواب میں ایک وسیع اور دُور رَس سچائی پائی جاتی ہے۔ دُنیا کا کوئی گروہ، خواہ وُہ کتنا ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو، یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اِلٰہی قُدرت کا ۔۔۔ اِستعمال ہمارے اور صرف ہمارے ہی لئے مختص ہو۔"

۷۔ ابنِ آدم کی روز افزُوں مُخالفت ۹: ۵۱ - ۱۱: ۵۴

ا۔ سامریہ اُسے رَدّ کرتا ہے ۹: ۵۱ - ۵۶

۹: ۵۱۔ یسوع کا آسمان پر اُٹھائے جانے کا "دِن" قریب آ رہا تھا۔ وُہ اِس بات کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ درمیان میں صلیب رکھی ہُوئی ہے۔ اِس

لئے ”اُس نے یروشلیم جانے کو کمر باندھی“ تاکہ جو کچھ اُسے وہاں پیش آنے کا منتظر تھا، اُس کو برداشت کرے۔

۹ : ۵۲ - ۵۳ - سامریوں کا ایک ”گاؤں“ اُن کے راستے میں پڑتا تھا۔ یہ گاؤں خدا کے بیٹے کے لئے نہایت غیر مہمان نواز ثابت ہوا۔ لوگ جانتے تھے کہ وُہ ”یروشلیم“ کو جا رہا ہے۔ اُسے گاؤں میں ٹھہرنے سے روکنے کے لئے اِتنا ہی کافی تھا کیونکہ سامریوں اور یہودیوں کے درمیان سخت نفرت پائی جاتی تھی۔ اُن کی فرقہ پرست اور مُتعصّبانہ رُوح، اُن کا نسلی غرُور اور علیحدگی پسندانہ رویّہ اُن کے جلال کے خُداوند کو قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ تھا۔

۹ : ۵۴، ۵۵ - اُن سامریوں کی بداخلاقی پر ”یعقوب اور یُوحنّا“ کو اِتنا غصّہ آیا کہ وُہ اُن پر ”آسمان سے آگ“ برسانے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر یسوع نے فوراً ”اُن کو جھڑکا۔“ وُہ ”لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا“ تھا۔ یہ ہمارے خُداوند کا سالِ مقبول تھا، ہمارے خُداوند کا روزِ انتقام نہیں تھا۔ اُن کے کردار میں اِنتقام کا جذبہ نہیں بلکہ رحم ہونا چاہیے تھا۔

ب - شاگردیت کی راہ میں رُکاوٹیں ۹ : ۵۷ - ۶۲

۹ : ۵۷ - اِن آیات میں ہم تین ایسے افراد سے مِلتے ہیں جو مسیح کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی وجہ سے شاگرد بننے کی راہ میں تین طرح کی رُکاوٹوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ پہلے شخص کو پُورا اعتماد تھا کہ جہاں کہیں یسوع جائے مَیں اُس کے ”پیچھے“ چل سکتا ہُوں۔ اُس نے صبر نہیں کیا کہ مجھے بُلایا جائے بلکہ بے صبری سے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ وُہ خود اِعتماد، نامُناسب طور پر گرم جوش تھا اور قیمت کا خیال نہیں کر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ مَیں کیا کہہ رہا ہُوں۔

۹ : ۵۸ - پہلی نظر میں تو لگتا ہے کہ یسوع کا جواب اُس آدمی کی پیش کش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن دراصل تعلق بہُت گہرا ہے۔ ”یسوع“ کا مطلب یہ تھا کہ ”کیا تُو جانتا ہے کہ میرے پیچھے چلنے کا مطلب کیا ہے؟ اِس کا مطلب ہے زِندگی کے آرام و آسائش کو خیر باد کہنا۔ میرے پاس تو کوئی گھر بھی نہیں جسے مَیں اپنا کہہ سکوں۔ یہ دُنیا تو مجھے سر رکھنے کی جگہ بھی نہیں دیتی۔ جہاں تک فِطری اور طبعی آرام اور تحفّظ کا تعلق ہے تو مجھ

سے زیادہ "لُومڑیوں" اور "پرِندوں" کو حاصِل ہے۔ کیا تُو میرے پیچھے چلنے کو تیار ہے؟ جبکہ اِس کا مطلب ہے اُن چیزوں کو بھی ترک کرنا جن کو اِنسان اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں"۔ جب ہم پڑھتے ہیں کہ "ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" تو ہمیں اُس پر ترس آتا ہے۔ ہمیں اُس آدمی کے بارے میں اَور کُچھ نہیں بتایا گیا۔ ہم یہی قیاس کر سکتے ہیں کہ وُہ یسُوع کے پیچھے چلنے کی خاطِر دُنیا کے عام آرام و آسائش کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہُؤا۔

۹:۵۹۔ دُوسرے آدمی نے یسُوع کی بُلاہٹ سُنی کہ "میرے پیچھے چل"۔ ایک لحاظ سے وُہ اِس کے لئے تیار تھا مگر "پہلے" وُہ ایک اور کام کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا "اے خُداوند! مُجھے اجازت دے کہ پہلے جاکر اپنے باپ کو دفن کرُوں"۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ کہہ رہا تھا "خُداوند! ... مَیں ... پہلے"۔ اُس نے یسُوع کو "خُداوند" کہہ کر مخاطب کیا، مگر اپنے مفادات اور خواہشات کو پہلا درجہ دیا۔ لفظ "خُداوند" اور "مُجھے ... پہلے" ایک دُوسرے کے بالکُل مُتضاد ہیں۔ ہم دونوں میں سے صِرف ایک کا اِنتخاب کر سکتے ہیں۔ معلُوم نہیں کہ اُس کا "باپ" ابھی ابھی مَرا تھا، یا وُہ گھر جاکر اُس وقت تک اِنتظار کرنا چاہتا تھا جب تک وُہ مَر نہ جائے۔ صُورتِ حال کُچھ بھی ہو مسئلہ ایک ہی ہے کہ وُہ کِسی دُوسری بات کو مسیح کی بُلاہٹ پر ترجیح دے رہا تھا۔ مَرے ہوئے یا مَرنے والے باپ کو عِزّت و احترام دینا بالکُل جائز اور مُناسب بات ہے۔ لیکن جب کِسی چیز یا شخص کو مسیح کے بالمقابل آنے کی اِجازت دی جاتی ہے تو وُہ گناہ ہی ہے۔ یہ آدمی پہلے کوئی دُوسرا کام کرنا چاہتا تھا۔ ہم شاید اپنی مُلازمت یا کاروبار کو سامنے رکھتے ہیں۔ یہ باتیں، ہمیں غیر مشروط شاگِردیت کی راہ سے ہٹا کر اپنی طرف لُبھا لیتی ہیں۔

۹:۶۰۔ خُداوند نے اِس دو دِلے پَن کی مذمت اِن الفاظ سے کی "مُردوں کو اَپنے مُردے دَفن کرنے دے۔ لیکن تُو جاکر خُدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا"۔ رُوحانی طور پر مُردہ لوگ جِسمانی طور پر مُردہ لوگوں کو دفن تو کر سکتے ہیں مگر انجیل کی خوشخبری کی منادی نہیں کر سکتے۔ شاگردوں کو ایسے کاموں کو اہمیّت نہیں دینی چاہئے جن کو غیر نجات یافتہ لوگ بھی اِتنی ہی عُمدگی سے کر سکتے ہیں جیسے مسیحی کر سکتے ہیں۔ ایمان دار آدمی کو یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تک اُس کی زِندگی کے مرکزی کام کا تعلق ہے، وُہ اس ہی کو کرنا ہے۔ اُس کا مرکزی کام

اِس دُنیا میں یسوع کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔

۹: ۶۱- تیسرا مُتوقع شاگرد بھی پہلے سے مُشابہ ہے۔ اُس نے بھی رضا کارانہ پیشکش کی کہ "مَیں تیرے پیچھے چلوں گا"۔ پھر وُہ دُوسرے آدمی کے مُشابہ بھی کیونکہ اُس نے بھی مُتضاد بات کہی کہ "پہلے مجھے ..."۔ وُہ "پہلے" اپنے خاندان کو خُدا حافظ کہنا چاہتا تھا۔ ایک طرف سے یہ درخواست معقُول اور جائز تھی۔ لیکن اگر زِندگی کی عام خُوش اخلاقی اور آداب کو فوری اور مُکمّل فرمانبرداری پر ترجیح دی جائے تو وُہ بھی غلط ہے۔

۹: ۶۲- یسوع نے اُس سے کہا کہ شاگردیت کے "ہل پر ہاتھ رکھ کر" تجھے "پیچھے" نہیں دیکھنا چاہئے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو "خُدا کی بادشاہی کے لائق نہیں"۔ مسیح کے شاگِرد نیم دِلانہ، خواب بین، جذباتیّت سے نہیں بنتے۔ اگرچہ خاندانوں یا دوستوں کا خیال رکھنا اور اُن کی ذِمّہ داریاں پُوری کرنا بالکُل جائز اور مناسب ہے لیکن اُن کو بالکُل اِجازت نہ دی جائے کہ مسیح کی پَیروی سے ہمیں روکیں۔ یہ الفاظ کہ "بادشاہی کے لائق نہیں" نجات کی طرف نہیں بلکہ خِدمت کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ یہاں سوال بادشاہی میں "داخل" ہونے کا نہیں بلکہ داخِل ہونے کے بعد "خِدمت" کرنے کا ہے۔ ہمارے بادشاہی میں داخِل ہونے کا اِنحصار خُداوند یسوع کی ذات اور کام پر ہے اور اُس پر ایمان کے وسیلے سے ہی یہ بادشاہی ہماری ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اِن تین اشخاص کے تجربے میں شاگردیت کی راہ میں تین بڑی رُکاوٹوں کا پتہ چلتا ہے:

۱- مادّی آرام و آسائش

۲- مُلازمت یا پیشہ یا کاروبار

۳- خاندان اور دوست

ضرُور ہے کہ مسیح دِل پر بادشاہی کرے اور اُس کا کوئی رقیب، کوئی مدِّمقابل نہ ہو۔ باقی ساری محبّتوں اور وفاداریوں کو ثانوی حیثیّت حاصِل ہونی چاہئے۔

ج۔ ستّر شاگردوں کو بھیجا جاتا ہے ۱۰: ۱-۱۶

۱۰: ۱-۱۲- خُداوند نے "ستّر" شاگردوں کو خوشخبری پھیلانے کے لئے بھیجا۔ اِس

واقعہ کا واحد ذکر یہیں پر ہے۔ یہ متی باب ۱۰ میں بارہ ۱۲ شاگردوں کو ذمہ داری سونپنے کے واقعہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ البتہ وہاں شاگردوں کو شمالی علاقوں میں بھیجا گیا تھا، لیکن یہاں اِن ستر ۷۰ کو جنوب کی طرف اُن علاقوں میں بھیجا جا رہا ہے جہاں سے یروشلیم جاتے ہوئے خداوند کو خود بھی گزرنا ہے۔ لگتا ہے اِس مشن کا مقصد خداوند کے لئے راستہ تیار کرنا تھا کہ وہ شمال میں قیصریہ فلپی سے سفر شروع کر کے گلیل اور سامریہ میں سے گزرے گا اور دریائے یردن کو پار کر کے پیریہ سے ہوتا ہوا جنوب کو جائے گا اور پھر یردن کو پار کر کے یروشلیم پہنچے گا۔

اِن ستر ۷۰ کا عہدہ اور خدمت عارضی تھی۔ لیکن خداوند نے اُن کو جو ہدایات دیں، اُن میں زندگی کے متعدد اصول موجود ہیں جن کا اطلاق ہر زمانے کے مسیحیوں پر ہوتا ہے۔ اِن میں سے چند اصولوں کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

۱- خداوند نے اُن کو "دو ۲ دو ۲ کر کے" بھیجا (آیت ۱)۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ معتبر گواہی کیسی ہوتی ہے۔ "دو ۲ یا تین ۳ گواہوں کی زبان سے ہر ایک بات ثابت ہو جائے گی" (۲-کرنتھیوں ۱۳: ۱)۔

۲- خداوند کے خادم کو ہمہ وقت "منت" کرتے رہنا چاہئے کہ خدا "اپنی فصل کاٹنے کے لئے مزدور بھیجے" (آیت ۲)۔ مزدوروں کی ضرورت ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ جب ہم "مزدوروں" کے لئے درخواست کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ خود جانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ غور کریں کہ "منت کرو" (آیت ۲) اور "جاؤ" (آیت ۳)۔

۳- یسوع کے شاگردوں کو دشمن ماحول میں بھیجا جاتا ہے (آیت ۳)۔ وہ "بھیڑیوں کے بیچ میں" اُن "برّوں" کی مانند ہیں جو اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ وہ توقع نہیں کر سکتے کہ دنیا ہمارے ساتھ شاہانہ سلوک کرے گی بلکہ یہ کہ وہ ہمیں ستائے گی اور جان سے مار بھی ڈالے گی۔

۴- ذاتی آرام و آسائش کا خیال رکھنے کی اجازت نہیں (آیت ۴ ا)۔ "نہ بٹوا لے جاؤ، نہ جھولی، نہ جوتیاں"۔ بٹوا مالی ذخائر کی اور جھولی خوراک کے ذخائر کی بات کرتی ہے۔ "جوتیاں" سے مراد ایک فالتو جوڑا یا پاؤں کو آرام پہنچانے کے لئے زائد چیزیں بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تینوں نکات اُس غربت اور افلاس کی بات کرتے

ہیں جس کے بارے میں کلام کہتا ہے کہ "کنگالوں کی مانند ہیں مگر بہتیروں کو دَولت مند کر دیتے ہیں" (۲۔ کرنتھیوں ۶: ۱۰)۔

۵۔ "نہ راہ میں کسی کو سلام کرو" (آیت ۴ ب)۔ اُس زمانے میں بڑی لمبی چوڑی سلام دُعا کرنے کا رِواج تھا۔ خُدا کے خادم کو ایسی رسمی سلام اور مزاج پُرسی میں وقت ضائع نہیں کرنا۔ لازِم ہے کہ خُدا کے خادِم مُؤدب، شائستہ اور خوش اخلاق ہوں۔ لیکن غیر ضرُوری اور بے فائدہ باتوں کی بجائے خُوشخبری کی جلالی باتوں کی تبلیغ میں وقت صَرف کریں۔ اب غیر ضرُوری تاخیر کرنے کا وقت نہیں ہے۔

۶۔ جہاں کہیں اُن کو مہمان نوازی کی پیشکش ہو اُسے قبول کریں (آیت ۵، ۶)۔ اگر اُن کا پہلا سلام خُوش دِلی سے قبول کیا جائے تو اُن کا میزبان "سلامتی کا فرزند" ہے۔ اُس آدمی کی خصوصیت "سلامتی" ہے اور وُہ شاگردوں کے سلامتی کے پیغام کو قبول کرتا ہے۔ لیکن اگر شاگردوں کو رَدّ کیا جائے تو وُہ بے دِل اور بے حَوصلہ نہ ہوں کیونکہ اُن کا "سلام" اُن پر "لَوٹ آئے گا"۔ یعنی کُچھ ضائع نہیں ہو گا بلکہ دُوسروں کے کام آئے گا۔

۷۔ شاگردوں کو ہدایت ہے کہ جو گھر اُن کو پہلے میزبانی پیش کرے "اسی گھر میں رہو ... گھر گھر نہ پھرو"۔ گھر گھر پھرنے سے یہ خصُوصیّت ظاہر ہو گی کہ زیادہ آرام دِہ اور امیرانہ رہائش ڈھونڈ رہے ہیں جبکہ لازم ہے کہ وُہ سادگی اور شُکر گزاری کی زندگی بَسر کریں۔

۸۔ اُن کو کھانے پینے کو جو کُچھ پیش کیا جائے بلا تامّل کھائیں پئیں (آیت ۷)۔ وُہ خُدا کے خادِم ہیں لِہٰذا اِس کے حق دار ہیں کہ اُن کی نگہداشت اور خاطر داری کی جائے۔

۹۔ شہر اور قصبے بھی افراد کی طرح یا تو خُداوند کی طرف ہوتے ہیں یا اُس کے مخالف (آیات ۸، ۹)۔ اگر کوئی عِلاقہ پیغام کو قبول کرتا ہے تو شاگرد وہاں منادی کریں، وہاں کی مہمان نوازی کو قبول کریں اور اِنجیل کی خوشخبری کی برکات وہاں پر لائیں۔ مسیح کے خادموں کو حُکم ہے کہ "جو کُچھ تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ"۔ نخرے نہ کریں۔ گھر والوں کے لئے تکلیف اور بے آرامی کا باعث نہ بنیں، کیونکہ کھانا پینا اُن کی زندگی میں اہمیّت نہیں رکھتا۔ جو شہر یا قصبے خُداوند کے ایلچیوں کو قبول کرتے ہیں،

آج بھی وہاں کے گُناہ کے بیمار اچھّے کئے جاتے ہیں اور بادشاہ اُن کے ”نزدیک تر آجاتا ہے (آیت ۹)۔

۱۰۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی قصبہ خُوشخبری سُننے سے اِنکار کردے اور اُسے دوبارہ موقع نہ ملے (آیات ۱۰-۱۲)۔ خُدا جب اِنسانوں سے سلوک کرتا ہے تو اِس میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ پیغام سُننے کا آخری موقع ہوتا ہے۔ اِنسان کو خُوشخبری کو معمُولی سمجھ کر اِس کی بےقدری نہیں کرنی چاہئے اور نہ شش و پنج میں وقت گنوانا چاہئے۔ ہوسکتا ہے یہ اِعزاز ہمیشہ کے لئے واپس لے لیا جائے۔ روشنی کو ردّ کیا جائے تو اُس سے اِنکار ہو جاتا ہے۔ جن شہروں اور قصبوں کو خوشخبری سُننے کا مَوقع اور اعزاز مِلا ہے مگر اُنہوں نے اُسے ردّ کر دیا ہے، اُن کی عدالت ”سُدوم“ کی عدالت سے زیادہ سخت ہوگی۔ اِعزاز جِتنا بڑا ہوگا ذِمّہ داری بھی اُتنی ہی بڑی ہوگی۔

۱۰: ۱۳-۱۴۔ جب یسوع یہ باتیں کر رہا تھا تو گلیل کے تین[۳] ایسے شہروں کو یاد کر رہا تھا جن کو خوشخبری سُننے کا اعزاز دُوسرے تمام شہروں سے زیادہ حاصل ہُؤا تھا۔ اُن کے گلی کوچوں میں خُداوند نے بڑے بڑے مُعجزے کئے تھے۔ اُنہوں نے اُس کی پُرفضل تعلیم سُنی تھی، تو بھی اُسے بالکل ردّ کر دیا تھا۔ جو مُعجزے اُس نے ”خرازین“ اور ”بیت صَیدا“ میں کئے تھے، اگر وُہ ”صُور اور صَیدا“ کے قدیم شہروں میں کِئے جاتے تو وُہ شہر یقیناً دِل سوزی سے توبہ کر لیتے۔ چونکہ گلیل کے شہروں پر خُداوند کے کاموں سے کُچھ اثر نہیں ہؤا تھا اِس لئے اُن کی عدالت اور سزا ”صُور اور صَیدا“ سے زیادہ سخت ہوگی۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ خرازین اور بیت صیدا اِتنے مکمّل طور سے تباہ ہو چُکے ہیں کہ اُن کی جائے وقوع کا بھی صحیح پتہ نہیں۔

۱۰: ۱۵۔ ناصرت کو چھوڑنے کے بعد یسوع زیادہ تر ”کفرنحوم“ میں رہنے لگا۔ اِعزاز اور موقع مِلنے کے اِعتبار سے ”کفرنحوم ... آسمان تک بُلند“ کیا گیا تھا۔ لیکن اُس نے اپنے سب سے ممتاز شہری کی تحقیر کی اور موقع گنوا دِیا۔ اِس لئے عدالت کے دِن اُسے ”عالَمِ ارواح میں اُتارا جائے گا“۔

۱۰: ۱۶۔ ہدایات کے اِختتام پر یسوع نے اُن ستّر سے کہا کہ تُم میرے ایلچی

ہو۔ تُم کو رَدّ کرنا گویا مُجھے رَدّ کرنے کے برابر ہے اور مُجھ کو رَدّ کرنا خُدا باپ کو رَدّ کرنا ہے۔ رائیل کہتا ہے کہ

> "وفادار خادم کے منصب کی شان اور وقار کے بارے میں اور پَیغام کو سُننے سے اِنکار کرنے والوں کے بارے میں نئے عہد نامہ میں غالباً اِس سے زیادہ سخت زُبان کِسی دُوسری جگہ اِستعمال نہیں ہُوئی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس زُبان سے بارہ شاگردوں کو نہیں بلکہ سَتّر شاگِردوں کو خطاب کِیا گیا ہے۔ ہم نہ تو اُن کے ناموں سے نہ اُن کی بعد کی تارِیخ سے کوئی واقفیت رکھتے ہیں۔ سکاٹ کہتا ہے کہ کِسی ایلچی یا سفیر کو رَدّ کر کے اُس کی تحقِیر کرنا دراصل اُسکے بھیجنے والے بادشاہ کو رَدّ کر کے اُس کی تحقیر کرنا ہے۔ کیونکہ سفیر اپنے بھیجنے والے کی نمائندگی کرتا ہے۔ رسُول اور سَتّر شاگِرد مسیح کے ایلچی اور نمائندے تھے۔ جنہوں نے اُن کو رَدّ کِیا اور اُن کی تحقِیر کی اُنہوں نے دراصل مسیح کو رَدّ کِیا اور اُس کی تحقِیر کی"۔

د۔ سَتّر شاگِرد واپس آتے ہیں ۱۰: ۱۷-۲۴

۱۰: ۱۷-۱۸۔ جب "وُہ سَتّر" اپنے مِشن سے واپس آئے تو نہایت خُوش تھے کہ "بدرُوحیں بھی ہمارے تابِع ہیں"۔ یسوع نے جو جواب دیا، اُس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اوّل۔ اُن کی کامیابی میں مسیح کو "شیطان" کے "آسمان" سے گِرنے کا منظر پیشگی نظر آیا۔ شیطان کا گِرنا تو ابھی مستقبل میں ہوگا۔ میکائیل اور اُس کے فرشتے شیطان کو آسمان سے نِکال دیں گے (مکاشفہ ۱۲: ۷-۹)۔ یہ واقعہ بڑی مُصیبت کے ایام میں مسیح کے جلال کے ساتھ زمین پر بادشاہی کرنے سے پہلے ہوگا۔

یسوع کی اِس بات کی دُوسری ممکنہ تشریح یہ ہے کہ یہ غرُور یا تکبّر کے خِلاف تنبیہ ہے۔ گویا وُہ کہہ رہا ہے کہ "ہاں، تُم کافی فخر کر رہے ہو کہ بدرُوحیں بھی تُمہارے تابِع ہیں۔ لیکن یاد رکھو، غرُور سارے گُناہوں کی ماں ہے۔ غرُور ہی تھا جس کے نتیجے میں لُوسیفر کو زوال آیا اور اُسے گِرا دیا گیا اور آسمان سے نِکال دیا گیا۔ خیال رکھو کہ تُم اِس خطرے سے بچے رہو"۔

۱۰:۱۹- خُداوند نے اپنے شاگِردوں کو بُرائی کی قوّتوں پر "اِختیار" عطا کیا تھا۔ اِس مشن کے دَوران اُن کو ہر قسم کے ضرر کے خِلاف قُوّتِ مدافعت عطا کر دی گئی تھی ۔ اور یہ بات خُدا کے سارے خادِموں پر صادق آتی ہے ۔ اُن کو ہر طرح کا تحفّظ دیا جاتا ہے۔

۱۰:۲۰- تاہم اُن کو اِس بات پر خُوش نہیں ہونا تھا کہ "بدرُوحیں بھی ہمارے تابع ہیں" بلکہ اپنی نجات پر شادمان ہونا چاہیے۔ صِرف یہی ایک واقعہ قلم بند ہے کہ خُداوند نے اپنے شاگردوں کو خوش ہونے سے منع کیا ۔ مسیحی خِدمت کی کامیابی کے ساتھ کئی عیارانہ اور لاشعُوری خطرے مُنسلِک ہیں ۔ جبکہ یہ حقیقت کہ ہمارے "نام آسمان پر لکھے ہُوئے ہیں" ہمیں یاد دِلاتی ہے کہ خُدا اور اُس کے بیٹے کا ہم پر بہُت بڑا قرض ہے۔ اِس بات پر شادمان ہونے میں کوئی خدشہ نہیں کہ ہمیں فضل سے نجات ملی ہے ۔

۱۰:۲۱- اکثر لوگوں نے یسُوع کو ردّ کر دیا تھا۔ چنانچہ اب اُس نے اپنے سادہ اور حلیم پیَروؤں کو دیکھا اور "وُہ رُوحُ القُدس سے خُوشی میں بھر گیا" اور "باپ" کی بے مثال حِکمت پر اُس کا شُکر کرنے لگا۔ وُہ ستّر شاگِرد اِس دُنیا کے "دانا اور عقلمند" لوگ نہیں تھے۔ وُہ محض "بچّے" تھے لیکن اُن بچّوں میں اِیمان، جاں نثاری اور بے چُون و چرا فرمانبرداری تھی۔ دانِش وَر تو اپنے فائدے کے لئے نہایت عقلمند، نہایت عالِم اور نہایت ہوشیار ہوتے ہیں ۔ اُن کے غرور نے اُن کو اَندھا کر رکھا تھا۔ وُہ خُدا کے پیارے بیٹے کی اصل حقیقت اور قدر و قیمت کو نہیں دیکھ سکتے تھے ۔ یہ بچّے ہی ہیں جن کے وسیلے سے خدا زیادہ مؤثر طور پر کام کر سکتا ہے ۔ ہمارا خُداوند اُن سب کے لئے خُوش تھا جِنہیں باپ نے اُسے دِیا تھا۔ وُہ شادمان تھا کہ وُہ ستّر اپنے پہلے مشن میں کامیاب رہے تھے جِس سے پتہ چلتا تھا کہ بالآخر شیطان گرے گا۔

۱۰:۲۲- "باپ" نے "سب کُچھ" بیٹے کو "سونپ" دیا ہے۔ اِس میں آسمان کا، زمین کا، اور زمین کے نیچے کا "سب کُچھ" شامِل ہے ۔ خُدا نے "کُل کائنات" بیٹے کے تابع کر دی ۔ "کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سِوا باپ کے"۔ تجسُّم کے ساتھ ایک راز وابستہ ہے جِس کی گہرائی کو سوائے "باپ" کے کوئی نہیں جانتا ۔ مخلوق نہیں سمجھ سکتی کہ خُدا کِس طرح اِنسان کی صُورت اِختیار کر کے اِنسانی جِسم میں رَہ سکتا ہے۔ "اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سِوائے بیٹے کے، اور اُس شخص کے جِس پر بیٹا اُسے ظاہر کرنا چاہے"۔ خُدا بھی

اِنسانی سمجھ سے باہر ہے۔ بیٹا ہی اُس کو کامل طور پر جانتا ہے اور بیٹے نے اُس کو اِس دنیا کے کمزوروں، کمینوں اور حقیروں پر ظاہر کیا ہے جو اُس پر ایمان لائے ہیں (۱۔ کرنتھیوں ۱: ۲۶-۲۹)۔ جنہوں نے بیٹے کو دیکھا اُنہوں نے باپ کو دیکھا ہے۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے باپ کے بارے میں پُورے طور پر بتایا ہے (یوحنا ۱: ۱۸)۔

کیلی کہتا ہے "بیٹا یقیناً باپ کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جب اِنسانی ذہن مسیح کے ذاتی جلال سے مُعما کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہمیشہ پاش پاش ہو جاتا ہے"۔

۱۰: ۲۳-۲۴۔ علیحدگی میں خُداوند نے اپنے "شاگردوں کی طرف مُتوجہ ہو کر" اُن کو بتایا کہ وُہ ایسے زمانے میں موجُود ہیں جس کو وُہ اِعزاز ملا ہے جو کسی زمانے کو نہیں ملا تھا۔ پُرانے عہدنامے کے "نبیوں اور بادشاہوں" کو مسیحِ موعُود کا زمانہ دیکھنے کی بڑی آرزو تھی، مگر نہ دیکھ پائے۔ یہاں خُداوند یسوع دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں ہی وُہ ہستی ہُوں پُرانے عہدنامے کے انبیا جس کے منتظر تھے، یعنی مَیں ہی مسیحِ موعُود ہُوں۔ شاگردوں کو یہ اعزاز حاصل ہُؤا کہ اِسرائیل کی اُمید کے مُعجزے دیکھیں اور اُس کی تعلیم سُنیں۔

۵۔ عالمِ شرع اور نیک سامری ۱۰: ۲۵-۳۷

۱۰: ۲۵۔ "عالمِ شرع" یعنی مُوسیٰ کی شریعت سِکھانے کا ماہر غالباً اپنے سُوال میں مخلص نہیں تھا۔ وُہ "مُنجی" کو آزما رہا تھا۔ اُس کا خیال ہو گا کہ شاید خُداوند شریعت کو ردّ کرے گا۔ اُس کے خیال میں یسوع بھی محض ایک "اُستاد" تھا۔ اور کہ "ہمیشہ کی زندگی" نیکیوں سے کمائی جا سکتی ہے۔

۱۰: ۲۶-۲۸۔ خُداوند نے اِن ساری باتوں کو دھیان میں رکھ کر جواب دیا۔ اگر عالمِ شرع حلیم اور توبہ پر مائل ہوتا تو خُداوند اُسے سیدھا جواب دیتا۔ لیکن حالات کے پیشِ نظر خُداوند نے اُس کی توجہ "توریت" یعنی شریعت کی طرف مبذول کرائی کہ "توریت" کا تقاضا کیا ہے؟ یہی کہ اِنسان "خُداوند اپنے خُدا" سے اعلیٰ ترین اور انتہائی "محبت" رکھے اور "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر" محبت رکھے۔ یسوع نے اُسے بتایا کہ "یہی کر تو تُو جیئے گا" یعنی ہمیشہ کی زندگی پائے گا۔

پہلی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند یہ تعلیم دے رہا ہے کہ نجات توریت

پر عمل کرنے سے ملتی ہے، مگر ایسا نہیں ۔ خدا کا کبھی ارادہ نہیں تھا کہ کوئی شخص شریعت کی پابندی کر کے نجات پائے ۔ دس احکام تو ایسے انسانوں کو دیئے گئے تھے جو پہلے ہی گنہگار تھے ۔ شریعت کا مقصد گناہ سے بچانا نہیں، بلکہ گناہ کا علم یا شعور پیدا کرنا ہے ۔ انسان کو یہ دکھانا ہے کہ تو کیسا خطا کار اور گنہگار ہے ۔

گناہ آلودہ انسان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ "خدا سے اپنے سارے دل" اور "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر" محبت کر سکے ۔ اگر وہ پیدائش سے لے کر موت تک ایسا کر سکتا تو اسے نجات کی ضرورت ہی نہ ہوتی ۔ وہ کھویا ہوا، گم راہ نہ ہوتا ۔ جب تک بے گناہ رہتا جیئے جاتا، نہ مرتا ۔ ہمیشہ کی زندگی صرف ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کھوئے ہوئے ہیں اور جو ایمان کے وسیلے سے بچائے جاتے ہیں ۔

یسوع کا یہ بیان کہ "یہی کر تو تو جیئے گا" بالکل قیاسی یا فرضی تھا ۔ اگر اس کی بات کا عالم شرع پر خاطر خواہ اثر ہو جاتا تو اس کا جواب یہ ہوتا کہ "اگر خدا یہی چاہتا ہے تو مَیں تو کھویا ہوا ہوں، بے یار و مددگار ہوں، میرے لئے کوئی امید نہیں ۔ مَیں تیرے رحم اور تیری محبت کا سہارا لیتا ہوں ۔ اپنے فضل سے مجھے بچا لے" ۔

۱۰: ۲۹ ۔ لیکن اس کے برعکس اس نے اپنے آپ کو "راستباز ٹھہرانے" کی کوشش کی ۔ کیوں؟ کسی نے تو اس پر الزام نہیں لگایا تھا ۔ اس کے اندر غلطی کا احساس ابھرا، اور اس کا دل اپنے فخر میں اس کا مقابلہ کرنے کو اٹھا ۔ چنانچہ اس نے پوچھا "پھر میرا پڑوسی کون ہے؟" اس نے بچنے کے لئے یہ چال چلی ۔

۱۰: ۳۰ ۔ ۳۵ ۔ عالم شرع کے اس سوال کے جواب میں "یسوع" نے نیک سامری کی کہانی سنائی ۔ اس کہانی کی تفاصیل سے سب واقف ہیں ۔ ڈاکوؤں کا شکار (یقیناً یہودی ہو گا) "یریحو" کو جانے والی سڑک پر "ادھموا" پڑا تھا ۔ یہودی "کاہن" اور "لاوی" نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا ۔ شاید انہیں خدشہ ہو کہ یہ کوئی سازش ہے ۔ اور ڈرتے تھے کہ اگر ہم ذرا رک گئے تو ڈاکو ہمیں بھی لوٹ لیں گے ۔ مگر ایک "سامری" جس سے سب نفرت کرتے، جسے سب حقیر جانتے تھے، اس نے اس اجنبی آدمی کی جان بچائی ۔ اس نے پہلی طبی امداد دی اور اس مظلوم کو اٹھا کر "سرائے" میں لے گیا، اور اس کی "خبرگیری" کا بندوبست کیا ۔ ضرورت مند یہودی کو اس نے اپنا پڑوسی جانا

۱۰: ۳۶-۳۷۔ اِس پر مُنجیؔ نے ناگزیر سوال پُوچھا "اِن تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گِھر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا؟" بے شک "جس نے اُس پر رحم کیا"۔ ہاں، بے شک۔ چنانچہ عالمِ شرع پر بھی فرض ہے کہ جا کر "ایسا ہی" کرے۔ اگر ایک سامری ایک یہُودی پر رحم کر کے ثابت کر سکتا ہے کہ مَیں اُس کا حقیقی پڑوسی ہُوں تو پھر سارے اِنسان ہی پڑوسی ہیں۔

ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ کاہن اور لاوی یہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ "شریعت" مُردہ گنہگاروں کی مدد کرنے میں بے بس اور لاچار ہے۔ شریعت کا حُکم ہے کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ"، مگر اِس حُکم کی تعمیل کرنے کے لئے طاقت نہیں دے سکتی۔ دُوسرے یہ شناخت کرنا بھی مُشکل نہیں کہ نیک سامری خود خداوند یسوعؔ کی تصویر پیش کرتا ہے۔ وُہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں ہمارے گناہوں سے بچایا۔ اور ہمارے لئے زمین سے آسمان پر جانے اور ساری ابدیت کے لئے پُورا پُورا بندوبست کیا۔ کاہن اور لاوی تو ہمیں مایُوس کر سکتے ہیں مگر یہ نیک سامری کبھی مایُوس نہیں کرتا۔

نیک سامری کی کہانی میں ایک غیر متوقع بات ہے۔ سُنائی تو گئی تھی اِس سوال کا جواب دینے کے لئے کہ "پھر میرا پڑوسی کون ہے؟" مگر اختتام پر یہ سوال سامنے لے آتی ہے کہ "تم کِس کے اچھے پڑوسی ثابت ہوتے ہو؟"

و۔ مریمؔ اور مرتھاؔ ۱۰: ۳۸-۴۲

۱۰: ۳۸-۴۱۔ اب خُداوند یسوعؔ اپنی توجہ خُدا کے کلام اور دُعا پر مرکوز کرتا ہے کیونکہ یہ دونوں برکت کے وسیلے ہیں (۱۰: ۳۸-۱۱: ۱۳)۔ مریمؔ "یسوعؔ کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر اُس کا کلام سُن رہی تھی"۔ مگر "مرتھاؔ" شاہی مہمان کی خاطر مدارات کے لئے تیاریاں کرتے کرتے "گھبرا گئی"۔ مرتھاؔ چاہتی تھی کہ خُداوند مریمؔ کو جِھڑکے کہ وُہ مدد نہیں کر رہی۔ مگر خُداوند نے بڑی ملائمت سے "مرتھاؔ" ہی کو جِھڑکا کیونکہ وُہ چِڑچِڑی ہو رہی تھی۔

۱۰: ۴۲۔ خُداوند ہماری محبت اور عقیدت کی ہماری خِدمت سے زیادہ قدر کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے خِدمت میں فخر اور اپنی اہمیت کا رنگ بھی شامل ہو۔

لیکن اُس کی ذات سے لپٹے رہنا ضرُوری ہے۔ اِسی کے بارے میں وُہ کہتا ہے "لیکن ایک چیز ضرُور ہے"۔ یہی وُہ "اچھّا حِصّہ" ہے جو "چھینا نہ جائے گا"۔ خُداوند ہم کو مرتھا سے بدل کر مریم بنانا چاہتا ہے۔ بالکُل اِسی طرح وُہ ہمیں عالمِ شرع سے بدل کر پڑوسی بنانا چاہتا ہے۔

چارلس آر۔ ارڈمین رقمطراز ہے کہ

> "بے شک یسوُع ہر اُس کام کی قدر کرتا ہے جو ہم اُس کی خاطر کرتے ہیں۔ لیکن وُہ جانتا ہے کہ ہماری پہلی ضرُورت یہ ہے کہ اُس کے قدموں میں بیٹھیں اور اُس کی مرضی کے بارے میں سیکھیں۔ اِس کے بعد ہی ہم اپنے کاموں میں پُرسکُون، پُراطمینان اور مہربان ہوں گے۔ اِس طرح بالآخر ہماری خِدمت کاملیّت کا وُہ درجہ حاصِل کرلے گی جو ہمیں بعد میں مریم میں اُس وقت نظر آتا ہے جب اُس نے یسوُع کے پاؤں پر عطر مَلا تھا۔ اُس کی خوُشبوُ آج بھی ساری دُنیا کو مُعطّر کر رہی ہے"۔

ز۔ شاگردوں کی دُعا ۱۱: ۱-۴

وقت کے لحاظ سے باب ۱۰ اور ۱۱ کے درمیان وقفہ ہے۔ اِس دَوران کے واقعات کا حال یُوحنّا ۹: ۱--۱۰: ۲۱ میں درج ہے۔

۱۱: ۱- لُوقا اکثر خُداوند کی دُعائیہ زِندگی کے بارے میں لِکھتا ہے۔ یہاں بھی ایک ایسے ہی موقع کا بیان ہے۔ لُوقا کا مقصد یسوُع کو بطور ابنِ آدم پیش کرنا ہے۔ یہ بیان اس مقصد کے ساتھ پُوری مُطابقت رکھتا ہے کہ ابنِ آدم ہمیشہ اپنے باپ خُدا پر اِنحصار کرتا ہے۔ شاگردوں کو احساس ہوگیا تھا کہ یسوُع کی زِندگی میں دُعا ایک حقیقی اور اہم قوّت ہے۔ اُنہوں نے خُداوند کو دُعا کرتے سُنا تو اُن کا دِل بھی چاہنے لگا کہ ہم بھی دُعا کریں۔ چنانچہ "شاگردوں میں سے ایک" نے اُس سے درخواست کی کہ "اے خُداوند! ہمیں بھی دُعا کرنا سِکھا"۔ اُس نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہمیں بھی سِکھا کہ دُعا کِس طرح کی جاتی ہے، بلکہ یہ کہ "دُعا کرنا سِکھا"۔ تاہم اِس درخواست میں دُعا کی حقیقت اور طریقہ دونوں شامِل ہیں۔

۱۱:۲- خُداوند یسُوع نے شاگردوں کو دُعا کا ایک نمونہ دِیا - یہ نمونہ اُس دُعا سے قدرے فرق ہے جو متّی کی انجیل میں درج ہے اور جس کو عام طور پر دُعائے ربّانی یا خُداوند کی (سکھائی ہُوئی) دُعا کہا جاتا ہے - اِن میں جو فرق ہیں، اُن کا ایک مقصد اور مطلب ہے - کوئی فرق بھی غیر اہم نہیں ہے -

سب سے پہلے خُدا نے شاگردوں کو سکھایا کہ خُدا کو "اے باپ" کہہ کر مخاطب کریں - پُرانے عہدنامہ کے ایماندار ایسے قریبی اور خاندانی تعلق یا رشتہ سے ناواقف تھے - اِس کا مطلب یہ ہے کہ اَب سے ایمان دار خُدا کو محبّت کرنے والا آسمانی "باپ" جان کر اُس سے گفتگو کیا کریں گے - اِس کے بعد ہمیں یہ دُعا کرنا سکھایا گیا ہے کہ خُدا کا نام "پاک مانا جائے" - اِس سے ایمان دار کی دِلی آرزُو کا اِظہار ہوتا ہے کہ خُدا کی عزت کی جائے، اُسی کی بزُرگی اور تعریف ہو - اِس کے ساتھ ہی اِلتجا ہے کہ "تیری بادشاہی آئے" - اِس میں دُعا ہے کہ وُہ دِن جلد آئے جب خُدا بدی کی قُوتوں کو زیر کرے گا اور مسیح کی ذات میں ہو کر دُنیا پر اعلیٰ ترین حکُومت کرے گا جہاں اُس کی مرضی وَیسے ہی پُوری ہوگی جیسے آسمان پر پُوری ہوتی ہے -

۱۱:۳- اِس طرح پہلے خُدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی تلاش کرنے کے بعد اِلتجا کرنے والے کو سکھایا گیا ہے کہ اپنی شخصی ضرُوریات اور خواہشات بیان کرے - خوراک خواہ جسمانی ہو خواہ رُوحانی، اِس کی ضرُورت تو ہمیشہ بار بار ہوتی ہے - اِس لئے پہلے اِس کا ذکر آیا ہے - ہمیں "ہر روز" خُدا پر اِنحصار کرتے ہُوئے زندگی گُزارنی ہے اور تسلیم کرنا ہے کہ وُہی ہر نیکی اور بھلائی کا سرچشمہ ہے -

۱۱:۴- اِس کے بعد "گُناہ" کی مُعافی کے لئے دُعا ہے جس کی بُنیاد اِس حقیقت پر ہے کہ ہم دُوسروں کو مُعافی کی رُوح دِکھائیں - بے شک اِس سے مُراد گُناہوں کی سزا سے مُعافی نہیں - اُس مُعافی کی بُنیاد مسیح کے اُس کام پر ہے جو اُس نے کلوری کی صلیب پر پُورا کیا اور صرف ایمان سے ملتی ہے - لیکن یہاں مُعاملہ صرف پدرانہ مُعافی کا ہے - جب ہم نجات پا جاتے ہیں تو اِس کے بعد خُدا ہمارے ساتھ بچّوں جیسا سلوک کرتا ہے - اگر وُہ دیکھتا ہے کہ ہمارے دِلوں میں سخت اور مُعاف نہ کرنے والی رُوح ہے تو وُہ ہمیں اُس وقت تک تنبیہ کرتا ہے جب تک ہم شکستہ دِل نہ ہو جائیں اور اُس کے ساتھ رفاقت میں بحال نہ ہوں -

اِس مُعافی کا تعلق خُدا کے ساتھ رِفاقت سے ہے۔

یہ اِستدعا کہ "ہمیں آزمائش میں نہ لا" بعض لوگوں کے لئے مُشکل پیدا کرتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خُدا کسی کو کبھی گُناہ کرنے کی آزمائش میں نہیں ڈالتا۔ لیکن اِس بات کی اجازت ضرُور دیتا ہے کہ ہم آزمائے جائیں، ہمارا اِمتحان ہو۔ ایسی آزمائشیں ہماری بھلائی کے لئے ہوتی ہیں۔ یہاں خیال یہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ اِحساس ہونا چاہئے کہ ہماری رغبت آوارہ ہونے اور گُناہ میں گرنے کی طرف ہے۔ ہمیں خُداوند سے درخواست کرتے رہنا چاہئے کہ ہمیں گُناہ میں گرنے سے بچائے، خواہ خُود ہم اُس کی طرف مائل ہوں۔ ہمیں دُعا مانگتے رہنا چاہئے کہ گُناہ کرنے کا موقع، اور گُناہ کرنے کی خواہش باہم اِکٹھی نہ ہونے پائیں۔ اِس دُعا سے ہماری اپنے آپ پر صحت مندانہ بے اعتمادی کا اِظہار ہوتا ہے کہ ہم گُناہ کی آزمائش کی مزاحمت کرنے کے لائق نہیں۔ متّی کے مُطابق اِس دُعا کا اِختتام اِس اِلتجا پر ہوتا ہے کہ "ہمیں بُرائی سے بچا"۔ (لوقا اِس دُعا کا مُختصر بیان کرتا ہے۔ اِس سے شاید یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خُداوند کا یہ مقصد نہیں کہ اِسے لفظ بہ لفظ دُہرایا جائے)۔

ح۔ دُعا کے بارے میں دو تمثیلیں ۱۱: ۵-۱۳

۱۱: ۵-۸۔ دُعا کے مَوضُوع پر بات کو جاری رکھتے ہُوئے خُداوند نے ایک مثال دی جس کا مقصد یہ دِکھانا ہے کہ خُدا اپنے فرزندوں کی دُعائیں سُننا اور اُن کا جواب دینا چاہتا ہے۔ اِس کہانی کا تعلق ایک ایسے شخص سے ہے جس کے گھر "آدھی رات" کو مہمان آ گیا۔ بدقسمتی سے گھر میں کافی کھانا نہیں تھا۔ چنانچہ وُہ ایک پڑوسی کے ہاں گیا، دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس سے "تین روٹیاں" مانگیں۔ پہلے تو پڑوسی ناراض ہُوا کہ میری نیند میں خلل ڈالا اور اُٹھنا نہ چاہا۔ لیکن وُہ پریشان میزبان دروازہ کھٹکھٹاتا اور پُکارتا رہا۔ اُس پڑوسی کو بالآخر اُٹھنا ہی پڑا۔ اور اُس نے ضرُورت کے مُطابق اُسے دے دیا۔

اِس مثال کا اِطلاق کرنے میں اِحتیاط کی ضرُورت ہے کہ خواہ مخواہ بعض غلط نتائج اخذ نہ کر لیں۔ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خُدا بار بار اِلتجاؤں سے اُکتا جاتا اور ناراض ہو جاتا ہے۔ اور نہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دُعا کا جواب لینے کا طریقہ صرف

یہی ہے کہ ایک ہی دُعا بار بار کرتے چلے جائیں۔

البتہ اِس تمثیل میں یہ تعلیم ضرُور ہے کہ اگر ایک اِنسان اپنے دوست کی ہَٹ یا ضِدّ کے باعث اُس کی مَدد کرنے کو تیار ہو جاتا ہے تو خُدا اپنے فرزندوں کی فریاد سُننے کو کیوں تیار نہ ہو گا۔

۱۱: ۹۔ یہ تمثیل سکھاتی ہے کہ دُعائیہ زِندگی میں بے حَوصلہ نہیں ہونا چاہئے، ہِمّت نہیں ہارنا چاہئے۔ اصل زبان میں جو فعل اِستعمال ہُوئے ہیں، اُن سے "کام جاری رکھنے" کا مفہُوم نِکلتا ہے یعنی "مانگتے رہو ... ڈھونڈتے رہو ... کھٹکھٹاتے رہو ..."۔ کئی دَفعہ خُدا ہماری دُعا کا جواب پہلی دَفعہ مانگنے پر دے دیتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ وُہ بار بار اور مُستقِل مانگنے کے بعد جواب دیتا ہے۔

خُدا دُعاؤں کا جواب دیتا ہے:
کبھی تو جب دِل کمزور ہوں
وُہ وُہی نعمتیں دیتا ہے جو ایمان دار مانگتے ہیں۔
لیکن کئی دفعہ ایمان کو گہری چٹان پر قدم جمانے پڑتے ہیں۔
اور خُدا نہیں بولتا تو اُس کی خاموشی کا یقین کرنا پڑتا ہے۔
کیونکہ جِس کا نام محبّت ہے، وُہ بہترین چیز بھیجتا ہے۔
سِتارے جَل کر ختم ہو جائیں، پہاڑوں کی دِیواریں ملیامیٹ ہو جائیں۔
لیکن خُدا سچّا ہے۔ اُس کے وَعدے یقینی ہیں۔
وُہی ہماری قوّت ہے۔

(ایم۔ جی۔ پی)

یہ تمثیل بڑھتی ہُوئی ہَٹ یا اِستقلال کی تعلیم دیتی ہے۔ پہلے مانگنا، پھر ڈھونڈنا اور پھر کھٹکھٹانا۔

۱۱: ۱۰۔ یہ آیت سکھاتی ہے کہ "جو کوئی مانگتا ہے اُسے مِلتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وُہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جائے گا"۔ یہ وَعدہ ہے کہ ہم جو کُچھ دُعا میں مانگتے ہیں خُدا ہمیں وُہی چیز عطا کرتا ہے یا اُس سے بہتر چیز۔ اگر جواب "نہ" ہو تو اِس کا مطلب ہے کہ وُہ جانتا ہے کہ جو کُچھ ہم مانگ رہے

ہیں، وُہ ہمارے لئے بہترین چیز نہیں۔ ایسی صُورت میں اُس کے اِنکار ہی میں ہماری بہتری ہے۔

۱۱: ۱۱، ۱۲۔ یہاں سِکھایا گیا ہے کہ خُدا ہمیں کبھی دھوکا نہیں دیتا کہ "روٹی" مانگیں تو ہمیں "پتھّر دے"۔ روٹی کی شکل گول اور چپٹی ہوتی ہے، جو پتھر سے مُشابہ ہوتی ہے۔ جب ہم کھانے کو کُچھ مانگتے ہیں تو خُدا ہمارا مذاق نہیں اُڑاتا اور کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو کھائی نہ جاسکے۔ اگر ہم "مچھلی" مانگیں تو وُہ ہمیں "سانپ" یعنی کوئی ایسی چیز نہیں دے گا جو ہمارے لئے ہلاکت کا باعث ہو اور اگر ہم "انڈا" مانگیں تو وُہ ہمیں "بچھو" یعنی ایسی چیز نہیں دے گا، جس سے ہمیں ناقابِلِ برداشت درد ہو۔

۱۱: ۱۳۔ اگرچہ اِنسان کی فِطرت گُناہ آلُودہ ہے تو بھی کوئی اِنسانی باپ اپنے بیٹے کو بُری چیزیں نہیں دے گا۔ وُہ جانتا ہے کہ "اپنے بچّوں کو اچھّی چیزیں" کیسے دی جاتی ہیں۔ ہمارا "آسمانی باپ" تو اِس سے کہیں زیادہ چاہتا ہے کہ "اپنے مانگنے والوں کو رُوحُ القُدس" دے۔ جے۔ جی بیلیٹ کہتا ہے کہ "یہ نہایت اہم بات ہے کہ جو نعمت وُہ چُنتا ہے ایسی ہے جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرُورت ہے اور ہمیں دینے کی وُہ بہُت زیادہ خواہش رکھتا ہے ـــ اور وُہ نعمت ہے رُوحُ القُدس"۔ لیکن جب یسوؔع نے یہ بات کہی، اُس وقت تک ابھی رُوحُ القُدس نہیں دیا گیا تھا (یُوحنّاؔ ۷: ۳۹)۔ آج ہمیں یہ دُعا نہیں کرنی چاہئے کہ ہمیں رُوحُ القُدس "دیا جائے" تاکہ ہمارے اندر سکُونت کرے۔ کیونکہ وُہ ہمارے اندر سکُونت کرنے کے لئے اُسی وقت آجاتا ہے جب ہم ایمان لاتے ہیں (رومیوں ۸: ۹ ب؛ اِفسیوں ۱: ۱۳۔ ۱۴)۔

لیکن دُوسرے طریقوں سے رُوحُ القُدس کے لئے دُعا کرنا بالکُل جائز اور ضرُوری ہے۔ مثلاً یہ کہ رُوحُ القُدس ہمیں نصیحت پذیر بنائے، کہ رُوحُ القُدس ہماری راہنمائی کرے، اور ہم مسیح کے لئے جتنی بھی خِدمت کرتے ہیں اُس پر رُوحُ القُدس کثرت سے انڈیلا جائے۔

مُمکن ہے کہ جب یسوؔع نے شاگردوں کو "رُوحُ القُدس" مانگنے کی ہدایت کی تو اُس کا اِشارہ رُوح کی اُس "قوّت" کی طرف تھا جو توفیق دیتی ہے کہ اُس کے پیروکار

وُہ شاگردیت اِختیار کر سکیں جس کا تعلق دُوسری دُنیا سے ہے اور جس کی تعلیم خُداوند نے گزشتہ ابواب میں دی ہے۔ اَب تک اُن کو غالباً اِحساس ہو چُکا تھا کہ وُہ اپنی طاقت سے شاگردیت کے وُہ اِمتحان پاس نہیں کر سکتے۔ بے شک یہ بات درُست ہے۔ "رُوحُ القُدس" وُہ قُوّت ہے جو مسیحی زِندگی بسر کرنے کی توفیق دیتی ہے۔ چُنانچہ یسوؔع یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ خُدا اُن سب کو رُوحُ القُدس دینا چاہتا ہے جو اُسے مانگتے ہیں۔

اصل زُبان یُونانی میں آیت ۱۳ میں "رُوحُ القُدس" کے لئے جو لفظ اِستعمال ہُوا ہے وُہ حرفِ تخصیص کے بغیر ہے۔ پروفیسر ایچ۔ بی۔ سویٹؔ کہتا ہے کہ ایسی صُورت میں مطلب "رُوحُ القُدس کا اقنوم" نہیں بلکہ اُس کی نعمتیں یا ہماری خاطر اُس کے کام ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی دُعا رُوحُ القُدس کے اقنُوم کے لئے نہیں بلکہ ہماری زِندگی میں اُس کے کاموں کے لئے ہے۔ اِس کا مزید ثبوت متوازی حوالہ متّی ۷: ۱۱ سے بھی مِلتا ہے کہ "... تمُہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھّی چیزیں کیوں نہ دے گا؟"

ط۔ یسوؔع اپنے نُکتہ چینوں کو جواب دیتا ہے ۱۱: ۱۴-۲۶

۱۱: ۱۴-۱۶۔ "بدرُوح" نے اپنے شِکار کو گُونگا بنا دیا تھا۔ اِس بدرُوح کو نکال کر یسوؔع نے لوگوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ عام "لوگوں نے تعجّب کیا" مگر دُوسرے اُس کے اَور زیادہ، اور کُھلم کُھلا مخالِف ہو گئے۔ مُخالفت نے دو صُورتیں اِختیار کر لیں۔ "بعض" نے اِلزام لگایا کہ "یہ تو بدرُوحوں کے سردار بعلؔزبول کی مدد سے بدرُوحوں کو نِکالتا ہے۔" اور کُچھ لوگ یہ مُطالبہ کرنے لگے کہ یہ "ایک آسمانی نشان" دِکھائے۔ غالباً اُن کا خیال تھا کہ اِس طرح ثابت ہو جائے گا کہ بعلؔزبول والا اِعتراض غلط ہے۔

۱۱: ۱۷، ۱۸۔ اِلزام تھا کہ یسوؔع بدرُوحوں کو اِس لئے نِکال سکتا ہے کہ خُود اُس میں بعلؔزبول ہے۔ اِس اِلزام کا جواب آیات ۱۷-۲۶ میں اور آسمانی نشان کے بارے میں جواب آیت ۲۹ میں دِیا گیا ہے۔ سب سے پہلے خُداوند اُن کو یاد دلاتا ہے کہ "جس سلطنت میں پُھوٹ پڑے وہ وِیران ہو جاتی ہے اور جس گھر میں پُھوٹ پڑے وُہ برباد ہو جاتا ہے۔" بدرُوحیں نِکالنے میں اگر یسوؔع "شیطان" کا آلۂ کار تھا تو گویا شیطان اپنا ہی مُقابلہ

کر رہا تھا۔ ایسا سوچنا ہی مضحکہ خیز ہے کہ ابلیس اپنی ہی مخالفت کر رہا اور اپنے مقاصد کو باطل کر رہا ہے۔

۱۱:۱۹۔ دوم، خُداوند نے اپنے نکتہ چینوں کو یاد دِلایا کہ تُمہارے کئی ہم وطن بھی عین اِسی وقت بدرُوحوں کو نِکال رہے ہیں۔ اگر مَیں یہ کام شیطان کی قُوّت سے کرتا ہُوں تو لازمی نتیجہ یہی نِکلتا ہے کہ وُہ بھی اِسی قُوّت سے ایسا کرتے ہیں۔ بے شک یہُودی اِس بات کو ماننے پر راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر وُہ یسُوع کی دلیل کو بھی ردّ نہیں کر سکتے تھے۔ بدرُوحوں کو نکالنے کی قُوّت خُدا سے آتی ہے یا شیطان سے۔ یہ قُوّت ایک ہی سے مِل سکتی ہے، دونوں سے نہیں۔ اگر یسُوع بدرُوحوں کو شیطان کی قُوّت سے نکالتا تھا تو ایسے کام کرنے والے یہُودی بھی اُسی کی قُوّت پر انحصار کرتے تھے۔ اُس کی مذمّت کرنے میں اِن یہُودیوں کی بھی مذمّت ہوتی تھی۔

۱۱:۲۰۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ یسُوع "بدرُوحوں کو خُدا کی قُدرت (یُونانی۔ اُنگلی) سے نِکالتا" تھا۔ یہ حقیقت کہ یسُوع خُدا کے رُوح سے بدرُوحوں کو نکالتا تھا ثبوت تھی کہ "خُدا کی بادشاہی" اُس پُشت کے لوگوں کے پاس آ پہنچی تھی۔ بادشاہی خُود بادشاہ کی ذات میں آ پہنچی تھی۔ یہ حقیقت کہ خُداوند یسُوع خُود وہاں موجُود تھا اور ایسے مُعجزے کر رہا تھا پکا ثبوت تھی کہ خُدا کا ممسُوح حاکم تاریخ کے سٹیج پر ظاہر ہو گیا تھا۔

۱۱:۲۱، ۲۲۔ اب تک شیطان "زور آور آدمی ہتھیار باندھے ہُوئے" تھا اور پُورے دربار پر اُس کا رُعب چلتا تھا، اور کوئی اُس کے سامنے آنکھ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ جتنے بھی بدرُوح گرفتہ ہوتے تھے اُس کے چُنگل میں پھنسے رہتے تھے، اور کوئی نہیں تھا جو اُسے چیلنج کرتا۔ "اُس کا مال محفُوظ" رہتا تھا، یعنی کوئی اُس کے اِختیار کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ خُداوند یسُوع "اُس سے" زیادہ "زور آور" تھا۔ اب وُہ اُس پر "حملہ" کر کے "اُس پر غالب" آیا تھا اور "اُس کے سب ہتھیار ۔۔۔ چھین" لئے تھے اور "اُس کا مال لُوٹ کر بانٹ" دیا تھا۔

یسُوع کے نُکتہ چین بھی اِنکار نہیں کر سکتے تھے کہ وُہ بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔ اِس کا ایک ہی مطلب ہے کہ شیطان پر فتح پائی جا چُکی ہے اور اُس کے شِکاروں کو خلاصی مِل رہی ہے۔ اِن آیات میں خاص یہی نُکتہ پوشیدہ ہے۔

۱۱: ۲۳۔ اِس کے بعد یسوؔع نے فرمایا کہ "جو میری طرف نہیں وُہ میرے خِلاف ہے اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا وُہ بکھیرتا ہے"۔ جَیسے کسی نے کہا ہے کہ "ایک شخص یا تو راستے پر چل رہا ہے یا رُکا ہُؤا ہے اور دُوسروں کے لئے باعثِ رُکاوٹ ہوتا ہے"۔ ہم نے اِس آیت اور ۹: ۵۰ میں بظاہر تضاد کا ذِکر کیا ہے۔ جب بحث مسیح کی ذات اور کاموں کے بارے میں ہے تو غیر جانب داری کی بات نہیں کی جا سکتی۔ جو شخص مسیح کے ساتھ نہیں وُہ اُس کا مخالِف ہے۔ لیکن جب مسیحی خِدمت کی بات ہوتی ہے تو جو لوگ مسیح کے خادِموں کے خِلاف نہیں وُہ اُن کے ساتھ ہیں۔ پہلی آیت میں مسئلہ نجات کا ہے اور دُوسری میں خِدمت کا۔

۱۱: ۲۴-۲۶۔ معلُوم ہوتا ہے کہ خُداوند اپنے نکتہ چینوں کی دلیل کو اُن ہی کو لاجواب کرنے کے لئے اِستعمال کر رہا ہے۔ اُنہوں نے اِلزام لگایا تھا کہ اِس میں بدرُوح ہے۔ اَب وُہ اُن کی قوم کو ایسے شخص کے مشابہ ٹھہراتا ہے جو عارضی طور پر بدرُوح کے قبضے سے آزاد ہُؤا ہے۔ اُن کی تاریخ اِس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ اسیری سے پہلے اِسرائیل کی اُمّت بُت پرستی کی بدرُوح کے قبضے میں تھی۔ لیکن اسیری نے قوم کو اِس "ناپاک رُوح" سے خلاصی دِلا دی۔ اِس کے بعد اِسرائیلی کبھی بُت پرستی کی طرف مائل نہیں ہُوئے۔ اب اُن کا "گھر جھڑا ہُؤا اور آراستہ" تھا۔ مگر وُہ خُداوند یسوؔع کو اَندر آنے اور اِس گھر پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اِس لئے اُس نے پیشین گوئی کی کہ وُہ دِن آتا ہے کہ وُہ "ناپاک رُوح" "اَور سات رُوحیں اپنے سے بُری ہمراہ لے" آئے گی۔ اور وُہ اِسی گھر میں "داخِل ہو کر وہاں بسیں گی"۔ یہاں اِشارہ اُس ہولناک بُت پرستی کی طرف ہے جو اِسرائیلی قوم بڑی مُصیبت کے ایّام میں اِختیار کرلے گی۔ یہ قوم مخالفِ مسیح کو خُدا مان لے گی (یُوحنّا ۵: ۴۳) اور اِس گُناہ کی سزا اُن تمام سزاؤں سے بڑی ہوگی جو اِس قوم کو کبھی مِلی ہیں۔

اگرچہ اِس مثال کا بُنیادی اور اوّلین تعلق بنی اِسرائیل کی قومی تاریخ کے ساتھ ہے مگر اِنسان کی اِنفرادی زِندگی کے ساتھ بھی ہے کہ صِرف توبہ یا اِصلاح کافی نہیں۔ زِندگی میں ایک نیا باب شرُوع کرلینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ ضرُوری ہے کہ خُداوند یسوؔع مسیح کو اپنے دِل اور زِندگی میں خُوش آمدید کہا جائے۔ ورنہ زِندگی میں پہلے سے بھی

زیادہ گھِنَونے گُناہ داخل ہو جائیں گے۔

ی۔ مریم سے بھی زیادہ مُبارک ۱۱: ۲۷-۲۸

بھیڑ میں سے ایک عورت نے پُکار کر یسُوع سے کہا کہ "مُبارک ہے وُہ پیٹ جس میں تُو رہا اور وُہ چھاتیاں جو تُو نے چُوسیں"۔ مسیح کا جواب بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اُس نے اپنی ماں مریم کے مُبارک ہونے کا اِنکار نہیں کیا بلکہ اُس نے آگے کی بات کی کہ خُدا کا کلام سُننا اور اُس پر عمل کرنا زیادہ مُبارک بات ہے۔ دُوسرے لفظوں میں کُنواری مریم اِس بات میں زیادہ مُبارک تھی کہ مسیح پر ایمان لائی اور اُس کی پیروی کرتی رہی۔ جسمانی رِشتہ رُوحانی رِشتے جِتنا اہم نہیں ہوتا۔ یہ دلیل اُن لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہے جو مریم کی حمد و پرستش کرنے کا پرچار کرتے ہیں۔

ک۔ یُوناہ کا نشان ۱۱: ۲۹-۳۳

۱۱: ۲۹- آیت ۱۶ میں بعض لوگوں نے خُداوند یسُوع کو آزمانے کے لئے "آسمانی نشان" طلب کیا تھا۔ اب خُداوند اِس درخواست کا جواب دیتا ہے۔ وُہ اِس کو "اِس زمانہ کے بُرے لوگوں" یا بُری پُشت سے منسُوب کرتا ہے۔ بُنیادی طور پر اِس سے مُراد یہودیوں کی وُہ پُشت ہے جو اُس زمانے میں زندہ موجُود تھی۔ اُن لوگوں کو اعزاز حاصل ہُوا تھا کہ خُدا کا بیٹا اُن کے درمیان موجُود ہُوا۔ اُنہوں نے اُس کی باتیں سُنیں اور اُس کے مُعجزے دیکھے۔ لیکن اِن باتوں سے اُن کی تسلّی نہ ہُوئی۔ اب وُہ بہانہ کرنے لگے کہ اگر ہم "آسمان" میں کوئی بڑا اور فوق الفطرت نشان دیکھیں تو اُس پر ایمان لے آئیں گے۔ خُداوند کا جواب یہ ہے کہ "یُوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا"۔

۱۱: ۳۰- یسُوع کا اِشارہ اپنے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی طرف تھا۔ جس طرح یُوناہ تین ۳ دِن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا اور پھر اُسے سمندر سے خلاصی دِلائی گئی، اُسی طرح یسُوع تین دِن رات قبر میں رہنے کے بعد مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ دُوسرے لفظوں میں زمینی خدمت میں اُس کا آخری اور قطعی ثبوت

والا مُعجزہ اُس کا جی اُٹھنا ہوگا۔ "یُوناہ نینوہ کے لوگوں کے لئے نِشان ٹھہرا"۔ جب وُہ اُس غیر قوم دارالسلطنت میں منادی کرنے گیا تو ایک ایسے شخص کی طرح گیا جو تمثیلی لحاظ سے مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا۔

۱۱: ۳۱، ۳۲۔ "دکھن (جُنوب) کی مَلِکہ" صبا کی غیر قوم ملکہ تھی۔ وُہ ایک لمبا سفر کر کے "سُلیمان کی حِکمت سُننے کو آئی" جس نے ایک بھی مُعجزہ نہیں دیکھا تھا۔ اگر اُس کو خُداوند کے زمانے میں زِندہ ہوتے کا اِعزاز حاصِل ہوتا تو وُہ اُسے بڑی خُوشی سے قبول کرتی! اِس لئے وُہ "عدالت کے دِن اُٹھ کر" اُن شریر لوگوں کے خِلاف گواہی دے گی جو خُداوند یسوع کے زمانے میں زِندہ موجُود تھے اور جنہوں نے پھر بھی اُسے ردّ کر دیا۔ اَب تو دُنیا کے سٹیج پر وُہ نمودار ہُؤا ہے جو "یُوناہ سے بھی بڑا" اور "سلیمان سے بھی بڑا ہے"۔ نینوہ کے لوگوں نے "یُوناہ کی منادی پر توبہ کر لی" تھی۔ مگر بنی اِسرائیل اُس کی منادی پر توبہ کرنے سے اِنکاری تھے جو "یُوناہ سے بھی بڑا ہے"۔

آج بھی بے اعتقادی یُوناہ کی کہانی کا تمسخر اُڑاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ تو عبرانی داستان یا الف لیلوی کہانی ہے۔ یسوع نے یُوناہ کا تذکرہ تاریخ کے ایک حقیقی شخص کے طور پر کیا۔ اِسی طرح سلیمان کا ذِکر بھی کیا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مُعجزہ دیکھ کر ایمان لائیں گے وُہ غلطی پر ہیں۔ ایمان کی بُنیاد حواسِ خمسہ کی گواہی اور ثبُوت پر نہیں بلکہ خُدا کے زِندہ کلام پر ہوتی ہے۔ اگر کوئی اِنسان خُدا کے کلام پہ ایمان نہیں لاتا تو اگر کوئی مُردوں میں سے بھی جی اُٹھے تو وُہ اِنسان اِیمان نہیں لائے گا۔ خُدا نِشان طلب کرنے کے رویّے سے خُوش نہیں ہوتا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ دیکھنا ہُؤا۔ اور بے اِعتقادی کہتی ہے "مجھے کُچھ دِکھاؤ تو مَیں اِیمان لاؤں گی"۔ خُدا کہتا ہے "تُم ایمان لاؤ تو دیکھو گے"۔

ل۔ جلتے ہُوئے چراغ کی تمثیل ۱۱: ۳۳-۳۶

۱۱: ۳۳۔ پہلے تو ہمیں خیال آسکتا ہے کہ اِن آیتوں کا اِن سے پہلے کی آیات سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر غور کرنے سے ہمیں بہت گہرا تعلق نظر آتا ہے۔ یسوع اپنے سامعین کو یاد دِلاتا ہے کہ "کوئی شخص چراغ جلا کر تہ خانہ میں یا پیمانہ کے نیچے نہیں

رکھتا بلکہ چراغدان پر رکھتا ہے" جہاں اُسے سب دیکھ سکتے ہیں اور وُہ سب اندر آنے والوں کو روشنی پہنچا سکتا ہے ۔

اِس کی وضاحت یُوں ہوگی۔ خُدا وُہ ہستی ہے جس نے "چراغ جلایا" ہے ۔ خُداوند یسوؔع کی ذات اور کام میں اُس نے دُنیا کو نور کا شُعلہ مُہیّا کیا ہے ۔ اگر کوئی شخص اِس "نُور" کو نہیں دیکھتا تو خُدا کا کوئی قصُور نہیں ۔ باب ۸ میں یسوؔع نے اُن لوگوں کی ذِمّہ داری کا ذِکر کیا تھا جو پہلے ہی شاگرد ہیں کہ وُہ ایمان کا پرچار کریں اور اُسے برتن کے نیچے نہ چھپائیں ۔ یہاں ۱۱: ۳۳ میں وُہ اُن نُکتہ چینوں کی بے اِعتقادی کو بے نقاب کرتا ہے جو نِشان طلب کرتے ہیں کیونکہ اِس طرح وُہ اپنی شرمساری کے ڈر اور حِرص کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

۱۱: ۳۴ ۔ اُن کی بے اِعتقادی کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی نیّتیں صاف نہیں تھیں ۔ طبعی دُنیا میں "آنکھ" وُہ چیز ہے جو "سارے بدن" کو روشنی دیتی ہے ۔ اگر آنکھ صحت مند ہو تو اِنسان "روشنی" دیکھ سکتا ہے لیکن اگر آنکھ بیمار یعنی اندھی ہو تو روشنی اندر نہیں آسکتی ۔

رُوحانی دُنیا میں بھی یہی حال ہے ۔ اگر اِنسان صاف دِلی سے جاننے کا آرزُومند ہو کہ یسوؔع خُدا کا مسیح ہے یا نہیں تو خُدا اُس پر انکشاف کر دے گا ۔ لیکن اگر اُس کی نیّت صاف نہ ہو ، اگر وُہ اپنے لالچ سے چمٹا رہے ، اگر وہ ڈرتا رہے کہ دُوسرے لوگ کیا کہیں گے تو پھر وُہ مُنجّی کی حقیقی قدر و قیمت کو نہیں پہچانے گا ۔

۱۱: ۳۵ ۔ جن لوگوں سے یسوؔع مخاطب تھا ، وُہ اپنے آپ کو بہُت دانا سمجھتے تھے ۔ وُہ خیال کرتے تھے کہ ہمارے پاس بہُت بڑی مقدار میں رُوشنی ہے ۔ لیکن خُداوند نے اُنہیں خبردار کیا کہ اِس حقیقت پر غور کریں کہ جو "روشنی اُن میں" تھی ، دراصل "تاریکی" تھی ۔ جس روشنی کو رکھنے کا وُہ بہانہ کرتے تھے اور اُن کا اِحساسِ برتری اُن کو مسیح سے دُور رکھتا تھا ۔

۱۱: ۳۶ ۔ جس شخص کی نیّت صاف ہوتی ہے ، جو اپنا سراپا ، اپنا پُورا وجُود دُنیا کے نُورِ مسیح کے لئے کھول دیتا ہے ، وہ رُوحانی نُور سے منوّر ہو جاتا ہے ۔ مسیح اُن کی باطنی زِندگی کو روشن کر دیتا ہے ۔ بالکُل اُسی طرح جیسے اُس کا بدن اُس وقت روشن

ہوتا ہے جب وُہ چراغ کی روشنی کی کرنوں کے بالکُل سامنے آتا ہے۔

۴۔ ظاہری اور باطنی صفائی (طہارت) ۱۱: ۳۷-۴۱

۱۱: ۳۷-۴۰۔ "کِسی فریسی نے یسوؔع کی دعوت کی"۔ یسوؔع نے یہ دعوت قبول کر لی۔ مگر جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو میزبان کو بہُت تعجُّب ہُؤا کہ "یسوؔع نے کھانے سے پہلے غُسل نہیں کیا"۔ یسوؔع نے اُس کے خیالات پڑھ لئے اور ایسی ریاکاری اور ظاہر پرستی پر اُسے خُوب ملامت کی۔ اُس نے اُسے یاد دِلایا کہ حقیقی اہمیّت "پیالے اور رِکابی" کی "اندر" کی صفائی کی ہے نہ کہ بیرُونی صفائی کی۔ ظاہری یا بیرونی طور پر فریسی بالکُل راستباز دِکھائی دیتے تھے لیکن باطن میں ٹیڑھے اور شریر تھے۔ جس خُدا نے اِنسان کے "باہر" کو بنایا ہے، اُسی نے "اندر" کو بھی بنایا ہے۔ اور وُہ چاہتا ہے کہ ہماری "اندرونی" یعنی باطنی زِندگیاں پاک صاف ہوں۔ "اِنسان ظاہری صُورت کو دیکھتا ہے پر خُداوند دِل پر نظر کرتا ہے" (۱-سموئیل ۱۶: ۷)۔

۱۱: ۴۱۔ خُداوند نے دیکھا کہ یہ فریسی کیسے خُود غرض اور حریص ہیں۔ اِس لئے اُس نے اپنے میزبان کو کہا کہ پہلے اپنے "اندر کی چیزیں خیرات کر دو"۔ اگر وُہ دُوسروں کے ساتھ محبّت کرنے کا بُنیادی اِمتحان پاس کر لے تو پھر ساری چیزیں اُس کے لئے واقعی "پاک" ہوں گی۔ ایچ۔ اے۔ آئرن سائڈ کہتا ہے کہ

> "جب خُدا کی محبّت دِل میں اِس طرح بھر جاتی ہے کہ اِنسان کو دُوسروں کی ضرُوریات کی فکر ہو، تب ہی اُن ظاہری رسُومات کی کوئی اصل قدر و قیمت ہو گی۔ جو شخص ہر وقت اپنے لئے جمع کرنے میں لگا رہتا ہے اور اپنے اِردگرد کے غریبوں اور مُحتاجوں کی قطعاً کوئی پروا نہیں کرتا، وُہ اِس بات کا ثبُوت دیتا ہے کہ خُدا کی محبّت میرے دِل میں سکونت نہیں کرتی"۔

ایک گُمنام مُصنّف اِس کا خُلاصہ یُوں پیش کرتا ہے کہ

> "آیات ۳۹-۵۲ میں فریسیوں اور شرع کے عالموں کے خِلاف جو اِنتہائی سخت باتیں کہی گئی ہیں، وُہ ایک فریسی کے گھر میں کھانے کی

میز پر رکھی گئیں (آیت ۳۷) ۔ "جس بات کو ہم "ذوقِ سلیم" کہتے ہیں، اُسے بعض اوقات سچّائی کی محبّت کا متبادل بنا دیا جاتا ہے ۔ جب تیوری چڑھانی چاہیے، اُس وقت مُسکرا دیتے ہیں، جب بولنے کی ضرورت ہوتی ہے خاموش رہتے ہیں ۔ خُدا پر ایمان اور بھروسا توڑنے سے بہتر ہے کہ ضیافت کو درہم برہم کر دیا جائے"۔

ل ۔ فریسیوں کو ملامت کی جاتی ہے ۱۱: ۴۲-۴۴

۱۱: ۴۲ ۔ فریسی ظاہر پرست تھے ۔ وہ رسمی شریعت کی تفاصیل کی پیروی کرتے میں پورے تکلّفات کی پابندی کرتے تھے ۔ مثلاً پودینے اور سُداب جیسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی دہ یکی دینے پر بہت زور دیتے تھے، مگر خُدا اور اِنسان کے ساتھ اپنے رِشتہ اور تعلقات کے بارے میں بالکل بے پروا تھے ۔ وہ غریبوں پر ظُلم کرتے اور خُدا کے ساتھ محبّت رکھنے سے قاصر رہتے تھے ۔ خُداوند نے اُن کو "پودینے اور سُداب ... پر دہ یکی" دینے پر ملامت نہیں کی بلکہ اِس بات پر توجہ دِلائی تھی کہ اُن کو واجب نہیں کہ اِس خاص بات میں تو اِتنے جوشیلے ہوں اور "اِنصاف اور خُدا کی محبّت" جیسے زندگی کے بُنیادی فرائض کو نظر انداز کر دیں ۔ وہ اصلی اور بُنیادی باتوں کو تو چھوڑ دیتے تھے مگر ثانوی اور کم تر باتوں پر زور دیتے تھے ۔ اُن باتوں میں اُن کا رویّہ لاجواب تھا جو دوسروں کو دِکھائی دیتی ہیں ۔ مگر جو باتیں صرف خُدا کو دِکھائی دیتی ہیں، اُن میں بے پروا اور غافل تھے ۔

۱۱: ۴۳ ۔ وہ پسند کرتے تھے کہ ہماری واہ واہ ہوتی رہے ۔ ہمیں "عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کُرسیاں" ملیں اور "بازاروں میں" لوگ ہماری طرف خاص توجہ دیں ۔ اِس طرح وہ نہ صرف ظاہر پرستی بلکہ تکبّر کے قصوروار بھی تھے ۔

۱۱: ۴۴ ۔ اور آخر میں خُداوند نے اُن کو "پوشیدہ قبروں" سے تشبیہ دی ۔ مُوسیٰ کی شریعت کے تحت جو شخص کسی قبر کو چھو لیتا تھا، وہ سات دِن تک ناپاک رہتا تھا (گنتی ۱۹: ۱۶) ۔ بے شک وہ چھوتے وقت جانتا بھی نہ ہو کہ یہ قبر ہے ۔ "فریسی" ظاہراً تو یہ تاثر دیتے تھے کہ ہم بڑے پارسا مذہبی لیڈر ہیں ۔ مگر حقیقت

میں اُن کو ایک نشان پہنے پھرنا چاہیئے تھا جو لوگوں کو خبردار کرتا کہ ہم کو چھُونے سے ناپاک ہو جاؤ گے۔ وُہ "پوشیدہ قبروں کی مانند" تھے جن کے اندر گندگی، آلودگی اور ناپاکی بھری ہوتی ہے۔ وُہ لوگوں کو اپنی ظاہر پرستی اور تکبّر سے ناپاک کر رہے تھے۔

س۔ شرَع کے عالموں کی فضیحت ۱۱: ۴۵-۵۲

۱۱: ۴۵۔ "شرَع کے عالم" یا فقیہ مُوسیٰؔ کی شریعت کی تشریح و تفسیر کرنے کے ماہر مانے جاتے تھے۔ مگر اُن کی مہارت صِرف اِتنی بات پر محدُود تھی کہ دُوسروں کو بتائیں کہ کیا کرنا ہے۔ وُہ خُود اِس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک عالِم شرَع نے یسوؔع کی باتوں کی کاٹ کو محسُوس کِیا اور اُسے متوجہ کیا کہ فریسیوں پر تنقید کرنے سے تُو شرَع کے عالموں کی بھی بے عِزّتی کرتا ہے۔

۱۱: ۴۶۔ خُداوند نے اِس موَقع کو بھی اِستعمال کر کے شرع کے عالموں کے بعض گُناہوں پر کڑی تنقِید کی۔ اوّل تو وُہ لوگوں پر ہر قسم کا شرعی "بوجھ" لاد کر اُن پر ظُلم کرتے تھے لیکن "اُن بوجھوں" کو اُٹھانے میں اُن کی قطعاً مدد نہیں کرتے تھے۔ کیلّی اِس سِلسلے میں کہتا ہے کہ "جن لوگوں کی وجہ سے شرع کے اِن عالموں کو اہمیّت اور وُقعت حاصل ہوتی تھی، اُن ہی کو وُہ حقیر اور ناچیز سمجھتے تھے"۔ اُن کے بہُت سے قانُون اور قاعِدے خُود ساختہ تھے جن کا تعلق کِسی اہم مَسئلے سے نہیں ہوتا تھا۔

۱۱: ۴۷-۴۸۔ یہ شرع کے عالِم ریاکار قاتِل تھے۔ وُہ دِکھاتے تو یہ تھے کہ ہم خُدا کے نبیوں کی عِزّت کرتے ہیں، یہاں تک کہ پُرانے عہدنامے کے "نبیوں کی قبروں" پر مقبرے تعمیر کرلتے تھے۔ اور یقیناً لگتا تھا کہ یہ گہری عِزّت کا ثبوت ہے۔ لیکن خُداوند یسوؔع اُن کے دِلوں کو جانتا تھا۔ اُن کے یہُودی آبا و اجداد نے نبیوں کو "قتل کِیا تھا"۔ یہ عالِم شرع بظاہر اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے تھے، لیکن حقیقت میں اُنہی کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ ایک طرف تو وُہ نبیوں کی "قبریں" بناتے ہیں، دُوسری طرف ساتھ ہی وُہ خُدا کے سب سے بڑے نبی خُود خُداوند کو مار ڈالنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ اور وُہ خُدا کے وفادار نبیوں اور رسُولوں کو قتل کرتے رہیں گے۔

۱۱: ۴۹۔ اِس آیت کو متّی ۲۳: ۳۴ کے ساتھ مِلا کر دیکھا جائے تو معلُوم ہوگا کہ

یسوع خود "خدا کی حکمت" ہے۔ یہاں وہ کہتا ہے کہ "خدا کی حکمت نے کہا ہے کہ میں نبیوں اور رسولوں کو اُن کے پاس بھیجوں گی"۔ متی کی انجیل میں خداوند نے یہ بات پرانے عہدنامہ یا کسی اَور ماخذ کے حوالے سے نہیں کہی بلکہ یہ اُس کا اپنا بیان ہے (۱-کرنتھیوں ۱: ۳۰ بھی ملاحظہ کریں جہاں مسیح کو "حکمت" کہا گیا ہے)۔ خداوند یسوع نے وعدہ کیا کہ میں اپنے "زمانہ کے لوگوں" کے پاس "نبیوں اور رسولوں کو بھیجوں گا۔ مگر وہ اُن کو "قتل کریں گے اور ... ستائیں گے"۔

۱۱: ۵۰-۵۱- پرانے عہدنامے میں نبیوں کے قتل کا پہلا واقعہ "ہابل" کا قتل اور آخری واقعہ "زکریاہ" کا قتل ہے۔ یہ وہ زکریاہ ہے "جو قربانگاہ اور مقدس کے بیچ میں ہلاک ہوا" تھا (۲-تواریخ ۲۴: ۲۱)۔ یہودی پرانے عہدنامہ کی ترتیب میں ۲-تواریخ سب سے آخری کتاب تھی۔ چنانچہ جب خداوند نے "ہابل" اور "زکریاہ" کے نام لئے تو تمام شہیدوں کو شامل کر لیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اُن سب کے قتل کا حساب اِسی (خداوند کے) زمانہ کے لوگوں سے لیا جائے گا۔ جب خداوند یہ الفاظ کہہ رہا تھا تو اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ لوگ مجھے صلیب پر چڑھا کر مار ڈالیں گے۔ اور اِسی طرح مردانِ خدا پر کیا جانے والا سارا ظلم وستم نقطۂ عروج کو پہنچ جائے گا۔ اِسی وجہ سے "اِسی زمانہ کے لوگوں سے سب کی بازپُرس کی جائے گی"۔

۱۱: ۵۲- آخر میں خداوند یسوع شرع کے عالموں کی اِس لئے فضیحت کرتا ہے کہ اُنہوں نے لوگوں سے "معرفت کی کُنجی چھین لی" ہے۔ یعنی خدا کے کلام کو لوگوں تک نہیں پہنچنے دیتے۔ بے شک ظاہری طور پر اِعلان اور اقرار کرتے تھے کہ ہم صحائف کے وفادار ہیں لیکن بڑی ہٹ دھرمی سے اُس ہستی کو قبول کرنے سے اِنکار کرتے تھے جس کی گواہی صحائف دیتے ہیں۔ وہ دوسروں کو مسیح کے پاس آنے سے "روکتے" تھے۔ نہ تو وہ خود اُسے قبول کرنے کو تیار تھے، نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے تھے۔

ع- فقیہوں اور فریسیوں کا ردِّ عمل ۱۱: ۵۳-۵۴

صاف نظر آتا ہے کہ خداوند کے ایسے سیدھے اور صریح الزامات پر فقیہ اور

فریسی بہت سیخ پا ہُوئے۔ "وُہ اُسے بے طرح چمٹنے اور چھیڑنے لگے"۔ اور خُداوند کو باتوں میں اُلجھانے اور پھنسانے کی کوششیں تیز کر دیں تاکہ اُس کی کوئی ایسی "بات پکڑیں" جس کی بُنیاد پر اُس کے واجبُ القتل ہونے کا فتویٰ صادر کریں۔ یُوں اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ اُن کے کردار کے بارے میں خُداوند کی باتیں کتنی دُرست تھیں۔

۸۔ یروشلیم کو سفر کرتے ہُوئے تعلیم دینا اور شفا بخشنا

ابواب ۱۲ - ۱۶

ا۔ آگاہی اور حوصلہ افزائی ۱۲: ۱ - ۱۲

۱۲: ۱۔ جب یسُوع فریسیوں اور شرع کے عالموں کو ملامت کر رہا تھا تو "ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ لگ گئی"۔ کہیں بحث یا مناظرہ ہو رہا ہو تو اکثر مجمع لگ جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھیڑ اِس لئے بھی کھنچی چلی آ رہی تھی کہ یسُوع بڑی بے خَوفی سے ریاکار اور منافق مذہبی راہنماؤں کی فضیحت کر رہا تھا۔ اگرچہ گُناہ کے بارے میں غیر مصالحانہ رویّے کو عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا، لیکن دِل میں اِنسان اِسے راست جانتا اور پسند کرتا ہے۔ سچائی ہمیشہ اپنی تصدیق خُود کرتی ہے۔ یسُوع نے "اپنے شاگِردوں" کو خبردار کیا کہ "اُس خمیر سے ہوشیار رہنا جو فریسیوں کی ریاکاری ہے"۔ اُس نے واضح کیا کہ خمیر "ریاکاری" کی علامت ہے۔ ریاکار وُہ ہوتا ہے جس نے گویا نقاب اوڑھ رکھا ہو۔ وُہ اندر سے کُچھ ہوتا ہے، باہر سے بالکُل کُچھ اَور نظر آتا ہے۔ فریسی اپنے تئیں نیکی کی نظیر سمجھتے تھے حالانکہ وُہ اوّل درجے کے بہرُوپئے تھے۔

۱۲: ۲، ۳۔ ایک دِن آئے گا کہ وُہ بے نقاب ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے جو کُچھ ڈھانک رکھا تھا وُہ سب کُھل جائے گا۔ اور جو کُچھ وُہ "اندھیرے" میں کرتے تھے، وُہ باہر "اُجالے" میں لا رکھا جائیگا۔

جیسے ریاکاری کا بے نقاب ہونا اٹل ہے، وَیسے ہی سچائی کا فتح مند ہونا بھی اٹل ہے۔ اُس وقت تک شاگِردوں نے جتنی منادی کی تھی، وُہ مُقابلتاً محدُود اور گُمنام سامعین کے سامنے ہُوئی تھی۔ لیکن بنی اِسرائیل کی طرف سے مسیحِ مَوعُود کے رَدّ کئے جانے اور رُوحُ القُدس کے نازِل ہونے کے بعد شاگِرد دلیری اور بے خَوفی کے ساتھ خُداوند یسُوع کے نام میں

نکلیں گے اور دُنیا میں دُور ونزدیک خوشخبری کی منادی کریں گے۔ اور اب کے مُقابلے میں گویا "کوٹھوں پر اُس کی منادی کی جائے گی"۔ گوڈیٹ کہتا ہے کہ "جن کی آواز آج سوائے محدُود اور گمنام حلقوں کے کہیں سُنی نہیں جاتی، وُہ دُنیا کے اُستاد ہوں گے"۔

۱۲: ۴، ۵۔ "مگر تُم دوستوں ..."۔ یہ کیسے حوصلہ افزا اور ہمّت افزا الفاظ ہیں۔ اِن سے یسوع اپنے شاگردوں کو آگاہ کرتا ہے کہ مُصیبتوں اور آزمائشوں کے درمیان بھی اُس کی انمول دوستی سے نہ شرمائیں۔ جب مسیحی پیغام کی منادی ساری دُنیا میں ہوگی تو نتیجہ میں وفادار شاگردوں کو ظُلم وستم بلکہ موت کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن فریسیوں جیسے آدمی شاگردوں کے ساتھ جو بُرے سے بُرا سُلوک کر سکتے ہیں اُس کی بھی ایک حد ہے۔ وُہ اُس سے نہ ڈریں۔ اُن پر ہونے والے ظُلم وستم کے بدلے خُدا ظالموں کو اِس سے بھی بدتر سزا دے گا، یعنی "جہنّم" میں ابدی موت — اِس لئے ضرُور ہے کہ شاگرد اِنسان سے نہیں بلکہ خُدا سے "ڈریں"۔

۱۲: ۶، ۷۔ خُدا شاگردوں کو محفُوظ رکھتا ہے۔ اِس حقیقت پر زور دینے کے لئے خُداوند یسوع بیان کرتا ہے کہ آسمانی باپ کو "چڑیوں" تک کی فکر ہے۔ متّی ۱۰: ۲۹ میں بیان ہوا ہے کہ پیسے کی دو چڑیاں بکتی ہیں جبکہ یہاں درج ہے کہ "کیا دو پیسے کی پانچ چڑیاں نہیں بکتیں؟" دوسرے لفظوں میں جب چار چڑیاں خریدی جائیں تو ایک چڑیا مُفت میں مِل جاتی ہے۔ تجارتی لحاظ سے یہ چڑیا فالتُو ہے۔ اِس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ مگر "خُدا کے حضُور" یہ فالتُو چڑیا بھی "فراموش نہیں ہوتی"۔ اگر خُدا اِس چڑیا کی اِتنی فکر کرتا ہے تو اُن اِنسانوں کی کہیں زیادہ فکر کیوں نہ کرے گا جو اُس کے بیٹے کی خُوشخبری کو لے کر دُنیا بھر میں جاتے ہیں۔ اُس نے تو اُن کے "سر کے سب بال بھی گنے ہُوئے ہیں"۔

۱۲: ۸۔ مُنجی نے شاگردوں کو بتایا کہ "جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے" میں "بھی خُدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِقرار" کروں گا۔ یہاں یسوع سارے ایمانداروں کی بات کر رہا ہے۔ اُس کا اِقرار کرنے کا مطلب ہے اُسے خُداوند اور مُنجی قبول کرنا۔

۱۲: ۹۔ "جو آدمیوں کے سامنے میرا اِنکار کرے خُدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِنکار کیا جائے گا"۔ یہاں خاص اِشارہ فریسیوں کی طرف ہے۔ مگر بے شک وُہ سب بھی شامل ہیں جو مسیح کا اِنکار کرتے اور اُس کو ماننے میں شرم محسُوس کرتے ہیں۔ اُس

روز وُہ کہے گا "میری تُم سے کبھی واقفیت نہ تھی"۔

۱۲: ۱-۱۰ - اِس کے بعد مُنجّی نے شاگردوں کو سمجھایا کہ مجُھ پر تنقید کرنے اور "رُوحُ القُدس کے حق میں کُفر بکنے" میں فرق ہے۔ جو لوگ "ابنِ آدم کے خِلاف" بولتے ہیں، اگر وُہ توبہ کریں اور ایمان لائیں تو اُن کو "مُعاف کیا جائے گا"۔ لیکن "رُوحُ القُدس کے حق میں کُفر" ناقابلِ مُعافی گُناہ ہے۔ یہی وُہ گُناہ ہے فریسی جِس کے مُرتکِب تھے (دیکھئے متّی ۱۲: ۲۲-۳۲)۔ یہ گُناہ ہے کیا؟ یہ گُناہ ہے خُداوند یسُوع کے مُعجزوں کو ابلیس سے منسُوب کرنا۔ یہ "رُوحُ القُدس کے حق میں کُفر" اِس لئے ہے کیونکہ یسُوع نے سارے مُعجزے رُوحُ القُدس کی قُدرت میں کیئے۔ اِس لئے یہ کہنا اِس کے مُترادِف ہے کہ خُدا کا رُوحُ القُدس اِبلیس ہے۔ اِس گُناہ کی مُعافی نہ تو اِس جہان میں ہے نہ اگلے جہان میں۔

یہ گُناہ کِسی سچّے ایماندار سے سرزَد نہیں ہو سکتا حالانکہ خُداوند کے کئی لوگ اِس خیال سے ہراساں ہیں کہ ٹھنڈے پڑنے سے اُن سے یہ ناقابلِ مُعافی گُناہ ہو چُکا ہے۔ خُداوند کی محبّت کا ٹھنڈا پڑ جانا ایسا گُناہ نہیں جِس کی مُعافی ناممکن ہے۔ ایسے شخص کی مُنجّی کے ساتھ رِفاقت دوبارہ قائم ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت کہ کوئی کِسی خطا کے بارے میں بے چین ہے بذاتِ خُود اِس بات کا ثبُوت ہے کہ اُس سے یہ گُناہ سرزَد نہیں ہُوا۔

اگر کوئی غیر ایماندار شخص مسیح کو "رَدّ" کرتا ہے تو یہ بھی ناقابلِ مُعافی گُناہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مُنجّی کو بار بار ٹھکراتا رہے اور کِسی وقت خُداوند کی طرف پھرے اور ایمان لے آئے۔ بے شک اگر وُہ بھی بے ایمانی کی حالت میں مَر جائے تو پھر کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا، ایمان نہیں لا سکتا۔ اِس صُورت میں اُس کا گُناہ ناقابلِ مُعافی رہتا ہے۔ لیکن جِس گُناہ کو ہمارے خُداوند نے ناقابلِ مُعافی گُناہ قرار دِیا ہے، وُہ گُناہ ہے جِس کے مُرتکب فریسی یہ کہنے سے ہو رہے تھے کہ یسُوع بَدرُوحوں کے سردار بعل زبُول کی مدد سے مُعجزے کرتا ہے۔

۱۲: ۱۱-۱۲ - یہ بات تو اٹل تھی کہ شاگِردوں کو ایمان اور گواہی کے باعث مورِدِ الزام ٹھہرایا جائے گا۔ اور اُن کو "حاکموں اور اختیار والوں کے پاس لے جائیں گے"۔ خُداوند نے شاگِردوں کو بتایا کہ پہلے ہی یہ سوچنے لگنا غیر ضرُوری ہے کہ "ہم کیا جواب دیں گے"، کیونکہ جب بھی ضرُورت ہو گی "رُوحُ القُدس" صحیح اور مُناسب الفاظ اُن کے مُنہ میں

ڈالے گا۔ اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسیح کے خادِم دُعا میں وقت نہ گزاریں، اور خوشخبری کی منادی کرنے سے پہلے بائبل مُقدّس کا مُطالعہ نہ کریں، یا خُدا کے کلام پر غور و خوض نہ کریں۔ اِس وعدے کو سُستی اور کاہلی کا بہانہ نہ بنائیں۔ البتہ یہ خُداوند کا حتمی وعدہ ہے کہ جن لوگوں کو مسیح کی گواہی کے باعث مُقدّموں میں پھنسایا جائے گا اور عدالتوں میں پیش کیا جائے گا، اُن کو "رُوح القُدس" کی خاص مدد مِلے گی۔ نیز خُدا کے تمام لوگوں کے لئے عام وعدہ بھی ہے کہ اگر وُہ رُوح میں چلیں گے تو زِندگی کے بُحرانی لمحات میں اُن کو مُناسب الفاظ عطا کئے جائیں گے۔

ب۔ لالچ کے بارے میں تنبیہ ۱۲: ۱۳-۲۱

۱۲: ۱۳- اُس وقت "بھیڑ میں سے ایک" شخص آگے بڑھ کر خُداوند سے درخواست کرنے لگا کہ "میرے بھائی" اور میرے درمیان "میراث" کا جھگڑا طے کرا دے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ جہاں وصیّت ہوتی ہے وہاں مُتعدد رِشتے دار اور وارث بھی ہوتے ہیں۔ یہی حال یہاں بھی نظر آتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ اُس آدمی کو جائز حِصّے سے محرُوم کیا جا رہا تھا یا وُہ خُود اپنے حِصّے سے زیادہ ہتھیانے کی کوشش میں تھا۔

۱۲: ۱۴- خُداوند نے اُسے فوراً یاد دلایا کہ مَیں ایسے چھوٹے چھوٹے تنازعات حل کرنے کے لئے اِس دُنیا میں نہیں آیا۔ اُس کی آمد کا مقصد تو گُناہ آلودہ اِنسانوں کی نجات ہے۔ اُسے معمُولی وراثت کی تقسیم جیسے مُعاملات میں لگا کر اعلیٰ و جلالی مقصد سے ہٹایا نہیں جا سکتا تھا (علاوہ ازیں اُسے قانونی اختیار بھی حاصِل نہ تھا کہ جائیداد کے جھگڑوں کا فیصلہ کر سکتا۔ اگر کرتا بھی تو اُس کے فیصلے کو قانونی حیثیّت حاصِل نہ ہوتی۔)

۱۲: ۱۵- خُداوند نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنے سامعین کو ایک ایسی بُرائی سے خبردار کیا جو ہر وقت گھات لگائے رہتی ہے۔ یہ بُرائی ہے "لالچ"۔ "اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو"۔ مادّی چیزوں کا لالچ یا حرص زِندگی کی بڑی بُرائیوں میں سے ایک ہے۔ یہ ایسی خواہش ہے جس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ بلکہ اِس کے باعث اِنسانی وجُود کا اصل مقصد بھی غائب ہو جاتا ہے "کیونکہ کسی کی زِندگی اُس کے مال کی کثرت پر موقُوف نہیں"۔ جے۔ آر۔ مِلر اِس سِلسلے میں رقم طراز ہے کہ:

"یہ ایک سُرخ جھنڈی ہے جو ہمارے خُداوند نے لہرا رکھی ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر انسان اِس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ مسیح نے مال و دَولت کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے۔ لیکن کِتنے ہیں جو مال و دَولت سے ڈرتے ہیں؟ ہمارے زمانے میں لالچ اور حرص کو گُناہ نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کوئی شخص چھٹے یا آٹھویں حُکم کو توڑتا ہے تو اُس پر مجُرم کا ٹھپّا لگ جاتا اور وُہ شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وُہ دسواں حُکم توڑتا ہے تو اُسے حَوصلہ مَند کام سمجھا جاتا ہے۔ بائبل مُقدّس فرماتی ہے کہ "زَر کی دوستی ہر قِسم کی بُرائی کی ایک جڑ ہے" (۱۔تیمتھیُس ۶:۱۰)۔ لیکن جو شخص بھی اِس کا حوالہ دیتا ہے، وُہ لفظ "دوستی" پر بے اِنتہا زور دیتا ہے کہ زَر یا روپیہ بُری چیز نہیں۔ صِرف اِس کی "دوستی" بُرائی کی ایک "زرخیز" جڑ ہے۔

جَب ہم اپنے اِردگرد نظر مارتے ہیں تو محسُوس ہوتا ہے کہ اِنسان کی زندگی کا دار و مدار واقعی "اُس کے مال کی کثرت" پر مَوقوف ہے۔ اِنسان کا خیال ہے کہ میری اہمیّت اور قَدر میرے مال و دَولت کی مناسبت سے ہے۔ اور ایسا لگتا بھی ہے کیونکہ دُنیا کسی اِنسان کو اُس کے بینک بیلنس سے ناپتی ہے۔ لیکن اِس سے زیادہ مُہلک غلطی اَور کوئی نہیں۔ اِنسان کا صحیح پیمانہ یہ نہیں کہ اُس کے پاس کیا ہے بلکہ یہ ہے کہ وُہ خُود کیا ہے۔"

۱۲:۱۶-۱۸۔ بیوقُوف "دَولتمند" کی تمثیل اِس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ مال و دَولت اور جائیداد کی کثرت ہی زِندگی میں سب سے اہم بات نہیں۔ فَصل غیر معمُولی طور پر عُمدہ ہُوئی جس کے باعث اُس دولتمند زمیندار کو ایک مَسئلہ پیش آگیا۔ اُس کی دانست میں یہ مسئلہ بڑا اور باعثِ آزار تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اِتنے غلّے کو کیسے سنبھالُوں۔ اُس کا کیا کرُوں؟ اُس کی کوٹھیوں میں اِتنی گُنجائش نہ تھی۔ اچانک اُسے ایک خیال آیا اور اُس کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ میں "اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بنواؤں گا۔" وُہ اِتنے بڑے تعمیراتی منصُوبے اور اُس پر اُٹھنے والے اخراجات سے بچ سکتا، بشرطیکہ وُہ اپنے اِردگرد کی ضرُورت مند اور مُحتاج دُنیا پر نظر ڈالتا اور اپنی دَولت اور مال و متاع کو جِسمانی اور رُوحانی بھُوک

ہٹانے کے لئے اِستعمال کرتا۔ "غریبوں کی جھولیاں، بیواؤں کے گھر اور یتیموں کے مُنہ وُہ کھتّے اور کوٹھیاں ہیں جو ہمیشہ تک مَوجُود رہتی ہیں"۔ یہ آمبروِس کا قَول ہے۔

۱۲: ۱۹۔ وُہ منصُوبہ بنانے لگا کہ جُونہی یہ کوٹھیاں تیار ہو جائیں گی۔ اناج اُن میں بھر جائے گا، تو مَیں مزید محنت مُشقت کو خیر باد کہہ کر بافراغت زِندگی بسر کروں گا۔ اُس کے رویّے اور بے نیازی کی رُوح پر غور کریں۔ میرے کھتّے، کوٹھیاں، میری فصلیں، میرا پھل، میرا مال، میرا اسباب، میری جان —— اُس نے مُستقبل کی منصُوبہ بندی مکمّل کرلی۔ "چین کر، کھا پی، خوش رہ"۔

۱۲: ۲۰، ۲۱۔ مگر جب وُہ سوچنے لگا کہ وقت میرے کنٹرول میں ہے تو وُہ خُدا کے منصُوبے کے ساتھ ٹکرا گیا اور اَبدی تباہی میں جا پڑا۔ اور خُدا نے اُس سے کہا۔ "اِسی رات تیری جان تجھ سے طلب کرلی جائے گی"۔ پھر ساری مادّی چیزوں کی ملکیّت ختم ہو جائے گی۔ یہ تمام چیزیں کِسی دُوسرے کے قبضے میں چلی جائیں گی۔ کِسی نے بیوقوف کی تعریف یُوں کی ہے کہ بیوقوف وُہ ہے جس کے منصُوبے قبر پر ختم ہوتے ہیں۔ بے شک یہ آدمی بیوقوف تھا۔

خُدا نے پُوچھا "پَس جو تُو نے تیار کِیا ہے، وُہ کِس کا ہوگا؟" ہمیں بھی اپنے آپ سے یہی سُوال پُوچھنا چاہیئے۔ "اگر مسیح آج آجائے تو میرا سارا مال و متاع کِس کا ہوگا؟" کِتنا اچّھا ہو کہ آج ہم اِسے خُدا کے لئے اِستعمال کریں، بجائے اِس کے کہ کل وُہ اِبلیس کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ اِس مال متاع سے ہم آج آسمان میں "خزانہ" جمع کرسکتے اور "خُدا کے نزدیک دَولتمند" بن سکتے ہیں۔ یا ہم اِسے اپنے جسم پر بے دریغ خرچ کرسکتے اور جسم سے ہلاکت کی فصل کاٹ سکتے ہیں۔

ج۔ فِکرمندی بمقابلہ ایمان ۱۲: ۲۲-۳۴

۱۲: ۲۲، ۲۳۔ مسیحی زِندگی میں ایک زبردست خطرہ یہ ہے کہ خوراک اور لباس کا حصُول ہماری زِندگی کا اوّلین مقصد بن جائے اور مادّی چیزوں کی خاطر روپیہ پَیسہ کمانے میں اِتنے مگن ہو جائیں کہ خُداوند کا کام ثانوی درجہ پر چلا جائے۔ نیا عہد نامہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ ہماری زِندگیوں میں مسیح کے کام کو اوّلیت حاصل ہونی چاہیئے۔

"خوراک" اور "پوشاک" کا درجہ بعد میں ہو، ہم اپنی روزمرّہ ضروریات کی فراہمی کے لئے خوب محنت کریں، پھر مستقبل کے لئے خدا پر بھروسا کرتے ہوئے خود کو اُس کی خدمت میں لگا دیں ۔ یہ ہے ایمان کی زندگی ۔

جب خداوند یسوع نے کہا کہ یہ "فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور ... کیا پہنیں گے" تو اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے اِنتظار کرتے رہیں کہ چیزیں مہیّا ہو جائیں گی ۔ مسیحیت کسی صورت بھی سستی اور کاہلی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، خداوند کا مطلب یہ تھا کہ اپنی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ کماتے ہوئے ہم اِن کو غیر ضروری اور غیر واجب اہمیت نہ دیں، آخر زندگی میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جو اِن چیزوں سے کہیں زیادہ اہم ہے ۔ صرف کھانا پہننا ہی تو اہم نہیں ۔ اِس دُنیا میں ہم بادشاہ کے ایلچی ہیں ۔ ہمارا واحد اور جلالی فرض یہ ہے کہ لوگوں کو اُس کے بارے میں بتائیں کہ وہ اُس کو جان لیں ۔ ہمارا ذاتی آرام و آسائش اور لباس و زیبائش اِس فرض کے تابع ہونی چاہیئے ۔

۱۲: ۲۴ ۔ یسوع نے "کوّوں" کی مثال دی کہ "خدا" اپنی مخلوق کی کیسے فکر کرتا ہے ۔ کوّے خوراک کی تلاش میں اور مستقبل کے لئے جمع کرنے کے پیچھے دیوانے نہیں ہوئے پھرتے ۔ وہ ہر گھڑی خدا پر انحصار کرتے ہیں ۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ "نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ..."

اِس حقیقت کو کھینچ تان کر یہ تعلیم نہیں دینی چاہیئے کہ ہمیں کوئی غیر مذہبی یا دُنیاوی پیشہ ہی اِختیار نہیں کرنا چاہیئے ۔ اِس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جن کو خدا نے پیدا کیا ہے، وہ اُن کی ضروریات سے بھی واقف ہے ۔ اور اگر ہم اُس پر انحصار کریں گے تو وہ اُنہیں پوری بھی کرے گا ۔ اگر خدا کوّوں کو کھلاتا ہے تو اُنہیں کیوں نہیں کھلائے گا جن کو اُس نے خلق کیا ہے، جن کو اُس نے اپنے فضل سے نجات بخشی ہے اور جن کو اُس نے اپنے خادم ہونے کے لئے بُلایا ہے ۔ کوّوں کے پاس نہ کوٹھیاں ہوتی ہیں نہ کھتّے، تو بھی خدا اُنہیں روز کی خوراک دیتا ہے ۔ پھر ہم بڑی کوٹھیاں اور بڑے کھتّے کیوں بنائیں؟

۱۲: ۲۵، ۲۶ ۔ یسوع نے پوچھا کہ "تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بڑھا سکے؟" ۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ چیزوں (مثلاً مستقبل) کے لئے

فکر کرنا کیسی بیوقوفی ہے کیونکہ ہمیں اِن پر کچھ اختیار نہیں ۔ کوئی شخص نہیں ”جو فکر کر کے“ اپنا قد یا اپنی عمر بڑھا سکے ۔ (اصل زبان میں جو لفظ استعمال ہُوئے ہیں اُن کا مطلب قد بڑھانا اور عُمر بڑھانا دونوں ہو سکتے ہیں) بلکہ چاہیئے کہ اپنی طاقت اور وقت دونوں کو مسیح کی خِدمت اور عبادت کے لئے وَقف کر دیں اور مستقبل کو اُس کے ہاتھوں میں دے دیں ۔

۱۲: ۲۷، ۲۸ ۔ اِس کے بعد خُداوند نے ”سوسن کے درختوں“ کی مثال دے کر ثابت کیا کہ اپنی صلاحیتّوں کو ”پوشاک“ وغیرہ کے حصُول میں صَرف کرتے رہنا بیوقوفی ہے ۔ ”سوسن“ سے مُراد غالباً سُرخ گُلِ لالہ ہے ۔ ”وُہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں“ ۔ تو بھی اُن میں وُہ قدرتی حُسن و جاذبیت ہے کہ ”سلیمان بھی باوجُود اپنی ساری شان و شوکت کے“ اُن کا مُقابلہ نہیں کر سکتا ۔ جب ”خُدا“ جنگلی پھُولوں پر جو ”آج ہیں“ اور ”کل تنُور میں“ جھونک دِئے جاتے ہیں ایسی خُوبصُورتی نچھاور کرتا ہے تو کیا وُہ اپنے فرزندوں کی ضرُوریات کی پَروا نہیں کرے گا؟ جب ہم فکر کرتے، پریشان ہوتے اور مادّی چیزوں کی فراہمی اور حصُول کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں تو اپنی ”کم اعتقادی“ کا ثبوت دیتے ہیں ۔ ہم اپنی زِندگی اُس کام میں ضائع کرتے رہتے ہیں جو خُدا کر دیتا، بشرطیکہ ہم اپنا وقت اور صلاحیتّ اُس کے لئے وقف کر دیتے ۔

۱۲: ۲۹-۳۱ ۔ درحقیقت ہماری روزمرّہ ضرُوریات تھوڑی اور معمُولی ہیں ۔ اگر غَور کریں تو حَیران رہ جائیں گے کہ ہم کِس سادگی سے زِندگی گزُار سکتے ہیں ۔ تو پھر زِندگی میں خوراک اور پوشاک کو کیوں سر پر چڑھائے پھرتے ہیں؟ کیوں ”شکی“ بنتے اور مستقبل کی فِکر میں غلطاں رہتے ہیں؟ اِس طرح تو غیر نجات یافتہ لوگ کرتے ہیں ۔ ”دُنیا کی قومیں“ جو خُدا کو باپ کے طور پر نہیں جانتی ہیں، وُہ خوراک اور پوشاک اور دیگر لوازمات اور خوشیوں کی ”تلاش میں ... رہتی ہیں“ ۔ یہ چیزیں اُن کے وجُود کا مرکز و محور ہوتی ہیں ۔ مگر خُدا کبھی نہیں چاہتا کہ میرے فرزند حیوانی آسائشوں کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگتے پھرتے پھریں ۔ اُس نے اِس دُنیا میں اُن کے لئے ایک خاص کام رکھا ہُوا ہے ۔ اور وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ پُورے دِل سے اپنے آپ کو مُجھے دے دیں گے، مَیں اُن کی پُوری پُوری فِکر کر کے اُنہیں سنبھالوں گا ۔ اگر ہم ”اُس کی بادشاہی کی تلاش“ میں رہیں تو وُہ ہمیں کبھی مُجھوکا یا ننگا نہیں رہنے دے گا ۔ کِتنے افسوس کی بات ہو گی کہ زِندگی کے سفر کے اِختتام پر پُہنچ کر ہمیں اِحساس ہو کہ جن چیزوں کے پیچھے ہم دیوانہ وار بھاگتے رہے ہیں، وُہ تو آسمانی گھر کو واپسی کے ٹکٹ

میں پہلے ہی شامل تھیں۔

۱۲:۳۲۔ مسیح کے شاگرد بھیڑوں کے اُس "چھوٹے گلّے" کی مانند ہیں جو اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ اور اُن کو دُشمنی اور عناد سے بھری ہُوئی دُنیا میں بھیجا گیا ہے۔ یہ دُرست ہے کہ اُن کے پاس حفاظت، نگہداشت اور دِفاع کے بظاہر کوئی وسائل نہ تھے۔ تو بھی یہ بے سہارا اور ٹھٹھرے ہُوئے نوجوان ہی مسیح کے ساتھ "بادشاہی" کے وارِث ہیں۔ وُہ دِن آتا ہے کہ وُہ مسیح کے ساتھ ساری دُنیا پر بادشاہی کریں گے۔ اِن باتوں کے مدِنظر خُداوند اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ "اے چھوٹے گلّے نہ ڈر۔ کیونکہ تُمہارے باپ کو پسند آیا کہ تُمہیں بادشاہی دے"۔ یہ جلالی اِعزاز تُمہارا مُنتظِر ہے، چُنانچہ جو راستہ تُمہارے سامنے ہے، اُس پر گھبرانے اور فِکر کرنے کی کیا ضرُورت!

۱۲:۳۳-۳۴۔ مادّی چیزوں کے انبار لگانے اور مُستقبل کے لئے منصُوبے بنانے کی بجائے وُہ اِن چیزوں کو خُداوند کے کام کے لئے اِستعمال کر سکتے ہیں۔ اِس طرح وُہ آسمان اور ابدیّت کے لئے سرمایہ کاری کریں گے۔ گردشِ زمانہ' اور وقت کی تباہ کاریاں اِس سرمایہ کا کُچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ آسمان کے خزانے چوری اور ہر قسم کی خرابی کے خِلاف پُورے طور پر بیمہ شُدہ ہیں۔ مادّی دَولت میں بڑی خرابی یہ ہے کہ جب پاس ہو تو اِس پر خواہ مخواہ بھروسا اور اِعتماد کیا جاتا ہے۔ اِسی لئے خُداوند یسُوع مسیح نے فرمایا "جہاں تُمہارا خزانہ ہے وہیں تُمہارا دِل بھی لگا رہے گا"۔ اگر ہم اپنا روپیہ پیسہ اپنے آگے بھیج دیں گے تو اِس دُنیا کی فانی چیزوں سے ہماری محبّت ختم ہو جائے گی۔

د۔ چوکس داروغے کی تمثیل

۱۲:۳۵-۴۰

۱۲:۳۵۔ نہ صِرف ضرُوری ہے کہ مسیح کے شاگِرد اپنی ضرُوریات کے لئے اُس پر بھروسا رکھیں بلکہ اُس کی دُوسری آمد کی راہ بھی دیکھتے رہیں۔ ضرُوری ہے کہ اُن کی "کمریں بندھی رہیں اور ... چراغ جلتے رہیں"۔ مشرقِ وُسطیٰ میں لوگ لمبے لمبے چوغے پہنتے ہیں۔ جب کوئی شخص تیز چلنے یا دَوڑنے کو تیار ہوتا ہے تو چوغے کو اُونچا کر کے کمر کے گِرد پٹکا باندھ لیا جاتا ہے۔ چُنانچہ بندھی ہوئی کمر پتہ دیتی ہے کہ کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم ہے۔ اور جلتا ہُوا چراغ خوشخبری کی گواہی کو جاری رکھنے کی

علامت ہے ۔

۱۲: ۳۶ ۔ شاگردوں کو زندگی اِس طرح بسر کرنی ہے کہ خُداوند کسی لمحہ بھی واپس آ سکتا ہے ۔ جیسے کوئی شخص "شادی ... سے لوٹتا" ہے ۔ کیلی اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

> "اُن کو ہر قسم کی دُنیاوی رُکاوٹ سے آزاد ہونا چاہئے تاکہ تمثیل کے مُطابق جس لمحہ بھی دروازہ کھٹکھٹایا جائے وُہ فوراً اُس کے لئے کھول سکیں اور اُنہیں تیار ہونے کی طرف مُتوجہ نہ ہونا پڑے ۔ اُن کے دِل راہ دیکھتے ہوں کہ ہمارا خُداوند کب آرہا ہے ۔ وُہ اُس سے محبّت رکھتے ہیں ۔ اُس کے منتظر ہیں ۔ وُہ کھٹکھٹاتا ہے اور فوراً دروازہ کھول دیتے ہیں ۔"

شادی سے لوٹنے والے مالک کے بارے میں تفاصیل کی لمبی چوڑی تشریح نہیں کرنی چاہئے ۔ خصوصاً جہاں تک نبوّتی مُستقبل کا تعلق ہے ۔ اِس تمثیل کی "شادی" کو "برّہ کی شادی کی ضیافت" کے ساتھ اور "مالک کی واپسی" کو "فضائی استقبال" کے ساتھ نہیں مِلانا چاہئے ۔ خُداوند نے یہ تمثیل ایک سیدھی سی سچّائی سِکھانے کے لئے سُنائی کہ اُس کی آمد کے لئے چوکس اور ہوشیار رہیں ۔ اِس کا مقصد اُس کی آمدِ ثانی کے واقعات کی ترتیب کو پیش کرنا نہیں تھا ۔

۱۲: ۳۷ ۔ جب مالک شادی سے لوٹتا ہے تو "نوکر" بڑے اِشتیاق سے اُس کی "راہ دیکھ" رہے اور اُس کے حُکم پر دروازہ کھولنے کو تیار بیٹھے ہیں ۔ وُہ اُن کی چوکسی اور ہوشیاری سے اِتنا خُوش ہوتا ہے کہ تمام نقشہ ہی بدل دیتا ہے ۔ وُہ خادم کی طرح خود "کمر باندھ" لیتا اور "اُنہیں کھانا کھانے کو بٹھاتا" اور اُن کی خِدمت کرتا ہے ۔ یہاں ایک اثر انگیز سا اِشارہ مِلتا ہے کہ وُہ ہستی جو پہلے ایک خادِم کی صُورت میں اِس دُنیا میں آ گئی تھی، وُہ بڑے فضل سے آسمانی گھر میں بھی اپنے لوگوں کی خِدمت کو تیار ہو جائے گی ۔ بائبل مُقدّس کا مشہور جرمن عالِم بینگل آیت ۳۷ کو خُدا کے کلام کا سب سے بڑا وعدہ قرار دیتا ہے ۔

۱۲: ۳۸ ۔ "دُوسرا پہر" رات کے نو بجے سے آدھی رات تک ۔ اور "تیسرا پہر" آدھی رات سے صُبح تین بجے تک کا وقفہ ہوتا ہے ۔ مالِک خواہ رات کے کسی پہر کے دوران

بھی آجائے، اُس کے "نوکر" ہر لمحہ اُس کے مُنتظر تھے ۔

۱۲: ۳۹، ۴۰ ۔ اب خُداوند ایک دُوسرا رُخ پیش کرتا ہے ۔ وُہ ایک ایسے گھر کا ذِکر کرتا ہے کہ جب مالک چوکس نہیں تھا تو گھر میں "نقب" لگ گئی ۔ "چور" کا آ جانا بالکل غیر مُتوقع تھا ۔ "اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا ... تو ... اپنے گھر میں نقب لگنے نہ دیتا" ۔ سبق یہ ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی کے وقت کا کوئی علم نہیں ۔ کسی کو اُس دِن یا اُس گھڑی کی خبر نہیں جب وُہ ظاہر ہوگا ۔ اور جب وُہ آجائے گا تو جن ایمان داروں نے اپنے خزانے زمین پر جمع کر رکھے ہیں وُہ اُن کا نقصان اُٹھائیں گے کیونکہ جیسا کِسی نے کہا ہے کہ "ایک مسیحی یا تو دولت چھوڑ جاتا ہے یا دولت کے پاس جا پہنچتا ہے" ۔ اگر ہم مسیح کی آمدِ ثانی کے لئے واقعی چوکس ہیں تو ہم اپنا سب کُچھ بیچ کر آسمان پر خزانہ جمع کریں گے جہاں کسی چور کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔

۵ ۔ وفادار اور بے وفا نوکر ۱۲: ۴۱ - ۴۸

۱۲: ۴۱ - ۴۲ ۔ اِس موقع پر "پطرس" نے مسیح سے پُوچھا کہ چوکس رہنے کے بارے میں تمثیل صرف شاگردوں کے لئے ہے یا "سب" لوگوں کے لئے ۔ خُداوند نے جواب دیا کہ یہ تمثیل اُن سب کے لئے ہے جو خُدا کے مُختار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ "دیانتدار اور عقلمند داروغہ" وُہ مُختار ہے جسے مالک کے گھرانے کا انتظام سونپا گیا ہے اور جو اُس کے افراد کو "خوراک" بانٹنے کا ذِمّہ دار ہے ۔ یہاں مُختار کی بڑی ذمّہ داری کا تعلق "چیزوں" سے نہیں بلکہ "لوگوں" سے ہے ۔ یہ بات پُورے سیاق وسباق کے ساتھ مُطابقت رکھتی ہے، جس میں شاگردوں کو مادہ پرستی اور لالچ سے خبردار کیا گیا ہے ۔ اہم انسان ہوتے ہیں، چیزیں نہیں ۔

۱۲: ۴۳ - ۴۴ ۔ جب خُداوند آتا اور اپنے نوکر کو دیکھتا ہے کہ وُہ مرد و زن کی رُوحانی بہبُود میں سچّی دِلچسپی لیتا ہے تو وُہ اُسے فراخدلی سے اَجر دے گا ۔ غالباً اِس اَجر کا تعلق ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران مسیح کے ساتھ بادشاہی کرنے کے ساتھ ہے (۱ - پطرس ۵: ۱ - ۴) ۔

۱۲: ۴۵ ۔ یہ "نوکر" مسیح کے لئے کام کرنے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر دراصل بے ایمان

ہے ۔ یعنی مسیح پر ایمان نہیں لایا۔ خُدا کے لوگوں کو خوراک دینے کی بجائے وُہ اُن پر ظُلم وستم کرنے لگتا ہے ۔ اُن کو لُوٹتا اور خود عیش کی زندگی گزارتا ہے (ہو سکتا ہے یہاں اِشارہ فریسیوں کی طرف بھی ہو) ۔

۱۲: ۴۶ ۔ خُداوند کی آمد پر اُس کی حقیقت کُھل جائے گی ۔ اور سارے "بے ایمانوں" کے ساتھ اُس کو بھی سزا ملے گی ۔ جس ترکیب کا ترجمہ "خُوب کوڑے لگا کر" کیا گیا ہے، اُس کا ترجمہ "دو ٹکڑوں میں کاٹ کر" بھی ہو سکتا ہے ۔

۱۲: ۴۷، ۴۸ ۔ اِن آیات میں ہر قسم کی خدمت کے سلسلے میں ایک بُنیادی اصُول بیان کیا گیا ہے کہ جتنا بڑا اعزاز ہوتا ہے اُتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی ہوتی ہے ۔ ایمان داروں کے لئے اِس میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ آسمان میں اجر کے درجات ہونگے اور بے ایمانوں کے لئے یہ بات ہے کہ جہنم میں سزا کے درجات ہوں گے ۔ جن لوگوں کو خُدا کی "مرضی" معلُوم ہو گئی ہے جیسی کہ پاک کلام میں منکشف کی گئی ہے، اُن پر اسے ماننے کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔ اُن کو "بہت سونپا گیا ہے" اِس لئے اُن سے "زیادہ مانگیں گے" ۔ جن کو اِتنا بڑا اعزاز نہیں دیا گیا، اُن کو بھی اُن کے غلط کاموں کی سزا ملے گی لیکن اُن کی سزا کم سخت ہوگی ۔

و ۔ مسیح کی پہلی آمد کے اثرات ۱۲: ۴۹ - ۵۳

۱۲: ۴۹ ۔ خُداوند یسوع کو معلوم تھا کہ میرے "زمین پر" آنے سے شروع ہی سے امن چین نہیں ہوگا ۔ پہلے تو اُس کی وجہ سے تفرقے، جھگڑے، ایذارسانی اور خُون خرابہ ہوگا ۔ وُہ "زمین پر آگ لگانے" کے برملا مقصد سے دُنیا میں نہیں آیا تھا لیکن اُس کے آنے کا نتیجہ یا اثر یہی ہُوا ۔ اگرچہ اُس کی زمینی خدمت کے دَوران اِختلافات اور تکالیف پھُوٹ پڑی تھیں لیکن انسان کے دِل کا صحیح اِنکشاف اُس وقت ہُوا جب اُس کو صلیب پر چڑھایا گیا ۔ خُداوند جانتا تھا کہ اِن سب باتوں کا ہونا ضرور ہے اور وُہ آمادہ تھا کہ میرے خِلاف ایذا رسانی اور ظُلم وستم کی "آگ" جلد اور ضرور بھڑک اُٹھے ۔

۱۲: ۵۰ ۔ خُداوند یسوع کو "ایک بپتسمہ لینا" تھا ۔ اِس سے مُراد کلوری پر موت کا

"بپتسمہ" ہے۔ اُس پر سخت دباؤ تھا کہ صلیب پر چڑھ کر بنی نوعِ انسان کے فدیہ اور مخلصی کے کام کو پُورا کرے۔ باپ کی مرضی تھی کہ وُہ شرمندگی، دُکھ اور موت کو برداشت کرے، اور وُہ باپ کی مرضی بجا لانے کا مُشتاق تھا۔

۱۲: ۵۱-۵۳۔ وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ میری آمد سے "زمین پر صُلح" نہیں ہو گی۔ چنانچہ اُس نے اپنے شاگردوں کو خبردار کیا کہ جب لوگ مجھ پر ایمان لائیں گے تو اُن کے اپنے خاندانوں کے افراد ہی اُن کو ظُلم کا نشانہ بنائیں گے اور گھروں سے نکال دیں گے۔ پانچ افراد کے خاندان میں مصیبت آئے گی تو خاندان دُو حِصّوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اِنسان کی بگڑی ہُوئی فِطرت کا ایک عجیب نشان یہ ہے کہ بے خُدا رِشتہ دار شرابی اور بد اخلاق بیٹے کو تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز گوارا نہیں کرتے کہ وُہ علی الاِعلان خُداوند یسوع مسیح کا شاگرد بن جائے۔ یہ حوالہ اِس نظریے کو غلط ثابت کرتا ہے کہ یسوع بنی نوعِ اِنسان (خُدا پرست اور بے خُدا) کو مُتحد کرنے اور "اِنسانوں کی عالمگیر برادری" قائم کرنے آیا تھا بلکہ اُس نے تو اِنسانوں میں ایسی جُدائی پیدا کر دی ہے کہ پہلے کبھی نہ ہُوئی تھی۔

ز۔ خاص زمانے کے نشان ۱۲: ۵۴-۵۹

۱۲: ۵۴-۵۵۔ گُزشتہ آیات میں شاگردوں کو مُخاطب کیا گیا تھا۔ اَب مُنجّی "لوگوں سے" یعنی اُس بِھیڑ سے مُخاطب ہے جو اُس کے گِرد جمع تھی۔ وُہ اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ موسم کے بارے میں پیشین گوئی کرنے میں تم بڑی مہارت رکھتے ہو۔ وُہ جانتے تھے کہ جب "پچھّم (مغرب) سے" (بحیرۂ رُوم سے) بادل اُٹھیں تو "مینہ برسے گا"۔ اِس کے برعکس "دکھنا" یعنی جنُوب سے آنے والی ہَوا جُھلسا دینے والی گرمی اور خُشکی لاتی ہے۔ لوگ اِن باتوں کا "اِمتیاز" کرنے کی عقل تو رکھتے تھے لیکن ...۔

۱۲: ۵۶۔ رُوحانی باتوں کے سِلسلے میں قِصّہ ہی اَور تھا۔ اگرچہ وُہ عام انسانی عقل اور سمجھ تو رکھتے تھے لیکن اُن کو اِس اہم "زمانے" کا کُچھ امتیاز نہ تھا جو اِنسانی تاریخ میں شرُوع ہو چُکا تھا۔ خُدا کا بیٹا اِس زمین پر آ گیا تھا اور اُن کے عین بیچ میں کھڑا تھا۔ آسمان اِس سے پہلے کبھی اِتنا نزدیک نہیں آیا تھا۔ لیکن اُن کو خبر نہ تھی کہ ہمارے

زمانے میں مُلاقات کو کون آیا ہے۔ اُن میں جاننے کی صلاحیّت تو تھی، نیّت اور آمادگی نہ تھی۔ یُوں اُنہوں نے اپنے آپ کو گمراہی میں مُبتلا کر رکھا تھا۔

١٢: ۵٧-۵٩۔ اگر وُہ اپنے زمانے کی اہمیّت کو جانتے تو وُہ "اپنے مُدّعی" کے ساتھ "صُلح" کرنے میں جلدی کرتے۔ یہاں چار قانُونی اِصطلاحات اِستعمال ہُوئی ہیں۔ مُدّعی۔ حاکم۔ مُنصِف۔ سپاہی ـــ اور چاروں خُدا کی طرف اِشارہ کر سکتی ہیں۔ اُن دِنوں خُدا اُن کے درمیان آ، جا رہا تھا۔ اُن سے اِلتماس کر رہا تھا، اُن کو نجات پانے کا موقع دے رہا تھا۔ چاہیے تھا کہ وُہ توبہ کرتے اور اُس پر اِعتماد کرتے۔ اگر اِنکار کرتے تو اُن کو مُنصِف خُدا کے سامنے کھڑا ہونا تھا۔ مقدّمے کا فیصلہ یقیناً اُن کے خِلاف ہونا۔ وُہ مُجرم پائے جاتے اور اپنی بے ایمانی کے باعث سزا پاتے۔ اور "قید میں ڈالے" جاتے۔ مُراد ہے ابدی سزا۔ اور "جب تک دمڑی دمڑی --- ادا نہ کرتے وہاں سے ہرگز نہ چھُوٹتے۔" اِس کا مطلب ہے کہ وُہ وہاں سے کبھی نہیں نِکل سکتے کیونکہ اِتنا بڑا قرض ادا کرنے کے لائق ہو ہی نہیں سکتے۔

چنانچہ یسُوع اُن سے کہہ رہا تھا کہ اپنے زمانے کا اِمتیاز کرو۔ اُس کو پہچانو۔ اِس طرح وُہ اپنے گُناہوں سے توبہ کر کے خُدا کے ساتھ اپنا تعلق دُرست کر سکتے اور اپنے آپ کو کامل طور پر اُس کے سپُرد کر کے اُس کے تابع دار ہو سکتے تھے۔

ح۔ توبہ کی اہمیّت ١٣: ١-۵

١٣: ١-٣۔ باب ١٢ کا اختتام اِن باتوں پر ہوتا ہے کہ یہُودی قوم اپنے زمانے کا اِمتیاز کرنے میں ناکام رہی۔ خُداوند نے خبردار کیا کہ جلدی توبہ کر لو، ورنہ ہمیشہ کی ہلاکت میں پڑو گے۔ باب ١٣ میں یہ عام موضُوع جاری رہتا ہے۔ اِس میں زیادہ تر یہُودیوں کو بحیثیتِ قوم مخاطب کیا گیا ہے۔ البتہ بیان کردہ اُصُولوں کا اطلاق انفرادی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جو گفتگو پیش کی گئی ہے، اِس کی بُنیاد دو قومی آفات ہیں۔ پہلی آفت "اُن گلیلیوں" کا قتل تھا جو یروشلیم میں عبادت کرنے آئے تھے۔ یہُودیہ کے گورنر پیلاطُس نے اُن کے قتل کا حکم دِیا اور اُن کو ذبیحے چڑھاتے ہُوئے قتل کر دیا گیا تھا۔ اِس ظلم و جبر کے مُتعلق مزید معلُومات حاصِل نہیں ہیں۔ معلُوم ہوتا ہے کہ یہ

مظلُوم یہُودی تھے جو گلیل میں رہائش پذیر تھے۔ یروشلیم میں رہنے والے یہُودی غالباً اِس غلط فہمی میں مُبتلا تھے کہ "اُن گلیلیوں" نے ضرُور ہولناک گُناہ کئے ہوں گے، اور اُن کی مَوت ثبوت ہے کہ خُدا اُن سے سخت ناراض تھا۔ اب خُداوند یسوع نے اِس غلط فہمی کو دُور کرتے ہُوئے یہُودیوں کو خبردار کِیا کہ "اگر تُم توبہ نہ کرو گے تو سب اِسی طرح ہلاک ہو گے"۔

۱۳: ۴، ۵۔ دُوسری آفت یہ تھی کہ "شیلوخ کا بُرج گِرا" اور "اٹھارہ ۱۸ آدمی ... دَب کر مر گئے" تھے۔ اِس حادثے کے بارے میں بھی اور کُچھ معلُوم نہیں۔ خُوش قسمتی سے مزید تفاصیل کی ضرُورت بھی نہیں۔ جس نکتے پر خُداوند نے زور دیا یہ ہے کہ اِس المیے کی تشریح یہ نہ کی جائے کہ کسی بڑی شرارت پر یہ غضب نازِل ہُوا تھا۔ بلکہ ساری اِسرائیلی قَوم کو اِسے آگاہی سمجھنا چاہیے کہ اگر ہم بھی "توبہ" نہیں کریں گے تو ایسے ہی حشر سے دوچار ہوں گے۔ اور یہ حشر سنہ ۷۰ء میں ہُوا، جب طِطُس نے یروشلیم کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

ط۔ انجیر کے بے پھل درخت کی تمثیل ۱۳: ۶-۹

مُندرجۂ بالا باتوں کے ساتھ قریبی تعلق کے حوالے سے خُداوند یسوع نے ایک انجیر کے درخت کی "تمثیل" سُنائی۔ صاف ظاہر ہے کہ "انجیر کا درخت" اِسرائیلی قَوم ہے۔ یہ درخت خُدا کے "تاکستان میں ... لگا ہُوا تھا"۔ تاکستان سے مُراد یہ دُنیا ہے۔ خُدا نے اِس درخت میں "پھل" ڈھونڈا، مگر "نہ پایا"۔ چنانچہ اُس نے "باغبان" (خُداوند یسوع) سے کہا کہ "تین ۳ برس سے مَیں اِس انجیر کے درخت میں پھل ڈھونڈنے آتا ہُوں"۔ اِس کی سادہ ترین تشریح یہ ہے کہ یہ "تین برس" ہمارے خُداوند کی زمینی خِدمت کے پہلے تین ۳ برس ہیں۔

یہاں خیال یہ ہے کہ انجیر کے درخت کو کافی وقت دیا گیا کہ پھل لائے۔ اگر اِتنے عرصہ میں پھل نہیں آیا تو یہ نتیجہ اخذ کرنا نہایت معقُول معلُوم ہوتا ہے کہ اب اُس پر کبھی پھل نہیں لگے گا۔ خُدا نے حُکم دِیا کہ "اِسے کاٹ ڈال" تاکہ جس زمین کو یہ "روکے" ہُوئے ہے، وُہ زیادہ مُفید اور پھل آور کام میں لائی جا سکے۔ باغبان نے درخت کی شفاعت کی کہ اِسے ایک برس اور دیا جائے۔ اگر اِس مُدت کے بعد بھی یہ بے پھل رہتا ہے تو اُسے

"کاٹ ڈالنا"۔ اور یہی ہُؤا۔ مسیح خُداوند کی خِدمت کا چوتھا سال شُروع ہو چُکا تھا جب اِسرائیلی قوم نے اُسے ردّ کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ اِس کے نتیجے میں اُن کا صدر شہر یروشلیم تباہ ہُؤا اور لوگ پراگندہ ہو گئے۔

جی۔ ایچ۔ لینگ اِس کا بیان یُوں کرتا ہے کہ

> "خُدا کا بیٹا تاکستان کے مالک یعنی اپنے باپ کی مرضی کو جانتا ہے۔ اور یہ بھی کہ خوفناک حُکم "اِسے کاٹ ڈال" جاری ہو چُکا ہے۔ اِسرائیلی قوم نے خُدا کے صبر کا پیالہ لبریز کر دیا تھا۔ اگر کوئی قوم یا فرد خُدا کے جلال اور تمجید کے لئے راستبازی کا پھل نہیں لاتا تو اُسے خُدا کی حفاظت اور نگہداشت سے لُطف اندوز ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اِنسان کے وجُود کا مقصد اپنے خالق کی عزت کرنا اور اُسے خُوش کرنا ہے۔ اگر وُہ اِس راست مقصد کو پُورا نہیں کرتا تو اُس کی گُناہ آلُودہ بے پھلی کے باعث اُسے سزائے موت کیوں نہ دی جائے؟ اور اُسے اِعزاز کی جگہ سے ہٹا کیوں نہ دیا جائے؟"

ی۔ کُبڑی عورت کو شِفا دینا ۱۳: ۱۰-۱۷

۱۳: ۱۰-۱۳۔ عبادت خانے کے سردار کے رویّے میں ہمیں خُداوند یسُوع کے بارے میں اِسرائیلی قوم کا اصل رویّہ نظر آتا ہے۔ اُس عُہدیدار نے اِس بات پر اعتراض کیا کہ مُنجی نے ایک عورت کو سبت کے دِن شِفا دی ہے۔ یہ عورت "اٹھارہ ۱۸ برس" سے کُبڑے پن کی تکلیف کا شکار تھی۔ اُس کی بدصُورتی اور بے ڈول پن بہُت سخت تھا۔ وُہ "کسی طرح سیدھی نہ ہو سکتی تھی"۔ درخواست کے بغیر ہی خُداوند نے شِفا بھرے الفاظ کہے اور "اُس پر ہاتھ رکھے" اور اُس کو کُبڑے پن سے رہائی اور شِفا بخشی۔

۱۳: ۱۴۔ "عبادت خانہ کا سردار ... خفا ہو کر" لوگوں سے کہنے لگا کہ ہفتہ کے "چھ ۶ دِنوں" میں آ کر شِفا پائیں۔ مگر ساتویں دِن یعنی سبت کے دِن ہرگز نہ آئیں۔ وُہ ایک پیشہ ور مذہب پرست تھا۔ اُسے لوگوں کے مسائل و مصائب سے کوئی غرض نہ

تھی۔ اگر وہ پہلے چھ ۶ دنوں میں بھی آتے تو وہ اُن کی کوئی مدد نہ کر سکتا۔ وہ شریعت کے تکنیکی نکات کا سختی سے پابند تھا۔ لیکن اُس کے دِل میں محبّت اور رحم نام کو نہیں تھا۔ اگر وہ خود اٹھارہ ۱۸ برس سے کُبڑا ہوتا تو کبھی پروا نہ کرتا کہ مجھے کِس دِن شِفا ہوتی ہے۔

۱۳: ۱۵-۱۶۔ "خُداوند" نے اُس کی اور دُوسرے لیڈروں کی ریاکاری کی مذمّت کی۔ اُس نے اُنہیں یاد دِلایا کہ "تم ... سبت کے دِن اپنے بیل یا گدھے کو" کھول کر پانی پلانے کو لے جاتے ہُوئے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ اگر تم بے زبان حیوانوں سے سبت کے دِن اِتنی مہربانی سے پیش آتے ہو، تو کیا میرے لئے مہربانی کا یہ کام کرنا غلط تھا کہ اِس عورت کو شِفا دی جو "ابرہام کی بیٹی ہے"؟ "ابرہام کی بیٹی" کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ نہ صِرف وُہ یہودی تھی بلکہ ایمان دار بھی تھی۔ اُس کا کُبڑا پن "شیطان" کا پیدا کردہ تھا۔ بائبل مُقدّس کے دیگر حصّوں سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بعض بیماریاں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ایوب کو پھوڑے بھی ابلیس نے نِکالے تھے۔ پولُس کے بدن کا کانٹا بھی شیطان کا قاصد تھا تاکہ اُس کے مُکّے مارے۔ تاہم ابلیس کِسی ایماندار سے اُس وقت تک ایسا سلُوک نہیں کر سکتا جب تک خُداوند کی اجازت نہ ہو۔ خُدا اِس طرح کی بیماری اپنے جلال کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔

۱۳: ۱۷۔ خُداوند کی بات سے اُس کے مُعترض اور "مُخالِف شرمندہ ہُوئے"۔ دُوسرے لوگ "خُوش ہُوئے" کہ ایک "عالیشان" مُعجزہ اُن کے درمیان کیا گیا تھا۔

ک۔ بادشاہی کے بارے میں تمثیلیں ۱۳: ۱۸-۲۱

۱۳: ۱۸-۱۹۔ یہ حیرت افزا اور عالیشان مُعجزہ دیکھنے کے بعد لوگوں کو یہ سوچنے کی آزمائش آ سکتی تھی کہ بادشاہی ابھی اور اِسی وقت قائم کی جائے گی۔ خُداوند نے اُن کی سوچ کو سیدھے رُخ موڑ دیا۔ اور اِس مقصد سے "خُدا کی بادشاہی" کے بارے میں دو ۲ تمثیلیں سُنائیں۔ یہ تمثیلیں بیان کرتی ہیں کہ بادشاہ کے ردّ کئے جانے اور بادشاہی کرنے کے لئے دوبارہ آنے کے درمیانی زمانے میں بادشاہی کی حالت کیا ہوگی۔ یہ مسیحیّت کی ترقی اور نشر و اشاعت کی تصویر پیش کرتی ہیں۔ اِن میں محض زُبانی اِقرار اور حقیقت دونوں کا بیان ہے (۸: ۱-۳ کی تفسیر مُلاحظہ کریں)۔

سب سے پہلے خُداوند نے "خُدا کی بادشاہی" کو "رائی کے دانہ" سے تشبیہ دی۔ یہ بیجوں میں بہت چھوٹا بیج ہوتا ہے۔ اِس کو بویا جائے تو جھاڑی سی اُگتی ہے، درخت نہیں ہوتا۔ اِس لئے جب یسُوع نے کہا کہ "وُہ اُگ کر بڑا درخت ہوگیا" تو اِس سے یہ ظاہر کرنا مقصُود تھا کہ اُس کا بڑھنا غیر معمُولی تھا۔ چُنانچہ اِتنا بڑا ہوگیا کہ "ہوا کے پرِندوں نے اُس کی ڈالیوں پر بسیرا کِیا"۔ یہاں خیال یہ ہے کہ مسیحیت کا آغاز بہت معمُولی تھا۔ "رائی کے دلنے" کے اُگنے کی مانند تھا، مگر مسیحیّت مقبول ہوتی گئی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ کِتنی وسیع اور ترقّی یافتہ ہو چُکی ہے۔ مسیحیّت میں وُہ تمام لوگ شامِل ہیں جو خُداوند کے ساتھ وفاداری کا اِقرار کرتے ہیں۔ خواہ وُہ نئے سرے سے پیدا ہُوئے ہوں خواہ نہ ہُوئے ہوں۔ "ہَوا کے پرِندوں" سے مُراد گِدھ یا دُوسرے شِکاری پرِندے ہیں۔ وُہ بَدی کی علامت ہیں۔ اور اِس حقیقت کی تصوِیر پیش کرتے ہیں کہ مسیحیّت میں کئی قِسم کی بُرائیوں نے گھونسلے آ بنائے ہیں۔

۱۳: ۲۰-۲۱۔ دُوسری تمثیل میں "خُدا کی بادشاہی" کو "خمیر" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اِس خمیر کو "ایک عورت نے لے کر تین بیمانہ آٹے میں مِلایا"۔ ہم مانتے ہیں کہ "خمیر" پاک کلام میں ہمیشہ بُرائی کی علامت ہوتا ہے۔ یہاں خیال یہ ہے کہ خُدا کی اُمّت کی خالِص اور پاک خوراک میں بُرا یا غلط عقیدہ شامِل کر دیا گیا ہے۔ یہ بُرا عقیدہ ساکن نہیں ہوتا بلکہ پھیلتا ہے۔

ل۔ بادشاہی میں داخِل ہونے کے لئے تنگ دروازہ

۱۳: ۲۲-۳۰

۱۳: ۲۲، ۲۳۔ یسوع "یروشلیم کا سفر کر رہا تھا" کہ بِھیڑ میں سے "کِسی شخص نے آگے بڑھ کر اُس سے پُوچھا کہ کیا نجات پانے والے تھوڑے ہیں؟" ہو سکتا ہے یہ بے مقصد سا سُوال ہو۔ محض تجسُّس کی خاطر پُوچھا گیا ہو۔

۱۳: ۲۴۔ خُداوند نے اِس نظری سے سُوال کا جواب براہِ راست حُکم سے دیا۔ اُس نے سُوال کرنے والے سے کہا کہ "جانفشانی کرو کہ تنگ دروازہ سے داخِل ہو"۔ بادشاہی میں اپنے داخلے کو یقینی بناؤ۔ "جانفشانی کرنے" سے ہرگز مطلب یہ نہیں

کہ نجات کا اِنحصار اِنسان کی اپنی کوشش پر ہے ۔ یہاں "تنگ دروازہ" سے مُراد نئی پیدائش ہے یعنی ایمان کے وسیلے سے فضل سے نجات ۔ یسوع نے اُس آدمی کو آگاہ کیا کہ اِس دروازہ سے داخل ہونے کو یقینی بنائے ۔ "بہتیرے داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور نہ ہو سکیں گے" ۔ کیونکہ دروازہ بند ہو جائے گا (اور دوبارہ نہیں کھُلے گا) ۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ ایمان لانے یا تبدیل ہونے کے دروازہ سے داخل ہونے کی کوشش کریں گے بلکہ یہ کہ مسیح کی قُدرت اور جلال کے دِن وُہ بادشاہی میں داخل ہونا چاہیں گے ۔ مگر وقت گزر چُکا ہو گا ، موقع ہاتھ سے نِکل چُکا ہو گا ، فضل کا دِن جس میں ہم جی رہے ہیں اختتام پذیر ہو چُکا ہو گا ۔

۱۳: ۲۵ - ۲۷ ۔ "گھر کا مالک اُٹھ کر دروازہ بند کر چُکا" ہو گا ۔ یہاں تصویر پیش کی گئی ہے کہ اُس وقت یہودی قوم دروازہ کھٹکھٹا کھٹکھٹا کر کہے گی کہ "اے خُداوند! ہمارے لئے کھول دے" ۔ وُہ اِس بنیاد پر اِنکار کرے گا کہ "مَیں تُم کو نہیں جانتا" ۔ اِس موقع پر وُہ احتجاج کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے تو تیرے ساتھ قریبی اور گہرے تعلقات تھے ۔ لیکن اِن دعوؤں اور ایسے عُذروں کا اُس پر کچھ اثر نہ ہو گا ۔ وُہ "بدکار" یعنی "بدی کے کارِندے" تھے ۔ اُن کو اندر آنے کی اجازت نہیں ملے گی ۔

۱۳: ۲۸ - ۳۰ ۔ اُس کے اِنکار کے باعث "وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا" ۔ "رونا" پچھتاوے کو ، اور "دانت پیسنا" خُدا کے لئے شدید نفرت اور دُشمنی کو ظاہر کرتا ہے ۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم کی اذیت بھی اِنسان کے دِل کو تبدیل نہیں کر سکتی ۔ ایمان نہ لانے والے اسرائیلی "ابرہام اور اضحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خُدا کی بادشاہی میں شامل" دیکھیں گے ۔ وُہ محض اِس بات کی وجہ سے خُود وہاں داخل ہونے کی توقع رکھتے تھے کہ ہم ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کی اولاد ہیں ۔ لیکن اُن کو "باہر نکال" دِیا جائے گا ۔ غیر قومیں زمین کے چاروں کونوں سے آ کر مسیح کی بادشاہی کے نُور میں داخل ہوں گی اور اُس کی عجیب برکتوں سے لُطف اندوز ہوں گی ۔ یُوں بہت سے یہودی جو پہلے خُدا کی برکت کے منصوبے میں شامل تھے وُہ رَدّ کئے جائیں گے جبکہ غیر اقوام کے لوگ جن کو کُتّے سمجھ کر حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا ، وُہ مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کی برکات سے محظوظ ہوں گے ۔

۴۔ یروشلیم میں نبیوں کا قتل ۱۳: ۳۱-۳۵

۱۳: ۳۱- لگتا ہے کہ اُس وقت خُداوند یسوع ہیرودیس کے عِلاقے میں تھا۔ "بعض فریسیوں نے آکر" اُسے خبردار کیا کہ اِس عِلاقے سے "نِکل" جائے کیونکہ "ہیرودیس تجھے قتل کرنا چاہتا ہے"۔ یہاں فریسی اپنے کِردار اور خصُوصیت کے بالکُل خِلاف چلتے ہُوئے نظر آتے ہیں کیونکہ وُہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں مسیح کی جان کی سلامتی کی فِکر ہے۔ شاید اُنہوں نے ہیرودیس سے مِل کر سازِش تیار کی تھی کہ یسوع کو ڈرائیں تاکہ وُہ یروشلیم چلا جائے۔ اُن کو یقین تھا کہ وہاں اُس کو گرفتار کر لیا جائیگا۔

۱۳: ۳۲- خُداوند پر جسمانی تشدد کے خطرے یا دھمکی کا کُچھ اثر نہ ہُوا۔ وُہ جان گیا کہ یہ ہیرودیس کی سازِش ہے۔ چُنانچہ اُس نے فریسیوں کو کہا کہ "جا کر اُس لومڑی" کو میرا پیغام دے دو۔ بعض لوگوں کو یہ حقیقت سمجھنا مُشکل معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند یسوع نے ہیرودیس کو "لومڑی" کہا۔ وُہ محسُوس کرتے ہیں کہ اِس طرح کلامِ پاک کی خِلاف ورزی ہوتی ہے کیونکہ شریعت قوم کے سردار کو کوسنے سے منع کرتی ہے (خروج ۲۲: ۲۸)۔ مگر یہ بات خالِص اور مکمّل حقیقت تھی۔ یسوع نے جو پیغام بھیجا، اُس کا لُبِ لُباب یہ ہے کہ ابھی مُجھے کُچھ عرصہ تک کام کرنا ہے۔ مَیں "بدرُوحوں کو نکالتا اور شِفا بخشنے کا کام انجام دیتا رہوں گا"۔ یعنی اُسے دی گئی مُدّت کے جو چند دِن باقی ہیں، اُن میں یہ مُعجزے کرتا رہے گا۔ پھر "تیسرے دِن" یعنی آخری دِن وُہ اپنی زمینی خِدمت سے مُتعلقہ سارے کام پایۂ تکمیل کو پُہنچا چُکے گا۔ کوئی چیز اُس کے فرائِض کی بجاآوری میں حائل نہیں ہو سکتی۔ مُقررہ وقت سے پہلے دُنیا کی کوئی طاقت اُسے نُقصان نہیں پُہنچا سکتی۔

۱۳: ۳۳- عِلاوہ ازیں وُہ گلیل میں قتل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ خاص حق "یروشلیم" کے لئے محفُوظ و مخصُوص تھا۔ اُسی شہر کی خصُوصیت تھی کہ خُدا تعالیٰ کے خادموں کو قتل کرتا تھا۔ خُدا کے نمائندوں کو قتل کرنے میں یروشلیم کو کم و بیش اجارہ داری حاصل تھی۔ جب خُداوند نے کہا کہ "مُمکن نہیں کہ نبی یروشلیم سے باہر ہلاک ہو" تو اُس کا یہی مطلب تھا۔

۱۳: ۳۴-۳۵۔ اِس شریر شہر کے بارے میں یہ سچی بات کہہ چکنے کے بعد یسوع پر رِقّت طاری ہو گئی اور وُہ یروشلیم شہر پر رویا۔ یہ شہر جو ”نبیوں کو قتل کرتا“ اور خُدا کے پیغمبروں کو ”سنگسار کرتا“ ہے اِسی سے خُداوند کو محبّت ہے۔ اُس نے ”کتنی ہی بار ... چاہا کہ جس طرح مُرغی اپنے بچّوں کو پَروں تلے جمع کر لیتی ہے“، وُہ بھی اُس کے باشندوں کو ”جمع کر لے“ مگر اُنہوں نے ”نہ چاہا“۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اُن کا شہر، اُن کی ہیکل اور اُن کا مُلک ”وِیران چھوڑا“ جائیگا۔ اُن کو اسیری کے ایک طویل عرصے سے گُزرنا پڑے گا۔ درحقیقت وُہ خُداوند کو اُس وقت تک نہ دیکھ سکیں گے جب تک اُس کے بارے میں اپنا روّیہ تبدیل نہ کریں گے۔ آیت ۳۵ ب کا اِشارہ مسیح کی آمدِ ثانی کی طرف ہے۔ ”اُس وقت“ اِسرائیلی قوم کا ایک بقیہ توبہ کرے گا اور کہے گا ”مُبارک ہے وُہ جو خُداوند کے نام سے آتا ہے!“ اُس کی قدرت کے روز اُس کے لوگوں کے دِل اُس کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

ل۔ جلندر کے ایک مریض کو شفا دینا ۱۴: ۱-۶

۱۴: ۱-۳۔ ایک ”سبت کے دِن“ ”فریسیوں“ کے کسی سردار نے خُداوند کی اپنے گھر پر ضیافت کی۔ یہ مہمان نوازی کا مخلصانہ اظہار نہیں تھا بلکہ مذہبی لیڈروں کی ایک کوشش تھی کہ مسیح کی کوئی غلطی پکڑیں۔ وہاں یسوع کو ”ایک شخص“ مِلا جو ”جلندر“ کے مرض میں مُبتلا تھا، یعنی اُس کے بدن کی بافتوں میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ جس سے وُہ سُوج گیا تھا۔ مُنجّی یسوع اپنے نکتہ چینوں کے خیالات کو جانتا تھا۔ چُنانچہ اُس نے اُن سے پُوچھا کہ ”سبت کے دِن شِفا بخشنا روا ہے یا نہیں؟“

۱۴: ۴-۶۔ وُہ کہنا تو یہی چاہتے تھے کہ روا نہیں لیکن اپنے جواب کے حق میں دلیل کہاں سے لاتے! اِس لئے ”وُہ چُپ رہ گئے“۔ چنانچہ یسوع نے اُس آدمی کو ”شِفا بخشی اور رُخصت کیا“۔ خُدا کی محبّت اپنی سرگرمیاں کبھی نہیں روکتی۔ سبت کے دِن بھی نہیں (یُوحنّا ۵: ۱۷)۔ پھر خُداوند نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر اُنہیں یاد دِلایا کہ اگر تُمہارا کوئی مویشی ”کنوئیں میں گِر پڑے“ تو تُم ”سبت کے دِن“ بھی اُسے ضرور نکالو گے۔ ایسا کرنا اُن کے اپنے فائدے میں تھا۔ لیکن جہاں تک ایک ہم جنس اِنسان کے دُکھ یا

بیماری میں مُبتلا ہونے کا تعلق ہے، اُنہیں کوئی پروا نہیں تھی بلکہ وُہ اُس کی مدد کرنے پر خُداوند یسوؔع پر اِلزام لگانے کو تیار تھے۔ اگرچہ وُہ یسوؔع کی دلیل کا جواب نہ دے سکتے تھے، مگر ہمیں یقین ہے کہ اُن کا غصّہ اَور بھی بھڑک اُٹھا۔

س۔ بُلند نظر مہمان کی تمثِیل ۱۴: ۷-۱۱

جب خُداوند اُس فریسی کے گھر میں داخل ہو رہا تھا تو اُس نے دیکھا ہو گا کہ مہمان "صدر جگہ" حاصل کرنے کے لئے کیسے حیلہ سازیاں کر رہے ہیں۔ وُہ عزّت اور اعلیٰ رُتبے کی نشِست کی تلاش میں رہتے تھے۔ وُہ بھی وہاں مہمان تھا۔ لیکن وُہ سِیدھی اور راست بات کرنے سے نہیں جھجکا۔ اُس نے اُنہیں اِس قِسم کی خُودنمائی اور خُودستائی کے خِلاف خبردار کیا۔ اور بتایا کہ "جب" تمہیں ضیافت وغیرہ پر "بُلایا جائے" تو تمہیں "سب سے نیچی جگہ" پر بیٹھنا چاہئے۔ جب ہم اپنے لئے اُونچی جگہ ڈھونڈتے ہیں تو یہ اِمکان ہمیشہ موجُود ہوتا ہے کہ کوئی ہم سے زیادہ عِزت دار شخص آجائے گا۔ ہمیں اُس کے لئے جگہ چھوڑنی پڑے گی، اور یُوں "شرمندہ" ہونا پڑے گا۔ اگر ہم خُدا کے حضُور میں واقعی حلیم ہوں گے تو یقیناً صِرف ایک ہی رُخ میں جاسکیں گے اور وُہ ہے "آگے" یعنی عِزّت کی جگہ کی طرف۔ یسوؔع نے یہ سِکھایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم کو عزّت کی جگہ کی طرف لایا جائے، نہ یہ کہ عِزّت کی جگہ پر قبضہ کرلیں اور بعد میں وُہ جگہ چھوڑنی پڑے۔ وُہ خُود حقیقی خُود اِنکاری (بلکہ خُود سے دستبرداری) کا نمُونہ تھا (فلپیوں ۲: ۵-۸)۔ اُس نے اپنے آپ کو پَست کِیا تو خُدا نے اُس کو سر بُلند کِیا۔ "جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا"۔ یعنی خُدا اُس کو پَست کرے گا۔

ع۔ خُدا کیسے مہمانوں کی عِزّت کرتا ہے ۱۴: ۱۲-۱۴

فریسیوں کے سردار نے مقامی مُعزز لوگوں کو ضیافت میں بُلایا ہُوا تھا۔ یسوؔع نے فوراً اِس بات کو بھانپ لیا کہ قوم کے کم مراعات یافتہ افراد کو مہمانوں کی فہرست میں شامِل نہیں کیا گیا۔ چنانچہ خُداوند نے اِس موقع کو اِستعمال کِیا اور مسیحیّت کا ایک عظیم اصُول بیان کِیا کہ "ہم اُن لوگوں سے محبّت رکھیں جن میں کوئی کشش اور جاذبیّت نہیں۔ اور جو ہماری محبّت اور مہربانی کا بدلہ نہیں دے سکتے"۔ عام طور پر یہ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ "اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رِشتہ دارں

"دَولت مَند پڑوسیوں" کی دعوتیں کرتے ہیں۔ ایسے طور طریقوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے رُوحانی زندگی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بات واقعی فوق الفطرت ہے کہ "غریبوں، لُنجوں، لنگڑوں، اندھوں" پر مہربانی اور شفقت کی جائے۔ جو لوگ ایسے افراد سے محبّت رکھتے ہیں، خُدا نے اُن کے لئے خاص اَجر رکھا ہوُا ہے۔ ایسے مہمان ہمیں "بدلہ" نہیں دے سکتے لیکن خُدا خود وعدہ کرتا ہے کہ اَیسا کرنے والوں کو "راستبازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا"۔ پاک صحائف میں اِس کو "پہلی قیامت" بھی کہا گیا ہے۔ اِس میں سچّے ایماندار زندہ کئے جائیں گے۔ یہ قیامت فضائی اِستقبال کے وقت اور ہمارے ایمان کے مُطابق بڑی مُصیبت کے ایّام کے خاتمے پر ہوگی۔ پہلی قیامت صِرف ایک واقعہ نہیں بلکہ سِلسِلہ وار واقعات کا مجموعہ ہوگی۔

ف۔ بہانہ سازی کی تمثیل

۱۴: ۱۵-۲۴

یسوع کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھے ہُوئے "ایک" مہمان نے کہا کہ "خُدا کی بادشاہی" کی برکات میں حِصّہ پانا کیسی مُبارک بات ہوگی۔ شاید وُہ اِس اُصول سے متاثر ہُوا جو یسوع نے ابھی ابھی بیان کیا تھا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے زیادہ سوچے سمجھے بغیر ایک عام سی بات کہہ دی ہو۔ کُچھ بھی ہو خُداوند نے جواب دیا کہ "خُدا کی بادشاہی میں کھانا کھانا" بے شک بڑی مُبارک بات ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ جو بُلائے گئے ہیں، وُہ اِس دعوت کو قبول نہ کرنے کے لئے مُتعدد بیوقوفانہ عُذر اور بہانے کرتے ہیں۔ پھر خُداوند نے ایک تمثیل بیان کی جس میں "ایک شخص" خُدا کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اُس شخص نے "بڑی ضیافت" تیار کی اور "بہُت سے لوگوں کو بُلایا"۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو اُس نے اپنے نوکر کو بھیجا کہ مدعوین کو اِطلاع کرے کہ سب کُچھ تیار ہے۔ اِس سے یہ بڑی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ خُداوند یسوع نے کلوری پر مخلصی کا کام پُورا کردیا ہے۔ اِسی مکمّل شُدہ کام کی بنیاد پر انجیل کے پیغام کی منادی کی جاتی ہے۔ بُلائے ہُوؤں میں سے ایک شخص نے شامِل نہ ہونے کا یہ عُذر پیش کیا کہ مَیں نے "کھیت خریدا ہے"، اُسے دیکھنا چاہتا ہُوں۔ اُسے تو خریدنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے تھا۔ وُہ مادّی چیزوں کی محبّت کو اُس پُرفضل دعوت پر فوقیت دے رہا تھا۔

۱۴:۱۹-۲۰ - اگلے مہمان نے "پانچ جوڑی بَیل خریدے" تھے اور "اُنہیں آزمانے جارہا تھا- یہ شخص اُن لوگوں کی تصوِیر پیش کرتا ہے جو اپنے کاروبار، مُلازمت اور پیشہ کو خُدا کی بُلاہٹ پر ترجیح دیتے ہیں- تیسرے شخص نے یہ عُذر پیش کیا کہ "مَیں نے بیاہ کیا ہے - اِس سبب سے نہیں آسکتا"- خاندانی بندھن اور سماجی رِشتے اکثر اِنسان کو اِنجیل کی دعوت قبُول کرنے سے روکتے ہیں-

۱۴:۲۱-۲۳ - جب "اُس نوکر نے آکر اپنے مالِک کو" اِطّلاع دی کہ ہرطرف سے دعوت کو ردّ کِیا جا رہا ہے تو "مالِک" نے نوکر کو "شہر کے بازاروں اور کُوچوں" میں بھیجا کہ "غریبوں، لُنجوں، اندھوں اور لنگڑوں" کو بُلا لائے- شاید جِن کو پہلے بُلایا گیا تھا وُہ یہُودی قوم کے لیڈروں کی مِثال ہیں- جب اُنھوں نے خُوشخبری کو ردّ کر دیا تو خُدا نے یہ خُوشخبری یروشلیم "شہر کے" عام لوگوں کو بھیج دی- بہُت سے لوگوں نے اِس بُلاہٹ کو قبُول کِیا مگر مالِک کے گھر میں "اب بھی جگہ" باقی تھی- چنانچہ مالِک نے نوکر کو کہا کہ "سڑکوں اور کھیت کی باڑوں کی طرف جا اور لوگوں کو مجبُور کر کے لا"- بلاشُبہ یہ اِس بات کی تصوِیر ہے کہ خوشخبری غیر قوموں کو بھیجی گئی- اُن کو ہتھیاروں کی قُوّت سے مجبُور نہیں کرنا (افسوس کہ مسیحیت کی تاریخ میں ایسا بھی کِیا گیا) بلکہ دلیل اور منطق کی قُوّت سے ایسا کرنا تھا- اُن کو محبّت سے قائِل اور مائِل کرنا تھا کہ وُہ اِس دعوت کو قبول کریں تاکہ مالِک کا "گھر بھر جائے"-

۱۴:۲۴ - اِس طرح مہمانوں کی اصل فہرست بیکار ٹھہری کیونکہ جب کھانا تیار ہوگیا تو "جو بُلائے گئے تھے" اُن میں سے کوئی نہ آیا-

ص - حقیقی شاگردیّت کی قیمت

۱۴:۲۵-۳۵

۱۴:۲۵ - اَب "بہُت سے لوگ" خُداوند یسُوعؔ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے- اکثر لیڈر ایسی مقبولیّت سے بہُت خوش ہوتے اور اپنے آپ کو بہُت اہم سمجھنے لگتے ہیں- لیکن خُداوند کو ایسے لوگوں کی ضرُورت نہیں جو صِرف تجسُّس کے باعث اُس کے ساتھ ہو لیتے مگر دِلی طور سے کوئی دِلچسپی نہیں رکھتے- اُس کو ایسے لوگوں کی تلاش تھی جو دِل سے اُس کی پیَروی کرنے کو تیار ہیں- اور ضرُورت ہو تو اُس کی

خاطر مرنے کو بھی تیار ہوں۔ چنانچہ خُداوند نے اُن کے سامنے شاگردیت کی کڑی شرائط پیش کرنی شروع کیں تاکہ اصلی اور نقلی الگ الگ ہو جائیں۔ بعض اوقات خُداوند لوگوں کو اپنی طرف لُبھاتا ہے مگر جب وہ اُس کے پیچھے چلنے لگتے ہیں تو اُن کو اناج کی طرح چھانتا پھٹکتا ہے۔ یہی کام یہاں بھی ہو رہا ہے۔

۱۴:۲۶۔ اپنے پیچھے آنے والوں کو سب سے پہلے اُس نے یہ بتایا کہ حقیقی شاگرد بننے کے لئے ضروری ہے کہ اُسے اوّل درجہ دے کر اُس سے محبت رکھی جائے۔ مگر اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِنسان "اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں" سے دُشمنی رکھے۔ دراصل وہ اِس بات پر زور دے رہا تھا کہ مسیح کے لئے محبت اِتنی بڑی اور زیادہ ہونی چاہئے کہ اُس کے مقابلے میں ہر قسم کی محبت دُشمنی یا نفرت معلوم ہونے لگے (دیکھئے متی ۱۰:۳۷)۔ خاندانی رشتوں کا کوئی خیال شاگرد کو خُداوند کی کامل فرمانبرداری کی راہ سے اِدھر اُدھر نہ پھیرے۔

شاگردیت کی پہلی شرط کا مشکل ترین حصّہ یہ الفاظ ہیں کہ "بلکہ اپنی جان سے بھی"۔ یہی نہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں اور تعلق داروں سے مسیح کے مقابلے میں کم محبّت رکھیں بلکہ یہ کہ اپنی "جان سے بھی دُشمنی" رکھیں۔ زِندگی میں مرکزیت اپنی ذات کو نہیں بلکہ مسیح کو حاصل ہو۔ اِس کا خیال نہ کریں کہ ہمارے ہر کام اور عمل سے ہمیں کتنا فائدہ پہنچتا ہے بلکہ اِس کا کہ اِس سے مسیح اور اُس کے جلال پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ذاتی آرام و آسائش اور تحفّظ کا خیال مسیح کے جلال اور خوشخبری کے کام کے تابع ہو۔ مُنجّی کی باتیں قطعی اور حتمی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ہم اپنے خاندان اور اپنی ذات سے بڑھ کر اُسے درجہ نہ دیں تو ہم اُس کے شاگرد نہیں ہو سکتے۔ درمیانی راستہ کوئی نہیں۔

۱۴:۲۷۔ دُوسری بات، خُداوند کہتا ہے کہ سچّا شاگرد وہ ہے جو "اپنی صلیب ... اُٹھائے اور میرے پیچھے ... آئے"۔ یہ صلیب کسی جسمانی معذوری یا ذہنی تشویش یا درد کا نام نہیں بلکہ اُس راستے کا نام ہے جس پر لعن طعن، ایذا رسانی، تنہائی بلکہ موت بھی ہے، اور جس کو اِنسان مسیح کی خاطر رضاکارانہ چُن لیتا ہے۔ تمام ایماندار صلیب نہیں اُٹھاتے۔ صرف نام کی مسیحی زِندگی اختیار کرنے سے اِس صلیب سے بچ بھی سکتے ہیں۔ لیکن اگر مُصمّم

اِرادہ کرلیں کہ ہم اور ہمارا سب کُچھ مسیح کے لئے ہے تو ہم کو بھی اُسی قسم کے ابلیسی مُقابلے کا تجربہ ہوگا جو خُدا کے بیٹے کو زمینی زِندگی کے دَوران درپیش رہا۔ یہی وُہ صلیب ہے جس کا ذِکر خُداوند کر رہا ہے۔ ضرُور ہے کہ شاگرد مسیح کے "پیچھے" چلے۔ مطلب یہ ہے کہ ویسی ہی زِندگی اختیار کرے جَیسی مسیح نے اِس دُنیا میں گزُاری۔ خُود اِنکاری، پستی، بے عزّتی، اِیذائیں، لعن طعن اور آزمائش سے بھری ہُوئی زِندگی۔ ایسی زِندگی سے گنُہگاروں کی سوچ اور طور طریقوں کا تصادُم ہوتا ہے۔

۱۴: ۲۸-۳۰ - لازِم ہے کہ اُس کے پیچھے چلنے سے پہلے اِنسان قیمت کا اندازہ لگالے۔ اِس مقصد کے لئے خُداوند نے دو تمثیلیں سُنائیں۔ اُس نے مسیحی زِندگی کو ایک تعمیراتی منصُوبہ اور پھر جنگ آزمائی کے ساتھ تشبیہ دی۔ جو شخص "ایک بُرج بنانا" چاہتا ہے، ضرُور ہے کہ وُہ "پہلے بیٹھ کر لاگت کا حِساب" کر لے۔ اگر اُس کے پاس منصُوبے کو پایۂ تکمیل تک پُہنچانے کے لئے سامان نہیں ہوگا تو کام شرُوع ہی نہیں کرے گا۔ ورنہ جب "نیو ڈال کر تیار نہ کر سکے" گا اور کام رُک جائے گا تو "سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اُس پر ہنسنا شرُوع کریں (گے) کہ اِس شخص نے عمارت شرُوع تو کی مگر تکمیل نہ کر سکا۔" یہی حال شاگِردوں کا ہے۔ لازم ہے کہ پہلے قیمت کا اندازہ کر لیں۔ کیا واقعی دِل سے اپنی زِندگیاں اُس کے لئے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ وَرنہ خطرہ ہے کہ آغاز تو بڑا شاندار ہو لیکن پھر رفتہ رفتہ سارا جوش و خروش ختم ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو دیکھنے والے اُن کا مذاق اُڑائیں گے۔ نیم دِل مسیحی کے لئے دُنیا کے پاس سوائے حقارت کے اَور کُچھ نہیں ہے۔

۱۴: ۳۱-۳۲ - اگر کوئی بادشاہ ایسی فَوجوں کے خِلاف لڑنے کو نِکلنا چاہتا ہے جو تعداد میں زیادہ ہیں، تو لازم ہے کہ پہلے پُوری طرح سوچ بچار کر لے کہ مَیں اُن کو مار بھگانے کی صلاحیّت رکھتا ہُوں یا نہیں۔ وُہ جانتا ہے کہ دو ہی صُورتیں ہیں بے جِگری سے لڑنا یا شکست۔ یہی حال مسیحی شاگردیت کا ہے۔ درمیانی راستہ کوئی نہیں۔

۱۴: ۳۳ - یہ پُوری بائبل میں غالباً سب سے زیادہ غیر مقبول آیت ہے کیونکہ اِس میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ "جو کوئی اپنا سب کُچھ ترک نہ کرے وُہ میرا شاگِرد نہیں ہو سکتا۔" اِن الفاظ کے مفہُوم و معنی سے فرار مُمکِن نہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ شاگِردیت

کا متمنی شخص اپنا سب کچھ ترک کرنے پر آمادہ ہو بلکہ یہ کہ وُہ سب کچھ ترک کر دے۔ خُداوند یسوع جانتا تھا کہ مَیں کیا کہہ رہا ہُوں۔ وُہ جانتا تھا کہ کسی اَور طریقے سے کام نہیں ہو سکتا۔ اُس کو ایسے مرد و زن درکار ہیں جو دُنیا کی ہر چیز پر صرف اُسی (مسیح) کو مُقدّم اور فوق مانیں۔ رائیل کہتا ہے کہ

> "اپنا بھلا وُہ اِنسان کرتا ہے جو مسیح کی خاطر سب کچھ ترک کر دیتا ہے۔ وُہ بہترین سودا کرتا ہے۔ وُہ اِس دُنیا میں چند برسوں تک صلیب اُٹھاتا لیکن آئندہ جہان میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ وُہ بہترین دَولت حاصل کر لیتا ہے۔ وُہ اپنی دولت قبر سے آگے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ یہاں اُسے فضل کی دَولت حاصل ہوتی ہے اور اگلی دُنیا میں جلال کی دَولت۔ اور سب سے عُمدہ بات یہ ہے کہ مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے اُسے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، وُہ ہمیشہ اُس کے پاس رہتا ہے۔ یہی "وُہ اچھا حِصّہ ہے جو اُس سے کبھی چھینا نہ جائیگا"
>
> (لوقا ۱۰: ۴۲)۔

۱۴: ۳۴-۳۵۔ "نمک" شاگرد کی علامت ہے۔ جو شخص مخصُوصیت، جاں نثاری اور ایثار کے ساتھ خُداوند کے لئے زندگی بسر کرتا ہے، وُہ درُست اور قابلِ تعریف ہوتا ہے۔ لیکن پھر ہم ایسے "نمک" کے بارے میں پڑھتے ہیں جس کا "مزہ جاتا رہا"۔ آج کل مُصفّا نمک تیار کیا جاتا ہے۔ اِس کا مزہ قائم رہتا ہے کیونکہ یہ خالِص ہوتا ہے مگر فلسطین کی سرزمین میں نمک خالِص نہیں ہوتا تھا۔ اُس میں کئی قسم کی کثافتیں اور آلائشیں مِلی ہوتی تھیں۔ اِس لئے اکثر نمک ضائع ہو جاتا تھا اور برتن میں یہ ناخالِص چیزیں باقی رہ جاتی تھیں۔ یہ بقیہ بے کار ہوتا تھا۔ اُس کو تو کھاد کے طور پر بھی اِستعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُسے پھینکنا ہی پڑتا تھا۔

یہاں ایسے شاگرد کی تصویر پیش کی گئی ہے جو بڑے جوش و خروش سے آغاز کرتا ہے۔ پھر اپنے وعدوں سے پھر جاتا ہے۔ شاگرد کے وجُود کی ایک ہی بُنیادی وجہ ہوتی ہے۔ اگر وُہ اُسے پُورا کرنے سے قاصر رہتا ہے تو ایک قابلِ رحم چیز بن جاتا ہے۔ نمک کے بارے میں لکھا ہے کہ "لوگ اُسے باہر پھینک دیتے ہیں"۔ یہ نہیں کہا گیا کہ خُدا اُسے باہر

پھینک دیتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ "لوگ اُسے باہر پھینک دیتے ہیں"۔ یعنی اُس شخص کی گواہی کو پاؤں تلے روندتے ہیں جس نے "عمارت شروع تو کی مگر تکمیل نہ کر سکا"۔ کیلی مُتوجّہ کرتا ہے کہ

> "یہاں اِس خطرے کا اظہار کیا گیا ہے کہ کام اچھّی طرح شروع ہوتا ہے مگر بعد میں بگڑ جاتا ہے۔ جو نمک اپنا مزہ کھو دیتا ہے، دُنیا میں اُس سے زیادہ بیکار چیز کونسی ہے! یہی تو ایک واحد خصوصیّت ہے جس کے باعث نمک کی قدر و قیمت ہے۔ پھر تو یہ بیکار سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ کِسی کام کا نہیں رہتا۔ یہی حال اُس آدمی کا ہوتا ہے جو مسیح کا شاگرد ہونے سے پھر جاتا ہے۔ وہ دُنیا کے کام کے لئے مَوزُوں نہیں رہتا اور خُدا کے کام کو اُس نے چھوڑ دیا ہے۔ اُس کے پاس اِتنا نُور یا عِرفان ہوتا ہے کہ دُنیا کی بطالت اور گُناہوں سے لُطف اندوز نہیں ہوتا۔ اُدھر فضل اور سچّائی میں اُسے وہ لُطف نہیں آتا کہ مسیح کے راستے پر چلتا رہے —— وہ بے مزہ نمک بن کر رہ جاتا اور تحقیر اور غضب اُس کا مُقدر ہوتا ہے۔"

خُداوند نے شاگردیت کے بارے میں سبق کا اختتام کرتے ہُوئے کہا کہ "جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے"۔ اِن الفاظ میں یہ مطلب مُضمر ہے کہ ہر شخص شاگردیت کی سخت شرائط سُننے پر آمادہ نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی قیمت کی پروا کئے بغیر خُداوند یسوع کے پیچھے چلنا چاہے تو پھر اُس کو یہ باتیں سُن کر اُس کے پیچھے ہو لینا چاہئے۔

جان کیلون نے ایک دفعہ کہا تھا "مَیں نے مسیح کی خاطر سب کچھ ترک کر دیا۔ اور مجھے کیا مِلا ہے؟ مجھے مسیح میں سب کچھ مِل گیا ہے"۔ کِسی نے کیا خُوب کہا ہے کہ "آسمان کی بادشاہی کی داخلہ فیس کچھ بھی نہیں۔ سالانہ ادائیگی ہی سب کچھ ہے"۔

ق۔ کھوئی ہُوئی بھیڑ کی تمثیل

۱۵: ۱-۷

۱۵: ۱-۲۔ باب ۱۴ میں مسیح کی تعلیمی خدمت کے باعث "محصول لینے والے اور گنہگار" اُس کے پاس آ جمع ہُوئے۔ یہ صریحاً گنہگار تھے۔ لوگ اُن سے نفرت کرتے

اور اُن کو حقیر سمجھتے تھے۔ اگرچہ یسوع اُن کے گُناہوں کی مذمّت کرتا تھا تو بھی اُن میں سے بہُت سے تسلیم کرتے تھے کہ وُہ درُست کرتا ہے۔ وُہ خُود اپنے خِلاف مسیح کا ساتھ دیتے تھے۔ وُہ سچّے دِل سے توبہ کر کے اُسے خُداوند مانتے تھے۔ یسوع کو جہاں بھی ایسے لوگ مِلتے تھے جو اپنے گُناہ کا اِقرار کرنے کو تیار ہوتے تھے، وُہ اُن کے لئے ایک کشش محسُوس کرتا اور اُن کے پاس جاتا اور اُن کو رُوحانی برکت دیتا اور مدد عطا کرتا تھا۔

”فریسی اور فقیہ“ اِس بات سے بہُت چڑتے تھے کہ یسوع اُن لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے جو مانے ہُوئے ”گُنہگار“ ہیں۔ وُہ اُن سماجی اور اخلاقی کوڑھیوں پر ذرا ترس نہیں کھاتے تھے اور یسوع کے ایسا کرنے سے بھی خار کھاتے تھے۔ چنانچہ وُہ اُس پر الزام لگاتے تھے کہ ”یہ آدمی گنہگاروں سے مِلتا اور اُن کے ساتھ کھانا کھاتا ہے“۔ بے شک یہ الزام سچّا تھا۔ لیکن حقیقت میں اِسی طرح وُہ مقصد پُورا ہوتا تھا جِس کے لئے خُداوند یسوع دُنیا میں آیا تھا۔

اُن کے اِس اِلزام کے جواب میں یسوع نے کھوئی ہُوئی بھیڑ، کھوئے ہُوئے سِکّے اور کھوئے ہُوئے بیٹے کی تمثیلیں سُنائیں۔ اِن تمثیلوں کا براہِ راست نِشانہ فقیہ اور فریسی تھے جو کبھی اِتنے شکستہ نہیں ہوتے تھے کہ خُدا کے حضُور اپنی گُم گُشتہ حالت کا اِعتراف کر لیتے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وُہ خُود محصُول لینے والوں اور گُنہگاروں کی طرح کھوئے ہُوئے تھے مگر مانتے نہیں تھے بلکہ وُہ اپنی ہٹ پر قائم تھے۔ اِن تینوں کہانیوں میں نُکتہ یہ ہے کہ جب خُدا گنہگاروں کو توبہ کرتے دیکھتا ہے تو اُس کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جبکہ اپنی ہی نظر میں راستباز اُن ریاکاروں سے اُسے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ وُہ اپنے غرور اور تکبّر کے باعث اپنی زبُوں حالی کو ماننے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

۱۵ : ۳، ۴۔ یہاں علامتی طور پر خداوند یسوع کو ایک چرواہے کی حیثیّت میں پیش کیا گیا ہے۔ ”ننانوے ۹۹ بھیڑیں“ فقیہوں اور فریسیوں کی نمائندگی کرتی ہیں اور ”کھوئی ہُوئی بھیڑ“ محصُول لینے والے یا مانے ہُوئے گُنہگار کی مثال ہے۔ جب چرواہا دیکھتا ہے کہ ”ایک“ بھیڑ ”کھو“ گئی ہے تو وُہ باقی ”ننانوے ۹۹ کو بیابان میں چھوڑ کر“ (باڑے میں چھوڑ کر نہیں) اُس ایک کے پیچھے جاتا ہے۔ اور ”جب تک مِل نہ جائے ڈھونڈتا“ رہتا ہے۔ جہاں تک ہمارے خُداوند کا تعلق ہے، اِس سفر میں اُس کا

زمین پر اُتر آنا، عام لوگوں میں خدمت کرنے کے برس، اُس کا رد کیا جانا، دُکھ اُٹھانا اور مرنا شامل تھا۔

۱۵: ۵ - جب وُہ بھیڑ "مِل" گئی تو چرواہے نے خُوش ہو کر اُسے "کندھے پر اُٹھا" لیا اور گھر لایا۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ نجات یافتہ بھیڑ کو وُہ اعزاز اور قربت نصیب ہُوئی جو اُسے اُس وقت تک حاصل نہ تھی جب تک وُہ دُوسری بھیڑوں کے ساتھ شمار ہوتی تھی۔

۱۵: ۶ - چرواہا اپنے "دوستوں اور پڑوسیوں" کو بُلاتا ہے کہ "میرے ساتھ خُوشی کرو کیونکہ میری کھوئی ہُوئی بھیڑ مِل گئی" ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک گُنہگار کے توبہ کرنے سے مُنجی کو کیسی خُوشی ہوتی ہے۔

۱۵: ۷ - سبق واضح ہے۔ "ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خُوشی" ہوتی ہے۔ لیکن اُن ننانوے گُنہگاروں کے بارے میں کوئی خُوشی نہیں ہوتی جو اپنی گئی گُزری حالت کا اِحساس نہیں کرتے۔ اِس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بعض ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کو توبہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمام اِنسان گُنہگار ہیں اور نجات پانے کے لئے سَب کو توبہ کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ اِس آیت میں اُن لوگوں کو بیان کیا گیا ہے جو اپنے بارے میں یہ گُمان رکھتے ہیں کہ ہم "توبہ کی حاجت نہیں رکھتے"۔

ر۔ کھوئے ہُوئے سِکّے کی تمثیل ۱۵: ۸-۱۰

اِس تمثیل میں "عورت" رُوح القدس کی علامت ہو سکتی ہے جو کھوئے ہُوؤں کو خُدا کے کلام کے "چراغ" کی مدد سے ڈھونڈتا ہے نَو "دِرہم" (چاندی کے سکّے) غیر تائب اِنسانوں کو ظاہر کرتے ہیں جبکہ کھویا ہُوا "ایک" دِرہم اُس شخص کا نمائندہ ہے جو اِقرار کرنے کو تیار ہے کہ خُدا کے ساتھ میرا تعلق ٹُوٹ چُکا ہے۔ گُزشتہ بیان میں بھیڑ اپنی مرضی سے بھٹک گئی تھی۔ دِرہم بے جان چیز ہے لہٰذا وُہ "گنہگار" کی "مُردہ" حالت کو پیش کرتا ہے۔ وُہ گُناہوں میں مُردہ ہوتا ہے۔

عورت کھوئے ہُوئے دِرہم کو "کوشش سے ڈھونڈتی" ہے اور جب تک مِل نہیں جاتا تلاش جاری رکھتی ہے۔ جب مِل جاتا ہے تو "اپنی دوستوں اور پڑوسنوں" کو

بلاتی ہے کہ میرے ساتھ خوشی مناؤ۔ ایک سکہ جو کھو گیا تھا جب مل گیا تو اُن نو کی نسبت زیادہ خوشی کا باعث بنتا ہے جو کبھی کھوئے نہ تھے۔ یہی حال خدا کا ہے۔ "وہ گنہگار" جو خاکسار ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حالت کا اقرار کرتا ہے، وہ خدا کو زیادہ دلی خوشی دیتا ہے۔ خدا کو اُن لوگوں سے کوئی ایسی خوشی نہیں ملتی جو کبھی توبہ کرنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے۔

ش۔ کھوئے ہوئے بیٹے کی تمثیل

۱۵: ۱۱-۳۲

۱۵: ۱۱-۱۶۔ یہاں "کسی شخص" میں خدا باپ کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ اُس شخص کے "دو بیٹے تھے"۔ اِس تمثیل میں "چھوٹا بیٹا" تائب گنہگار کی علامت ہے جبکہ بڑا بیٹا فقیہوں اور فریسیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تخلیق کے اعتبار سے خدا کے بیٹے ہیں مگر مخلصی کے اعتبار سے نہیں۔ چھوٹے بیٹے کو ہم مسرف بیٹا کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ "مسرف" وہ ہوتا ہے جو اندھا دھند فضول خرچ کرتا ہے، جو روپیہ پیسہ ضائع کرتا ہے۔ یہ بیٹا اپنے باپ کے گھر سے تنگ آ گیا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ وہ اپنے باپ کے مرنے کا اِنتظار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے قبل از وقت مطالبہ داغ دیا کہ میراث میں سے میرا حصہ مجھے بانٹ دے۔ باپ نے میراث دونوں بیٹوں میں بانٹ دی۔ تھوڑے دِنوں بعد چھوٹا بیٹا اپنا حصہ سمیٹ کر "دور دراز ملک کو روانہ ہوا"۔ اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اُڑا دیا۔ اِدھر اُس کا مال متاع ختم ہوا، اُدھر ملک میں "سخت کال" پڑ گیا۔ وہ دانے دانے کو ترسنے لگا۔ بڑی تگ و دو اور خواری کے بعد اُسے ملازمت ملی بھی تو "سؤار" چرانے کی۔ عام یہودی کے لئے یہ نہایت ناپسندیدہ کام تھا۔ اُسے بھی وہی پھلیاں کھانی پڑتی تھیں جو سؤار کھاتے تھے۔ مگر وہ بھی مشکل سے ملتی تھیں۔ اُسے سؤاروں پر بھی رشک آتا تھا کیونکہ اُنہیں نسبتاً زیادہ پھلیاں ملتی تھیں۔ "کوئی" اُس کی مدد کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ جب وہ کھلے دِل پیسہ لٹاتا تھا تب اُس کے بہت سے دوست تھے۔ آج اُسے کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔

۱۵: ۱۷-۱۹۔ کال اُس کے لئے گویا ایک نعمت ثابت ہوا۔ اِس نے اُسے

سوچنے پر مجبُور کر دیا۔ اُسے یاد آیا کہ "میرے باپ کے (گھر میں) کتنے ہی مزدُوروں کو اِفراط سے روٹی مِلتی ہے"۔ وہاں نوکر بھی اِس بیٹے سے زیادہ آرام دِہ زندگی بسر کر رہے تھے جبکہ یہاں وُہ بھُوکا مر رہا تھا۔ یہ باتیں سوچ کر اُس نے کُچھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے اِرادہ کر لیا کہ توبہ کرتے ہُوئے "باپ کے پاس جاؤں گا"۔ اپنے گُناہ کا اِقرار کرُوں گا اور مُعافی کا خواستگار ہُوں گا۔ اُس کو اِحساس ہُؤا کہ "اَب (مَیں) اِس لائق نہیں رہا" کہ اپنے باپ کا "بیٹا کہلاؤں"۔ اُس نے اِرادہ کر لیا کہ مَیں باپ سے درخواست کروں گا کہ "مُجھے اپنے مزدُوروں جَیسا کر لے"۔

۱۵: ۲۰۔ ابھی وُہ گھر سے دُور ہی تھا کہ "اُسے دیکھ کر اُس کے باپ کو ترس آیا اور دَوڑ کر اُس کو گلے لگا لیا"۔ بائبل مُقدّس میں غالباً یہ واحد موقع ہے جب خُدا کے بارے میں تیزی یا جلدی کرنے کو اچھّے معنوں میں اِستعمال کیا گیا ہے۔ سٹُوارٹ بجا طور پر کہتا ہے کہ:

> "یہاں یسوع بڑی دلیری سے خُدا کی یہ تصوِیر پیش کرتا ہے۔ وُہ اِنتظار نہیں کرتا کہ بیٹا چُپکے سے گھر کے اندر آ جائے۔ جب بیٹا آ جاتا ہے تو باپ اپنے وقار اور عزّت کی پَروا نہیں کرتا بلکہ دَوڑ کر اُسے گلے لگا لیتا ہے۔ حالانکہ وُہ گرد و غُبار سے اَٹا ہُؤا، پَھٹے حال اور شرمناک حالت میں تھا۔ وُہ بازُوؤں میں لے کر اُسے خوش آمدید کہتا ہے۔ "باپ" کا وہی نام فَوراً گُناہ کے رنگ کو مِٹا دیتا اور مُعافی کی شان اور جَلال کو بُلند کر دیتا ہے"۔

۱۵: ۲۱-۲۴۔ "بیٹے" نے اپنے گُناہ کا اقرار کیا۔ اور درخواست کی کہ مُجھے نوکر رکھ لیا جائے۔ لیکن "باپ" نے اُس کی بات پُوری نہ ہونے دی، بلکہ نوکروں کو حُکم دِیا کہ "اچھّے سے اچھّا جامہ جلد نِکال کر اُسے پہناؤ اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جُوتی پہناؤ"۔ اُس نے بیٹے کی واپسی کی خوشی منانے کے لئے ایک ضیافت تیار کرنے کا بھی حُکم دِیا کیونکہ اُس کے مُطابق "میرا یہ بیٹا مُردہ تھا، اب زِندہ ہُؤا۔ کھو گیا تھا، اب مِلا ہے"۔ کِسی نے کہا ہے کہ "یہ نوجوان عیش و عشرت کی تلاش میں تھا جو اُسے دُور دَراز مُلک میں نہ مِلی۔ مِلی تو اُس وقت جب اُسے عقل آئی کہ اپنے باپ کے گھر واپس جاؤں"۔ بیان ہُؤا ہے کہ "وُہ خُوشی منانے لگے"۔ مگر یہ نہیں کہا گیا کہ اُن کی خُوشی

کبھی ختم بھی ہُوئی۔ گُنہگاروں کی نجات کے سِلسلے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱۵: ۲۵-۲۷- جب "بڑا بیٹا" "کھیت" سے گھر لوٹا اور اُس نے خُوشی منانے کا شور سُنا تو ایک نوکر کو بُلا کر "دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے"۔ نوکر نے بتایا کہ تیرا چھوٹا "بھائی" گھر واپس آگیا ہے اور تیرا "باپ" خُوشی میں آپے سے باہر ہو رہا ہے۔

۱۵: ۲۸-۳۰- بڑا بیٹا غُصّے اور حسد سے جَل گیا۔ اُس نے باپ کی خوشی میں شریک ہونے سے اِنکار کر دیا۔ جے۔ این۔ ڈاربی کیا خُوب کہتا ہے کہ جہاں خُدا کی خُوشی ہوتی ہے وہاں اپنے آپ کو راست باز ماننے والا نہیں آسکتا۔ اگر خُدا گُنہگار پر مہربان ہے تو میری راستبازی کا کیا فائدہ؟ جب "اُس کے باپ" نے اُس پر زور دیا کہ خوشی کے جشن میں شامل ہو تو اُس نے انکار کر دیا۔ اور جھگڑنے لگا کہ باپ نے مُجھے وفادار خدمت اور فرمانبرداری کا کبھی کوئی انعام نہیں دِیا۔ یہاں تک کہ "ایک بکری کا بچّہ بھی نہ دِیا" پلے ہُوئے بچھڑے کی تو بات ہی رہنے دو۔ اُس نے شکایت کی کہ چھوٹا بیٹا تو باپ کے مال کو "کسبیوں" میں اُڑا کر واپس آیا ہے اور اُس کے لئے اِتنی بڑی ضیافت اور جشن تیار کیا گیا ہے۔ غور کریں کہ وُہ "میرا بھائی" نہیں کہتا بلکہ "تیرا بیٹا" کہتا ہے۔

۱۵: ۳۱-۳۲- باپ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ کِسی "کھوئے ہُوئے" کی بحالی پر خُوشی ہوتی ہے جبکہ ضِدّی، ناشُکرا، میل ملاپ نہ رکھنے والا بیٹا خُوشی منانے کا کوئی موقع پیدا نہیں کرتا۔

بڑا بیٹا فریسیوں اور فقیہوں کی بولتی ہُوئی تصویر پیش کرتا ہے۔ وُہ اِس بات کے مُخالِف تھے کہ خُدا گُنہگاروں پر رحم کرے۔ اُن کی سوچ یہ تھی کہ ہم وفاداری سے خُدا کی خِدمت (اور عبادت) کرتے ہیں۔ کبھی اُس کے حُکموں کی خِلاف ورزی نہیں کی مگر خُدا نے ہمیں کبھی موزوں صِلہ اور اَجر نہیں دیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وُہ مذہبی ریاکار اور بڑے گنہگار تھے۔ غرور اور گھمنڈ نے اُنہیں اندھا کر رکھا تھا۔ اُنہیں اِس کا بالکل احساس نہ تھا کہ وُہ خُدا سے کتنی دُور ہیں۔ وُہ اِس حقیقت سے بھی آنکھیں بند کئے ہُوئے تھے کہ خُدا اُن پر برکتوں پر برکتیں برسا رہا تھا۔ اگر وُہ صِرف توبہ کرنے پر تیار ہوتے، اور اپنے گُناہوں کا اِقرار کرنے پر مائل ہوتے

تو باپ کا دِل خُوش ہو جاتا۔ اور اُن کے لئے بھی خُوشی کا بڑا جَشن منایا جاتا۔

ف۔ بے اِنصاف مختار کی تمثیل ۱۶: ۱-۱۳

۱۶: ۱-۲۔ اب خُداوند یسُوع فریسیوں اور فقیہوں سے ہٹ کر اپنے "شاگردوں" کی طرف مُتوجّہ ہوکر اُن کو مُختاری پر تعلیم دیتا ہے۔ سب مانتے ہیں کہ لُوقا کی اِنجیل کا یہ حوالہ سب سے زیادہ مُشکل ہے۔ وَجہ یہ ہے کہ بے اِنصاف کی کہانی بے اِنصافی کی تعریف کرتی ہوئی معلُوم ہوتی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ تمثیل کا "دَولتمند" آدمی خُود خُدا کو پیش کرتا ہے۔ "مُختار" وُہ شخص ہوتا ہے جِس کو کِسی دُوسرے آدمی کے گھر اور جائیداد کے اِنتظام کی ذِمّہ داری سونپ دی جاتی ہے۔ جہاں تک تمثیل کا تعلق ہے خُداوند کا ہر شاگِرد ایک مُختار بھی ہے۔ مذکُورہ "مُختار" پر یہ الزام تھا کہ وُہ اپنے مالِک کے مال میں غبن کرتا ہے۔ اُس سے حِساب لیا گیا۔ نیز اُسے اِطلاع دی گئی کہ تُجھے مُلازمت سے برطرف کیا جا رہا ہے۔

۱۶: ۳-۶۔ "مُختار" نے جلدی جلدی کُچھ سوچا۔ اُسے خیال آیا کہ مُجھے اپنے مُستقبِل کے لئے اِنتظام کر لینا چاہیئے۔ مگر وُہ اِتنا بُوڑھا ہو چُکا تھا کہ جِسمانی محنت نہیں کر سکتا تھا۔ اور عزتِ نفس کا اِتنا خیال تھا کہ "بِھیک مانگنے سے شرم آتی" تھی (مگر چوری کرتے شرم نہیں آتی تھی)۔ پھر وُہ اپنے سماجی تحفّظ کے لئے کیا کر سکتا تھا؟ ایک سکیم اُس کے ذہن میں آئی جِس سے وُہ دُوسروں کو اپنا دوست بنا سکتا تھا، جو ضرُورت کے وقت اُس پر رحم کھا کر اُس کی مَدد کریں۔ وُہ سکیم یہ تھی۔ اُس نے اپنے مالک کے ایک گاہک کو بُلا کر اُس سے پُوچھا "تُجھ پر میرے مالِک کا کیا آتا ہے؟" گاہک نے بتایا کہ "سَو ۱۰۰ مَن تیل"۔ تو مُختار نے کہا کہ تُو "پچاس ۵۰" مَن کی ادائیگی کر دے تو حساب کتاب ختم سمجھا جائے گا۔

۱۶: ۷۔ دُوسرا گاہک "سَو ۱۰۰ مَن گیہوں" کا مقرُوض تھا۔ مُختار نے اُس سے کہا کہ تُو "اَسّی ۸۰ من" کی ادائیگی کر دے تو سارا حِساب ختم لِکھ دُوں گا۔

۱۶: ۸۔ کہانی کا دھچکا لگانے والا حِصّہ اُس وقت آتا ہے جب مالِک "بے ایمان مُختار کی تعریف" کرتا ہے کہ اُس نے "ہوشیاری" سے کام لیا۔ کوئی کیوں

ایسی بے ایمانی کی تعریف کریگا؟ مُختار نے جو کچُھ کیا بے اِیمانی پر مبنی تھا۔ اگلی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ مُختار کی تعریف اُس کی بے اِیمانی اور کج رفتاری کے لئے نہیں بلکہ اُس کی دُور اندیشی اور پیش بینی کے لئے کی گئی۔ اُس نے بڑی مصلحت اندیشی کا ثبوت دیا تھا۔ اُس نے مُستقبل پر نظر رکھی اور اُس کے لئے اِنتظام کیا۔ اُس نے مُستقبل کے انعام کی خاطر حال کے فائدے کو قُربان کر دیا۔ اپنی زِندگیوں پر اِس بات کا اِطلاق کرتے ہُوئے ہمیں اچھی طرح جان اور سمجھ لینا چاہیئے کہ خُدا کے فرزند کا مُستقبل اِس دُنیا میں نہیں بلکہ آسمان پر ہوگا۔ جس طرح اُس مُختار نے اِقدام کیا کہ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد میرے کچُھ دوست اور بہی خواہ ہوں اور اُس نے اپنے مالِک کا مال اِستعمال کیا، اِسی طرح ایک مسیحی کو بھی چاہیئے کہ اپنے خُداوند کے مال کو اِس طرح اِستعمال کرے کہ جب آسمان پر جائے تو اُس کا اِستقبال کرنے کو وہاں ایک پارٹی کھڑی ہو۔

خُداوند نے کہا "اِس جہان کے فرزند اپنے ہم جِنسوں کے ساتھ مُعاملات میں نُور کے فرزندوں سے زیادہ ہوشیار ہیں"۔ اِس کا مطلب ہے کہ بے دِین اور نئی پَیدائش سے ناواقف لوگ اِس دُنیا میں اپنے مُستقبل کے لئے مُہیا کرنے میں زیادہ عقل مندی کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ سچے ایماندار اپنے لئے آسمان پر خزانہ جمع کرنے میں اِتنی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیتے۔

۱۶: ۹- ہمیں چاہیئے کہ "ناراستی کی دَولت سے اپنے لئے دوست پَیدا کریں"۔ مُراد یہ ہے کہ ہم اپنے روپیہ پیسہ اور دُوسری مادی چیزوں کو اِس طرح اِستعمال کریں کہ مسیح کے لئے رُوحیں جیتی جائیں اور اِس طرح ایسی دوستیاں قائم ہوں جو اَبدیت میں قائم اور جاری رہیں۔ پائرسن اِس بات کی یُوں وضاحت کرتا ہے:

> "رُوپے پیسے کو بائبلیں، کتابیں اور ٹریکٹ وغیرہ خریدنے اور یُوں بالواسطہ رُوحیں جیتنے کے لئے اِستعمال کیا جا سکتا ہے۔ اِس طرح مادی اور دُنیوی چیزیں غیر فانی، غیر مادی، رُوحانی اور اَبدی بن جاتی ہیں۔ ایک آدمی کو لیجئے جس کے پاس ہزار روپیہ ہے۔ وُہ اِس ساری رقم کو ضیافت یا پارٹی پر خرچ کر سکتا ہے۔ اِس صُورت میں اگلے دِن کچُھ بھی نہیں بچے گا۔ دُوسری طرف وُہ اِسی رقم کو بائبلیں

> خریدنے میں لگا سکتا ہے۔ اگر ایک جلد پچاس ۵۰ روپے کی بھی ہو تو خدا کے کلام کی بیس ۲۰ جلدیں خرید لے گا۔ اِس طرح وُہ بڑی عقل مندی سے بادشاہی کا بیج بوئے گا۔ اِس بیج سے فصل پیدا ہوگی۔ بائبلوں کی نہیں بلکہ رُوحوں کی فصل۔ ناراستی کی دولت سے غیر فانی دوست پیدا ہو جائیں گے۔ یہ دوست اَبدی سکونت گاہوں میں اُس کا اِستقبال کریں گے"۔

یہ ہے ہمارے خُداوند کی تعلیم۔ مادی مال و متاع کو دانائی کے ساتھ لگانے سے ہم اِنسانوں کی ابدی برکت میں حِصّے دار بن سکتے ہیں۔ ہم اِس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ جب آسمان کے دروازوں پر پہنچیں تو وہاں خیر مقدم کرنے کو لوگ ہوں جو ہماری دُعاؤں اور قُربانیوں سے بچ گئے تھے۔ یہ لوگ اِن الفاظ کے ساتھ ہمارا شُکریہ ادا کریں گے کہ "آپ ہی تھے جنہوں نے ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی"۔

ڈاربی یُوں تبصرہ کرتا ہے کہ

> "عام معنوں میں ہر انسان خُدا کا مختار ہے۔ ایک اَور مفہُوم میں اور ایک اَور لحاظ سے اِسرائیلی قوم خُدا کی مُختار تھی۔ اُسے خُدا کے تاکستان میں رکھا گیا تھا۔ شریعت اُس کے سپُرد ہُوئی تھی۔ وعدے، عہد اور عبادت گزُاری اُسے سونپی گئی تھی۔ مگر اِن سب باتوں میں اِسرائیل نے خُدا کے مال کو ضائع کر دیا ہے۔ بہ حَیثیت مُختار اِنسان بالکل بے وفا ثابت ہؤا۔ اب کیا کِیا جا سکتا ہے؟ خُدا آکر اپنے اختیارِ کلی کو اِستعمال کرتے ہوئے اپنے فضل سے جن چیزوں کو اِنسان نے زمین پر بالکُل غلط اِستعمال کیا تھا، اُن ہی کو آسمانی پَھل کا وسیلہ بنا دیتا ہے۔ دُنیا کی چیزیں اِنسان کے ہاتھ میں ہیں مگر انہیں دُنیا کی آسائشوں کے لئے اِستعمال نہیں بلکہ مُستقبل کو مدِنظر رکھتے ہُوئے اِستعمال کرنی چاہئیں۔ ہمیں اِن چیزوں کا اِس جہان میں ذخیرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اِن کو درُست طور پر اِستعمال کر کے مُستقبِل کے لئے برکت کا باعث بنانا ہے۔ اِس وقت روپے پَیسے پر

ملکیت جمانے سے بہتر ہے کہ ساری رقم خرچ کر کے آئندہ وقت کے لئے دوست پیدا کر لیا جائے۔ یہاں اِنسان تباہی اور ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ اِس لئے یہاں اِنسان بے موقع مُختار ہے"۔

۱۶: ۱۰ - اگر ہم اپنے "تھوڑے سے تھوڑے" (روپیہ پیسہ) کی مُختاری میں "دیانتدار" رہیں گے تو "بہت میں" (رُوحانی خزانوں) کے "بھی دیانتدار" ہوں گے۔ دُوسری طرف جو شخص خُدا کے سونپے ہُوئے روپے پیسے کے اِستعمال میں بددیانت ہو گا تو اگر بڑی چیزیں اُس کے سپُرد ہوں گی تو اُن میں بھی بددیانت رہے گا۔ روپے پیسے کی نسبتاً کم اہمیّت کو واضح کرنے کے لئے "تھوڑے سے تھوڑے" کی ترکیب اِستعمال کی گئی ہے۔

۱۶: ۱۱ - جو شخص "ناراست دولت" کو خُداوند کے لئے اِستعمال کرنے میں دیانتدار "نہ ٹھہرے" وُہ کبھی توقع نہیں رکھ سکتا کہ "حقیقی دَولت" اُس کے سپُرد کی جائے گی۔ یہاں روپے پیسے کو "ناراست دولت" کہا گیا ہے۔ روپیہ پیسہ اپنی ذات میں بُنیادی طور پر بُرا نہیں۔ اگر گُناہ دُنیا میں داخل نہ ہوتا تو غالباً اِس کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ روپے پیسے اور دولت کو "ناراست" کہا گیا ہے کیونکہ اِسے اکثر خُدا کے جلال کے لئے نہیں بلکہ دُوسرے مقاصد کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں اِس کا مُقابلہ "حقیقی دَولت" کے ساتھ کیا گیا ہے۔ روپے پیسے یا دَولت کی قدر و قیمت غیر یقینی اور عارضی ہوتی ہے جبکہ رُوحانی حقیقتوں کی قدر و قیمت قائم اور دائمی ہوتی ہے۔

۱۶: ۱۲ - آیت ۱۲ "بیگانہ مال" اور "جو تمہارا اپنا ہے"، اِس میں امتیاز کرتی ہے۔ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے، مثلاً ہمارا وقت، ہماری صلاحیتیں، ہمارا روپیہ پیسہ، وُہ سب خُداوند کا ہے اور ہمیں اِن سب کو اُسی کے لئے اِستعمال کرنا ہے۔ "جو تمہارا اپنا ہے" سے اُس اجر کا بیان ہوتا ہے جو ہم اِس زندگی میں اور آنے والی زندگی میں پاتے ہیں۔ اور جو اِس بات کا نتیجہ ہے کہ ہم دیانتداری اور وفاداری سے مسیح کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اگر ہم اُس مال میں دیانت دار نہیں نکلتے جو "اُس کا" ہے تو "جو ہمارا ہے" وُہ ہمیں کیونکر دے گا؟

۱۶: ۱۳ - یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ بیک وقت "خُدا" اور "دَولت" دونوں کے لئے زندگی بسر کی جائے۔ اگر دَولت یا روپیہ پیسہ ہمارا مالک بن جائے تو ہم کسی

صُورت میں خُداوند کی عبادت نہیں کر سکتے۔ دَولت جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی بہترین کوششیں اِس کے لئے وقف کر دیں۔ اِس عمل ہی سے ہم خُدا سے وُہ چیز چوری کر لیتے ہیں جو جائز طور پر اُسی کی ہے۔ یہ دوہری وفاداری کا مسئلہ ہے۔ نیّت دونوں طرف ہوتی ہے، فیصلے غیر جانبدارانہ نہیں ہوتے۔ جہاں ہمارا خزانہ ہوتا ہے، وہیں ہمارا دِل بھی لگا رہتا ہے۔ دَولت حاصل کرنے کی کوششوں میں ہم "مایا دیوی" کی پُوجا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ خُدا کی خِدمت کرنا بالکُل ناممکن ہے۔ "مایا دیوی" یعنی دَولت پُکار پُکار کر کہتی ہے کہ اپنا آپ اور اپنا سب کچھ مجھے دے دو۔ ہماری شامیں، ہماری چھٹیاں وغیرہ جو خُداوند کو مِلنی چاہئیں، وُہ سب حصُولِ دولت کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔

ث۔ زبردست فریسی ۱۶: ۱۴-۱۸

۱۶: ۱۴۔ "فریسی" نہ صِرف مغرُور اور رِیاکار تھے، بلکہ لالچی اور زبردست بھی تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ خُدا پرستی بھی مُنافع کا ایک ذریعہ ہے۔ وُہ مذہب کو ایسے ہی اختیار کرتے تھے جیسے کوئی شخص نفع بخش پیشہ اختیار کرتا ہے۔ اُن کی عبادت کا مقصد خُدا کو جلال دینا نہیں، پڑوسیوں کی مدد کرنا نہیں بلکہ دَولت سمیٹنا تھا۔ جب اُنہوں نے خُداوند یسوؔع کو یہ تعلیم دیتے سُنا کہ تمہیں اِس دُنیا میں دَولت کو ترک کر دینا اور آسمان پر خزانہ جمع کرنا چاہئے تو وُہ یسوؔع کو "ٹھٹھے میں اُڑانے لگے"۔ اُن کی نظر میں خُدا کے وعدوں کی نسبت دَولت زیادہ ٹھوس حقیقت تھی۔ کوئی چیز اُنہیں دَولت جمع کرنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

۱۶: ۱۵۔ بظاہر تو فریسی خُدا پرست اور رُوحانی تھے۔ وُہ اپنے آپ کو "آدمیوں کے سامنے" راستباز ٹھہراتے تھے۔ لیکن اِس فریبی ظاہر کے پیچھے "خُدا" کو اُن کے "دِلوں" کا لالچ صاف نظر آتا تھا۔ وُہ اُن کی ظاہر داری سے دھوکا نہیں کھاتا تھا۔ جس قِسم کی زِندگی وُہ دِکھاتے تھے اور جس کی تعریف دُوسرے لوگ کرتے تھے (زبور ۴۹: ۱۸) "وُہ خُدا کے نزدیک مکرُوہ ہے"۔ وُہ اپنے آپ کو اِس لئے کامیاب گردانتے تھے کہ مذہبی دعوؤں کو مالی خوشحالی کے ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن خُدا کی نظر میں وُہ رُوحانی مِلاوٹ کرنے والے

تھے۔ وُہ یہوواہ کے ساتھ محبّت کے دعوے کرتے تھے لیکن اصل میں دَولت اُن کا خُدا تھی۔

۱۶:۱۶۔ آیات ۱۶ تا ۱۸ کے تسلسل کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ بادیُ النّظر میں اُن میں کوئی تعلق دِکھائی نہیں دیتا۔ اُن کا سِرا نہ گزشتہ باتوں سے مِلتا ہے نہ بعد میں آنے والی باتوں سے۔ لیکن اگر ہم باب ۱۶ کے موضوع کو دھیان میں رکھیں تو یہ مُشکل حل ہو جاتی ہے۔ اِس باب کا موضوع فریسیوں کی بے وفائی، بَددیانتی اور زردوستی ہے۔ وُہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہم بڑی احتیاط کے ساتھ شریعت پر چلتے ہیں۔ مگر خُداوند نے اُن کو بے نقاب کر دیا کہ یہ حریص ریاکار ہیں۔ شریعت کی رُوح فریسیوں کی رُوح کے بالکُل اُلٹ تھی۔

”شریعت اور انبیا یُوحنّا تک رہے“۔ اِن الفاظ کے ساتھ خُداوند نے شریعت کے اِنتظام کا بیان کیا جِس کا آغاز مُوسیٰ سے اور انجام ”یُوحنّا“ بپتسمہ دینے والے پر ہُوا۔ لیکن اب کیا نئے اِنتظام کا آغاز ہو رہا تھا۔ یُوحنّا کے وقت سے لے کر ”خُدا کی بادشاہی کی خُوشخبری دی“ جا رہی تھی۔ بپتسمہ دینے والا منادی کرتا پھرتا تھا کہ اِسرائیل کا جائز اور حقدار بادشاہ آ گیا ہے۔ وُہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ اگر تُم توبہ کرو گے تو خُداوند یسوع تُم پر بادشاہی کرے گا۔ اُس کی منادی اور بعد میں خُود خُداوند اور شاگردوں کی منادی کے نتیجے میں بہت سے لوگ بڑے شوق سے متوجّہ ہُوئے تھے۔

”ہر ایک زور مار کر اُس میں داخل ہوتا ہے“۔ مُراد یہ ہے کہ جنہوں نے خُوشخبری پر کان لگایا اور اُس کو قبول کیا، وہ حقیقی معنوں میں زور مار کر بادشاہی میں داخل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کو اُن رُکاوٹوں کو پھاندا اور پھلانگ کر آنا پڑتا تھا جو فریسیوں نے کھڑی کر رکھّی تھیں۔ دُوسروں کو اپنے دِل میں چھپی ہُوئی دَولت کی محبّت سے لڑنا اور اُس پر غالب آنا پڑتا تھا۔ ہر قسم کے تعصّب پر غالب آنا پڑتا تھا۔

۱۶:۱۷-۱۸۔ لیکن نئے اِنتظام کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اخلاقی سچّائیوں کو ترک کیا جا رہا تھا کیونکہ ”آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نُقطہ کے مِٹ جانے سے آسان ہے“۔ آپ جانتے ہیں کہ نُقطہ کِتنا چھوٹا ہوتا ہے۔

فریسیوں کو گمان تھا کہ ہم خُدا کی بادشاہی کے اندر ہیں۔ لیکن خُداوند اُن سے کہہ

رہا ہے کہ "یہ ممکن نہیں کہ تم خدا کے عظیم اخلاقی آئین کی پروا بھی نہ کرو اور اُس کی بادشاہی میں مقام رکھنے کا دعویٰ بھی کرو۔" شاید وہ پوچھتے ہوں کہ "وہ کون سے عظیم اخلاقی آئین ہیں جن کی ہم پروا نہیں کرتے؟" اِس پر خداوند نے شادی (بیاہ) کے آئین (قانون) کا ذکر کیا جو کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا یا "مِٹ" نہیں سکتا۔ "جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے بیاہ کرے وہ زِنا کرتا ہے۔ اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زِنا کرتا ہے۔" رُوحانی لحاظ سے فریسی بالکل یہی کر رہے تھے۔ یہودی قوم کا خدا کے ساتھ عہد بندھا ہوا تھا۔ لیکن یہ فریسی خدا سے مُنہ موڑ کر دیوانہ وار مادی دولت سمیٹنے کی دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ غالباً یہ آیت یہ اِشارہ بھی دیتی ہے کہ وہ رُوحانی زِنا کاری کے ساتھ ساتھ لفظی معنوں میں بھی زِنا کاری کے مُرتکب ہو رہے تھے۔

خ۔ دولت مند آدمی اور لعزر ۱۶: ۱۹-۳۱

۱۶: ۱۹-۲۱۔ خداوند مادی چیزوں کی مختاری پر گفتگو کر رہا تھا۔ اِس گفتگو کے اختتام پر وہ زندگیوں، دو موتوں اور دو آئندہ جہانوں کا ذکر کرتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں تمثیل کے طور پر نہیں کہی گئیں۔ ہم یہ خاص اِس لئے کہہ رہے ہیں کہ بعض ناقدین یہاں موجود سنجیدہ مضمرات کو تمثیل سمجھ کر بیان کرتے ہیں۔

ہم شروع ہی میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اِس گمنام دولت مند شخص کو عالمِ ارواح کی سزا اِس لئے نہیں ہوئی تھی کہ وہ دولت مند تھا۔ نجات کی بنیاد خداوند پر ایمان ہے۔ اور اِنسانوں کو سزا اِس لئے مِلتی ہے کہ وہ اُس پر ایمان لانے سے اِنکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اِس دولت مند شخص کو اُس "غریب" کی کوئی پروا نہ تھی جسے "اُس کے دروازہ پر ڈالا گیا تھا"۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس میں نجات بخش ایمان نہیں تھا۔ اگر اُس میں خدا کی محبت ہوتی تو وہ ہرگز عیش و عشرت کی زندگی نہ گزارتا۔ نہ آرام و آسائش میں پڑا رہتا جبکہ ایک ہم جنس اِنسان اُس کے دروازے پر پڑا اُس کی "میز سے گرے ہوئے ٹکڑوں" کی بھیک مانگتا تھا بلکہ وہ "زور مار کر" دولت کی محبت ترک کرتا اور خدا کی بادشاہی میں داخل ہو جاتا۔

اِسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ "لعزر" کو اِس لئے نجات نہیں مِلی کہ وہ غریب تھا

بلکہ اُس نے اپنی رُوح کی نجات کے لئے خُداوند پر اِعتماد رکھا تھا۔

اب دَولت مند آدمی کی تصویر پر غور کریں۔ وُہ نہایت قیمتی اور اپنی پسند کے بنے ہُوئے کپڑے پہنتا تھا۔ اور اُس کی میز عُمدہ ترین کھانوں سے بھری ہوتی تھی۔ وُہ صِرف اپنی ذات کے لئے جیتا اور اپنی جِسمانی خواہشات کو پُورا کرتا تھا۔ اُس کے دِل میں خُدا کی خالِص محبّت نہیں تھی نہ اَپنے ہم جِنس اِنسانوں کی فِکر تھی۔

“لعزر” ایک زبردست تقابُل پیش کرتا ہے۔ ناپاک کُتّے اُس کو تنگ کرتے تھے کہ “اُس کے ناسُور چاٹتے تھے”۔

۱۶: ۲۲- جب یہ “غریب مَر گیا” تو “فرِشتوں نے اُسے لے جا کر ابرہام کی گود میں پہنچا دیا”۔ کئی لوگ سُوال اُٹھاتے ہیں کہ کیا واقعی فرِشتے ایمانداروں کی رُوحوں کو آسمان پر پہنچاتے ہیں شامِل ہوتے ہیں۔ ہمیں اِن الفاظ کے زور اور قوّت میں شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مُوجودہ زندگی میں بھی “فرِشتے” اِیمان داروں کی خِدمت کرتے ہیں۔ اور کوئی وجہ معلُوم نہیں ہوتی کہ مَوت کے وقت وُہ خِدمت نہیں کرتے ہوں گے۔ “ابرہام کی گود” تمثیلی اِصطلاح ہے جو خوشی اور برکت کے مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ ہر یہُودی کے لئے یہ خیال ہی نہایت ناقابلِ بیان برکت اور مسرّت کا باعث ہے کہ ابرہام کے ساتھ رفاقت و شراکت نصیب ہو۔ ہمارے خیال کے مُطابق “ابرہام کی گود” اور آسمان یا بہشت ایک ہی جگہ ہے۔ جب وُہ “دَولت مند بھی مُؤا” تو اُس کا بدن “دفن” کر دیا گیا۔ وُہی بدن جس کی وُہ اِتنی پرورش اور دیکھ بھال کرتا تھا اور جس پر اِتنا مال خرچ کِیا کرتا تھا۔

۱۶: ۲۳-۲۴- مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ اُس کی رُوح یا “شعوری ذات” “عالَمِ ارواح” میں پہنچی۔ “عالَمِ ارواح” پُرانے عہدنامے کے “شیول” (پاتال) کا ترجمہ ہے۔ یہ وُہ حالت ہے جس میں دُنیا سے رُخصت ہو جانے والی رُوحیں رہتی ہیں۔ پُرانے عہدنامے کے زمانے میں اِسے وُہ جگہ بتایا جاتا تھا جہاں نجات یافتہ اور غیر نجات یافتہ ساری رُوحیں رہتی ہیں۔ یہاں اِس کا بیان غیر نجات یافتہ رُوحوں کی سکُونت گاہ کے طور پر ہُوا ہے کیونکہ لِکھا ہے کہ دَولت مند شخص وہاں “عذاب میں مُبتلا” تھا۔

شاگردوں کو خُداوند کی اِس بات سے دھچکا لگا ہو گا کہ “دَولت مند” شخص “عالَمِ اَرواح” میں گیا۔ اُن کو پُرانے عہدنامے سے ہمیشہ یہی تعلیم ملی تھی کہ دَولت خُدا کی برکت اور رحمت

کا نشان ہے۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ جو اِسرائیلی خُداوند کی فرمانبرداری کرے گا، اُسے مادّی اور مالی خوشحالی کی برکت مِلے گی۔ تو پھر ایک دولت مند یہودی کس طرح عالمِ ارواح میں جا سکتا ہے؟ خُداوند یسوع نے تھوڑی ہی دیر پہلے اعلان کیا تھا کہ یوحنّا بپتسمہ دینے والے کی منادی کے ساتھ ایک نئے نظام کا آغاز ہو گیا ہے۔ اب سے دولت برکت کی علامت نہیں رہی بلکہ مختاری میں اِنسان کی دیانت داری کی آزمائش کے لئے ہے۔ جِن کو زیادہ سونپا گیا ہے، اُس سے زیادہ طلب کیا جائے گا۔

آیت ۲۳ اِس نظریے کو غلط ثابت کرتی ہے کہ "رُوحیں نیند کی حالت" میں ہوتی ہیں یعنی مَوت اور قیامت کے درمیانی عرصے میں رُوح کو کُچھ اِحساس یا شعور نہیں ہوتا بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر کے آگے بھی شعوری وجود ہوتا ہے۔ ہم دولتمند آدمی کے علم اور شعور کو دیکھ کر سخت حیران رہ جاتے ہیں۔ اُس نے "ابرہام کو دُور سے دیکھا اور اُس کی گود میں لعزر کو" بلکہ وُہ ابرہام کے ساتھ بات چیت بھی کر سکتا تھا۔ دولت مند شخص نے اُسے "اے باپ ابرہام" کہہ کر مخاطب کِیا اور مِنّت کی کہ "مُجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سِرا پانی میں بھگو کر میری زُبان تر کرے"۔ یہاں بے شک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک بے بدن رُوح "آگ" کے شعلے سے پیاس وغیرہ کِس طرح محسوس کر سکتی ہے۔ ہم صِرف اِسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ بیان علامتی اور تمثیلی ہے لیکن اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دُکھ اور عذاب حقیقی نہیں تھے۔

۱۶:۲۵۔ "ابرہام" نے اُس کو "بیٹا!" کہہ کر مخاطب کِیا جِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جِسمانی لحاظ سے وُہ ابرہام کی نسل سے تھا جبکہ اِتنا تو واضح ہے کہ رُوحانی اِعتبار سے وُہ ابرہام کی اولاد نہیں تھا۔ بزرگ ابرہام نے اُس کو یاد دِلایا کہ تُو عیش و آرام کی "زِندگی" گزارتا رہا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اُس "لعزر" کی غُربت اور دُکھوں بھری زِندگی بھی یاد دلائی۔ اب قبر سے آگے کی زِندگی میں پانسہ پلٹ چُکا ہے۔

۱۶:۲۶۔ ہم سیکھتے ہیں کہ اِس زِندگی میں کئے گئے کام مَوت کے فوراً بعد اگلی زِندگی کی حالت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور وہاں کا حشر یا انجام قائم رہتا ہے۔ اِس میں تبدیلی مُمکن نہیں۔ نجات یافتہ اور سزا یافتہ رُوحوں کے درمیان ایسی جُدائی ہے جِسے کوئی عبور نہیں کر سکتا۔

۱۶: ۲۷-۳۱- موت کی حالت میں وُہ دولت مند شخص ایک دم مُبشّر بن گیا۔ وُہ چاہتا تھا کہ کوئی اُس کے "پانچ بھائیوں" کے پاس جا کر اُن کو خبردار کرے تاکہ وُہ "اِس عذاب کی جگہ" میں نہ آئیں۔ ابرہام کا جواب یہ تھا کہ یہ پانچ بھائی یہودی ہیں۔ اِس لئے اُن کے پاس پُرانے عہدنامے کے صحائف تو موجود ہیں۔ اُن کو خبردار ہونے کے لئے یہی کافی ہونے چاہئیں۔ دولت مند "ابرہام" کی بات کو کاٹ کر کہنے لگا کہ "ہاں، اگر کوئی مُردوں میں سے اُن کے پاس جائے تو وُہ توبہ کریں گے"۔ لیکن ابرہام نے حتمی اور آخری بات بیان کی کہ خُدا کے کلام کو نہ سُننا ہی آخری فیصلہ کُن بات ہے۔ اگر لوگ بائبل مُقدّس کی بات نہیں مانتے "تو اگر مُردوں میں سے کوئی جی اُٹھے تو اُس کی بھی نہ مانیں گے"۔ یہ حقیقت خُود خُداوند یسوع کے مُعاملے میں ثابت ہو جاتی ہے۔ وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا مگر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

نئے عہدنامے سے ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی ایمان دار رِحلت کر جاتا ہے تو اُس کا بدن تو قبر میں جاتا ہے مگر اُس کی رُوح آسمان میں مسیح کے پاس جاتی ہے (۲-کرنتھیوں ۵: ۸؛ فلپّیوں ۱: ۲۳)۔ جب کوئی بے ایمان مر جاتا ہے تو اُس کا بدن بھی اُسی طرح قبر میں جاتا ہے مگر اُس کی رُوح عالمِ ارواح میں جاتی ہے۔ اُس کے لئے عالمِ ارواح پچھتاوے اور عذاب کی جگہ ہے۔

فضائی اِستقبال کے موقع پر ایمانداروں کے بدن قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ اُن کا اپنی جانوں اور رُوحوں کے ساتھ اِتحاد بحال ہوگا (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)۔ پھر وُہ اَبد تک مسیح کے ساتھ سکونت کریں گے۔ بڑے سفید تخت کے سامنے عدالت کے موقع پر بے ایمانوں کے بدن، رُوحیں اور جانیں بھی دوبارہ باہم مِلیں گے (مکاشفہ ۲۰: ۱۲-۱۳)۔ اِس کے بعد اُن کو آگ کی جھیل، یعنی اَبدی سزا کی جگہ میں ڈال دیا جائیگا۔

اِس طرح باب ۱۶ کا اِختتام فریسیوں کو بڑی سنجیدہ تنبیہ پر ہوتا ہے۔ اِس کے ساتھ اُن سب کو بھی خبردار کیا گیا ہے جو روپے پیسے اور دولت کی محبّت میں گرفتار ہیں۔ تہی دست ہو کر زمین پر روٹی کی بھیک مانگنا عالمِ ارواح میں پانی کی بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔

۹۔ اِبنِ آدم اپنے شاگردوں کو ہدایات دیتا ہے

۱۷:۱- ۱۹:۲۷

ا۔ دُوسروں کو ٹھوکر کھِلانے کے بارے میں ۱۷:۱-۲

اِس باب میں تسلسل یا خیالات کا بہاؤ مبہم ہے۔ یُوں لگتا ہے کہ لُوقا نے بہُت سی بے ربط باتوں اور موضُوعات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ البتہ ٹھوکر کھِلانے کے بارے میں مسیح کے اِفتتاحی الفاظ کا تعلق باب ۱۶ کے اِختتام پر دولتمند اور لعزر کی کہانی کے ساتھ ہے۔ عیش و آرام، خُوشی و مسرت کی زِندگی اُن لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن سکتی ہے جو اِیمان میں ابھی نَو عُمر ہوں۔ خصُوصاً اگر کسی آدمی کے بارے میں مشہُور ہو کہ وُہ مسیحی ہے تو دُوسرے بھی اُس کے نمُونے کی تقلید کریں گے۔ آپ اَندازہ کر سکتے ہیں کہ خُداوند یسُوع مسیح کے ہونہار پیرووں کو اپنے غلط نمُونے سے مادّہ پرستی اور دَولت پرستی کی زِندگی کی طرف لے جانا کیسی سنجیدہ اور خطرناک بات ہے۔

بے شک اِس اُصول کا اِطلاق عمُومی اور غیر مُعیّن انداز ہی میں ہو سکتا ہے۔ اگر ”اِن چھوٹوں“ کو دُنیاداری میں پڑنے کی حوصلہ افزائی کی جائے تو اُن کو ٹھوکر لگ سکتی ہے۔ اِسی طرح وُہ جنسی گُناہوں میں پڑنے سے ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ پاک صحائف کی تعلیمات کی اہمیّت کو کم تر کر کے پیش کرنا بھی ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے۔ ہر ایسی بات بھی ٹھوکر کھِلاتی ہے جو ایمان، جاں نثاری اور پاکیزگی کے سیدھے اور سادہ راستے سے دُور لے جاتی ہے۔

اِنسانی فِطرت اور اِنسانوں کی حالت کو جانتے ہوئے خُداوند نے کہا کہ ”یہ نہیں ہو سکتا کہ ٹھوکریں نہ لگیں“۔ لیکن اِس بات سے اُن کا قصُور اور ذِمّہ داری کم نہیں ہوتی جو ٹھوکر کا باعث بنتے ہیں۔ ”ٹھوکر کھِلانے کی بہ نسبت اُس شخص کے لئے یہ مُفید ہوتا کہ چکّی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وُہ سمُندر میں پھینکا جاتا“۔ ایسی سخت زُبان کے استعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصویر صرف جسمانی مَوت کی نہیں بلکہ اَبدی ہلاکت کی بھی ہے۔

جب خُداوند ”اِن چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھِلانے کی“ بات کرتا ہے تو صرف بچّے ہی اِس میں شامل نہیں بلکہ وُہ شاگرد بھی ہیں جو اِیمان میں بچّے ہیں۔

ب۔ مُعافی کی رُوح کے بارے میں ۱۷: ۳، ۴

مسیحی زندگی میں صرف دُوسروں کو ٹھوکر کھلانے کا خطرہ ہی نہیں بلکہ بُغض اور عناد اور کینہ رکھنے اور مُعاف نہ کرنے کا خطرہ بھی ہے۔ خُداوند یہاں اِن ہی باتوں کا ذِکر کرتا ہے۔ اِس مَوضُوع کے بارے میں نیا عہدنامہ مُندرجہ ذیل طریقہ کار پیش کرتا ہے:

۱۔ اگر کسی مسیحی کے ساتھ کسی دُوسرے مسیحی کی طرف سے ناانصافی یا ظُلم ہو تو چاہیئے کہ وُہ پہلے قصُوروار کو دِل میں مُعاف کرے (افسیوں ۴: ۳۲)۔ یہ اُس کے دِل کو خفگی اور کینہ سے پاک رکھے گا۔

۲۔ پھر خلوت میں قصُوروار سے مُلاقات کرکے اُسے "ملامت" کرے (آیت ۳ اور متّی ۱۸: ۱۵)۔ وُہ "اگر توبہ کرے" تو اُسے بتایا جائے کہ اُسے مُعاف کر دیا گیا ہے۔ اگر وُہ بار بار قصُور کرے اور بار بار مُعافی مانگے تو اُسے مُعاف کیا جائے (آیت ۴)۔

۳۔ اگر خلوت یا اکیلے میں ملامت مؤثر ثابت نہ ہو تو پھر جس شخص کا قصُور ہؤا ہے، وُہ ایک یا دو گواہوں کو ساتھ لے جائے (متّی ۱۸: ۱۶)۔ اگر وُہ اُن کی بھی نہ سُنے تو پھر مُعاملہ کلیسیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر وُہ کلیسیا کی بھی نہ سُنے پھر اُس سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ اُسے جماعت سے خارج کر دیا جائے (متّی ۱۸: ۱۷)۔

ملامت کرنے اور دُوسرے تادیبی اقدام کا مقصد بدلہ لینا یا قصُوروار کو بےعزّت اور ذلیل کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ دُوسرے اِنسانوں اور خُداوند کے ساتھ اُس کی رفاقت بحال ہو۔ ہر ملامت محبّت کی رُوح سے کی جانی چاہیئے۔ یہ جاننے اور معلُوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں کہ قصُوروار کی توبہ سچّی ہے یا نہیں۔ لازم ہے کہ ہم اُس کی بات کا یقین کریں کہ اُس نے توبہ کر لی ہے۔ اِسی لئے یسُوع کہتا ہے کہ "اگر وُہ ایک دِن میں سات دفعہ تیرا گُناہ کرے اور ساتوں دفعہ تیرے پاس پھر آ کر کہے کہ توبہ کرتا ہُوں تو اُسے مُعاف کر"۔ ہمارا باپ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی پُرفضل سلُوک کرتا ہے۔ ہم کتنی ہی دفعہ اُس کا قصُور کریں "اگر اپنے گُناہوں کا اِقرار کریں تو وُہ ہمارے گُناہوں کے مُعاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچّا اور عادل ہے" (۱-یُوحنّا ۱: ۹)۔

ج - اِیمان کے بارے میں ۱۷: ۵، ۶

۱۷: ۵ - ایک دِن میں سات دفعہ مُعاف کرنے کا خیال ”رسُولوں“ شاگردوں کو اگر ناممکن نہیں تو ازحد مُشکل ضرُور معلوم ہؤا - وُہ محسُوس کرتے تھے کہ ہم ایسی فراخدِلی کی سکت نہیں رکھتے - اِس لئے اُنہوں نے خُداوند سے درخواست کی کہ ”ہمارے ایمان کو بڑھا“ -

۱۷: ۶ - ”خُداوند“ کے جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ اہمیّت ایمان کی مقدار کو نہیں بلکہ نوعیّت یا معیار کو ہے - مزید یہ نہیں کہ اُن کے پاس کِتنا ایمان تھا، بلکہ اہمیّت اِس بات کو ہے کہ جو اِیمان ہے اُس کو کام میں کیسے لاتے ہیں - ہمارا غرُور اور انا ہمیں اپنے بھائیوں کو مُعاف کرنے سے روکتی ہے - ضرُور ہے کہ غرُور کو جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینک دیا جائے - اگر وُہ ”رائی کے دانے کے برابر“ ایمان پر ”توُت کے درخت کو“ جڑ سے اُکھاڑ کر ”سمُندر میں“ ڈال سکتا ہے تو یقیناً ہم کو اُس سخت دِلی اور ہٹ دھرمی پر بھی فتح دے سکتا ہے جو ہمیں اپنے بھائی کو لامحدُود مُعافی دینے سے روکے رکھتی ہے -

د - کارآمد نوکروں کے بارے میں ۱۷: ۷-۱۰

۱۷: ۷-۹ - مسیح کے سچّے غلام کے پاس غرور اور فخر کی کوئی وجہ نہیں ہوتی - انا (اپنے آپ کو اہم سمجھنا) کو جڑ سے اکھاڑ ڈالنا ضرُور ہے - اِس کی جگہ اپنی نااہلی اور بے لیاقتی کا سچّا اِحساس ہونا چاہئے - زیرِ نظر نوکر کی کہانی میں یہی سبق سِکھایا گیا ہے - یہ نوکر پُورا دِن ”ہل جوتتا یا گلّہ بانی کرتا“ رہا - جب سارا دِن محنت کرنے کے بعد وُہ ”کھیت سے“ آتا ہے تو اُس کا مالِک یہ نہیں کہتا کہ ”جلد آ کر کھانا کھانے بیٹھ“ بلکہ اُسے حُکم دیتا ہے کہ ”میرا کھانا تیار کر اور جب تک مَیں کھاؤں پیؤں کمر باندھ کر میری خدمت کر“ - اِس کام کے بعد ہی نوکر کو خُود کھانا کھانے کی اجازت مِلتی ہے - یہ سارا کُچھ کرنے کے لئے مالِک ”نوکر کا احسان“ نہیں مانتا یعنی اُس کا شُکریہ ادا نہیں کرتا بلکہ توقع کی جاتی ہے کہ نوکر شُکرگزار ہو - کیونکہ بالآخر اُس کا فرض ہے کہ حُکم مانے -

۱۷: ۱۰ - چُنانچہ شاگرد خُداوند یسُوع مسیح کے نوکر (غُلام) ہیں - وُہ اُس کی مِلکیّت ہیں - اُن کی رُوح، جسم اور جان سب کُچھ اُسی کا ہے - کلوری کی روشنی میں ہم کہتے

ہیں کہ شاگرد کُچھ بھی کر گُزریں اُس کام کا بدلہ نہیں چُکا سکتے جو مُنجّی نے کیا ہے۔ اِس لئے وُہ سب کُچھ کر چُکنے کے بعد جِس کا حُکم نئے عہدنامے میں دیا گیا شاگرد کہتے ہیں "ہم نِکمّے نوکر ہیں۔ جو ہم پر کرنا فرض تھا وُہی کیا ہے۔"

رائے ہیسن کے مُطابق خُداوند کے غُلام کی پانچ خصُوصیات ہیں :

۱۔ وُہ مُستعِد ہو کہ مُجھے کام پر کام کا حُکم دیا جائے۔ اور کِسی قسم کی رعایت نہ دی جائے۔

۲۔ وُہ توقع نہ رکھّے کہ میرا شُکریہ ادا کیا جائے گا۔

۳۔ سارا کُچھ کرنے کے باوجُود وُہ شِکوہ نہیں کرے گا کہ میرا مالک خُود غرض ہے۔

۴۔ وُہ اِقرار کرے گا کہ مَیں نِکمّا نوکر ہُوں۔

۵۔ وُہ جو کُچھ بھی کرتا ہے، اور اِنکساری اور حلیمی سے جو کُچھ بھی برداشت کرتا ہے، اِس کے بارے میں یہی سمجھتا ہے کہ مَیں نے اپنے فرض سے بڑھ کر ایک رتّی بھر نہیں کِیا۔

ط۔ یسوؔع دسؔ کوڑھیوں کو پاک صاف کرتا ہے

۱۷: ۱۱ — ۱۹

۱۷: ۱۱۔ ناشُکرے پن کا گُناہ شاگِرد کی زِندگی میں ایک اَور خطرہ ہے۔ یہ بات دسؔ کوڑھیوں کے واقعے سے بالکُل واضح ہو رہی ہے۔ ہم نے پڑھا ہے کہ خُداوند یسوؔع یروشلیمؔ کو جا رہا تھا۔ اور وُہ "سامریہ اور گلیل کے بِیچ سے ہو کر جا رہا تھا۔"

۱۷: ۱۲ — ۱۴۔ "ایک گاؤں میں داخِل ہوتے وقت دسؔ کوڑھی اُس کو مِلے"۔ اپنی بیماری کے باعث وُہ اُس کے نزدیک نہیں آ سکتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے دُور کھڑے ہو کر بُلند آواز سے کہا "اے یسوؔع ! اے صاحب ! ہم پر رحم کر" یعنی ہمیں شِفا بخش۔ خُداوند نے اُنہیں ایمان کا صِلہ دیا اور کہا "جاؤ۔ اپنے تئیں کاہنوں کو دِکھاؤ"۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ جب وُہ کاہنوں کے پاس پہنچیں گے تو اپنے کوڑھ سے شِفا پا چُکے ہوں گے۔ کاہنوں کے پاس اُنہیں شِفا دینے کی قُدرت نہ تھی۔ اُن کو صِرف اِتنا اِختیار دِیا گیا تھا کہ اُنہیں پاک صاف قرار دیں اور جماعت کو اِس اَمر کی اِطّلاع دیں۔ خُداوند کے حُکم کی تعمیل کرتے ہُوئے

وُہ کوڑھی کاہنوں کی طرف روانہ ہُوئے تو "وہ جاتے جاتے پاک صاف ہو گئے"۔ جس مُعجزے کی اُن کو توقع تھی وُہ ہو گیا۔

۱۷: ۱۵-۱۸۔ اُن سب کا ایمان تھا کہ ہم شِفا پائیں گے۔ لیکن اُن میں سے صِرف "ایک" تھا جو خُداوند کا شُکر ادا کرنے کو "لَوٹا"۔ بڑی دِلچسپی کی بات ہے کہ یہ "ایک" "سامری تھا" یعنی یہُودیوں کا وُہ پڑوسی جِس کو وُہ حقیر جانتے اور جِس سے وُہ نفرت رکھتے تھے۔ یاد رہے کہ یہُودی سامریوں سے کِسی قِسم کا میل جول نہیں رکھتے تھے۔ یہ سامری "یسُوع کے پاؤں پر گِر کر اُس کا شُکر کرنے لگا"۔ عبادت گزاری اور سجدے کی صحیح جگہ "یسُوع کے پاؤں" ہی میں ہے۔ یسُوع نے پُوچھا کہ "کیا دسوں پاک صاف نہ ہُوئے؟" وُہ جانتا تھا کہ دسوں پاک صاف ہو گئے ہیں۔ لیکن "اِس پردیسی" کے سِوا کوئی اَور لَوٹ کر نہ آیا کہ شُکریہ ادا کرتا۔ باقی "نَو ۹ کہاں" تھے؟ اُن میں سے کِسی نے "خُدا کی تمجید" نہ کی۔

۱۷: ۱۹۔ پھر اُس سامری سے مخاطب ہو کر خُداوند یسُوع نے فرمایا "اُٹھ کر چلا جا۔ تیرے ایمان نے تجھے اچّھا کیا ہے"۔ جو دس فیصد لوگ شُکر گزار ہوتے ہیں، صِرف وہی مسیح کی حقیقی دولت کے وارث ہوتے ہیں۔ یسُوع ہماری واپسی (آیت ۱۵) اور شُکر گزاری پر ہمیں نئی برکت دیتا ہے (آیت ۱۶) "تیرے ایمان نے تجھے اچّھا کیا ہے"۔ اِن الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اُس کو گُناہ سے بھی نجات مِل گئی جبکہ باقی نَو ۹ کو صِرف کوڑھ سے شِفا مِلی۔

و- بادشاہی کے آنے کے بارے میں ۱۷: ۲۰-۳۷

۱۷: ۲۰-۲۱۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ "بادشاہی" کے بارے میں سُوال کرنے میں "فریسی" مخلص تھے یا صِرف تمسخر سے ایسا کر رہے تھے۔ لیکن ہم اِتنا ضرُور جانتے ہیں کہ تمام یہُودی ایک ایسی بادشاہی کی راہ دیکھ رہے تھے جو بڑی قُدرت، شان اور جلال کے ساتھ برپا ہو گی۔ وُہ ظاہری نشانوں اور زبردستی سیاسی ہلچل کے مُنتظِر تھے۔ مُنجّی نے اُن کو بتایا کہ "خُدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئے گی"۔ مُراد یہ ہے کہ کم سے کم اپنی موجُودہ صورت میں "خُدا کی بادشاہی" ظاہری نشانوں کے ساتھ نہیں آئی۔ یہ کوئی دیدنی، زمینی اور دُنیاوی بادشاہی نہیں جِس کے بارے میں کہا جا سکے کہ "یہاں ہے یا وہاں ہے"۔ بلکہ مُنجّی نے فرمایا کہ "دیکھو خُدا کی بادشاہی تُمہارے درمیان ہے"۔ اِس کا ترجمہ یہ بھی مُمکِن ہے کہ "بادشاہی تُمہارے

اَندر ہے"۔ خُداوند یسوع کا یہ مطلب نہیں تھا کہ بادشاہی فریسیوں کے دِلوں کے اندر ہے کیونکہ اُن سخت دِل ریاکار مذہبی لیڈروں کے دِلوں میں مسیح بادشاہ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اِس کا مطلب یہی تھا کہ بادشاہی اُن کے 'درمیان' تھی۔ وُہ اِسرائیلی قوم کا جائز بادشاہ تھا۔ اُس نے مُعجزات کئے تھے اور اپنی اسناد سب کے سامنے کُھلے طور پر پیش کر دی تھیں۔ لیکن فریسی اُسے قبول کرنا چاہتے ہی نہیں تھے۔ اِس لئے جہاں تک اُن کا تعلق ہے خُدا کی بادشاہی نے اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا، لیکن اُن کو قطعی طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔

۱۷:۲۲۔ فریسیوں سے خطاب کرتے ہُوئے خُداوند نے بادشاہی کا یُوں بیان کیا کہ جیسے وُہ آ چُکی ہے۔ مگر جب شاگردوں سے مخاطِب ہُوا تو ایسے بات کی گویا بادشاہی کا آنا مُستقبل میں ہوگا جو اُس کی دُوسری آمد پر قائم ہو گی۔ لیکن اِس سے پہلے خُداوند نے اُس عرصے کا بیان کیا جو اُس کی پہلی آمد اور دُوسری آمد کے درمیان حائل ہوگا۔ "وُہ دِن آئیں گے کہ تُم کو ابنِ آدم کے دِنوں میں سے ایک دِن کو دیکھنے کی آرزُو ہوگی اور نہ دیکھو گے"۔ دُوسرے لفظوں میں شاگردوں کو آرزُو ہوگی کہ وَیسا ایک دِن نصیب ہو جب خُداوند زمین پر ہمارے ساتھ تھا اور ہم اُس کی خُوش گوار رفاقت سے لُطف اندوز ہوتے تھے۔ ایک لِحاظ سے وُہ دِن اُن دِنوں کا پیشگی عکس تھے جب وُہ قُدرت اور جلال کے ساتھ واپس آئے گا۔

۱۷:۲۳، ۲۴۔ بہُت سے جھُوٹے مسیح اُٹھ کھڑے ہوں گے اور کرتا دھرتا لوگ اعلان کریں گے کہ مسیحِ موعُود آ گیا ہے۔ لیکن ضرُور ہے کہ اُس کے پَیرو ہوشیار رہیں اور اُن جھُوٹے اعلانوں سے دھوکا نہ کھائیں۔ مسیح کی دُوسری آمد ایسی ہی دیدنی ہوگی جَیسے "بجلی کا کوندنا" تاکہ کِسی کو غلط فہمی نہ رہے کیونکہ جب "بجلی آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دُوسری طرف چمکتی ہے" تو سب کو نظر آتی ہے۔

۱۷:۲۵۔ خُداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو پھر بتایا کہ اِن باتوں کے وُقُوع پذیر ہونے سے پہلے "ضرُور ہے کہ وُہ (ابنِ آدم) بہُت دُکھ اُٹھائے اور اِس زمانہ کے لوگ اُسے ردّ کریں"۔

۱۷:۲۶، ۲۷۔ خُداوند اپنی بادشاہی میں آنے کے مَوضُوع کی طرف پھر کر بتاتا ہے کہ اِس جلالی واقعہ سے فوری قبل کے دِن "نُوح کے دِنوں" کی مانند ہوں گے کہ "لوگ کھاتے پیتے تھے اور اُن میں بیاہ شادی ہوتی تھی"۔ یہ باتیں بذاتِ خُود غلط نہیں ہیں۔ معمُول کی باتیں ہیں۔ جائز اِنسانی سرگرمیاں ہیں۔ بُرائی یہ ہے کہ لوگ اِن ہی چیزوں کے ہو رہے تھے۔ اُن

کے پاس خُدا کے لئے وقت نہیں تھا بلکہ خُدا کا خیال تک نہیں تھا۔ حتیٰ کہ "نُوح" اور اُس کا خاندان "کشتی میں داخل ہُوا اور طُوفان نے آ کر سب کو ہلاک کیا" یعنی ساری بقیہ مخلوقات ہلاک ہو گئی۔ اِسی طرح مسیح کی دُوسری آمد اُن لوگوں کے لئے عدالت اور غضب ثابت ہو گی جو اُس کے رحم کی پیشکش کو رد کرتے ہیں۔

۱۷: ۲۸۔ ۳۰۔ اِس کے ساتھ ہی خُداوند نے کہا کہ میری دُوسری آمد سے فوری پہلے کے دِن "لُوط کے دِنوں" کی مانند ہوں گے۔ اُس وقت تک تہذیب و ثقافت نے بہُت ترقی کر لی تھی۔ لوگ نہ صِرف "کھاتے پیتے" تھے بلکہ "خرید و فروخت کرتے اور درخت لگاتے اور گھر بناتے تھے"۔ اِنسان اِس کوشش میں تھا کہ خُدا کے بغیر ہی خُوشحالی اور امن چین کا ایک سُنہری دَور لے آئے۔ عین اُسی دِن جب "لُوط" (اور اُس کی بیوی اور بیٹیاں) "سدوم سے نکلا، آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر" اُس شریر شہر اور وہاں کے باشندوں "سب کو ہلاک کیا"۔ "ابنِ آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہو گا"۔ جو لوگ عیش و عشرت، اپنی خواہشات کو پُورا کرنے اور کاروبار میں مصرُوف رہ کر خُدا کو بھُلا دیتے ہیں، وُہ سب ہلاک ہوں گے۔

۱۷: ۳۱۔ وُہ ایسا "دِن" ہو گا جب زمینی اور دُنیاوی چیزوں کے ساتھ لگاؤ اِنسان کی زندگی کے لئے خطرناک ثابت ہو گا۔ چنانچہ "اُس دِن جو کوٹھے پر ہو اور اُس کا اسباب گھر میں ہو، وُہ اُسے لینے کو نہ اُترے اور اِسی طرح جو کھیت میں ہو، وُہ پیچھے کو نہ لَوٹے"۔ چاہیئے کہ ہر اِنسان اُس جگہ سے بھاگے جہاں غضب نازل ہونے کو ہے۔

۱۷: ۳۲۔ اگرچہ "لُوط کی بیوی" کو سدوم سے تقریباً زبردستی نکالا گیا تھا لیکن اُس کا دِل وہیں لگا ہُوا تھا۔ اِسی لئے اُس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ وُہ سدوم میں سے نِکل آئی تھی مگر سدوم اُس میں سے نہیں نِکلا تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ خُدا نے اُسے نمک کا ستُون بنا کر ہلاک کر ڈالا۔

۱۷: ۳۳۔ "جو کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش کرے" یعنی اپنی جسمانی حفاظت کا خیال تو کرے مگر رُوح کا خیال نہ کرے "وُہ اُسے کھوئے گا"۔ اِس کے برعکس "جو کوئی اُسے کھوئے" یعنی اُس مصیبت کے زمانے میں خُداوند کے ساتھ وفادار رہنے کے باعث اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے "وُہ اُس کو زندہ رکھے گا" یعنی ابدی زندگی پائے گا۔

۱۷: ۳۴-۳۶۔ خُداوند کی آمد کا وقت جُدائیوں کا وقت ہوگا۔ "دو آدمی ایک چارپائی پر سوتے ہوں گے" اُن میں سے "ایک" غضب کے ساتھ "لے لیا جائے گا"۔ "دُوسرا" جو ایماندار ہوگا، اُسے مسیح کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے "چھوڑ دیا جائے گا"۔ اِسی طرح "دو عَورتیں ایک ساتھ چکّی پیستی ہوں گی"۔ اُن میں سے "ایک" جو بے ایمان ہوگی، وُہ خُدا کے غضب کے طُوفان میں "لے لی جائے گی"۔ جبکہ "دُوسری" جو خُدا کی فرزند ہوگی "چھوڑ دی جائے گی" تاکہ مسیح کے ساتھ ہزار سالہ برکات سے لُطف اندوز ہو سکے۔ اِتفاق سے آیات ۳۴ اور ۳۵ کُرۂ زمین کی گولائی سے مُطابقت رکھتی ہیں۔ زمین کے ایک حِصّے میں رات اور دُوسرے میں دِن ہوتا ہے۔ جو سرگرمیاں یہاں بتائی گئیں، وُہ اِسی حقیقت اور سائنسی عِلم کو ظاہر کرتی ہیں جبکہ یہ حقیقت سینکڑوں برس بعد دریافت ہُوئی تھی۔

۱۷: ۳۷۔ شاگرد پُوری طرح سمجھ گئے تھے کہ مُنجّی کی دُوسری آمد اِس برگشتہ دُنیا پر آسمان سے نازل ہونے والی آفت کی مانند ہوگی۔ چنانچہ اُنہوں نے خُداوند سے سُوال کیا کہ "یہ کہاں ہوگا؟" یعنی یہ غضب کہاں نازِل ہوگا؟ خُداوند کا جواب تھا کہ "جہاں مُردار ہے وہاں گِدھ بھی جمع ہوں گے"۔ گِدھ آنے والے غضب کی علامت ہیں۔ چنانچہ جواب کا مطلب ہے کہ جہاں بھی بے اعتقادی اور خُدا کے خِلاف بغاوت ہوگی، وہاں غضب جھپٹ کر نازِل ہوگا۔

باب ۱۷ میں خُداوند نے شاگردوں کو خبردار کیا کہ مُصیبت اور اِیذا رسانی پیش آئے گی۔ اُس کے جلالی ظہُور سے پیشتر اُن کو بڑی سخت آزمائشوں میں سے گزرنا ہوگا۔ اب تیاری کی خاطر نجات دہندہ دُعا کے بارے میں مزید ہدایات دیتا ہے۔ اگلی آیات میں دُعاگو بیوہ، دُعاگو فریسی، دُعاگو محصُول لینے والے اور دُعاگو غریب آدمی کا بیان ہے۔

ز۔ اِصرار کرنے والی بیوہ کی تمثیل ۱۸: ۱-۸

۱۸: ۱۔ اِس دُعاگو بیوہ کی "تمثیل" سکھاتی ہے کہ "ہر وقت دُعا کرتے رہنا اور ہمّت نہ ہارنا چاہئے"۔ عام مفہُوم میں یہ سارے اِنسانوں اور ہر قسم کی دُعا کے لئے ہے۔ لیکن یہاں خاص مفہُوم اُس دُعا کا ہے جو آزمائشوں اور مُصیبتوں سے خُدا کی طرف سے رہائی کے لئے مانگی جاتی ہے۔ مسیح کی پہلی آمد اور دُوسری آمد کے درمیان طویل اور تھکا دینے والے عرصہ کے دَوران دُعا مانگتے رہنا اور "ہمّت نہ ہارنا چاہئے"۔

۱۸: ۲-۳- اِس تمثیل میں ایک بے انصاف ”قاضی“ کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ عام حالات میں ”نہ وُہ خُدا سے ڈرتا نہ آدمی کی کُچھ پروا کرتا تھا۔“ ”ایک بیوہ“ بھی تھی جس پر ”مُدّعی“ ظُلم کرتا تھا۔ اُس مُدّعی کا نام نہیں دیا گیا۔ یہ ”بیوہ“ بار بار قاضی کے پاس آتی تھی کہ ”میرا اِنصاف کر“ اور مجُھے ”مُدّعی“ کے ظُلم سے بچا۔

اگرچہ بیوہ کا مُقدّمہ جائِز اور درست تھا مگر قاضی پر اُس کا کُچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ وُہ غیر مُنصِفانہ سلُوک کے خِلاف کُچھ کرنے کو تیار نہ تھا۔ لیکن وُہ بیوہ بڑی باقاعدگی سے بار بار آتی رہی۔ بالآخر وُہ قاضی کُچھ کرنے پر مجبُور ہوگیا۔ اُس کے اِصرار، مِنّت وزاری اور مُستقِل مِزاجی کے باعث قاضی کو اُس کے حق میں فیصلہ دینا پڑا۔

۱۸: ۶، ۷- پھر ”خُداوند“ نے اپنے شاگِردوں پر واضح کیا کہ اگر ایک بیوہ کے اِصرار اور مُستقِل مزاجی کے باعث ایک ”بے اِنصاف قاضی“ اِقدام کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے تو کیا راست اور اِنصاف کرنے والا ”خُدا اپنے برگُزیدوں کا اِنصاف نہ کرے گا؟“ یہاں ”برگُزیدوں“ سے خصُوصی مُراد بڑی مُصیبت کے دِنوں میں بچ رہنے والا یہُودی بقیہ ہو سکتی ہے۔ خُدا کے اِتنے عرصے سے مداخلت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اِنسانوں کے ساتھ تحمّل سے پیش آتا ہے کیونکہ وُہ کِسی کی ہلاکت نہیں چاہتا۔

۱۸: ۸- لیکن وُہ دِن آرہا ہے جب اُس کا رُوح اِنسانوں سے مزید مزاحمت نہیں کرے گا۔ پھر وُہ اُن لوگوں کو سزا دے گا جو اُس کے پیروؤں کو ستاتے ہیں۔ تمثیل کا اِختتام خُداوند یسوع نے ایک سُوال کے ساتھ کِیا کہ ”تو بھی جب اِبنِ آدم آئے گا تو کیا زمین پر ایمان پائے گا؟“ غالباً اِس سے مُراد اُس قِسم کا ایمان ہے جو بیوہ کے پاس تھا۔ مگر اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب خُداوند واپس آئے گا تو چھوٹا سا بقیہ ہی ہوگا جو اُس کا وفادار ہو گا۔ تب تک ہم میں سے ہر ایک کو ایسے ایمان سے تحریک ہونی چاہیۓ جو ”رات دِن“ خُدا سے فریاد کرتا رہتا ہے۔

ح۔ فِریسی اور محصُول لینے والے کی تمثیل ۱۸: ۹-۱۴

۱۸: ۹-۱۲- اگلی ”تمثیل“ میں اُن لوگوں کو مُخاطب کیا گیا ہے جو اپنے آپ کو ”راستباز“ اور دُوسروں کو ”ناچیز“ اور حقیر جانتے ہیں۔ پہلے آدمی کو ”فریسی“ کا نام دے کر خُداوند نے

کوئی شُبہ نہیں چھوڑا کہ وُہ خاص کِس طبقے کے لوگوں کو مُخاطب کر رہا تھا۔ اگرچہ اُس فریسی نے دُعا مانگنے کا فرض ادا کیا مگر دراصل وُہ "خُدا" سے باتیں نہیں کر رہا تھا۔ وُہ تو اپنی اخلاقی اور مذہبی کامیابیوں کی ڈینگیں مار رہا تھا۔ بجائے اِس کے کہ وُہ خُود کا خُدا کے کامل معیار کے ساتھ مقابلہ کرتا اور دیکھتا کہ کِتنا گُنہگار ہے، وُہ خُود کا جماعت کے دُوسرے اراکین سے مُقابلہ کرتا ہے اور اِس نتیجے پر پہُنچتا ہے کہ مَیں بہتر ہُوں۔ غور کریں کہ اُس نے بار بار "مَیں" کہا جس سے اُس کے دِل کی اصلی کیفیّت ظاہر ہوتی ہے۔ وُہ خُود بین، خُود پسند اور مغرُور تھا۔

۱۸ : ۱۳۔ "محصُول لینے والا" زبردست تقابُل پیش کرتا ہے۔ خُدا کے حضُور "کھڑے ہُوئے" اُسے احساس ہے کہ مَیں بالکُل نالائق ہُوں۔ وُہ خاکسار بن گیا۔ اِتنا کہ "نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر" خُدا سے فریاد کرنے لگا کہ "اے خُدا! مُجھ گُنہگار پر رحم کر"۔ وُہ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ مَیں دُوسرے بہُت سے گُنہگاروں میں سے ایک گُنہگار ہُوں بلکہ یہ کہ مَیں ہی گُنہگار ہُوں اور اس لائق نہیں کہ خُدا سے کُچھ پاؤں۔

۱۸ : ۱۴۔ خُداوند نے اپنے سامعین کو یاد دلایا کہ توبہ کی یہ رُوح ہے جو خُدا کی نظر میں مقبُول ٹھہرتی ہے، اِنسانی شکل و صُورت اور حُلیہ کُچھ بھی ظاہر کرے۔ مگر یہ محصُول لینے والا "راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا"۔ خُدا حلیموں اور خاکساروں کو سرفراز کرتا ہے اور جو خُود کو سرفراز کرتے ہیں اُن کو پست کر دیتا ہے۔

ط۔ یسوعؔ اور چھوٹے بچّے ۱۸ : ۱۵-۱۷

ہم نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ "خُدا کی بادشاہی" میں داخل ہونے کے لئے بچّوں جیسی حلیمی اور خاکساری اختیار کرنا ضرُوری ہے۔ یہ واقعہ بھی اِسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ مائیں اپنے ننھے مُنّے "بچّوں" کو لے کر خُداوند یسوعؔ کے گِرد جمع ہوگئیں تاکہ وُہ اُنہیں برکت دے۔ اُس کے "شاگِرد" اِس مداخلت پر ناراض ہُوئے۔ مگر یسوعؔ نے اُن کو جھڑکا اور بڑی ملائمت اور نرمی سے "بچّوں کو اپنے پاس بُلایا" اور فرمایا کہ "خُدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے"۔ اکثر سُوال پُوچھا جاتا ہے کہ مَرنے کے بعد چھوٹے بچّوں

کا کیا ہوتا ہے؟" آیت ۱۶ اِس سُوال کا جواب دیتی ہے کہ وُہ آسمان پر جاتے ہیں۔ خُداوند نے صاف صاف کہا ہے کہ "خُدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے"۔

بچے بہت چھوٹی عُمر میں نجات کا تجربہ حاصِل کر سکتے ہیں۔ اِنفرادی طور پر ہر بچہّ کی عُمر فرق ہوسکتی ہے۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ بچہّ کِتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، اگر وُہ خُداوند کے پاس آنا چاہے، تو اُسے روکنا نہیں چاہیئے بلکہ اُس کی حَوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

چھوٹے بچوّں کو نجات پانے کے لئے بالِغ ہونے کی ضرُورت نہیں، البتہ بالِغوں کو چھوٹے بچوّں جَیسی حلیمی اور سادہ ایمان کی ضرُورت ہے تاکہ خُدا کی بادشاہی میں داخِل ہوسکیں۔

ی۔ نَوجوان دَولتمند سردار ۱۸:۱۸-۳۰

۱۸:۱۸-۱۹۔ اِس حِصےّ میں ایک ایسے آدمی کا واقعہ پیش کیا گیا ہے جو خُدا کی بادشاہی کو چھوٹے بچے کی طرح قبول نہیں کرنا چاہتا۔ ایک دِن ایک "سردار" خُداوند یسوُع کے پاس آیا۔ اُسے "اے نیک اُستاد" کہہ کر مخاطب کِیا اور پُوچھا کہ "مَیں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زِندگی کا وارِث بنوُں؟" مُنجی نے پہلے تو اُس سے پُوچھا کہ تُو نے میرے لئے "نیک اُستاد" کا لقب کیوں اِستعمال کِیا ہے؟ یسوُع نے اُسے یاد دِلایا کہ "کوئی نیک نہیں، مگر ایک یعنی خُدا"۔ یہاں یسوُع اِلٰہی ذات ہونے سے اِنکار نہیں کر رہا تھا بلکہ وُہ اُس سردار کی اِس طرف راہنمائی کر رہا تھا کہ وُہ خُود اِس حقیقت کا اِقرار کرے۔ اگر وُہ "نیک" ہے تو یقیناً "خُدا" ہے کیونکہ صِرف خُدا ہی اپنی ذات میں نیک ہے۔

۱۸:۲۰۔ اِس کے بعد یسوُع نے اُس کے سُوال کا جواب دِیا۔ سُوال تھا کہ "مَیں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زِندگی کا وارِث بنوُں؟" ہم جانتے ہیں کہ ہمیشہ کی زِندگی وِرثہ میں نہیں مِلتی۔ اور نہ وُہ نیک کام کرنے سے ہی حاصِل کی جا سکتی ہے۔ ہمیشہ کی زِندگی تو خُداوند یسوُع مسیح کے وسیلے سے خُدا کی بخشِش ہے۔ خُداوند اِس سردار کو دسؔ "حکموں" کی طرف متوجّہ کرتا ہے مگر اِس کا ہرگز مطلب نہیں تھا کہ سردار شریعت پر عمل کرنے سے نجات پا سکتا تھا بلکہ خُداوند شریعت کو اِستعمال کر کے اُس آدمی کو اُس کے گُناہ کے بارے میں قائل کرنے کی کوشِش کر رہا تھا۔ خُداوند یسوُع نے اُن پانچ حُکموں کو دُہرایا جن کا تعلق اپنے ہم جِنس اِنسانوں کے ساتھ ہمارے فرائض سے ہے۔ یہ حُکم شریعت کی دُوسری لوح

پر درج تھے۔

۱۸: ۲۱-۲۳- صاف نظر آتا ہے کہ شریعت نے اِس نوجوان کی زِندگی میں مُجرم ٹھہرانے کا اثر نہیں کیا تھا کیونکہ وُہ بڑی ڈھٹائی سے دعویٰ کرتا ہے کہ "مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کِیا ہے"۔ یسوؔع نے اُس سے کہا کہ "ابھی تک تُجھ میں ایک بات کی کمی ہے"۔ کمی یہ تھی کہ اُسے اپنے پڑوسی سے محبّت نہ تھی۔ اگر اُس نے تمام حُکموں پر واقعی عمل کِیا ہوتا تو "اپنا سب کُچھ بیچ کر غریبوں کو دے" دیا ہوتا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ وُہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت نہیں رکھتا تھا۔ وُہ خود غرضی کی زِندگی بسر کرتا تھا۔ اُسے کِسی سے محبّت نہ تھی۔ اِس کا ثبوت اِس حقیقت سے مِلتا ہے کہ "یہ سُن کر وُہ بہت غمگین ہُوا کیونکہ بڑا دولتمند تھا"۔

۱۸: ۲۴- خُداوند "یسوؔع" نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ "دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی میں داخِل ہونا کیسا مُشکل ہے!" مُشکل یہ ہے کہ جِن کے پاس دولت ہوتی ہے وُہ اِس زبردست خطرے میں ہیں کہ اُسی سے محبّت کریں اور اُسی پر بھروسا کریں۔

پاک کلام کا یہ حِصّہ ایمان داروں اور غیر ایمان داروں کے لئے کئی پریشان کُن سُوال پیدا کرتا ہے۔ کِس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے پڑوسی سے واقعی محبّت رکھتے ہیں جبکہ ہم آرام و آسائش میں مگن ہوں اور دُوسرے لوگ ہلاک ہو رہے ہوں اِس لئے کہ مسیح کی خوشخبری اُن تک نہیں پہنچتی؟

۱۸: ۲۵- یسوؔع نے کہا کہ "اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نِکل جانا اِس سے آسان ہے کہ دَولتمند خُدا کی بادشاہی میں داخِل ہو"۔ اِس بیان کی کئی تشریحیں پیش کی جاتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "سُوئی کے ناکے" سے مُراد وُہ چھوٹا سا دروازہ ہے جو شہر کی فصیل کے بڑے دروازے کے اندر بنا ہوتا ہے۔ اُونٹ اُس میں سے صِرف گُھٹنوں کے بَل ہو کر داخِل ہو سکتا تھا مگر طبیب لُوقاؔ نے وُہ لفظ استعمال کیا ہے جِس کا صاف اور واضح مطلب جرّاح کی سُوئی ہے۔ اور خُداوند کے بیان کا مطلب بالکُل صاف نظر آتا ہے۔ جِس طرح "اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نِکل جانا" ناممکن ہے، اُسی طرح "دَولتمند کا خُدا کی بادشاہی میں داخِل ہونا" ناممکن ہے۔ اِس کی یہ تشریح کر دینا ہی کافی نہیں کہ دَولتمند کا اپنی کوشش سے بادشاہی میں داخِل ہونا مُمکن نہیں۔ یہ بات تو دَولت مند اور غریب دونوں پر صادق آتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ "دَولت مند کا خُدا کی بادشاہی میں داخِل ہونا" اِس لئے ناممکن ہے کہ وُہ

دَولت مند کے طور پر داخل ہونا چاہتا ہے ۔ جب تک وُہ دَولت کو اپنا خُدا بنا لیتا ہے اور اُسے اپنے اور اپنی رُوح کی نجات کے درمیان حائل ہونے دیتا ہے اور جب تک یہ صُورتِ حال رہے گی وُہ خُدا کی طرف رجُوع نہیں ہو سکتا ، ایمان نہیں لا سکتا۔ سادہ سی حقیقت یہ ہے کہ بہُت سے دَولت مند اَفراد نجات نہیں پاتے ۔ جو پاتے ہیں ، ضرُور ہے کہ پہلے وُہ خُدا کے حضُور شکستہ دِل ہو جائیں ۔

۱۸: ۲۶-۲۷ ۔ جب شاگرد اِن سب باتوں پر غور کر رہے تھے تو حیران تھے کہ "پھر کون نجات پا سکتا ہے؟" وُہ ہمیشہ سے دَولت کو خُدا کی برکت کا نشان سمجھتے رہے تھے (اِستثنا ۲۸: ۱-۸) ۔ اگر دَولت مند یہُودی نجات نہیں پا سکتے تو پھر کون پا سکتا ہے ؟ خُداوند نے جواب دیا کہ "جو اِنسان سے نہیں ہو سکتا، وُہ خُدا سے ہو سکتا ہے" ۔ دُوسرے لفظوں میں خُدا لالچی ، دولت پر ناگ بن کر بیٹھ جانے والے ، بے پروا مادّہ پرست کو لے کر اُس کے دِل سے سونے چاندی کی محبّت کو خارج کر سکتا ہے اور اِس کی جگہ خُداوند کی خالِص محبّت پَیدا کر سکتا ہے ۔ یہ خُدا کے فَضل کا معُجزہ ہے ۔

یہاں بھی ایسے سوال پَیدا ہوتے ہیں جو خُدا کے فرزند کو پریشان کر دیتے ہیں ۔ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا ۔ خُداوند یسُوعؔ نے اپنی آسمانی دَولت کو چھوڑ دیا تاکہ ہماری گُناہ آلُودہ رُوحوں کو نجات بخشے ۔ مُناسب نہیں کہ جس دُنیا میں وُہ غریب بن کر رہا، ہم اُس میں دولت مند بن کر رہیں ۔ ہمیں رُوحوں کی قدر ہونی چاہئے ۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کی دُوسری آمد بالکل قریب ہے ۔ مسیح کی محبّت مجبُور کر دیتی ہے کہ اِن ساری باتوں کے باعث ہم اپنی ساری مادی دَولت خُداوند کے کام میں لگا دیں ۔

۱۸: ۲۸-۳۰ ۔ جب "پطرسؔ" نے خُداوند کی توجہّ اِس حقیقت کی طرف مبذُول کرائی کہ شاگرد اپنے گھروں اور خاندانوں کو "چھوڑ کر" اُس کے پیچھے ہو لئے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ ایسی قُربانی اور ایثار کی زندگی کا اجر بڑی فراخدِلی سے اِسی زندگی میں مِل جاتا ہے ۔ مزید برآں ابدی زندگی میں بھی اِس کا اَور زیادہ اَجر مِلے گا ۔ آیت ۳۰ کا آخری حِصّہ بہُت قابلِ غور ہے کہ "آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی" ۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ابدی زندگی سب کچھ چھوڑ دینے سے ملتی ہے بلکہ مفہُوم یہ ہے کہ آسمان کے جلال اور برکات سے لُطف اندوز ہونے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور آسمانی بادشاہی میں زیادہ

اَجر بھی مِلتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے "اُس زِندگی کی پُوری معمُوری جو ایمان لاتے وقت حاصل ہُوئی تھی یعنی بھرپُور زِندگی، کامِل زِندگی"۔

ک۔ یسُوع اپنی مَوت اور جی اُٹھنے کے بارے میں دوبارہ پیشِین گوئی کرتا ہے ۱۸: ۳۱-۳۴

۱۸: ۳۱-۳۳۔ یہ تیسری دفعہ ہے کہ خُداوند "اُن بارہ[۱۲] کو" خاص طور سے مُخاطب کرتا ہے۔ وُہ اُنہیں خبردار کرتا ہے اور جو کُچھ اُس کو پیش آنے والا تھا اُس کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے (دیکھئے ۹: ۲۲، ۴۴)۔ اُس نے بیان کیا کہ میرا دُکھ اُٹھانا اُن باتوں کے مُطابِق ہے "جو نبیوں کی معرفت لِکھی گئی ہیں"۔ پُرانے عہدنامہ میں یہ ساری تفاصیل موجُود ہیں۔ اِلٰہی پیش بینی کے ساتھ مسیح نے بڑے سکُون کے ساتھ نبوّت کی کہ "اِبنِ آدم ... غیر قوم والوں کے حوالہ کیا جائے گا"۔ یہ بھی اِمکان تھا کہ اُسے خُفیہ طور پر قتل کر دیا جاتا۔ یا کِسی بلوے میں سنگسار کیا جاتا۔ لیکن نبیوں نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ وُہ دھوکے سے پکڑوایا جائے گا۔ اور "لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور بے عِزّت کریں گے اور اُس پر تھُوکیں گے"۔ چنانچہ ایسا ہی ہونا ضرُور تھا۔ اُسے کوڑے لگائے جائیں گے اور قتل کیا جائے گا لیکن "وُہ تیسرے دِن جی اُٹھے گا"۔

بقیہ ابواب میں وُہ سارے واقعات سامنے آتے ہیں جن کو وُہ عجیب طور سے پہلے ہی جانتا تھا اور جن کی تفصیل بھی اُس نے پہلے ہی بیان کر دی تھی:

"دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں" (۱۸: ۳۵-۱۹: ۴۵)۔
"اِبنِ آدم ... غیر قوم والوں کے حوالہ کیا جائے گا" (۱۹: ۴۷-۲۳: ۱)۔
"لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور بے عِزّت کریں گے" (۲۳: ۱-۳۲)۔
"اور قتل کریں گے" (۲۳: ۳۳-۵۶)۔
"وُہ تیسرے دِن جی اُٹھے گا" (۲۴: ۱-۱۲)۔

۱۸: ۳۴۔ بڑے تعجُّب کی بات ہے کہ شاگرد "اِن میں سے کوئی بات نہ سمجھ" پائے۔ اُس کی باتوں کا مطلب اُن سے "پوشِیدہ" رکھا گیا تھا۔ ہمارے لئے یہ سمجھنا بہت مُشکِل ہے کہ وُہ اِتنے کُند ذہن کیوں تھے۔ مگر غالباً اِس کی وجہ یہ تھی:۔ اُن کے ذہنوں میں ایک

دُنیاوی نجات دِہندہ کا خیال اِس قدر سمایا ہُؤا تھا کہ وُہ اُنہیں رومیوں کے جُوئے سے خلاصی دے گا اور فوری طور پر بادشاہی قائم کرے گا کہ وُہ کِسی اَور پروگرام کے اِمکان پر غور کرنے کو تیار ہی نہ تھے۔ اکثر ہم اُن ہی باتوں پر ایمان لاتے ہیں جن پر ایمان لانا چاہتے ہیں۔ اور اگر سچائی ہمارے ذہن میں پہلے سے سمائے ہُوئے تصوّر کے مُطابق نہ ہو تو ہم اُس کی مزاحمت کرتے ہیں۔ اُسے تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیتے ہیں۔

ل۔ اَندھے فقیر کو شفا دینا ۱۸: ۳۵-۴۳

اب خُداوند یسوؔع یریحؔو کو چھوڑ کر دریائے یردؔن کو عبُور کر چکا ہے۔ لُوقا کہتا ہے کہ جس واقعہ کا مَیں اب بیان کر رہا ہُوں، وُہ اُس وقت پیش آیا "جب یسوؔع چلتے چلتے یریحُو کے نزدیک پُہنچا"۔ متّی اور مرقس کے مُطابق یسوؔع اُس وقت یریحُو سے "نِکل رہا تھا" (متّی ۲۰: ۲۹؛ مرقس ۱۰: ۴۶)۔ عِلاوہ ازیں متّی یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں ۲ دو اندھے آدمی تھے جبکہ مرقس اور لُوقا "ایک" آدمی کا ذِکر کرتے ہیں۔ مُمکِن ہے کہ لُوقا نئے شہر کے اور متّی اور مرقس پُرانے شہر کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی مُمکِن ہے کہ اِس مقام پر اندھوں کو بینائی دینے کے ایک سے زیادہ مُعجزے ہُوئے ہوں۔ تفصیل و تشریح کُچھ بھی ہو، ہمارا ایمان ہے کہ اگر ہمارا عِلم زیادہ ہوتا تو یہ ظاہری تضاد غائب ہو جاتے۔

۱۸: ۳۸- اُس اَندھے فقیر نے کِسی نہ کِسی طرح پہچان لیا کہ "یسوؔع" مسیحِ موعُود ہے کیونکہ اُس نے اُسے "اے یسوؔع ابنِ داؤد" کہہ کر مخاطب کِیا۔ اُس نے خُداوند سے مِنّت کی کہ "مُجھ پر رحم کر" یعنی میری بینائی بحال کر دے۔

۱۸: ۳۹- کئی لوگوں نے اُسے خاموش کرانے کی کوشِش کی۔ مگر وُہ "چلّایا" اور خُداوند یسوؔع سے رحم کی درخواست کرتا رہا۔ لوگوں کو اِس فقیر میں کوئی دلچسپی نہ تھی مگر یسوؔع کو تھی۔

۱۸: ۴۰-۴۱- چنانچہ یسوؔع "کھڑا" ہو گیا۔ ڈاربی بڑا بصیرت افروز تبصرہ کرتا ہے۔ "ایک دفعہ یشوؔع نے سُورج کو حُکم دیا تھا کہ ٹھہر جا (کھڑا ہو جا)۔ یہاں سُورج، چاند اور آسمانوں کا 'مالِک' ایک اندھے فقیر کے کہنے پر کھڑا ہو جاتا ہے"۔ یسوؔع کے حُکم پر اُس فقیر کو اُس کے "پاس" لایا گیا۔ یسوؔع نے اُس سے پُوچھا کہ "تُو کیا چاہتا ہے؟" فقیر نے بِلا توقّف اور بغیر اِدھر اُدھر کی بات کئے جواب دِیا کہ "اے خُداوند، یہ کہ

مَیں بِینا ہو جاؤں"۔ اُس کی دُعا مختصر مگر واضح اور ایمان سے بھری ہوئی تھی۔

۱۸: ۴۲-۴۳۔ اِس پر یسوعؔ نے اُس کی درخواست منظور کر لی۔ وُہ اندھا "اُسی دم بِینا ہو گیا"۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ وُہ "خُدا کی تمجید کرتا ہؤا اس کے پیچھے ہو لیا"۔ اِس واقعہ سے ہمیں سیکھنا چاہیئے کہ ہمیں یہ ایمان رکھنے کی جُرأت کرنی چاہیئے کہ خُدا ناممکن کام کر سکتا ہے۔ عظیم اور بڑے ایمان سے یقیناً اُس کی تعظیم اور تمجید ہوتی ہے۔ کِسی شاعر نے کیا خُوب کہا ہے کہ

تُو ایک بادشاہ کے حضُور آ رہا ہے
چنانچہ بڑی بڑی درخواستیں لے کر آ
کیونکہ اُس کا فضل اور قُدرت ایسے ہیں
کہ جِتنا مانگو اُتنا ہی کم ہے۔ (جان نیوٹن)

م۔ زکائیؔ کا ایمان لانا ۱۹: ۱-۱۰

زکائیؔ کے ایمان لانے سے لُوقا ۱۸: ۲۷ کی صداقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ "جو انسان سے نہیں ہو سکتا وُہ خُدا سے ہو سکتا ہے"۔ زکائیؔ دَولت مند تھا۔ عام حالات میں کِسی دَولت مند کا خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ لیکن زکائیؔ نے مُنجّی کے حضُور اپنے آپ کو پست اور خاکسار کیا اور اپنی دَولت کو اپنی رُوح اور خُدا کے درمیان حائل نہیں ہونے دیا۔

۱۹: ۱-۵۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب یسوعؔ "یریحُو میں داخل ہو کر جا رہا تھا"۔ یہ یروشلیم کا اُس کا تیسرا اور آخری سفر تھا۔ اِس موقع پر "زکائیؔ" نے "یسوعؔ کو دیکھنے کی کوشش" کی۔ بے شک یہ کوشش تجسُس کے باعث تھی۔ گو وُہ "محصُول لینے والوں کا سردار ... تھا" مگر یسوعؔ کو دیکھنے کے لئے وُہ ایک غیر روایتی سی حرکت کرنے سے نہیں شرمایا۔ چونکہ "اُس کا قد چھوٹا تھا" اِس لئے وُہ جانتا تھا کہ یسوعؔ کو اچھی طرح دیکھ نہ سکوں گا۔ "پس (وہ) ... آگے دَوڑ کر ایک گُولر کے پیڑ پر چڑھ گیا۔ کیونکہ یسوعؔ اُسی راہ سے جانے کو تھا"۔ یہ ایمان کا عمل تھا اِس لئے مُنجّی نے اُس پر توجّہ کی۔ جب یسوعؔ نزدیک "پہنچا تو اُوپر نِگاہ کر کے" زکائیؔ کو دیکھا۔ اور حکم دیا کہ "اے زکائیؔ جلد اُتر آ"۔ خُداوند نے اپنے آپ کو اُس محصُول لینے والے کے گھر آنے کی دعوت دی۔ یہ واحد موقع ہے جب

مُنجّی نے اپنے آپ کو کسی کے گھر آنے کی دعوت دی۔

۱۹: ۶۔ زکائی نے خُداوند کے کہے کے مُطابق کیا اور خُداوند کو "خُوشی سے اپنے گھر لے گیا"۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اُس کو اُسی وقت نجات مِل گئی۔

۱۹: ۷۔ مسیح کے نکتہ چین "سب بڑبڑا کر کہنے لگے کہ وُہ تو ایک گنہگار شخص کے ہاں جا اُترا"۔ محصُول لینے والے تو مشہور گنہگار سمجھے جاتے تھے۔ مگر یہ نکتہ چین اِس حقیقت کو فراموش کر گئے کہ ہماری اِس دُنیا میں آنے کے باعث مسیح ایسے ہی گھروں میں جا سکا۔ بے گُناہ تو ایک بھی گھر نہیں تھا۔

۱۹: ۸۔ نجات نے اِس محصُول لینے والے کی زندگی میں انقلابی تبدیلی پیدا کر دی۔ اُس نے نجات دہندہ کو بتایا کہ "مَیں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہُوں" (اَب تک وُہ غریبوں سے زیادہ سے زیادہ مال بٹورتا رہا تھا)۔ وُہ یہ بھی چاہتا تھا کہ "اگر کسی کا کُچھ ناحق لے لیا ہے تو اُس کو چوگُنا ادا" کر دُوں۔ یہ شریعت کے تقاضے سے زیادہ تھا (خرُوج ۲۲: ۴، ۷؛ احبار ۶: ۵، گنتی ۵: ۷)۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب زکائی پر محبّت کا غلبہ تھا جبکہ پہلے حرص کا غلبہ تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ زکائی نے بے انصافی اور بے ایمانی سے بہت کُچھ حاصل کیا تھا۔ وویسٹ آیت ۸ ب کا ترجمہ یُوں کرتا ہے کہ "چونکہ مَیں نے ... ناحق لے لیا ہے"۔ اِس میں "اگر" کا کوئی مقام نہیں۔

یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ زکائی اپنی اِنسان دوستی کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے اور نجات کے لئے اِسی بات پر اِنحصار کرتا ہے۔ مگر ایسی بات ہرگز نہیں بلکہ وُہ کہہ رہا ہے کہ مسیح میں میری نئی زندگی چاہتی ہے کہ مَیں اپنے ماضی کا عوض مُعاوضہ کرُوں۔ اپنے ماضی کی تلافی کرُوں۔ اور خُدا کی طرف سے مِلنے والی نجات کی شُکر گُزاری کرتے ہُوئے وُہ چاہتا تھا کہ اب اپنی دَولت خُدا کے جلال اور تمجید کے لئے اِستعمال کرے تاکہ اپنے پڑوسیوں کے لئے باعثِ برکت ہو۔

تلافی یا مُعاوضے کے موضُوع پر آیت ۸ پُوری بائبل مُقدّس میں سب سے زوردار آیت ہے۔ نجات کا مطلب یہ نہیں کہ اِنسان اپنی ماضی کی غلطیوں کو درُست کرنے سے آزاد ہو گیا۔ جو قرض اِنسان نے نجات پانے سے پہلے اُٹھائے، وُہ نئی پیدائش کے

بعد منسُوخ نہیں ہو جاتے۔ اگر نجات پانے سے پہلے کُچھ چوری کیا تھا، تو خُدا کے فضل کا حقیقی احساس تقاضا کرتا ہے کہ وُہ اصل مالک کو لوٹایا جائے۔

۱۹: ۹۔ "یسوؔع" نے واضح اعلان کیا کہ "آج اِس (زکاؔئی کے) گھر میں نجات آئی ہے۔ اِس لئے کہ یہ بھی ابرہاؔم کا بیٹا ہے"۔ زکاؔئی کو نجات اِس لئے نہیں ملی تھی کہ وُہ پیدائشی یہُودی تھا۔ یہاں "ابرہاؔم کا بیٹا" سے مُراد طبعی اَولاد یا نسل سے ہوتا نہیں بلکہ یہ کہ زکاؔئی کو خُداوند پر اُسی قِسم کا اِیمان تھا جیسا ابرہاؔم کا تھا۔ نہ ہی زکاؔئی کے گھر میں نجات اُس کی خیرات اور تلافی کے باعث آئی تھی (آیت ۸)۔ یہ باتیں نجات کا پھل ہیں، سبب نہیں۔

۱۹: ۱۰۔ جو لوگ اعتراض کرتے تھے کہ یسوؔع ایک گنہگار شخص کے ہاں جا اُترا ہے، اُن کو جواب دیتے ہُوئے خُداوند نے کہا کہ "ابنِ آدم کھوئے ہُوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں زکاؔئی کا اِیمان لانا اُس مقصد کی تکمیل تھی جِس کے لئے مسیح اِس دُنیا میں آیا تھا۔

ن۔ دس ۱۰ اشرفیوں کی تمثیل

۱۹: ۱۱-۲۷

۱۹: ۱۱۔ "اشرفی" یُونانی لفظ "مِنہ" کا ترجمہ ہے۔ اِس کی قیمت سو دِرہم کے برابر تھی (اُردو بائبل کا حاشیہ)۔ برِصغیر پاک و ہند میں بھی اشرفی کا اِستعمال رہا ہے۔ یہ عمُوماً سونے کی ہوتی تھی جِس سے اِس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب یسوؔع یریحوؔ سے آتے ہُوئے "یروشلیؔم کے نزدیک" پہُنچا تو اُس کے بہُت سے پَیرو سوچتے تھے کہ "خُدا کی بادشاہی ابھی ظاہر ہُوا چاہتی ہے"۔ "دس ۱۰ اشرفیوں کی تمثیل" میں خُداوند نے اُن کی غلط اُمیدوں کو دُرست کیا۔ اُس نے دِکھایا ہے کہ میری پہلی آمد اور دُوسری آمد کے درمیان وقفہ ہے۔ اِس وقفے کے دَوران میرے شاگِردوں کو مشغُول و مصرُوف رہ کر میرا کام کرنا ہو گا۔

۱۹: ۱۲-۱۳۔ اِس "امیر" کی تمثیل ارخلاؔؤس کی تاریخ سے مُطابقت رکھتی ہے۔ ہیرودیس نے ارخلاؔؤس کو اپنا جانشین چُنا تھا مگر لوگوں نے اُسے رد کر دیا تھا۔ وُہ اپنے تقرر کی توثیق کروانے رُوؔم گیا۔ واپس آ کر اُس نے اپنے نوکروں کو انعام و اکرام سے نوازا اور اپنے دُشمنوں کو ہلاک کر دیا۔

اِس تمثیل میں "ایک امیر" خُداوند یسوؔع خُود ہے۔ وُہ "آسمان" پر "چلا" گیا تاکہ

وقت پُورا ہونے پر "پِھر آئے" اور زمین پر اپنی "بادشاہی" قائم کرے۔ "دس نوکر" اُس کے شاگردوں کی مثال ہیں۔ اُس نے سب کو ایک ایک اشرفی دے کر کہا کہ "میرے واپس آنے تک لین دین کرنا"۔ بے شک خُداوند کے خادموں کی لیاقتوں اور صلاحیّتوں میں فرق ہوتا ہے (ملاحظہ کیجئے توڑوں کی تمثیل متّی ۲۵:۱۴-۳۰) مگر کُچھ باتیں ضرور مُشترک ہوتی ہیں۔ مثلاً اِنجیل کی خُوشخبری میں دُوسروں کو شرِیک کرنے کا استحقاق، مسیح کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کا اعزاز اور دُعا مانگنے کی توفیق وغیرہ۔ بلاشُبہ اشرفی ایسی ہی باتوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

۱۹:۱۴۔ "شہر کے آدمی" یہُودی قوم ہیں۔ اُنہوں نے نہ صِرف خُداوند کو ردّ کیا بلکہ اُس کے جانے کے بعد "ایلچیوں کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہم پر بادشاہی کرے"۔ ایلچیوں سے مُراد یہُودیوں کا وہ سلُوک ہے جو اُنہوں نے مسیح کے شاگردوں کے ساتھ روا رکھّا۔ مثلاً ستِفنُس اور کئی دِیگر مُقدّسین کو شہید کر دِیا۔

۱۹:۱۵۔ یہاں خُداوند کو ایک مثیل کے طور پر دِکھایا گیا ہے جو واپس آتا ہے تاکہ "بادشاہی" قائم کرے۔ اُس وقت وہ ان لوگوں سے حِساب لے گا "جن کو روپیہ دیا تھا"۔

جہاں تک موجُودہ زمانے میں ایمانداروں کی خِدمت کا تعلق ہے مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے اُن سے حِساب لِیا جائے گا۔ یہ عدالت فضائی اِستقبال کے فوراً بعد آسمان میں ہوگی۔

یہُودیوں کا وہ ایمان دار بقیہ جو بڑی مُصیبت کے ایّام میں مسیح کی گواہی دیتا رہے گا، اُس کا حِساب مسیح کی دُوسری آمد کے موقع پر ہوگا۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ کلام کے اِس حِصّے میں زیادہ تر یہی عدالت پیشِ نظر ہے۔

۱۹:۱۶۔ پہلے نوکر نے اپنی "اشرفی" سے "دس اشرفیاں" پَیدا کر لی تھیں۔ اُس کو شعُور تھا کہ یہ روپیہ میرا نہیں (وہ کہتا ہے "تیری اشرفی")۔ چنانچہ اُس نے اِس اشرفی کو اپنے مالِک کے بہترین مفاد میں اِستعمال کیا تھا۔

۱۹:۱۷۔ مالِک نے یہ کہہ کر اُس کی تعریف کی کہ "... تُو نہایت تھوڑے میں دیانت دار نِکلا"۔ یہ الفاظ ہمیں یاد دِلاتے ہیں کہ اپنی پُوری کوشش کرنے کے بعد بھی ہم نکمّے نوکر ہیں۔ اُس نوکر کو اجر میں "دس شہروں پر اختیار" مِلا۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ دیانت دارانہ خِدمت کے اجر کا تعلق مسیح کی بادشاہی میں حاکمانہ اختیار کے ساتھ ہے۔ ایک شاگرد کو کتنا اِختیار

مِلتا ہے، اِس کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ وُہ کِس قدر جاں نثار تھا اور کِتنی محنت سے کام کرتا تھا۔

۱۹: ۱۸-۱۹۔ دُوسرے نوکر نے ایک اشرفی سے "پانچ اشرفیاں" کمائی تھیں۔ اُس کو اَجر میں "پانچ شہروں کا حاکم" بنایا گیا۔

۱۹: ۲۰-۲۱۔ تیسرے نوکر کے پاس سوائے عُذر اور بہانوں کے کُچھ نہ تھا۔ اُس نے "اشرفی" کو بڑی احتیاط سے "رُومال میں باندھ رکھا" تھا۔ اور اُس سے کُچھ نہیں کمایا تھا۔ ایک لحاظ سے وُہ مالِک ہی کو مُوردِ الزام ٹھہرا رہا تھا۔ اُس نے مالِک کو "سخت آدمی" قرار دیا جو بغیر خرچ کِیے آمدنی کی توقع رکھتا ہے۔ لیکن اُس کی اپنی بات نے اُسے مُجرم ٹھہرایا۔ اگر اُس کا خیال تھا کہ مالِک ایسا آدمی ہے تو کم سے کم اِتنا تو کرتا کہ اُس کا روپیہ ساہوکار کے پاس رکھوا دیتا تاکہ سُود ہی کما لیتا۔

۱۹: ۲۲۔ امیر کے الفاظ کو دُہرانے میں یسُوع نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ وُہ مبنی برحقیقت تھے۔ یہ تو نوکر کا گُناہ آلُودہ دِل تھا جو اپنی کاہلی کے لئے مالِک کو اِلزام دے رہا تھا۔ لیکن اگر اُسے اِس بات کا یقین تھا تو اِس کے مُطابِق عمل بھی کرتا۔

۱۹: ۲۳۔ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا سب کُچھ یا تو خُداوند کے کام میں لگا دیں یا کِسی ایسے شخص کے سپُرد کر دیں جو اُسے خُداوند کے لئے اِستعمال کرے۔

۱۹: ۲۴-۲۶۔ مالِک نے تیسرے نوکر کے خِلاف یہ فیصلہ دیا کہ "وُہ اشرفی اُس سے لے لو اور دس اشرفی والے کو دے دو"۔ اگر ہم اپنے مواقع کو خُداوند کے لئے استعمال نہیں کرتے تو ہم سے لے لئے جائیں گے۔ اِس کے برعکس اگر نہایت تھوڑے میں دیانت دار ہوں تو خُدا دھیان رکھے گا کہ ہمیں ذرائع اور مواقع کی کبھی کمی نہ ہو تاکہ ہم اُس کی اَور زیادہ خِدمت کر سکیں۔ شاید بعض لوگوں کو یہ بے اِنصافی معلُوم ہو کہ وُہ ایک "اشرفی" بھی اُس کو دے دی گئی جِس کے پاس پہلے ہی "دس" اشرفیاں تھیں مگر رُوحانی زِندگی کا یہ مُسلمہ اُصول ہے کہ جو لوگ خُداوند سے دِلی محبّت رکھتے اور سچّے جذبے کے ساتھ اُس کی خِدمت کرتے ہیں، اُن کو وسیع تر مواقع عطا کئے جاتے ہیں۔ جو شخص مواقع کو مُفید طور پر اِستعمال نہیں کرتا، وُہ سب کے لئے نُقصان کا باعث ہوتا ہے۔ تیسرے نوکر کو اَجر کا نُقصان اُٹھانا پڑا۔ لیکن یہاں کِسی اَور سزا کا ذِکر نہیں۔

غالباً اُس کی نجات کے بارے میں کوئی سُوال پیدا نہیں ہوتا۔

۱۹:۲۷۔ اُس شہر کے لوگ جو نہیں چاہتے کہ وُہ امیر اُن پر حاکم ہو، اُن کو "دُشمن" قرار دے کر رَدّ کیا گیا ہے۔ اُن کا حشر "مَوت" ہے۔ یہ اُس قوم کے بارے میں کیسی افسوس ناک پیشین گوئی ہے جِس نے مسیحِ موعُود کو رَدّ کر دِیا۔

۱۰۔ اِبنِ آدم یروشلیم میں ۱۹:۲۸ - ۲۱:۳۸

ا۔ فاتحانہ داخلہ ۱۹:۲۸-۴۰

۱۹:۲۸-۳۴۔ یہ اُس کے صلیب دِئے جانے سے پہلے کا اِتوار کا دِن تھا۔ "یروشلیم کو جاتے ہوئے یسوع زیتون کے پہاڑ کی مشرقی ڈھلان کے قریب پُہنچ گیا تھا۔ "جب وُہ ... بیت فگے اور بیت عنیاہ کے نزدیک پُہنچا تو ... اُس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو ... سامنے کے گاؤں میں ... بھیجا" تاکہ یروشلیم میں اُس کے داخلہ کے لئے "ایک گدھی کا بچّہ" لائیں۔ اُس نے اُنہیں بتایا کہ جانور اُن کو کہاں مِلے گا اور اُس کے "مالِک کیا کہیں گے۔ جب شاگردوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا تو مالِکوں نے بڑی خوشی سے گدھی کا وُہ بچّہ خُداوند یسوع کی سُواری کے لئے دے دِیا۔ شاید اُن کو پہلے خُداوند کی خِدمت سے برکت مِلی تھی اور اُنہوں نے پیش کش کی تھی کہ جب بھی ضرورت ہو ہم آپ کی خِدمت کے لئے تیار ہیں۔

۱۹:۳۵-۳۸۔ شاگِردوں نے "اپنے کپڑوں" سے یسوع کے لئے ایک گدّی یا کاٹھی بنا دی۔ بُہت سے لوگ اُس کے آگے "اپنے کپڑے راہ میں بچھاتے جاتے تھے"۔ وُہ کوہِ زیتون کی مغربی ڈھلان سے چڑھتا ہُؤا یروشلیم کی طرف بڑھا۔ پھر یسوع کے پیچھے آنے والے "اُن سب معجزوں کے سبب سے جو اُنہوں نے دیکھے تھے" یک دِل ہو کر بُلند آواز سے خُدا کی حمد کرنے لگے۔ وُہ اِن الفاظ سے اُس کا خیر مقدم کرنے لگے کہ "مُبارک ہے وُہ بادشاہ جو خُداوند کے نام سے آتا ہے۔" گویا وُہ اُسے خُدا کی طرف سے بادشاہ مان رہے تھے۔ وُہ نعرے لگا رہے تھے کہ "آسمان پر صُلح اور عالمِ بالا پر جلال!" یہ بات اہم ہے کہ وُہ پُکار رہے تھے کہ "آسمان پر صُلح"، نہ کہ "زمین پر صُلح"۔ زمین پر صُلح نہیں

ہو سکتی تھی کیونکہ صُلح کے شہزادہ کو ردّ کر دیا گیا تھا بلکہ بہت جلد اُسے صلیب پر چڑھایا جانا تھا۔ مگر کلوری کی صلیب پر عنقریب ہونے والی موت اور پھر آسمان پر جانے کے باعث "آسمان پر صُلح" ہو گی۔

۱۹: ۳۹ - ۴۰۔ "فریسیوں" کو اِس بات پر سخت غُصّہ آیا کہ یسوع کی یُوں علانیہ تعظیم ہو رہی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے مشورہ دیا کہ یسوع "اپنے شاگِردوں کو ڈانٹ دے"۔ مگر اُس نے جواب دِیا کہ اِس قسم کی مرحبا اور تحسین لازم اور اٹل ہے۔ "اگر شاگرد ایسا نہیں کریں گے "تو پتھر چلّا اُٹھیں گے"۔ اِس طرح اُس نے فریسیوں کو جِھڑکا کہ وُہ بے جان پتھّروں سے زیادہ سخت تھے کہ اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

ب۔ ابنِ آدم یروشلیم پر روتا ہے ۱۹: ۴۱ - ۴۴

۱۹: ۴۱ - ۴۲۔ جب یسوع یروشلیم کے "نزدیک" پہنچا تو اُس نے اُس پر نوحہ خوانی کی کیونکہ اُس نے ایک سُنہری موقع کھو دیا تھا۔ اگر لوگ اُس کو مسیحِ موعُود قبول کر لیتے تو شہر کے لئے "سلامتی" ہوتی۔ مگر وُہ پہچانتے ہی نہ تھے کہ یسوع "سلامتی" کا سرچشمہ ہے۔ اب وقت گُزر چُکا تھا۔ وُہ فیصلہ کر چُکے تھے کہ ہم خُدا کے بیٹے سے کیا سلُوک کریں گے۔ چونکہ اُنہوں نے اُسے ردّ کر دیا تھا اِس لئے اُن کی "آنکھیں" اندھی ہو چُکی تھیں۔ چونکہ وُہ اُسے دیکھنا 'نہیں چاہتے' تھے اِس لئے اب وُہ اُسے دیکھ "نہیں سکتے تھے"۔

ذرا رُک کر مُنجّی کے آنسوؤں پر غور کریں۔ جس طرح ڈبلیو۔ ایچ گرِفتھ تامس نے کہا ہے "آیئے ہم مسیح کے قدموں میں بیٹھے رہیں۔ حتیٰ کہ آنسوؤں کی حقیقت کو جان لیں اور شہر اور دیہات کے گُناہوں اور دُکھوں کو دیکھ کر ہم بھی اُن پر آنسو بہانے لگیں"۔

۱۹: ۴۳، ۴۴۔ یسوع نے طِطُس (جرنیل) کی طرف سے یروشلیم کے مُحاصرے کا مُختصر پیشگی منظر پیش کیا کہ کِس طرح "تیرے دُشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے"۔ اور ہر چھوٹے بڑے کا قتلِ عام کریں گے۔ دیواروں اور عمارتوں کو زمین بوس کر دیں گے، یہاں تک کہ یروشلیم میں "کِسی پتھّر پر پتھّر باقی نہ رہے گا۔ یہ سب کُچھ اِس لئے ہو گا کہ یروشلیم نے "اُس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ (یروشلیم) پر نگاہ کی گئی"۔ خُداوند نجات کی پیش کش کے ساتھ اِس شہر میں آیا، مگر لوگوں نے اُسے

قبول نہ کِیا۔ اُن کے پاس خُداوند کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ وُہ اپنے منصوبوں میں اِتنے مگن تھے کہ اُس کی طرف دیکھنے کے رَوادار نہ تھے۔

ج۔ ہیکل کو دُوسری دفعہ پاک صاف کرنا ۱۹: ۴۵-۴۶

یسوؔع نے اپنی عام خدمت کے آغاز میں ہیکل کو پاک صاف کیا تھا (یُوحنّا ۲: ۱۴-۱۷)۔ اَب اُس کی خدمت اختتام پذیر ہو رہی تھی۔ وُہ ایک دفعہ پھر اُس کی مقدّس حُدُود میں داخل ہُوا اور اُن سب کو وہاں سے نِکال باہر کیا جو "دعا کے گھر" کو "ڈاکوؤں کی کھوہ" بنا رہے تھے۔ یہ خطرہ ہمیشہ مَوجُود رہتا ہے کہ خُداوند کی باتوں اور کاموں کو کاروبار اور تجارت بنا دیا جائے۔

مسیح نے اپنے اِس عمل کی حمایت میں پاک کلام (یسعیاہ ۵۶: ۷ اور یرمیاہ ۷: ۱۱) کا اِقتباس پیش کیا۔ کلیسیا میں ہر قِسم کی بُرائی کی اِصلاح خُدا کے کلام کی بُنیاد پر ہونی چاہئے۔

د۔ ہیکل میں ہر روز تعلیم دینا ۱۹: ۴۷، ۴۸

یسوؔع "ہیکل" کے اندر نہیں بلکہ اُس کے صحنوں میں "ہر روز تعلیم" دیتا تھا کیونکہ صحنوں میں عام لوگوں کو آنے جانے کی اجازت ہوتی تھی۔ مذہبی راہنما تڑپ رہے تھے کہ اُسے ہلاک کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے، لیکن عام لوگ اَب تک مُعجزے دِکھانے والے اِس ناصری کے دِلدادہ تھے۔ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا تھا۔ لیکن بُہت جلد وُہ گھڑی آنے والی تھی۔ اُس وقت "سردار کاہن اور فقیہ" اور فریسی اُسے مار ڈالنے کو اُس پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔

زیرِ نظر واقعہ سوموار کے دِن پیش آیا۔ اگلے دِن یعنی منگل کے دِن کا بیان ۲۰: ۱- ۲۲: ۶ میں درج ہے۔

ہ۔ اِبنِ آدم کے اِختیار پر اعتراض کیا جاتا ہے ۲۰: ۱-۸

۲۰: ۱، ۲۔ کیسی عجیب تصویر ہے! اُستادِ اعظم "ہیکل" کے سائے میں بے تکان

خوشخبری سُنا رہا ہے اور بنی اِسرائیل کے لیڈر بڑی گُستاخی سے اُس کے تعلیم دینے کے حق کو چیلنج کرتے ہیں۔ اُن کی نظروں میں یسوع ناصرت کا ایک بے ادب بڑھئی تھا۔ اُس نے کوئی خاص رسمی تعلیم نہیں پائی تھی۔ نہ اُس کے پاس اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں تھیں، نہ کسی مذہبی جماعت نے اُسے اِختیار نامہ جاری کیا تھا۔ اُس کے پاس کیا سند تھی؟ اُس کو کِس نے "اِختیار" دیا تھا کہ منادی کرے اور ہیکل کو پاک صاف کرے؟ فقیہ اور بزرگ یہ سب کچھ جاننا چاہتے تھے!

۲۰: ۳-۸۔ یسوع نے "جواب میں" اُن سے ایک سوال پوچھا۔ اگر وُہ اِس سوال کا درست جواب دیتے تو اُنہیں اپنے سوال کا جواب مل جاتا۔ یسوع کا سوال یہ تھا کہ "یوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا اِنسان کی طرف سے؟" اب وُہ پھنس گئے۔ اگر وُہ تسلیم کرتے کہ یوحنا الٰہی مسح کے ساتھ منادی کرتا تھا تو پھر اُنہوں نے اُس کے پیغام کو قبول کیوں نہ کیا، توبہ کیوں نہ کی اور جس مسیحِ موعود کا وُہ اعلان کرتا تھا اُس پر ایمان کیوں نہ لائے؟ لیکن اگر وُہ کہتے کہ یوحنا بھی ایک پیشہ وَر منادی کرنے والا تھا تو عام لوگ سخت ناراض ہو جاتے کیونکہ وُہ تو مانتے تھے کہ "یوحنا" خُدا کا "نبی" تھا۔ چنانچہ اُن مذہبی لیڈروں نے جواب دیا "ہم نہیں جانتے" کہ یوحنا کا اِختیار کِس کی طرف سے تھا۔ اِس پر یسوع نے کہا "مَیں بھی تمہیں نہیں بتاتا کہ اِن کاموں کو کِس اِختیار سے کرتا ہوں"۔ اگر وُہ یوحنا کے بارے میں اِتنی سی بات نہیں بتا سکتے تھے تو وُہ اُس ہستی کے اِختیار پر کیوں اعتراض کرتے تھے جو یوحنا سے بھی بڑا ہے؟ اِس حوالہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ خُدا کے کلام کی تعلیم دینے کے لئے بُنیادی اور ضروری شرط رُوح القُدس کی معموری ہے۔ جس کو یہ بخشش حاصل ہو، وُہ اُن لوگوں پر غالب اور فاتح رہے گا جن کی طاقت اور قوّت اِنسانی القابات، اِعزازات اور ڈِگریوں میں لپٹی ہوتی ہے۔

"آپ نے ڈِپلومہ کہاں سے حاصل کیا؟ آپ کی مخصوصیّت کِس نے کی؟" یہ پُرانے سوال ہیں جو غالباً حسد کی پیداوار ہیں۔ مگر یہ سوال آج بھی اُٹھائے جاتے ہیں۔ خوشخبری کا وُہ مناد جس نے کسی بڑی یونیورسٹی کے مذہبی نصاب کا اِمتحان پاس نہ کیا ہو، یا کسی مشہور سیمنری سے فارغ التّعلیم نہ ہو، آج بھی اُسے چیلنج کیا جاتا ہے کہ اُس کی مخصوصیّت درست بھی ہے یا نہیں؟ وُہ اِس خدمت کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں؟

و۔ شریر باغبانوں کی تمثیل ۲۰:۹-۱۸

۲۰:۹-۱۲۔ "تاکستان" کی اِس "تمثیل" میں ایک دفعہ پھر بیان کیا گیا ہے کہ خُدا کا دِل اِسرائیلی قوم کا کیسا مُشتاق ہے۔ تمثیل کا "ایک شخص" دراصل خُدا ہے جس نے "تاکستان" (بنی اسرائیل) "باغبانوں" (قوم کے لیڈروں) کو "ٹھیکے پر دیا" (دیکھئے یسعیاہ ۵:۱-۷)۔ وقت آنے پر اُس نے نوکروں کو "باغبانوں کے پاس بھیجا" تاکہ کچھ "پھل" حاصل کرے۔ یہ نوکر خُدا کے نبی ہیں جیسے یسعیاہ اور یُوحنّا بپتسمہ دینے والا۔ یہ اسرائیلی قوم کو ایمان لانے اور توبہ کی طرف بُلانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن بنی اِسرائیل کے لیڈر ہمیشہ اِن نبیوں کو ستاتے رہے۔

۲۰:۱۳۔ آخر میں خُدا نے "اپنے پیارے بیٹے" کو بھیجا، یہ خیال کر کے کہ باغبان "اُس کا لحاظ کریں" گے (اگرچہ بے شک خُدا جانتا تھا کہ مسیح کو رَدّ کیا جائے گا)۔ غور کریں کہ مسیح اپنے آپ کو دیگر تمام بھیجے ہُوؤں سے الگ اور ممتاز بیان کرتا ہے۔ وُہ نوکر تھے، یہ بیٹا ہے۔

۲۰:۱۴۔ اپنی تاریخ کے مِصداق "باغبانوں" نے مُصمم اِرادہ کر لیا کہ "وارث" کا خاتمہ کر دیں گے۔ وُہ چاہتے تھے کہ قوم کے لیڈر اور مُعلم ہونے کا اِختیار ہمارے اور صرف ہمارے پاس رہے۔ "کہ میراث ہماری ہو جائے"۔ وُہ اپنی مذہبی حیثیت اور اختیار یسوع کو دینے پر آمادہ نہ تھے۔ اگر وُہ اُسے قتل کر دیں تو بنی اِسرائیل پر اُن کے اِختیار کو کوئی چیلنج نہیں کرے گا — کم سے کم اُن کا خیال یہی تھا۔

۲۰:۱۵-۱۷۔ "پس اُس کو تاکستان سے باہر نِکال کر قتل کیا"۔ اِس موقع پر یسوع نے اپنے سامعین سے پُوچھا کہ "اب تاکستان کا مالک اُن (شریر باغبانوں) کے ساتھ کیا کرے گا؟" متّی کے بیان کے مُطابق (متّی ۲۱:۴۱) سردار کاہنوں اور بزرگوں نے جواب دیا "اُن بدکاروں کو بُری طرح ہلاک کرے گا"۔ اِس جواب سے اُنہوں نے خُود اپنے تئیں مجرم ٹھہرایا۔ یہاں خُداوند خُود جواب دیتا ہے کہ "وُہ آ کر اُن باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور تاکستان اَوروں کو دے دے گا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ مسیح کو رَدّ کرنے والے یہُودیوں کو ہلاک کیا جائے گا اور خُدا "اَوروں" کو اعزاز اور استحقاق کی جگہ دے گا۔ "اَوروں" سے مُراد غیر قومیں بھی ہو سکتی ہیں اور اخیر زمانے کے نئی پیدائش حاصل کرنے والے اِسرائیلی بھی۔ اِس بات پر

یہُودیوں نے پلٹا کھایا اور کہا "خُدا نہ کرے"۔ خُداوند نے زبُور ۱۱۸ : ۲۲ کا اقتباس کر کے اپنی پیشین گوئی کی تصدیق کی۔ یہُودی "معماروں" نے "پتھر" یعنی مسیح کو "رَدّ" کر دیا تھا۔ اُن کے منصُوبوں میں اُس کے لئے کوئی جگہ نہ تھی مگر خُدا نے پکّا اِرادہ کر رکھا تھا کہ اُسے نُمایاں اور مُعزّز جگہ مِلے گی کیونکہ وُہ اُسے "کونے کے سِرے کا پتھر" بنا دے گا۔ یہ پتّھر ازبس ضرُوری ہے۔

۲۰ : ۱۸ - آیت ۱۸ میں مسیح کی دونوں آمدوں کا بیان ہے۔ اُس کی پہلی آمد وُہ "پتّھر" ہے جو زمین پر ہے۔ لوگوں نے اُس کی فروتنی اور حلیمی اور پست حالی سے ٹھوکر کھائی اور اُس کو رَدّ کرنے کے باعث "ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے"۔ آیت کے دُوسرے حِصّے میں پتّھر آسمان سے گِرتا ہُوا نظر آتا اور ایمان نہ لانے والوں کو "پیس ڈالتا" ہے۔

ز۔ قیصر کا قیصر کو اور خُدا کا خُدا کو ادا کرنا ۲۰ : ۱۹-۲۶

۲۰ : ۱۹-۲۰ - "فقیہوں اور سردار کاہنوں" کو احساس ہو گیا تھا کہ یسوع "ہمارے خلاف" بول رہا ہے۔ چنانچہ وُہ "اُسے پکڑنے کی کوشش" میں اَور بھی سرگرم ہو گئے۔ اب اُنہوں نے جاسُوس بھیجے کہ اُس کی کوئی ایسی بات پکڑیں جس سے اُس کو پکڑ کر رُومی "حاکِم کے قبضہ اور اِختیار میں دے دیں"۔ اُن جاسُوسوں نے پہلے تو اُس کی تعریف کی کہ "تیرا کلام اور تعلیم دُرست ہے اور تُو کِسی کی طرف داری نہیں کرتا بلکہ سچّائی سے خُدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے"۔ اِن باتوں سے اُن کو اُمّید تھی کہ یسوع قیصر کے خِلاف کُچھ کہے گا۔

۲۰ : ۲۱-۲۲ - پھر اُنہوں نے اُس سے پُوچھا کہ "کیا ہمیں قیصر کو خراج دینا رَوا ہے یا نہیں؟" "ہمیں" سے مُراد یہُودی قوم ہے۔ اگر وُہ کہتا "نہیں" تو وُہ اُس پر غداری یا سازِش کا اِلزام لگا کر اُسے رُومی حکُومت کے حوالے کر دیتے۔ اگر وُہ کہتا "ہاں" تو ہیرودی اُس کے مخالِف ہو جاتے (بلکہ یہُودیوں کی اکثریت اُس کے خِلاف ہو جاتی)۔

۲۰ : ۲۳-۲۴ - یسوع نے جان لیا کہ میرے خِلاف کیسی سازِش کی گئی ہے۔ چنانچہ اُس نے اُن سے کہا کہ "ایک دینار مجھے دِکھاؤ"۔ غالباً خُود اُس کے پاس نہیں تھا۔ یہ حقیقت کہ اُن کے پاس یہ سکّے تھے اور وُہ اُنہیں اِستعمال کرتے تھے ثابت کرتی ہے کہ وُہ غیر قوم طاقت کے غُلام تھے۔ دینار لے کر یسوع نے پُوچھا "اِس پر کِس کی صُورت اور نام ہے؟" اُنہوں نے اِقرار کیا کہ "قیصر کا"۔

۲۰: ۲۵، ۲۶ - اِس پر یسوع نے اِس حکم سے اُن کے مُنہ بند کر دیئے کہ "پس جو قیصر کا ہے قیصر کو، اور جو خُدا کا ہے خُدا کو ادا کرو"۔ بظاہر وُہ قیصر کے مفادات کے اِتنے خیر خواہ تھے لیکن اُن کو خُدا کے تقاضوں کی کوئی فِکر نہ تھی۔ "یہ روپیہ پیسہ قیصر کا ہے، اور تم خُدا کے ہو، دُنیا کو اپنے سِکّے سنبھالنے دو، مگر خُدا کی مخلُوق اُسی کی طرف آ جائے"۔ چھوٹے چھوٹے مُعاملات میں بحث کرنا بہُت آسان ہے۔ مگر ہم زِندگی کے بڑے بڑے اصُولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم جِنس اِنسانوں کے قرض ادا کرنا تو آسان سمجھتے ہیں مگر خُدا کے جائز حقُوق ادا نہیں کرتے۔

ح۔ صدُوقی اور اُن کا قیامت کا مُعما ۲۰: ۲۷-۴۴

۲۰: ۲۷- سیاسی نوعیت کے سُوال سے یسوع کو پھنسانے کی کوشِش ناکام ہو گئی تو چند "صدُوقی ... اُس کے پاس آ" گئے۔ وُہ عِلمِ الٰہیات کا ایک مسئلہ لے آئے۔ صدُوقی اِس بات سے اِنکار کرتے تھے کہ مَرنے والوں کے جِسم کبھی زِندہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک اِنتہائی قِسم کی مثال پیش کی جِس سے "قیامت" کا عقیدہ مضحکہ خیز معلُوم ہونے لگے۔

۲۰: ۲۸-۳۳- اُنہوں نے یسوع کو یاد دِلایا کہ "مُوسیٰ کی شریعت" کے مُطابق کنوارے مَرد کے لئے لازم ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے تاکہ خاندان کا نام قائم رہے اور جائیداد محفُوظ رہے (اِستثنا ۲۵: ۵)۔ اِس حکم کے مُطابق ایک عَورت یکے بعد دیگرے "ساتوں بھائیوں کی "بیوی" بنی تھی۔ ساتواں بھائی بھی مَر گیا تو بھی وُہ "بے اولاد" تھی۔ "آخر کو وُہ عَورت بھی مَر گئی"۔ یہ کہانی سُنانے کے بعد صدُوقیوں نے سُوال کیا کہ "قیامت میں وُہ عَورت اُن میں سے کِس کی بیوی ہو گی؟" اُن کا خیال تھا کہ ہم بہُت ہوشیار ہیں کہ ایسا لاجواب سُوال پیش کیا ہے۔

۲۰: ۳۴- "یسوع" نے جواب دِیا کہ شادی بیاہ کا رِشتہ صِرف "اِس جہان" کے لئے ہے۔ آسمان پر یہ رِشتہ جاری نہیں رہے گا۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ شوہر اور بیویاں ایک دُوسرے کو نہیں پہچانیں گے بلکہ یہ کہ وہاں اُن کا رِشتہ بالکُل اَور نوعیت کا ہو گا۔

۲۰: ۳۵- "جو لوگ اِس لائق ٹھہریں گے کہ اُس جہان کو حاصِل کریں"۔ ان الفاظ

کا یہ مطلب نہیں کہ کئی لوگ ذاتی طور پر بھی آسمان پر جانے کے لائق ہیں یا ہوں گے۔ گُنہگار تو لائق ہوتا ہے صِرف اِس لئے کہ خُداوند یسوع مسیح اُس کو لائق کرتا ہے۔ لائق وُہی شُمار ہوتے ہیں جو اپنا محاسبہ کرتے ہیں۔ جو مسیح کو سچّا مانتے ہیں اور اِقرار کرتے ہیں کہ صاحبِ لیاقت ہے تو صِرف مسیح — "مُردوں میں سے جی اُٹھیں"۔ اِس جی اُٹھنے کا تعلق صِرف ایمان داروں سے ہے۔ یہاں تصوُّر مُردوں "میں سے" جی اُٹھنے کا ہے، تمام مُردوں کے جی اُٹھنے کا نہیں۔ ایک عام قیامت کا تصوّر، جس میں نجات یافتہ اور غیر نجات یافتہ سارے مُردے ایک ہی وقت جی اُٹھیں گے، بائبل مُقدّس میں نہیں پایا جاتا۔

۲۰: ۳۶۔ آسمانی حالت کی برتری کا مزید بیان آیت ۳۶ میں موجُود ہے۔ وہاں موت نہیں ہوگی۔ اِس لحاظ سے وُہ "فرشتوں کے برابر ہوں گے"۔ عِلاوہ بریں وُہ "خُدا کے بھی فرزند ہوں گے"۔ ایمان دار تو پہلے ہی خُدا کے فرزند ہیں۔ مگر خارجی طور پر ابھی ایسا نظر نہیں آتا۔ آسمان میں وُہ دِیدنی طور پر بھی خُدا کے فرزند ظاہر ہوں گے۔ یہ حقیقت کہ اُنھوں نے پہلی قیامت میں حِصّہ لیا اِس بات کو یقینی بناتی ہے۔ "اِتنا جانتے ہیں کہ جب وُہ (یسوع) ظاہر ہوگا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو وَیسا ہی دیکھیں گے جَیسا وُہ ہے" (۱۔یُوحنّا ۳: ۲)۔ "جب مسیح جو ہماری زندگی ہے ظاہر کیا جائے گا تو تُم بھی اُس کے ساتھ جلال میں ظاہر کئے جاؤ گے" (کلسّیوں ۳: ۴)۔

۲۰: ۳۷-۳۸۔ قیامت کا ثُبوت دینے کے لئے مسیح نے خرُوج ۳: ۶ کا حوالہ دیا جہاں مُوسیٰ نے خُداوند کی بات دُہرائی ہے کہ "مَیں ابرہام کا خُدا اور اضحاق کا خُدا اور یعقوب کا خُدا ہُوں"۔ اب اگر صدوقی ذرا غور کرتے تو اُن کو معلُوم ہو جاتا کہ (۱) "خُدا مُردوں کا خُدا نہیں بلکہ زِندوں کا ہے"۔ (۲) اور یہ کہ "ابرہام اور اضحاق اور یعقوب" سب مَر چُکے تھے۔ اب لازمی نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ خُدا اُن کو ضرُور زِندہ کرے گا۔ خُداوند نے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں ابرہام ... کا خُدا "تھا"۔ بلکہ یہ کہ "ہُوں"۔ خُدا کی ذات کا تقاضا ہے کہ قیامت ہو، کیونکہ وُہ زِندوں کا خُدا ہے۔

۲۰: ۳۹-۴۴۔ "بعض فقیہوں" کو اِس دلیل کے زور کو تسلیم کرنا پڑا۔ مگر یسوع نے ابھی بات ختم نہیں کی تھی۔ زبُور ۱۱۰: ۱ میں "داؤد" مسیحِ مَوعُود کو اپنا "خُداوند" کہتا ہے۔ یہ کِس طرح ممکن ہے کہ وُہ بہ یک وقت داؤد کا "بیٹا" بھی ہو اور "خُداوند" بھی؟

خُداوند یسوع خُود اِس سُوال کا جواب تھا ۔ ابنِ آدم کی حیثیت میں وُہ داؤد کی نسل سے تھا ۔ مگر وُہ داؤد کا خالق بھی تھا ۔ مگر صدوقی اِتنے اندھے تھے کہ اس حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے تھے ۔

ط ۔ فقیہوں کے بارے میں خبردار کیا جانا ۲۰ : ۴۵ - ۴۷

یسوع نے لوگوں کو علانیہ کہا کہ "فقیہوں سے خبردار رہنا"۔ وُہ "لمبے لمبے جامے" پہن کر خُداپرست ہونے کا تاثر دیتے تھے ۔ اُن کو شوق تھا کہ لوگ ہمیں اچھّے سے اچھّے القابات سے پُکاریں ۔ اور جب "بازاروں میں" چلیں پھریں تو ہر شخص ادب سے ہمیں سلام کرے ۔ وُہ مختلف حیلوں سے "عبادت خانوں میں" نمایاں اور عزت دار مقام حاصل کرتے تھے ۔ ضیافتوں میں وُہ "صدر نشینی" یعنی سب سے اچھّی جگہ بیٹھنا پسند کرتے تھے ۔ لیکن بیواؤں کو اُن کی زندگی بھر کی جمع پُونجی سے محرُوم کر دیتے تھے اور اپنے سارے کرتُوتوں کو ڈھانپنے کے لئے "نماز کو طُول دیتے" تھے ۔ ایسی ریاکاری کی سزا اَور بھی سخت ہوگی ۔

ی ۔ بیوہ کی دو دمڑیاں ۲۱ : ۱ - ۴

یسوع نے "دَولت مندوں کو دیکھا جو اپنی نذروں کے رُوپے ہیکل کے خزانہ میں ڈال رہے تھے"۔ وُہ اُن "دولت مندوں" اور "ایک کنگال بیوہ" کے درمیان فرق کو دیکھ کر بہت مُتاثر ہُوا ۔ دَولت مند تو اپنی دَولت میں سے "کُچھ" حِصّہ دے رہے تھے ۔ مگر اُس بیوہ نے اپنی ساری "روزی" ڈال دی ۔ خُدا کی نظر میں اُس بیوہ نے اُن سب کے مجمُوعی نذرانے سے "زیادہ ڈالا" ۔ اُنہوں نے جو دِیا، اس سے اُنہیں کُچھ فرق نہیں پڑتا تھا ۔ مگر بیوہ نے "اپنی ناداری کی حالت میں جتنی روزی اُس کے پاس تھی سب ڈال دی" ۔ کسی نے کہا کہ "خُوشحال لوگ جو سونا اس لئے دیتے ہیں کہ اُنہیں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، خُدا اُس سونے کو اتھاہ گڑھے میں پھینک دیتا ہے ۔ مگر وُہ تانبا جو غریب دیتے ہیں، جس پر اُن کے خُون کے داغ ہوتے ہیں، خُدا اُس تانبے کو چُومتا اور دائمی سونے میں بدل دیتا ہے"۔

ک ۔ آنے والے واقعات کا خاکہ ۲۱ : ۵ - ۱۱

آیات ۵ : ۳۳ میں زبردست نبوتی باتیں پائی جاتی ہیں ۔ اگرچہ یہ گفتگو متی ابواب

۲۴ اور ۲۵ کی اُن باتوں سے مُشابہ ہے جو خُداوند نے زیتُون کے پہاڑ پر فرمائیں مگر یہ وُہی باتیں نہیں ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ انجیلی بیانات میں فرق خاص اہمیّت کے حامل ہیں۔

زیرِ نظر گفتگو میں ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند دو باتوں کا باری باری ذِکر کرتا ہے۔ اوّل ۷۰ء میں یروشلیم کی بربادی۔ دوم، وُہ حالات جو اُس کی دُوسری آمد سے فوراً پہلے ہوں گے۔ یہاں ہمیں پیشینگوئی کی دوہری تکمیل کا اصُول نظر آتا ہے۔ خُداوند کی پیشینگوئیاں مُستقبلِ قریب میں جُزوی طور پر اور مُستقبلِ بعید میں پُورے طور پر پُوری ہونے کو تھیں۔ جُزوی تکمیل یہ تھی کہ جرنیل طِطُس نے یروشلیم کا مُحاصرہ کیا اور اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مزید اور کُلّی تکمیل بڑی مُصیبت کے ایّام کے آخر میں ہوگی۔

اِس پُوری گفتگو کا خاکہ مُندرجۂ ذیل معلُوم ہوتا ہے:

۱- یسُوع نے یروشلیم کی بربادی کی پیشینگوئی کی (آیات ۵، ۶)۔

۲- شاگِردوں نے پُوچھا کہ یہ کب ہوگا (آیت ۷)۔

۳- یسُوع نے پہلے اپنی دُوسری آمد سے فوراً پہلے ہونے والے واقعات کی عام تصویر پیش کی (آیات ۸-۱۱)۔

۴- اِس کے بعد یروشلیم کے زوال اور اُس کے بعد کے زمانے کی تصویر پیش کی (آیات ۱۲-۲۴)۔

۵- آخر میں اُن نِشانوں کا ذِکر کیا جو اُس کی دُوسری آمد کے قریب رُونما ہوں گے۔ اور اپنے پیرَوؤں کو تاکید کی کہ اُس کی دُوسری آمد کے منتظِر رہیں (آیات ۲۵-۲۶)۔

۲۱: ۵، ۶- "جب بعض لوگ" ہیرودیس کی تعمیر کردہ "ہیکل" کی شان و شوکت کی تعریف کر رہے تھے تو یسُوع نے اُنہیں خبردار کیا کہ مادّی "چیزوں" کے خیال میں نہ رہیں کیونکہ یہ بہُت جلد فنا ہو جائیں گی۔ "وُہ دِن آئیں گے" جب ہیکل بالکل برباد کر دی جائے گی۔

۲۱: ۷- شاگردوں کو ایک دم تجسُّس ہُوا کہ "یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور اُس وقت کا کیا نشان ہے؟" بے شک اُن کے سُوال کا تعلق صِرف یروشلیم کی تباہی و بربادی سے تھا۔

۲۱: ۸-۱۱- مُنجیؔ کے جواب سے معلُوم ہوتا ہے کہ پہلے تو وُہ اُنہیں زمانے کے آخری ایّام کی طرف لے گیا جب اُس کی بادشاہی کے قیام سے فوراً پہلے ہیکل پھر برباد کی جائے گی۔

جھوٹے مسیح موعود اٹھ کھڑے ہوں گے اور جھوٹی "افواہیں" پھیلیں گی۔ "لڑائیوں اور فسادوں کی خبریں اُڑیں گی۔ نہ صرف قوموں کے درمیان لڑائیاں ہوں گی بلکہ بڑی بڑی قدرتی آفات بھی رونما ہوں گی۔ مثلاً "بھونچال ... کال اور مری ... آسمان پر بڑی بڑی دہشتناک باتیں اور نشانیاں"۔

ل۔ خاتمے سے فوراً پہلے کا دور ۲۱: ۱۲-۱۹

۲۱: ۱۲-۱۵- گزشتہ حصے میں یسوع نے اُن واقعات کا بیان کیا تھا جو زمانے کے خاتمے سے فوراً پہلے رونما ہونے کو ہیں۔ آیت ۱۲ کا آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "لیکن اِن سب باتوں سے پہلے ..."۔ چنانچہ ہم مانتے ہیں کہ آیات ۱۲-۲۴ اُس دور کا بیان کرتی ہیں جو اِس گفتگو اور بڑی مصیبت کے ایّام کا درمیانی عرصہ ہے۔ اُس کے شاگردوں کو پکڑا جائے گا، ستایا جائے گا، مذہبی اور دیوانی عدالتوں میں اُن پر مقدّمے چلائے جائیں گے اور اُنہیں قید میں ڈالا جائے گا۔ اُن کو یہ سب کچھ ناکامی اور المیہ معلوم ہو گا مگر دراصل "خداوند غالب رہے گا اور اُس کو شاگردوں کے لئے "گواہی دینے کا موقع" بنا دے گا۔ اِس لئے اُنہیں ضرورت نہیں کہ پہلے سے اپنے دفاع کی تیاری کریں۔ بُحران کی گھڑی میں خدا اُن کو خاص "حکمت" عطا کرے گا تاکہ ایسی باتیں کہہ سکیں جن سے اُن کے "مخالف" اُن کا ہرگز مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

۲۱: ۱۶-۱۸- خاندانوں کے اندر ایک دوسرے کے خلاف دغا بازی ہو گی۔ غیر نجات یافتہ رشتہ دار ایمانداروں کو دھوکے سے پکڑوا دیں گے۔ "بلکہ ... بعض کو مروا ڈالیں گے" کیونکہ وہ مسیح کی خاطر ثابت قدم ہوں گے۔ بظاہر آیت ۱۶ کے اِن الفاظ "تم میں سے بعض کو مروا ڈالیں گے" اور آیت ۱۸ کے اِن الفاظ میں کہ "لیکن تمہارے سر کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو گا" تضاد پایا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جہاں بعض ایماندار مسیح کی خاطر شہید ہوں گے وہاں اُن کا رُوحانی تحفّظ اور بقا مکمّل ہو گا۔ وہ مارے جائیں گے لیکن فنا نہیں ہوں گے۔

۲۱: ۱۹- یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جتنے لوگ مسیح کی خاطر صبر سے برداشت کریں گے اور اُس کا انکار نہیں کریں گے، وہ اِس طرح اپنے ایمان کی حقیقت کا ثبوت دیں گے۔

جن لوگوں نے حقیقت میں نجات پائی ہے، وہ ہر قیمت پر سچے اور وفادار رہیں گے ۔ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ "اپنے صبر سے تم اپنی جانیں بچائے رکھو گے"۔

۴ ۔ یروشلیم کا حشر ۲۱: ۲۰-۲۴

اب خداوند واضح طور سے "یروشلیم" کی تباہی کے موضوع پر بات کرتا ہے ۔ یہ پیشین گوئی ۷۰ء میں پوری ہوئی ۔ اِس شہر کے اُجڑنے کی نشانی یہ ہے کہ "رومی فوجیں" اُس کو گھیر لیں گی ۔

اِبتدائی دور ۔۔ ۷۰ء ۔۔ کے مسیحیوں کے پاس یروشلیم کی بربادی اور خوبصورت سنگِ مرمر کی ہیکل کے مسمار کئے جانے کا خاص نشان موجود تھا کہ "پھر جب تم یروشلیم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے"۔ یہ یروشلیم کی بربادی کا حتمی نشان تھا اور اِس نشان کو دیکھتے ہی اُن کو بھاگنا تھا ۔ بے ایمان لوگ یہ دلیل دے سکتے تھے کہ جب باہر فوجیں محاصرہ کئے ہوئے ہیں تو فرار ہونا ممکن نہیں ۔ مگر خدا کا کلام کبھی غلط ثابت نہیں ہوتا ۔ رومی جرنیل نے تھوڑے عرصے کے لئے فوجیں ہٹالی تھیں ۔ یوں ایمان دار یہودیوں کو بھاگ نکلنے کا موقع فراہم کر دیا تھا ۔ وہ اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے فرار ہو کر پیلا نامی ایک جگہ چلے گئے تھے ۔ وہاں وہ محفوظ رہے ۔

شہر میں دوبارہ داخل ہونے کی ہر کوشش مُہلک ہوتی ۔ شہر کو اِسی لئے سزا ملنے والی تھی کہ اُس نے ابنِ آدم کو رد کر دیا تھا ۔ "حاملہ" عورتوں اور "دودھ پلاتی" ہوئی ماؤں کو خاص مشکل ہوگی کیونکہ اسرائیل "کے ملک" اور یہودی "قوم" پر خدا کے غضب کے ایام میں اُن کو بھاگ نکلنے میں رکاوٹ ہوگی ۔ بہت سے لوگ قتل ہو جائیں گے جو باقی بچیں گے اُن کو اسیر کر کے دوسرے ملکوں میں لے جائیں گے ۔

آیت ۲۴ کا آخری حصہ نہایت قابلِ غور نبوت ہے کہ "یروشلیم" کا قدیم شہر "غیر قوموں کی میعاد پوری" ہونے تک "غیر قوموں سے پامال ہوتی رہے گی"۔ (پاک کلام میں "شہر" کو مؤنث پکارا گیا ہے) ۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ مختصر وقفوں کے لئے اِس پر یہودیوں کا قبضہ نہیں ہو سکتا ۔ خیال یہ ہے کہ شہر پر غیر قوموں کی یلغار اور عمل دخل اُس وقت تک جاری رہے گا "جب تک غیر قوموں کی میعاد پوری نہ ہو"۔

نیا عہدنامہ غیر قوموں کی "دولت"، غیر قوموں کا "پوری پوری داخل ہونا" اور غیر قوموں کی "میعاد" میں امتیاز کرتا ہے۔

۱۔ غیر قوموں کی "دولت" (رومیوں ۱۱: ۱۲) سے مُراد اعزاز اور وقار کا وہ مقام ہے جو غیر قوموں کو موجودہ دَور میں حاصل ہے جبکہ بنی اسرائیل کو خُدا نے وقتی طور پر ایک طرف کر دیا ہے۔

۲۔ غیر قوموں کا "پوری پوری داخل ہونا" (رومیوں ۱۱: ۲۵) سے مُراد فضائی استقبال کا وقت ہے، جب مسیح کی غیر قوم دُلہن کامل ہو جائے گی، اور زمین پر سے اُٹھائی جائے گی اور خُدا اسرائیل سے معاملہ کرنے کا دوبارہ آغاز کرے گا۔

۳۔ غیر قوموں کی "میعاد" (لوقا ۲۱: ۲۴) کا آغاز دراصل سنہ ۵۲۱ ق م میں بابل کی اسیری سے ہوا تھا اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک غیر قوموں کو یروشلیم پر کوئی اختیار یا قبضہ نہیں رہے گا۔

جب یسوع نے یہ الفاظ کہے تھے، تب سے لے کر صدیوں تک یروشلیم پر اکثر و بیشتر غیر قوم قوتوں کا کنٹرول رہا ہے۔ شہنشاہ یولیان مُرتد (۳۳۱ء تا ۳۶۳ء) نے کوشش کی کہ خُداوند کی اِس نبوت کو غلط ثابت کر کے مسیحیت کو بدنام کرے۔ اِس لئے اُس نے یہودیوں کی حوصلہ افزائی کی کہ ہیکل کو دوبارہ تعمیر کریں۔ اُنہوں نے بڑے شوق اور جذبے سے کام شروع کیا۔ اِس منصوبے میں اُن کے اسراف کی یہ حد تھی کہ مٹی کھودنے کے لئے چاندی کے بیلچے اور مٹی اُٹھانے کے لئے ارغوانی دوپٹے استعمال کرتے تھے۔ لیکن بھونچال اور زمین سے نکلنے والے آگ کے گولوں نے رُکاوٹ ڈال دی اور اُنہیں یہ منصوبہ ترک کرنا پڑا۔

ن۔ دُوسری آمد ۲۱: ۲۵-۲۸

اِن آیات میں فطرت کی اُس ہلچل، اُتار چڑھاؤ اور طغیانِ عظیم کا بیان ہے جو مسیح کی دُوسری آمد سے فوراً پہلے زمین پر برپا ہوں گے۔ "سُورج اور چاند اور ستاروں" میں زبردست ہلچل ہوگی جو زمین سے نظر آئے گی۔ اجرامِ فلک اپنے اپنے مدار سے ہٹ جائیں گے۔ مُمکن ہے کہ اِس سے زمین اپنے محور سے ہٹ جائے گی۔ بڑی بڑی سمندری لہریں

خُشکی پر کی چیزوں کو بہا لے جائیں گی۔ اِس لئے بنی نوعِ اِنسان پر دہشت طاری ہو جائے گی۔ مگر خُدا پرستوں کے لئے اُمید ہے۔

"اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو قُدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے۔ اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھے ہو کر سر اُوپر اُٹھانا۔ اِس لئے کہ تُمہاری مخلصی نزدیک ہو گی۔"

س۔ انجیر کا درخت اور سب درخت ۲۱: ۲۹-۳۳

۲۱: ۲۹-۳۱۔ خُداوند کی دُوسری آمد کے قریب ہونے کا ایک اور نشان "انجیر کے درخت اور سب درختوں . . . میں کونپلیں نِکلنا" ہے۔ یہ اِسرائیلی قوم کی بہُت موزُوں تصویر ہے یعنی آخری دِنوں میں وُہ نئی زِندگی کا ثبُوت دینے لگے گی۔ اِسرائیلی قوم کا صدیوں تک پراگندہ اور گُمنام ہونے کے بعد ۱۹۴۸ء میں اِسرائیلی مملکت کا دوبارہ قیام بغیر اہمیّت کے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آج اِس کو قوموں کے خاندان کا ایک باقاعِدہ رُکن تسلیم کیا جاتا ہے۔

دُوسرے درختوں میں کونپلیں نِکلنا اِس بات کی علامت ہے کہ دُنیا کے نئے ترقی یافتہ مُلکوں میں قوم پرستی میں حیرت انگیز ترقی ہو گی اور اِن میں بہُت سی نئی حکُومتیں اُبھر آئیں گی۔ اِن نشانوں کا مطلب یہ ہو گا کہ مسیح کی جلالی بادشاہی بہُت جلد قائم ہو جائے گی۔

۲۱: ۳۲۔ یسُوع نے کہا کہ "جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی۔" مگر "یہ نسل" سے خُداوند کی کیا مُراد تھی؟

۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِس کا مطلب وُہ نسل ہے جو اُس وقت موجُود تھی جب خُداوند نے یہ باتیں کہیں۔ اور یہ ساری باتیں یروشلیم کی بربادی میں پُوری ہو گئیں۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ خُداوند اُس وقت قُدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں واپس نہیں آیا تھا۔

۲۔ کُچھ لوگوں کا خیال ہے کہ "یہ نسل" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو اُس وقت موجُود ہوں گے جب یہ نشان واقع ہونے شرُوع ہوں گے۔ اور جو لوگ اِن واقعات کے آغاز میں موجُود ہوں گے، وُہ مسیح کی دُوسری آمد دیکھنے کو زِندہ رہیں گے۔ نبوّت کے سارے واقعات ایک نسل میں پُورے ہو جائیں گے۔ یہ ایک مُمکن تشریح ہے۔

۳- ایک اَور اِمکان یہ ہے کہ "یہ نسل" سے مُراد مسیح کو رَد کرنے والی یہودی قَوم ہو - خُداوند کہہ رہا تھا کہ یہودی نَسل برقرار رہے گی - پراگندہ ہوگی لیکن تباہ نہیں ہوگی اور اِن ساری صَدیوں میں میرے متعلق اُن کے رویّے میں تبدیلی نہیں آئے گی - شاید نمبر ۲ اور نمبر ۳ دونوں تشریحیں درُست ہیں -

۲۱: ۳۳ - یہ ستاروں والا آسمان "ٹل جائے" گا - زمین بھی اپنی مَوجُودہ صُورت میں قائِم نہ رہے گی - یہ بھی ٹل جائے گی - مگر خُداوند کی یہ پیشین گوئیاں "ہرگز نہ ٹلیں گی" بلکہ یقیناً پُوری ہوں گی -

ع - جاگتے اور دُعا مانگتے رہنے کی تاکید ۲۱: ۳۴-۳۸

۲۱: ۳۴ - ۳۵ - اِس سارے عرصے میں اُس کے شاگردوں کو ہوشیار رہنا اور دھیان رکھنا ہوگا کہ کھانے پینے اور دُنیاداری کی "فِکروں" میں ایسے نہ کھو جائیں کہ اُس کی آمد اُن پر "ناگہاں" یعنی غیر متوقع آ پڑے - جو لوگ اِس "زمین" کو اپنی مُستقِل سکُونت گاہ سمجھتے ہیں، اُن سب پر یہ وقت "اِسی طرح آ پڑے گا" - یعنی اُن کے لئے مسیح کی دُوسری آمد "ناگہاں" ہوگی -

۲۱: ۳۶ - سچے شاگِردوں کے لئے ضرُور ہے کہ "ہر وقت جاگتے اور دُعا کرتے رہیں" - اِس طرح خُود کو بے خُدا دُنیا سے الگ رکھیں کیونکہ بے دِین دُنیا کے لئے خُدا کا غضب مقرر ہو چُکا ہے - شاگِردوں کے لئے لازم ہے کہ اُن کے ساتھ ہوں جن کو "ابنِ آدم کے حضُور کھڑے ہونے کا مقدُور" ہے - یعنی وُہ جو ابنِ آدم کے حضُور مقبول ہوں گے -

۲۱: ۳۷، ۳۸ - خُداوند ہر روز "ہیکل" کے صحنوں میں "تعلیم دیتا تھا" - مگر "رات" زیتُون کے پہاڑ پر بسر کرتا تھا - وُہ اپنی ہی تخلیق کردہ دُنیا میں بے گھر تھا - "اور صُبح سویرے سب لوگ اُس کی باتیں سُننے کو" دوبارہ اُس کے گرد آ جمع ہوتے تھے -

۱۱- اِبنِ آدم کا دُکھ اُٹھانا اور موت ابواب ۲۲، ۲۳

ا- یسُوع کو قتل کرنے کی سازِش ۲۲: ۱-۲

۲۲: ۱ - یہاں "عیدِ فطیر" سے مُراد وُہ عرصہ ہے جو "عیدِ فسح" کے ساتھ شرُوع ہوتا اور

اگلے سات دِنوں تک چلتا تھا۔ اِن سات دنوں میں خمیری روٹی ہرگز نہیں کھائی جاتی تھی۔ عیدِ فسح نیسان مہینے کی چودھویں تاریخ کو منائی جاتی تھی۔ یہ یہودی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اِس مہینے کی پندرھویں سے اِکیسویں تک کے سات دِنوں کو "بےخمیری روٹی کی عید" کہا جاتا تھا۔ مگر زیرِنظر آیت میں مُراد پُورا تہوار ہے۔ اگر لُوقا بنیادی طور پر یہُودیوں کے لئے لکھتا تو اُسے "عیدِ فطیر" اور "عیدِ فسح" کے باہمی تعلق کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

۲۲: ۲۔ "سردار کاہن اور فقیہ" متواتر سازِشیں کر رہے تھے کہ خُداوند یسوع کو "مار ڈالیں"۔ مگر اُنہیں اِحساس تھا کہ ہمیں یہ کام اِس طرح کرنا ہو گا کہ بلوہ نہ ہو جائے کیونکہ بہُت سے لوگ خُداوند کی بڑی عِزت اور قدر کرتے تھے۔

ب۔ یہُوداہ کی غداری ۲۲: ۳-۶

۲۲: ۳۔ "یہُوداہ" جس کا لقب "اسکریوتی" تھا، بارہ (۱۲) شاگردوں میں شامِل تھا۔ "اور شیطان یہُوداہ میں سمایا"۔ یُوحنّا ۱۳: ۲۷ میں بیان ہُوا ہے کہ عیدِ فسح کے کھانے پر یسوع نے یہُوداہ کو نوالہ دیا۔ اِس کے بعد شیطان اُس میں سمایا۔ ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ عمل تدریجی مراحل میں ہُوا۔ یا لُوقا درُست وقت پر نہیں بلکہ اِس حقیقت پر زور دے رہا ہے۔

۲۲: ۴-۶۔ بہرصُورت یہُوداہ نے "سردار کاہنوں اور سپاہیوں" سے سَودا کر لیا۔ "سپاہیوں" سے مُراد یہودی ہیکل کے مُحافظ دستہ کے سرداروں سے ہے۔ اُس نے بڑی اِحتیاط سے منصُوبہ بنایا کہ کِس طرح یسوع کو "اُن کے حوالہ کرے" کہ کِسی قسم کا بلوہ بھی نہ ہو۔ یہ منصُوبہ بالکُل قابلِ قبول تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اُسے "رُوپیے دینے کا اِقرار کیا"۔ کتابِ مُقدّس کے دُوسرے مقامات سے پتہ چلتا ہے کہ چاندی کے تیس (۳۰) سِکّوں (روپیوں) میں سَودا طے ہُوا تھا۔ چنانچہ یہُوداہ جا کر اپنے غدارانہ منصُوبے کی تفاصیل بنانے لگا۔

ج۔ عیدِ فسح کی تیاری ۲۲: ۷-۱۳

اِن آیات میں کئی مُختلِف وقفوں کا ذِکر ہے جن کی وجہ سے تشریح میں خاصی مُشکل پیش آتی ہے۔ "عیدِ فطیر کا دِن" عام طور سے نیسان مہینے کی تیرھویں تاریخ کو ہوتا تھا جب

یہودی گھر سے ہر قسم کے خمیر کو دُور کیا جاتا تھا مگر یہاں بیان ہوا ہے کہ یہ دِن وُہ تھا ”جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا“۔ اِس طرح یہ نیسان کی چودھویں تاریخ ہوتی ہے۔ کئی عُلما کہتے ہیں کہ عیدِ فسح کے لئے دو قسم کے کیلنڈر اِستعمال ہوتے تھے۔ ایک سرکاری، دُوسرا وُہ جس کے مطابق یسوع اور دُوسرے لوگ تہوار مناتے تھے۔ ہمارے خیال کے مُطابق یہاں سے آخری جُمعرات کے واقعات شروع ہوتے ہیں اور آیت ۵۳ تک چلتے ہیں۔

۲۲: ۸-۱۰۔ خُداوند نے ”پطرس اور یُوحنا“ کو یروشلیم میں بھیجا کہ ”فسح“ کی تیاری کریں۔ اُس کی ہدایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ عالِم کُل ہے۔ اُس نے اُنہیں بتا دیا کہ ”شہر میں داخل ہوتے ہی تمہیں ایک آدمی پانی کا گھڑا لئے ہُوئے ملے گا“۔ یہ بالکل غیر معمولی منظر تھا کیونکہ عام طور پر پانی کے گھڑے عورتیں اُٹھاتی ہیں۔ یہ آدمی رُوح القدس کی بڑی عُمدہ تصویر پیش کرتا ہے جو مُتلاشی رُوحوں کی خُداوند کی رفاقت تک راہنمائی کرتا ہے۔

۲۲: ۱۱-۱۳۔ خُداوند کو اُس شخص کے مقام اور راستے کا پہلے سے علم تھا۔ اُسے یہ بھی علم تھا ایک ”گھر کا مالک“ اپنا ”بڑا بالاخانہ آراستہ کیا ہُوا“ مجھے اور میرے شاگردوں کو دے دے گا۔ شاید یہ آدمی خُداوند کو جانتا تھا اور اپنی ذات اور اپنے مال متاع کو اُس کے لئے وقف کر چکا تھا۔ ”مہمان خانہ“ اور ”بڑا بالاخانہ آراستہ کیا ہُوا“ میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فراخدِل میزبان شاگردوں کی توقعات سے بڑھ کر سہولیات فراہم کرتا ہے۔ جب یسوع بیت لحم میں پیدا ہُوا تو سرائے (یُونانی ”کاتالوما“) میں جگہ نہ تھی۔ یہاں خُداوند نے شاگردوں سے کہا کہ جا کر ”مہمان خانہ“ (یُونانی ”کاتالوما“) پُوچھنا۔ مگر اُن کو بہتر چیز دی گئی یعنی ”آراستہ کیا ہُوا بالاخانہ“۔

ہر بات اُسی طرح ہُوئی جیسے خُداوند نے پہلے سے بتایا تھا۔ چنانچہ شاگردوں نے ”فسح تیار کیا“۔

د۔ آخری فسح

۲۲: ۱۴-۱۸

۲۲: ۱۴۔ صدیوں سے یہودی عیدِ فسح مناتے آ رہے تھے۔ یہ یادگار تھی کہ ایک بے داغ برّہ کے خُون کی معرفت اُن کو مصر کی غُلامی سے شاندار رہائی حاصل ہوئی تھی۔ جب یسوع اپنے ”رسُولوں“ کے ساتھ ”کھانا کھانے بیٹھا“ یعنی عیدِ فسح کا تہوار منانے لگا

تو تاریخ کے خاص واقعات کتنے صاف طور سے اُس کے ذہن میں آئے ہوں گے! وُہ فسح کا حقیقی برّہ تھا۔ اور بہت جلد اُس کا خون اُن سب کے لئے بہایا جانے کو تھا جو اُس پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۲: ۱۵-۱۶۔ یہ خاص ”فسح“ خُداوند کے لئے ایسے خاص معنی رکھتی تھی جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُس کو ”بڑی آرزو تھی کہ دُکھ سہنے سے پہلے یہ فسح“ اپنے شاگردوں کے ساتھ کھاتا۔ اِس کے بعد وُہ اُس وقت تک عیدِ فسح نہیں منائے گا جب تک زمین پر دوبارہ آکر اپنی جلالی ”بادشاہی“ قائم نہ کرلے۔ ”مجھے بڑی آرزو تھی“۔ اِس میں بڑی شدید اور کمال کی خواہش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کو کس قدر اشتیاق ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانے کے لوگ میری میز پر آکر میرے ساتھ رفاقت رکھیں۔

۲۲: ۱۷-۱۸۔ فسح کی رسومات کے مطابق اُس نے ”پیالہ لے کر شکر کیا“ اور شاگردوں کو دیا کہ آپس میں بانٹ لیں۔ ساتھ ہی اُس نے اُن کو یاد دلایا کہ ”انگور کا شیرہ اب سے کبھی نہ پیئوں گا“ جب تک ہزار سالہ بادشاہی نہ آجائے۔ آیت ۱۸ کے ساتھ عیدِ فسح کے کھانے کا بیان ختم ہوجاتا ہے۔

۸۔ پہلی عشائے ربّانی ۲۲: ۱۹-۲۳

۲۲: ۱۹-۲۰۔ آخری فسح کے فوراً بعد عشائے ربّانی کی رسم مُقرر کی گئی۔ خُداوند یسوع نے یہ پاک یادگار رسم اِس لئے مُقرر کی تاکہ آنے والی صدیوں کے دوران اُس کے پیرو اُسے اُس کی موت میں یاد رکھیں۔ سب سے پہلے خُداوند نے اپنے شاگردوں کو ”روٹی“ دی۔ یہ اُس کے ”بدن“ کی علامت ہے جو اُن کے واسطے دیا جلانے کو تھا۔ اِس کے بعد ”پیالہ“ دیا گیا۔ پیالہ پُکار پُکار کر کہتا ہے کہ مَیں اُس کے قیمتی ”خُون“ کی علامت ہُوں جو کلوری پر بہایا جانے کو تھا۔ اُس نے کہا کہ ”یہ پیالہ میرے اُس خُون میں نیا عہد ہے جو تمہارے واسطے بہایا جاتا ہے“۔ اِس کا مطلب ہے کہ ”نیا عہد“ جو اُس نے بُنیادی طور پر اِسرائیلی قوم کے ساتھ باندھا تھا، اُس کے خُون سے اِس عہد کی تصدیق ہُوئی۔ اِس عہد کی مُکمّل تکمیل زمین پر خُداوند یسوع مسیح کی دیدنی بادشاہی کے دوران ہوگی۔

مگر ہم جو ایمان دار ہیں اُس کی نعمتوں میں ابھی داخل ہوتے ہیں۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ روٹی اور شیرہ اُس کے بدن اور خُون کی علامت ہیں۔ اُس کا بدن ابھی دِیا نہیں گیا تھا، نہ اُس کا خُون ابھی بہایا گیا تھا۔ اِس لئے یہ کہنا بالکل مضحکہ خیز بات ہے کہ یہ علامتیں مُعجزانہ طور پر حقیقی بدن اور حقیقی خُون میں بدل گئی تھیں۔

یہُودیوں کو خُون کھانا منع تھا۔ اِس لئے شاگردوں کو معلُوم تھا کہ خُداوند لفظی معنوں میں خُون کی بات نہیں کر رہا بلکہ اُس چیز کی جو اُس کے خُون کی علامت ہے۔

۲۲: ۲۱۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ یہُوداہ اِسکریوتی آخری فسح کے موقع پر مَوجُود نہ تھا۔ البتہ یُوحنّا باب ۱۳ سے یہ بھی صاف معلُوم ہو جاتا ہے کہ یسوع نے نوالہ شوربے میں ڈبو کر یہُوداہ کو دِیا تو وُہ نوالہ لینے کے بعد کمرے سے نِکل گیا۔ چونکہ یہ بات عِشائے ربّانی کی رسم مُقرر ہونے سے پہلے وقُوع پذیر ہُوئی اِس لئے ہمیں یقین ہے کہ جب روٹی اور شیرہ دیا گیا تو وُہ وہاں موجُود نہ تھا۔

۲۲: ۲۲۔ خُداوند کے لئے دُکھ اُٹھا کر مرنا تو مُقرر ہو چُکا تھا۔ مگر یہُوداہ نے اپنی پُوری مرضی سے اُسے دھوکے سے پکڑوا دیا۔ اِس لئے یسوع کہتا ہے کہ "مگر اُس شخص پر افسوس ہے جس کے وسیلہ سے وُہ پکڑوایا جاتا ہے"۔ اگرچہ یہُوداہ بارہ ۱۲ شاگردوں میں شامل تھا مگر وُہ سچّا ایمان دار نہ تھا۔

و۔ خِدمت میں عظمت ہے ۲۲: ۲۴-۳۰

۲۲: ۲۴-۲۵۔ اِنسانی دِل کی بدی اِس سے ظاہر ہوتی ہے کہ عِشائے ربّانی کے فوراً بعد شاگرد یہ "تکرار" کرنے لگے کہ "ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے؟" خُداوند یسوع نے اُن کو بتایا کہ میری بادشاہی میں بڑے کا تصوّر اِنسانی تصوّر سے بالکل اُلٹ ہے۔ "غیر قوموں کے بادشاہ اُن پر حکُومت چلاتے ہیں"۔ اُن کو عمُوماً بہت بڑے شخص سمجھا جاتا ہے۔ در اصل اُن کو "خُداوندِ نعمت" کہا جاتا ہے۔ مگر یہ محض ایک لقب ہے۔ در اصل وُہ سخت دِل ظالم ہوتے ہیں۔ اُن کا نام تو بہت اچھّا ہوتا ہے مگر شخصیّت اور خصُوصیات نام کے اُلٹ ہوتی ہیں۔

۲۲: ۲۶۔ مگر خُداوند کے پیروؤں میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اُن میں جو بڑا ہونا چاہے،

اُس کو "چھوٹے کی مانند" بنتا ہے اور جو "سردار" ہونا چاہے وہ جُھک کر دُوسروں کی ادنیٰ ترین خِدمت کرے۔ اِن اِنقلابی فرمانوں نے روایتی سوچ کو بالکل بدل ڈالا کہ چھوٹا بڑے سے کمتر ہوتا ہے اور کہ بڑا وُہی ہوتا ہے جو حکُومت جتائے۔

۲۲: ۲۷۔ اِنسانوں کے اندازِ فِکر کے مُطابق کھانے پر مہمان ہونا خِدمت کرنے سے زیادہ عظیم بات ہے۔ مگر خُداوند یسوع اِنسانوں کا خادم بن کر آیا۔ اِس لئے جِتنے اُس کے پیچھے آتے ہیں اُن پر فرض ہے کہ اِس مُعاملے میں بھی اُس کی تقلید کریں۔

۲۲: ۲۸- ۳۰۔ خُداوند نے بڑی شفقت کے ساتھ شاگِردوں کی تعریف کی کہ "تُم ... میری آزمائشوں میں برابر میرے شریک رہے۔" ابھی ابھی تو وُہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وُہ سب اُسے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ مگر یسوع جانتا تھا کہ اپنے دِلوں میں یہ میرے ساتھ محبّت رکھتے ہیں اور میرے نام کی خاطر ہر طرح کی لعن طعن اُٹھاتے رہے ہیں۔ اُن کا اجر یہ ہوگا کہ خُداوند کے ساتھ "تختوں پر بیٹھ کر اِسرائیل کے بارہ ۱۲ قبیلوں کا اِنصاف کریں گے"۔ یہ اجر اُس وقت مِلے گا جب مسیح زمین پر واپس آکر داؤد کا تخت سنبھال کر پُوری دُنیا پر بادشاہی کرے گا۔ جیسے باپ نے مسیح کے ساتھ اِس بادشاہی کا وعدہ کیا تھا، اُسی طرح مسیح نے اپنے شاگِردوں کے ساتھ یقینی وعدہ کیا کہ بحال شُدہ اِسرائیل پر بادشاہی کریں گے۔

ز- پطرس کے اِنکار کرنے کی پیشین گوئی ۲۲: ۳۱- ۳۴

اب اِنسانی تاریخ کے تین تارِیک ابواب میں سے آخری باب کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلا باب تھا یہوداہ اِسکریوتی کی غداری۔ دُوسرا باب تھا شاگِردوں کی بڑا بننے کی خود غرضانہ اُمنگ اور تیسرا باب ہے پطرس کی بزدلی۔

۲۲: ۳۱- ۳۲۔ یسوع نے کہا "شمعون! شمعون!" نام کو یُوں دُہرانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے دِل میں اُس ڈانواں ڈول شاگِرد کے لئے کِتنا پیار اور کِتنی شفقت تھی! "شیطان نے سارے شاگردوں کو "مانگ لیا" تھا تاکہ اُن کو گیہوں کی طرح پھٹکے"۔ خُداوند نے پطرس کو سب کے نمائندہ کی حیثیت سے مُخاطب کیا اور بتایا کہ "مَیں نے تیرے لئے دُعا کی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے۔" ("مَیں نے تیرے لئے دُعا کی"۔ یہ کیسے زبردست لفظ ہیں!)۔

خُداوند نے اُسے تاکید کی کہ "جب تُو رجُوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبُوط کرنا"۔ اِس "رجُوع کرنے" سے مُراد نجات کی طرف واپس آنا نہیں بلکہ سُست پڑ جانے یا پیچھے ہٹ جانے سے ہے۔

۲۲: ۳۳- ۳۴۔ نامُناسب خُود اِعتمادی کے ساتھ پطرس نے مسیح کو یقین دِلانے کی کوشش کی کہ "اَے خُداوند! تیرے ساتھ مَیں قید ہونے بلکہ مَرنے کو بھی تیار ہُوں"۔ مگر خُداوند نے اُس پر واضح کر دیا کہ صُبح کی روشنی نمُودار ہونے سے پہلے "تُو تین بار میرا اِنکار کرے گا" اور کہے گا کہ مَیں اُسے جانتا تک نہیں۔

مرقس ۱۴: ۳۰ میں لِکھا ہے کہ خُداوند نے یہ کہا تھا کہ مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے پطرس تین دفعہ اِنکار کرے گا۔ متی ۲۶: ۳۴، لُوقا ۲۲: ۳۴ اور یُوحنا ۱۳: ۳۸ میں لِکھا ہے کہ "مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے" پطرس تین دفعہ اُس کا اِنکار کرے گا۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ اِس ظاہری تضاد کو حل کرنا مُشکل ہے۔ مُمکن ہے کہ مُرغ نے ایک سے زیادہ دفعہ بانگ دی۔ ایک رات کے دَوران اور دُوسری طلُوعِ آفتاب سے پہلے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیۓ کہ اناجیل میں پطرس سے کم سے کم چھ اِنکاروں کا ذِکر مِلتا ہے۔

۱- ایک لَونڈی کے سامنے (متی ۲۶: ۶۹، ۷۰؛ مرقس ۱۴: ۶۶- ۶۸)۔
۲- دُوسری لونڈی کے سامنے (متی ۲۶: ۷۱، ۷۲)۔
۳- وہاں کھڑے لوگوں کے سامنے (متی ۲۶: ۷۳، ۷۴؛ مرقس ۱۴: ۷۰- ۷۱)۔
۴- ایک آدمی کے سامنے (لُوقا ۲۲: ۵۸)۔
۵- ایک اَور آدمی کے سامنے (لُوقا ۲۲: ۵۹- ۶۰)۔
۶- سردار کاہن کے نوکر کے سامنے (یُوحنا ۱۸: ۲۶- ۲۷)۔

یہ آدمی غالباً دُوسرے آدمیوں سے مُختلف ہے کیونکہ اُس نے کہا کہ "کیا مَیں نے تُجھے اُس کے ساتھ باغ میں نہیں دیکھا (تھا)؟" (یُوحنا ۱۸: ۲۶)۔

ح- آگے بڑھنے کے نئے احکام

۲۲: ۳۵- ۳۸

۲۲: ۳۵- اپنی خِدمت کے ابتدائی اَیّام میں خُداوند نے شاگِردوں کو "بٹوے اور جھولی اور جُوتی" کے بغیر منادی کرنے کو بھیجا تھا۔ بُنیادی ضرورِیات کی صِرف لازمی چیزیں ہی اُن کے لئے کافی تھیں۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی تھی۔ اُن کو اِقرار کرنا پڑا کہ ہم کسی چیز کے مُحتاج نہیں رہے

تھے ۔

۲۲ : ۳۶ ۔ مگر اب خُداوند اُن سے جُدا ہونے کو تھا ۔ اب وُہ اُس کی خاطر خِدمت کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہونے کو تھے ۔ اب اُن کو احتیاج ، بُھوک اور خطروں کا سامنا ہوگا ۔ اور ضرُور تھا کہ وُہ اپنی روزمرّہ ضرُوریات کے لئے بندوبست کرلیں ۔ چنانچہ ہر شخص اپنا "بٹوہ" اور اپنی "جھولی" لے لے ۔ اور اگر "تلوار" نہیں ہے تو اپنی پوشاک بیچ کر "تلوار خرید لے"۔ خُداوند کا اِس حُکم سے کیا مقصد تھا؟ یہ بات تو صاف ہے کہ یہ مقصد تو ہرگز نہیں تھا کہ شاگرد تلوار کو دُوسروں کے خِلاف حملہ کرنے کے لئے اِستعمال کریں ۔ یہ بات تو اُس کی تعلیمات کے سراسر خِلاف تھی ۔ دیکھئے :

یُوحنّا ۱۸ : ۳۶ "میری بادشاہی اِس دُنیا کی نہیں ۔ اگر میری بادشاہی دُنیا کی ہوتی تو میرے خادِم لڑتے"۔

متّی ۲۶ : ۵۲ ۔ "جو تلوار کھینچتے ہیں، وُہ سب تلوار سے ہلاک کِئے جائیں گے"۔

متّی ۵ : ۴۴ ۔ "... اپنے دُشمنوں سے محبّت رکھّو"۔

متّی ۵ : ۳۹ اور ۲ ۔ کرنتھیوں ۱۰ : ۴ ۔ "جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دُوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے"۔

تو پھر "تلوار" سے خُداوند کا کیا مطلب تھا؟

۱ ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کا اِشارہ رُوح کی تلوار کی طرف تھا جو خُدا کا کلام ہے (اِفسیوں ۶ : ۱۷) ۔ یہ مُمکن ہے ۔ مگر پھر بٹوہ اور جھولی اور پوشاک کے بھی رُوحانی معنی مُتعیّن کرنا ہوں گے ۔

۲ ۔ وِلیمز کا خیال ہے کہ تلوار کا مطلب باقاعِدہ حکُومت کی مُحافظت ہے ۔ وُہ کہتا ہے کہ رومیوں ۱۳ : ۴ میں تلوار حاکم کی طاقت اور اِختیار کا بیان کرتی ہے ۔

۳ ۔ لینگ کی رائے ہے کہ تلوار اِنسانی دُشمنوں کے خِلاف دِفاع کے لئے ہے مگر حملہ کرنے کے لئے نہیں ہے ۔ لیکن متّی ۵ : ۳۹ کے بیان کے مُطابِق دِفاعی مقاصد کے لئے بھی تلوار کا اِستعمال جائز معلُوم نہیں ہوتا ۔

۴ ۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ تلوار صِرف جنگلی جانوروں سے بچاؤ کے لئے تھی ۔ یہ بات مُمکن معلُوم ہوتی ہے ۔

۲۲: ۳۷۔ اِس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اب شاگردوں کے لئے بٹوا اور جھولی اور تلوار رکھنا کیوں ضروری تھا ۔ اب تک خُداوند اُن کے ساتھ تھا اور اُن کی دُنیاوی اور جسمانی ضروریات پُوری کرتا تھا ۔ مگر اب یسعیاہ ۵۳: ۱۲ کی نبوّت کے مُطابق وُہ اُن سے جُدا ہو رہا تھا ۔ اُن کے بارے میں جو باتیں کہی گئی تھیں اُن کا پُورا ہونا ضرور تھا ۔ اُس کی زمینی خِدمت اِختتام پذیر ہو گی جبکہ وُہ "بدکاروں میں گِنا" جائے گا ۔

۲۲: ۳۸۔ شاگرد خُداوند کی بات کو بالکل غلط سمجھے ۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس "دو تلواریں" موجود ہیں ۔ غالباً اُن کا مطلب یہ تھا کہ آنے والے خطرہ کے پیشِ نظر یہی کافی ہوں گی ۔ خُداوند نے صِرف اِتنا کہہ کر کہ "بہت ہیں" گفتگو کو ختم کر دیا ۔ لگتا ہے کہ شاگردوں کا خیال تھا کہ دُشمنوں کی خُداوند کو قتل کرنے کی کوشش کو ہم تلواروں کے ذریعے ناکام بنا سکتے ہیں ۔ مگر خُداوند کے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں تھا !

ط ۔ گتسمنی میں جاں کنی

۲۲: ۳۹-۴۶

۲۲: ۳۹۔ گتسمنی باغ "زیتون کے پہاڑ" کی مغربی ڈھلان پر واقع تھا ۔ یسوع دُعا مانگنے اکثر وہاں جایا کرتا تھا ۔ غدار یہوداہ اور باقی "شاگرد" اِس جگہ سے واقف تھے ۔

۲۲: ۴۰۔ خُداوند کی عِشا کے بعد یسوع اور شاگرد بالاخانے سے نِکل کر گتسمنی باغ میں آئے ۔ وہاں پہنچنے پر اُس نے اُنہیں خبردار کیا کہ "دُعا کرو کہ آزمائش میں نہ پڑو" ۔ غالباً اُس کے ذِہن میں وُہ خاص آزمائش تھی کہ تھوڑی دیر میں اُن پر دباؤ ہو گا کہ جب دُشمن گھیرا ڈال لیں گے تو یہ خُدا اور اُس کے مسیح کو چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے ۔

۲۲: ۴۱-۴۲۔ پھر یسوع شاگردوں کو چھوڑ کر باغ میں ذرا اور آگے گیا اور وہاں اکیلا "دُعا کرنے لگا" ۔ اُس کی دُعا یہ تھی کہ "اگر" "باپ" چاہے تو "یہ پیالہ" اُس سے ہٹا لیا جائے ۔ وُہ چاہتا تھا کہ "میری مرضی نہیں" بلکہ "خُدا کی مرضی" پُوری ہو ۔ اگر صلیب پر چڑھنے کے عِلاوہ کوئی اَور راستہ ہو جس سے گنہگاروں کی نجات کا بندوبست ہو جائے تو خُدا اُس راستے کو ظاہر کر دے ۔ آسمان خاموش تھا ۔ اور خاموش رہا کیونکہ اور کوئی راستہ تھا ہی نہیں ۔

ہمارا ایمان ہے کہ گتسمنی باغ میں مسیح کے دُکھ اُس کے کفّارے کے کام کا حِصّہ

نہیں تھے۔ فدیے یا کفّارے کا کام صلیب پر اُن تین ۳ گھنٹوں کے دوران پُورا ہُوا جب ساری دُنیا میں اندھیرا چھایا رہا تھا۔ مگر گتسمنی باغ کے دُکھ کلوری کا پیش خیمہ تھے۔ گتسمنی باغ میں خداوند یسوع ہمارے گُناہوں کے بالکل ساتھ آ مِلا۔ اور یہ بات اُس کے لئے گہرا دُکھ اور سخت اذیت تھی۔

۲۲ : ۴۳-۴۴۔ اُس کے دُکھ میں جو "جاں کنی" تھی، وُہ اُس کی کامل بشریت کو ظاہر کرتی ہے۔ "آسمان سے ایک فرشتہ ... اُسے تقویت دیتا تھا"۔ مصنّف لُوقا طبیب نے اِس تفصیل پر خاص توجہ دی ہے۔

۲۲ : ۴۵-۴۶۔ "جب" یسوع دوبارہ "شاگردوں کے پاس آیا" تو اُنہیں "سوتے پایا"۔ اِس لئے نہیں کہ اُنہیں پروا نہیں تھی بلکہ اِس لئے کہ "غم" نے اُنہیں نڈھال کر دیا تھا۔ ایک دفعہ پھر خُداوند نے اُن کو تحریک دی کہ "اُٹھ کر دُعا کرو"۔ اِس لئے کہ نازک گھڑی نزدیک آ رہی تھی اور اُن پر آزمائش آنے کو تھی کہ حاکموں کے سامنے اپنے خُداوند کا اِنکار کر دیں۔

ی۔ یسوع کو غداری سے پکڑوایا جاتا ہے ۲۲ : ۴۷-۵۳

۲۲ : ۴۷-۴۸۔ اِس وقت تک "یہُوداہ" (اِسکریوتی) سردار کاہنوں، بزرگوں اور ہیکل کے مُحافظوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر اُسے پکڑوانے کو آ پُہنچا تھا۔ اُس نے خُداوند کے دُشمنوں کو نشان دے رکھا تھا کہ جِس کا مَیں بوسہ لُوں، وُہی یسوع ہے۔ اُسے گرفتار کر لینا۔ سٹوآرٹ اِس پر یُوں تبصرہ کرتا ہے کہ:

> "یہ ہولناکی کی اِنتہا تھی۔ اِنسانی ذلالت اِس سے آگے جا نہیں سکتی، کہ باغ کے اندر یہُوداہ نے اپنے آقا کے ساتھ غداری کرتے ہوئے مُکّا یا خنجر نہیں بلکہ بوسہ اِستعمال کیا۔"

"یسوع" نے لامحدُود سوز و گداز کے ساتھ پُوچھا کہ "اے یہُوداہ، کیا تُو بوسہ لے کر اِبنِ آدم کو پکڑواتا ہے؟"

۲۲ : ۴۹-۵۱۔ شاگردوں کو معلوم ہو گیا کہ "کیا ہونے والا ہے" اور وُہ دِفاع کرنے کو تیار ہو گئے بلکہ اُن میں سے ایک نے "تلوار چلا کر "سردار کاہن کے نوکر ... کا

دہنا کان اُڑا دیا“۔ دُوسرے حوالوں سے ہمیں پتہ ہے کہ تلوار چلانے والا پطرس تھا۔ یسوع نے اُسے رُوحانی جنگ میں جسمانی ہتھیار استعمال کرنے پر جھڑکا۔ اُس کا وقت آگیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ خُدا نے جو منصُوبہ تیار کر رکھا تھا، وُہ پُورا ہو۔ بڑی شفقت سے یسوع نے ”اُس کے کان کو چھُو کر اُس کو اچھّا کر دیا“۔

۲۲: ۵۲-۵۳۔ اب یسوع نے یہُودی لیڈروں اور سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”کیا تُم مجھے ڈاکُو جان کر تلواریں اور لاٹھیاں لے کر نکلے ہو؟“ کیا وُہ ”ہر روز ہیکل میں“ یعنی ہیکل کے صحنوں میں اُن کے سامنے تعلیم نہیں دیتا تھا؟ تو بھی اُنہوں نے اُس کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اب یسوع نے وضاحت کر دی کہ ”یہ تُمہاری گھڑی اور تاریکی کا اِختیار ہے“۔ یہ جُمعرات کو تقریباً آدھی رات کا وقت تھا۔

معلُوم ہوتا ہے کہ مذہبی عدالت میں یسوع پر جو مُقدّمہ چلایا گیا اُس کے تین مراحل تھے۔ پہلے اُس کو حنّنیاہ کے سامنے پیش کِیا گیا۔ دُوسرے مرحلے میں کائِفا کے سامنے اور تیسرے مرحلے میں سنہیڈرن (یہُودیوں کی صدر عدالت) کے سامنے اُس پر الزام لگائے۔ اِس آیت سے ۶۵ ویں آیت تک بیان کردہ واقعات جُمعہ کی صُبح ایک بجے سے صُبح پانچ بجے کے درمیانی وقت میں پیش آئے تھے۔

ک۔ پطرس یسوع کا اِنکار کرتا اور زار زار روتا ہے

۲۲: ۵۴-۶۲

۲۲: ۵۴-۵۷۔ جب یسوع کو ”سردار کاہن کے گھر میں لے گئے“ تو ”پطرس فاصلہ پر اُس کے پیچھے پیچھے“ آیا۔ اندر پُہنچ کر وُہ اُن لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو درمیانی ”صحن کے بیچ میں ”آگ“ تاپ رہے تھے۔ ”ایک لونڈی نے ... اُس پر خوب نگاہ کی“ اور کہنے لگی کہ ”یہ بھی اُس کے ساتھ تھا“۔ پطرس نے بڑے جذباتی انداز میں اِنکار کرتے ہُوئے کہا ”مَیں اُسے نہیں جانتا“۔

۲۲: ۵۸-۶۲۔ تھوڑی دیر بعد کِسی اَور نے اُس کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے اِلزام لگایا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے پَیروؤں میں سے ہے۔ ”پطرس“ نے پھر اِنکار کیا۔ ”کوئی گھنٹے بھر کے بعد“ کِسی اَور نے پہچانا کہ ”یہ گلیلی ہے“ اور یسوع کا شاگِرد بھی

ہے۔ "پطرس" کہنے لگا کہ "میاں، مَیں نہیں جانتا تُو کیا کہتا ہے"۔ مگر اِس مرتبہ اُن کے اِنکار کرنے کے ساتھ ہی "مُرغ نے بانگ دی"۔ اِس تاریک لمحے میں "خُداوند نے پھر کر پطرس کی طرف دیکھا"۔ اور پطرس کو خُداوند کی پیشین گوئی "یاد آئی" کہ "آج مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے تُو تین بار میرا اِنکار کرے گا"۔ خُدا کے بیٹے کی اِس ایک نظر سے پطرس تڑپ اُٹھا۔ وُہ رات کے اندھیرے میں "باہر جا کر زار زار رویا"۔

ل۔ سپاہی ابنِ آدم کو ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں

۲۲: ۶۳-۶۵

یسوع کو گرفتار تو اُن پیادوں اور افسروں نے کیا تھا جو یروشلیم کی ہیکل کی حِفاظت پر مامُور تھے۔ اب خُدا کے مُقدّس گھر کے یہ نام نہاد مُحافظ یسوع کو ٹھٹھوں میں اُڑانے اور مارنے لگے۔ وُہ اُس کی آنکھوں پر کپڑا باندھ کر اُس سے پُوچھتے تھے کہ "نبوّت سے بتا تُجھے کِس نے مارا؟" اِتنا ہی نہیں بلکہ اُنہوں نے اَور بھی بہُت کُچھ کیا۔ مگر وُہ گُنہگاروں کی سب باتوں کو جِن سے وُہ اُسے جُھٹلا رہے تھے صَبر اور تحمّل سے برداشت کرتا رہا۔

م۔ صُبح کے وقت سنہیڈرن کے سامنے پیشی ۲۲: ۶۶-۷۱

۲۲: ۶۶-۶۹۔ "جب دِن ہُؤا" (یعنی صُبح پانچ اور چھ بجے کا درمیانی وقت) تو قَوم کے بُزرگ یسوع کو "بزرگوں کی مجلس" یعنی سنہیڈرن (صدر عدالت) کے سامنے لے گئے۔ وہاں صاف صاف کہنے لگے کہ "اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے"۔ یسوع نے جو جواب دیا اُس کا مطلب یہ ہے کہ اِس مُعاملے میں تُمہارے ساتھ بات کرنا فضُول ہے۔ وُہ سچائی کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ مگر خُداوند نے اُنہیں خبردار کیا کہ جو شخص اِس وقت تُمہارے سامنے خواری کی حالت میں کھڑا ہے، "وُہ اَب سے ... قادرِ مُطلق خُدا کی دہنی طرف بیٹھا رہے گا" (دیکھئے زبُور ۱۱۰: ۱)۔

۲۲: ۷۰-۷۱۔ پھر اُنہوں نے اُس سے صاف صاف پُوچھا کہ "کیا تُو خُدا کا بیٹا ہے؟" اُن کا مَطلب بالکُل صاف تھا۔ اُن کی نیّت سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اُن کے نزدیک

"خدا کا بیٹا" وہی ہستی ہے جو خدا کے برابر ہے۔ خداوند یسوع نے جواب دیا "تم خود کہتے ہو کیونکہ مَیں ہُوں" (دیکھئے مرقس ۱۴: ۶۲)۔ بس، وُہ اِسی کے اِنتظار میں تھے۔ اُن کے نزدیک یہ کفر تھا۔ خدا کے برابر ہونے کا دعویٰ۔ اب اُنہیں "مزید گواہی کی کیا حاجت رہی؟" مگر ایک مشکل تھی۔ اُن کی شریعت میں کفر کی سزا موت تھی۔ لیکن یہودی رُومی حکومت کے ماتحت تھے۔ اُن کو کسی قیدی کو مار ڈالنے کا اِختیار نہیں تھا۔ چنانچہ اُن کو یسوع کو پیلاطُس کے سامنے پیش کرنا پڑا اور پیلاطُس کو کفر جیسے "مذہبی" فتویٰ میں ذرّہ بھر دِلچسپی نہیں تھی۔ اِس لئے یہودیوں کو یسوع کے خلاف "سیاسی" اِلزامات تراشنے پڑے۔

ن۔ یسوع کی پیلاطُس کے سامنے پیشی ۲۳: ۱-۷

۲۳: ۱-۲۔ سنہیڈرن کے سامنے پیشی کے بعد "ساری جماعت" یعنی سنہیڈرن کے جملہ ارکان، یسوع کو دیوانی مقدمے کے لئے جلدی سے رُومی گورنر "پیلاطُس" کے پاس لے گئے۔ مذہبی لیڈروں نے اب اُس پر تین سیاسی اِلزام عائد کئے۔ اوّل "اِسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے ... پایا" یعنی قوم کی وفاداری کو رُوم سے ہٹاتے پایا ہے۔ دوم "... قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے ... پایا" اور سوم "... اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا"۔

۲۳: ۳-۷۔ "پیلاطُس نے یسوع سے پُوچھا، کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟" یسوع نے جواب دِیا کہ مَیں ہُوں۔ پیلاطُس نے اِس دعوے کو کسی صُورت بھی شہنشاہِ روم قیصر کے لئے خطرہ نہیں سمجھا۔ پھر پیلاطُس نے یسوع سے علیحدگی میں گفتگو کی (یُوحنّا ۱۸: ۳۳-۳۸ ا)۔ اِس کے بعد "سردار کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا مَیں اِس میں کچھ قصُور نہیں پاتا"۔ اِس پر لوگ اَور بھی اِصرار کرنے لگے اور اُس پر "گلیل سے لے کر یروشلیم تک سارے لوگوں کو حکومت سے بیوفائی کرنے پر اُبھارنے کا اِلزام لگانے لگے۔ جب پیلاطُس نے لفظ "گلیلی" سُنا تو اُس نے سوچا کہ مجھے اِس سارے مُقدّمے اور جھنجھٹ سے جان چھُڑانے کی راہ مِل گئی ہے۔ گلیل "ہیرودیس کی عملداری" میں تھا۔ چنانچہ پیلاطُس نے کوشش کی کہ اِس مُقدّمے میں اُس کا ہاتھ بالکل نہ رہے اور یسوع کو "ہیرودیس کے پاس" بھیج دیا۔ اِتفاق کی بات ہے کہ ہیرودیس بھی "اُن

دِنوں یروشلیم میں تھا۔

"ہیرودیس" اِنتپاس ہیرودیسِ اعظم کا بیٹا تھا۔ ہیرودیسِ اعظم نے بیت لحم میں چھوٹے بچّوں کا قتلِ عام کروایا تھا۔ اور اِنتپاس تھا جس نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو قتل کروایا تھا کیونکہ یُوحنّا نے اُسے ملامت کی تھی کہ تُو نے اپنے بھائی کی بیوی کو ناجائز طور پر اپنی بیوی بنا رکھا ہے۔ یہی وُہ ہیرودیس ہے جس کو یسوع نے لُوقا ۱۳ : ۳۲ میں "لومڑی" کہا تھا۔

س - ہیرودیس کی حقارت آمیز تفتیش ۲۳ : ۸ - ۱۲

۲۳ : ۸ - "ہیرودیس ... بہت خُوش ہُوا" کہ یسوع کو میرے سامنے پیش کیا گیا ہے "اِس لئے کہ اُس نے یسوع کا حال سُنا تھا"۔ اور "مُدّت سے ... اُس کا کوئی مُعجزہ دیکھنے کا اُمیدوار تھا"۔

۲۳ : ۹ - ۱۱ - ہیرودیس مُنجّی سے بہُت کُچھ "پُوچھتا رہا"۔ مگر خُداوند نے اُسے کُچھ جواب نہ دیا۔ یہُودیوں کی اِلزام تراشی میں اور بھی شِدت آ گئی مگر یسوع نے اپنا مُنہ نہ کھولا۔ ہیرودیس نے سوچا کہ مَیں صِرف اِتنا ہی کر سکتا ہُوں کہ اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں اُسے "ذلیل" کراؤں۔ چُنانچہ اُس نے یسوع کا مزید مذاق اُڑانے کے لئے اُسے "چمکدار پوشاک پہنا کر اُس کو پیلاطُس کے پاس واپس بھیجا"۔

۲۳ : ۱۲ - اِس سے "پہلے ... ہیرودیس اور پیلاطُس ... میں دشمنی تھی"۔ اَب یہ دُشمنی دوستی میں بدل گئی۔ وُہ دونوں خُداوند یسوع کی مُخالفت میں ایک ہی طرف تھے۔ اِس بات نے اُنہیں مُتحد کر دیا۔ اِس سِلسلے میں تھیوفائلیکٹ بڑے دُکھ کے ساتھ کہتا ہے کہ "مسیحیوں کے لئے کیسی شرم کی بات ہے کہ نقُصان پُہنچانے کی خاطر اِبلیس شریر لوگوں کو اپنی دُشمنی ایک طرف رکھنے پر راغب کر سکتا ہے مگر مسیحی بھلائی کرنے کے لئے بھی دوستی قائم نہیں رکھ سکتے"۔

ع - پیلاطُس کا فیصلہ - بے قصور مگر سزا ۲۳ : ۱۳ - ۲۵

۲۳ : ۱۳ - ۱۷ - چونکہ وُہ راست اِقدام کرنے اور اپنے شاہی قیدی کو بَری کرنے میں ناکام رہا تھا اِس لئے "پیلاطُس" نے دیکھا کہ اَب مَیں پھنس گیا ہُوں۔ وُہ جلدی سے یہُودی مذہبی لیڈروں کو بُلا کر اُن کو سمجھانے لگا کہ "... نہ مَیں نے اُس میں کُچھ قصُور پایا، نہ ہیرودیس نے"۔

یعنی یسوع میں حکومت سے بے وفائی کا کوئی ثبوت نہیں مِلا۔ "… دیکھو اُس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہُؤا جس سے وُہ قتل کے لائق ٹھہرتا"۔ چنانچہ اُس نے مشورہ دیا کہ یسوع کو کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا جائے۔ سٹوارٹ کہتا ہے کہ

> "بلاشُبہ یہ افسوسناک مفاہمت قطعی غیر مَنطقی بھی تھی اور غیر مُنصفانہ بھی۔ ایک لاچار اور خوف کی ماری رُوح یسوع کے بارے میں اپنا فرض ادا کرنے اور ساتھ ہی اُس ہجُوم کو خوش کرنے کی بھی کوشش کر رہی تھی۔ مگر دونوں میں ناکام رہی۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ بپھرے ہُوئے کاہن اُس کے فیصلہ کو کسی قیمت پر قبُول کرنے کو تیار نہ ہُوئے"۔

۲۳: ۱۸-۲۳۔ سردار کاہن اور قوم کے بزُرگ سب سیخ پا ہو رہے تھے۔ وُہ یسوع کی مَوت اور بدنام زمانہ مُجرم "برابا" کی رہائی کا مُطالبہ کرنے لگے۔ برابا کو "بغاوت … اور خون کرنے کے سبب سے قید میں ڈالا گیا تھا"۔

پیلاطُس نے دوبارہ کوشش کی کہ یسوع کو بے قصُور ثابت کرے۔ لیکن ہجُوم کے ناجائز مگر پُر زور مُطالبے کے سامنے اُس کی ذرا پیش نہ گئی۔ کوئی اُس کی بات سُنتا ہی نہیں تھا۔ وُہ کُچھ بھی کہتا تھا مگر بھیڑ کا ایک ہی مُطالبہ تھا کہ خُدا کے بیٹے کو "صلیب دی جائے"۔

۲۳: ۲۴-۲۵۔ اگرچہ پیلاطُس پہلے اِعلان کر چُکا تھا کہ یسوع بے گُناہ ہے مگر اَب اُس نے خُداوند کو مَوت کی سزا کا حُکم سُنا دیا تاکہ لوگ خُوش ہو جائیں۔ ساتھ ہی اُس نے "برابا کو جسے اُنہوں نے مانگا تھا" چھوڑ دیا"۔

ف۔ ابنِ آدم کلوری کی راہ پر ۲۳: ۲۶-۳۲

۲۳: ۲۶۔ اُس وقت جُمعہ کی صُبح کے تقریباً" نو بجے تھے۔ صلیب دینے کی جگہ کو جاتے ہُوئے راستہ میں سپاہیوں نے "شمعون نام ایک کُرینی کو" پکڑ کر حُکم دیا کہ "صلیب" اُٹھا لے۔ اِس آدمی کے بارے میں کُچھ زیادہ معلُومات حاصل نہیں۔ لیکن لگتا ہے کہ بعد میں اُس کے دو بیٹے نامور مسیحی ہُوئے (مرقس ۱۵: ۲۱)۔

۲۳: ۲۷-۳۰۔ جب یسوع کو صلیب دینے کے لئے لے جا رہے تھے تو اُس کے ہمدرد لوگوں کا ایک گروہ اُس کے لئے رو رہا تھا۔ اِس گروہ میں "عورتوں" کو مسیح نے

"اَے یروشلیم کی بیٹیو!" کہہ کر مُخاطب کیا اور اُن سے کہنے لگا کہ میرے لئے غم زدہ نہ ہو۔ بلکہ اپنے اور اپنے بچّوں کے لئے ماتم کرو۔ اُس کا اِشارہ سنہ ۷۰ء میں ہونے والی یروشلیم کی ہولناک تباہی و بربادی کی طرف تھا۔ اُن "دِنوں" میں دُکھ اور مُصیبت اِتنی شدید ہو گی کہ "بانجھ" عورتوں کو مُبارک سمجھا جائے گا حالانکہ اُس وقت تک اُنہیں ملعُون سمجھا جاتا تھا۔ طِطُس کے محاصرے کی دہشت ایسی ہو گی کہ لوگ تمنّا کرنے لگیں گے کہ پہاڑ ہم پر گر پڑیں اور ٹیلے ہم کو چھپا لیں۔

۲۳:۳۱۔ اِس کے بعد خُداوند یسُوعؔ نے یہ بھی کہا کہ "جب ہرے درخت کے ساتھ اَیسا کرتے ہیں تو سُوکھے کے ساتھ کیا کُچھ نہ کیا جائے گا"۔ وُہ خُود "ہرا درخت" تھا اور ایمان نہ لانے والا اِسرائیل "سُوکھا" تھا۔ اگر رومیوں نے خُدا کے بے قصُور اور بے گُناہ بیٹے پر اِتنی شرم اور اذیت لاد دی ہے تو خُدا کے پیارے بیٹے کے قاتِلوں کو ہولناک سزا کیوں نہ ملے گی؟

ص۔ صلیب دِیا جانا ۲۳:۳۳-۳۸

۲۳:۳۳۔ جہاں صلیب دی جاتی تھی اُس جگہ کو "کلوری" کہتے تھے۔ لاطینی کے اِس لفظ کا مطلب "کھوپڑی" ہے۔ بائبل مُقدّس میں یہی ایک جگہ ہے جہاں "کلوری" کا پیارا نام آیا ہے (متّی ۲۷:۳۳ میں "گُلگتا" ہے)۔ بہُت سی کلیسیائیں بھی اِس نام سے کہلاتی ہیں۔ اِس نام "کھوپڑی" کی وجہ یہ ہے کہ اِس پہاڑ کی وضع قطع کھوپڑی کی سی ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جگہ سزائے مَوت کے لئے وقف تھی اور مَوت کو اکثر کھوپڑی کے نِشان سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ پاک کلام میں صلیب کے واقعہ کو جِس انداز سے بیان کیا گیا ہے وُہ قابِلِ غور ہے۔ ہولناک تفاصیل سے بڑی حد تک گُریز کیا گیا ہے۔ بالکُل سادہ سا بیان ہے کہ "وہاں اُسے مصلُوب کِیا"۔ ایک دفعہ پھر سٹوارٹ نے بڑے پتہ کی بات کی ہے کہ:

> "مسیحِ مَوعُود مَر جائے، یہ کوئی قابِلِ تعریف بات نہ تھی، مگر اَیسی مَوت مَرے، یہ تو یقین بھی نہیں آ سکتا تھا۔ ہر وُہ چیز جِس کو مسیح نے چھُوا ـــ بشمول صلیب ـــ اُس کی شان بڑھا دی، اُس کو جلالی بنا دِیا، اور اُس کے گِرد حُسن و جاذبیّت کا ہالہ بنا دیا۔ مگر ہم کبھی نہ

بھولیں کہ اُس نے صلیب کو کیسی دہشتناک گہرائیوں سے نکال کر ایسی بلندی پر پہنچا دیا ہے"۔

اُس روز کلوری پر تینؔ صلیبیں گاڑی گئی تھیں۔ یسوؔع کی صلیب درمیان میں تھی اور دونوں طرف ایک ایک ڈاکو کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اِس طرح یسعیاہ ۵۳: ۱۲ کی وُہ نبوّت پوری ہُوئی کہ "وُہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا"۔

۲۳: ۳۴۔ لامحدود محبّت اور رحم کے ساتھ صلیب پر لٹکے ہُوئے یسوؔع نے پکارا "اے باپ! اِن کو مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں"۔ کون جانتا ہے کہ اِس دُعا کے باعث باپ کا کتنے شدید غضب کا طُوفان ٹال دیا گیا! مورگنؔ خُداوند اور منجّی کی محبّت کے بارے میں کہتا ہے کہ

> "یسوؔع کے دِل میں نہ خفگی تھی، نہ غُصّہ، نہ اُن اِنسانوں کے لئے سزا کی کوئی خواہش چھپی ہُوئی تھی جو اُس کے ساتھ اِتنا بُرا سلوک کر رہے تھے۔ لوگ جسمانی قوّت کی بڑی تعریفیں کیا کرتے ہیں۔ جب سے مَیں نے یسوؔع کو یہ دُعا مانگتے سُنا ہے جان گیا ہُوں کہ اِس قوّت کے لئے ایک ہی جگہ ہے یعنی جہنّم"۔

اِس کے بعد سپاہیوں نے "اُس کے کپڑے" آپس میں بانٹ لئے اور اُن کے بن سِلے چوغے پر "قُرعہ ڈالا"۔

۲۳: ۳۵-۳۸۔ یہُودی سردار صلیب کے سامنے کھڑے یسوؔع کو ٹھٹھوں میں اُڑا رہے تھے۔ اُسے چیلنج کرتے تھے کہ اگر واقعی "خُدا کا مسیح اور اُس کا برگزیدہ ہے تو اپنے آپ کو بچائے"۔ سپاہیوں نے بھی ایسا ہی کیا اور اُسے "سرکہ" پیش کر کے اِسی طرح چیلنج کرنے لگے۔ علاوہ ازیں اُس کے سر کے اُوپر ایک کتبہ لگا دیا کہ

"یہ یہُودیوں کا بادشاہ ہے"

ایک دفعہ پھر ہم سٹوآرٹ سے اقتباس پیش کرتے ہیں:

> "ہم اِس حقیقت کی اہمیّت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ یہ کتبہ تینؔ زبانوں یُونانی، لاطینی اور عبرانی میں لکھا ہُوا تھا۔ اِس میں شک نہیں کہ ایسا اِس لئے کیا گیا تھا کہ اُس بھیڑ میں ایک ایک شخص اُسے پڑھ لے۔

مگر مسیح کی کلیسیا اُس کو ہمیشہ سے اور بجا طور پر اِس بات کی علامت مانتی آئی ہے کہ وُہ میرا خُداوند اور مالک ہے۔ یہ تینوں اُس زمانے کی عظیم زُبانیں اور الگ الگ عظیم اور غالب نظریہ کی خادم تھیں — یُونانی علم وادب اور تہذیب و ثقافت کی زُبان تھی۔ وُہ اپنی قلمرو میں کہہ رہی تھی کہ یسوع بادشاہ ہے! لاطینی قانُون اور حکُومت کی زُبان تھی۔ وُہ کہہ رہی تھی کہ یہاں بھی یسوع بادشاہ ہے۔ عبرانی اِلہامی مذہب کی زُبان تھی۔ وُہ اِعلان کر رہی تھی کہ یہاں بھی یسوع بادشاہ ہے۔ چنانچہ جب وُہ وہاں لٹکا ہُوا دَم توڑ رہا تھا تو یہ حقیقت تھی کہ "اُس کے سر پر بہت سے تاج ہیں" (مُکاشفہ ۱۹: ۱۲)۔

ق- دو ڈاکو ۲۳: ۳۹- ۴۳

۲۳: ۳۹- ۴۱- دُوسری اناجیل سے پتہ چلتا ہے کہ شرُوع میں دونوں ڈاکو یسوع کو طعن وتشنیع کر رہے تھے۔ کہ اگر وُہ واقعی "مسیح" ہے، "تو ہم سبھوں کو کیوں نہیں "بچا" لیتا؟ لیکن کُچھ دیر بعد ایک ڈاکو کا دِل بدل گیا۔ اُس نے اپنے ساتھی کو ایسی بے ادبی پر "جِھڑکا" کہ "ہماری سزا تو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں۔" وُہ اِس سزا کے حق دار تھے۔ "لیکن اِس" آدمی نے جو درمیانی صلیب پر لٹکا ہُوا ہے "کوئی بے جا کام نہیں کیا" تھا۔

۲۳: ۴۲- پھر وُہ ڈاکو یسوع سے مُخاطب ہو کر کہنے لگا "اے یسوع، جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مُجھے یاد کرنا"۔ اکثر نُسخوں میں ہے کہ "اے خُداوند! ۔۔۔" یہ خطاب زیادہ زوردار اور پُر معنی ہے (یاد رکھیے کہ "خُداوند" کا مطلب "جناب" بھی ہو سکتا ہے)۔ شخصی نام (یسوع) کی نسبت تعظیمی لقب (خُداوند) اِستعمال کرنا زیادہ منطقی بھی معلُوم ہوتا ہے۔ "بادشاہی میں آئے" سے مُراد ہے کہ جب تُو اِس زمین پر واپس آکر اپنی بادشاہی قائم کرے۔ ایسا ایمان بے حد قابلِ تعریف ہے۔ اُس مَرتے ہُوئے ڈاکو کا ایمان تھا کہ یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھے گا اور بالآخر دُنیا پر بادشاہی کرے گا۔

۲۳: ۴۳- "یسوع" نے اُس کے ایمان کا اجر اِس وعدے سے دیا کہ "آج ہی تُو میرے ساتھ فِردوس میں ہو گا"۔ "فِردوس" وُہی ہے جسے ۲- کرنتھیوں ۱۲: ۲، ۴ میں "تیسرا آسمان"

کہا گیا ہے اور اِس کا مَطلب ہے خُدا کی سکُونت گاہ۔ "آج ہی ... !" کیسی عُمدہ بات ہے! "مِیرے ساتھ ..."۔ کیسی بے مثال صُحبت ہے! فردوس میں ..." کیسی بے مثال شادمانی ہے!

چارلس آر۔ ارڈمین رقم طراز ہے کہ

> یہ واقعہ اِس حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے کہ نجات کا دار و مدار توبہ اور ایمان پر ہے۔ مگر اِس میں چند اَور اہم سبق بھی موجُود ہیں۔ یہ اِعلان کرتا ہے کہ نجات کا اِنحصار سیکرامنٹوں پر نہیں۔ اُس ڈاکُو نے نہ تو بپتسمہ لیا تھا! نہ کبھی عشائے ربّانی میں شریک ہُوا تھا ... البتہ فی الحقیقت اُس نے مخالِف اور دُشمن بھیڑ کے سامنے بڑی دلیری کے ساتھ اپنے ایمان کا اِقرار کیا جبکہ سردار اور سپاہی ٹھٹھے مار رہے اور ابدی بادشاہ کی تضحیک کر رہے تھے۔ اُس نے رسمی شعائر کے بغیر نجات پائی۔ اِس سے مزِید ثابت ہوتا ہے کہ نجات نیک کاموں پر مُنحصِر نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِنسان کی رُوح سوتی نہیں۔ بدن سوتا ہے مگر شعُور مَوت کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ مزید برآں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ 'برزخ' کا کوئی وجُود نہیں۔ یہ تائب ڈاکُو گُناہ اور شرم کی زِندگی سے فوراً ایک مُبارک حالت میں مُنتقِل ہو گیا۔ اِس واقعے کی بُنیاد پر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نجات سبھوں کو نصیب نہیں ہو گی۔ وہاں دو ڈاکُو تھے۔ صِرف ایک نے نجات پائی۔ آخری بات یہ کہ مَوت کے بعد ملنے والی خُوشی کا جوہر مسیح کے ساتھ شخصی رفاقت و شراکت میں ہے۔ مرتے ہُوئے ڈاکُو کے ساتھ وعدہ کی مرکزی بات یہ تھی کہ 'تُو میرے ساتھ ... ہو گا'۔ یہ ہمارا مُبارک یقین ہے کہ یہاں سے رُخصت ہونے کا مَطلب ہے 'مسیح کے ساتھ جا رہنا' اور یہ 'بہُت ہی بہتر' بات ہے"۔

یسوع کے پہلُو میں ہوتے ہُوئے بھی ایک شخص فردوس میں اور دُوسرا دوزخ میں جا سکتا ہے۔ آپ صلیب کے کون سے پہلُو میں ہیں؟

ر۔ تارِیک گھڑیاں

۲۳: ۴۴-۴۹

۲۳: ۴۴۔ "تمام مُلک" یا "ساری زمین" (یُونانی لفظ کا مطلب اِن دونوں میں سے

کوئی بھی ہو سکتا ہے)۔ "دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام مُلک میں اندھیرا چھایا رہا"۔ اِسی وقفے کو "چھٹے گھنٹے سے نویں گھنٹے تک" بھی کہہ سکتے ہیں۔ آج کل کے حساب سے بارہ ۱۲ بجے دوپہر سے تین ۳ بجے سہ پہر تک کا وقت۔ یہ اِسرائیلی قَوم کے لئے ایک نشان تھا۔ اُنہوں نے نُور کو ردّ کر دیا تھا۔ اب خُدا نے اُن کو اندھیرے میں ڈال دیا، یا اَندھا کر دیا۔

۲۳: ۴۵۔ "مَقدِس کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا"۔ اُوپر سے لے کر نیچے تک دو ۲ ٹکڑے ہو گیا۔ یہ واقعہ اِس حقیقت کی تصویر پیش کرتا ہے کہ خُداوند یسوؔع مسیح کی مَوت کے وسیلے سے اُن سب کے لئے جو ایمان کے ساتھ آتے ہیں خُدا تک رسائی کا راستہ کُھل گیا (عبرانیوں ۱۰: ۲۰-۲۲)۔

۲۳: ۴۶-۴۷۔ تارِیکی کے اِن ہی تین ۳ گھنٹوں کے دَوران یسوؔع نے صلیب پر اپنے بدن میں ہمارے گُناہوں کی سزا اُٹھالی۔ اِس وَقفے کے اِختتام پر اُس نے "اپنی رُوح" اپنے "باپ" خُدا کے "ہاتھوں میں" "سونپ" دی اور رضاکارانہ اپنی جان دے دی۔ ایک رُومی "صُوبہ دار" اِس نظارے سے اِتنا مُتاثر ہؤا کہ اُس نے "خُدا کی تمجید کی اور کہا بے شک یہ آدمی راست باز تھا"۔

۲۳: ۴۸-۴۹۔ "جتنے لوگ اِس نظارہ کو آئے تھے" اُن سب پر غم و افسوس اور بدشگُونی کا ایک گہرا احساس طاری ہو گیا کہ نہ جانے اب کیا ہو گا۔ مگر یسوؔع کے کُچھ وفادار پیرَو وہاں موجُود تھے۔ اُن میں "وُہ عَورتیں" بھی شامل تھیں "جو گلیل سے اُس کے ساتھ آئی تھیں"۔ یہ سب لوگ "دُور" کھڑے یہ ساری "باتیں دیکھ" رہے تھے۔ دُنیا کی تارِیخ کا سب سے نازک اور فیصلہ کُن منظر اُن کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

ش۔ یُوسُفؔ کی قبر میں تدفِین

۲۳: ۵۰-۵۶

۲۳: ۵۰-۵۴۔ اُس وقت تک "یُوسُفؔ" خُداوند یسوؔع کا خُفیہ شاگرد تھا۔ اگرچہ وُہ سنہیڈرن کا ایک رُکن یا "مُشیر" تھا مگر یسوؔع کے مُعاملے میں وُہ اُن کے فیصلے اور فتویٰ سے مُتفِق نہیں تھا۔ اَب یُوسُفؔ بڑی دلیری سے "پیلاطُسؔ کے پاس گیا" اور "یسوؔع کی لاش مانگی"۔ یعنی درخواست کی کہ کیا مُجھے یہ اعزاز مِل سکتا ہے کہ یسوؔع کی لاش کو صلیب

پر سے اُتار کر مناسب طور پر دفن کروں؟ (یہ تین ۳ بجے سہ پہر سے ۶ بجے شام کے درمیانی وقفے میں ہُوا)۔ اُسے اجازت مل گئی۔ یُوسُف نے بلا توقف سارے اِنتظامات کئے اور یسوؔع کی لاش کو "مہین چادر میں لپیٹا۔ پھر ایک قبر کے اندر رکھ دیا جو چٹان میں کھُدی ہُوئی تھی"۔ وُہ ابھی تک استعمال نہیں ہُوئی تھی۔ یہ سب کچھ جُمعہ کو وقُوع پذیر ہُوا۔ اور یہ "تیاری کا دِن تھا"۔ جب کہا جاتا ہے کہ "سبت کا دِن شروُع ہونے کو تھا" تو یاد رکھنا چاہئے کہ یہُودی سبت جُمعہ کو غروُبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

۲۳: ۵۵-۵۶۔ جب یُوسُف نے لاش کو صلیب سے اُتارا اور لے کر چلا تو وُہ وفادار عورتیں "جو یسوؔع کے ساتھ گلیل سے آئی تھیں" یُوسُف کے "پیچھے پیچھے" قبر تک گئیں اور اُسے لاش کو قبر میں رکھتے دیکھا۔ اُنہوں نے "لوٹ کر خوشبُودار چیزیں اور عطر تیار کیا" تاکہ واپس آکر اُس ہستی کی لاش کو لگائیں جس سے اُنہیں والہانہ محبّت تھی۔ یسوؔع کی لاش کو دفن کرنے میں ایک لحاظ سے یُوسُف نے اپنے آپ کو بھی دفن کر دیا۔ اِس عمل نے اُسے اُن سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا جنہوں نے زِندگی کے مالک کو صلیب پر چڑھا دیا تھا۔

ہفتہ کے روز عورتوں نے سبت کے حُکم کے مُطابق آرام کیا۔

۱۲۔ ابنِ آدم کی فتحمندی باب ۲۴

۱۔ عورتیں اور خالی قبر ۲۴: ۱-۱۲

۲۴: ۱۔ اِتوار کو "صُبح سویرے" یہ عورتیں "قبر" کی طرف روانہ ہُوئیں۔ وُہ یسوؔع کی لاش کے لئے "خوشبُودار چیزوں کو جو تیار کی تھیں" اُٹھائے آرہی تھیں۔ لیکن وُہ یسوؔع کی لاش تک کیسے پہنچ سکتی تھیں؟ اِس کے بارے میں کیا اُمید رکھتی تھیں؟ کیا اُنہیں علم نہ تھا کہ ایک بھاری پتھر قبر کے مُنہ پر لڑھکا دیا گیا تھا؟ ہمیں اِن باتوں کا جواب نہیں دیا گیا۔ صرف اِتنا علم ہے کہ وُہ اُس سے بے اِنتہا محبّت رکھتی تھیں۔ اور محبّت اپنے مُدعا کو پانے کے لئے مُشکلات کو اکثر بھول جاتی ہے۔

اُن کی محبّت صُبح سویرے حرکت میں آگئی (آیت ۱) اور اُس کو بیش بہا اجر مِلا (آیت ۶)۔ صُبح سویرے بیدار ہونے والے کے لئے زِندہ مسیح آج بھی موجود ہے (امثال ۸: ۱۷)۔

۲۴: ۲-۱۰۔ وہاں پہنچیں تو عورتوں نے "پتھر کو قبر پر سے لڑھکا ہُؤا پایا"۔ وہ اندر گئیں تو دیکھا کہ "خُداوند یسوع کی لاش" وہاں موجود نہیں ہے۔ اُن کی پریشانی کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ وہ اِس امر کی توجیہ کرنے کی کوشش ہی کر رہی تھیں کہ "دو فرشتے (یوحنا ۲۰: ۱۲) براق پوشاک پہنے" ہوئے ظاہر ہوئے۔ اُنہوں نے عورتوں کو یقین دِلایا کہ یسوع "زندہ" ہے۔ اُس کو قبر میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ وہ "جی اُٹھا ہے"۔ یہ بات اُس وعدہ کے مطابق تھی جو اُس نے اُن کے ساتھ "گلیل میں" کیا تھا۔ کیا اُس نے پہلے ہی نہیں بتا دیا تھا کہ "ضرور ہے کہ ابنِ آدم گنہگاروں کے ... حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اُٹھے" (لوقا ۹: ۲۲، ۱۸: ۳۳)۔ اِس پر یہ ساری "باتیں اُنہیں یاد آئیں"۔ وہ جلدی سے شہر کو لوٹیں اور "اُن گیارہ ... کو ... خبر دی"۔ یسوع کے جی اُٹھنے کی پہلے خبر دینے والوں میں "مریم مگدلینی اور یوانہ اور یعقوب کی ماں مریم" شامل تھیں۔

۲۴: ۱۱-۱۲۔ شاگردوں کو عورتوں کی بات کا یقین نہ آیا۔ اُن کو یہ بات الف لیلوی کہانی معلوم ہوئی۔ ناقابلِ یقین! بے پر کی! اُن کا بالکل یہی خیال تھا۔ حتیٰ کہ "پطرس" نے جا کر خود "قبر" کو دیکھا۔ اُس نے "جھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صِرف کفن ہی کفن ہے"۔ یہ کفن اُن کپڑوں پر مشتمل تھا جو پٹیوں کی شکل میں لاش کے گرد کس کر لپیٹے گئے تھے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ اُن کو کھول دیا گیا تھا یا ابھی بدن کی شکل میں تھے۔ مگر مؤخر الذکر بات ماننا زیادہ یقینی معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ خُداوند کفن کو یوں چھوڑ گیا جیسے تتلی اپنا کویا چھوڑ جاتی ہے۔ یہ حقیقت کہ کفن قبر میں پڑا تھا ثابت کرتی ہے کہ لاش چُرائی نہیں گئی تھی۔ چوروں کو کیا پڑی تھی کہ کفن اُتارنے میں وقت ضائع کرتے۔ "پطرس اپنے گھر چلا گیا"۔ ابھی وہ اِس معما کو حل کرنے میں اُلجھا ہُؤا تھا۔ اِن ساری باتوں کا کیا مطلب ہے؟

ب۔ اِماؤس کا سفر ۲۴: ۱۳-۳۵

۲۴: ۱۳۔ اِماؤس کو جانے والے "دو" شاگردوں میں سے ایک کا نام کلیپاس تھا۔ دُوسرے کی شناخت نہیں کرائی گئی۔ ہو سکتا ہے اُس کی بیوی ہو۔ ایک روایت کے مطابق یہ خود لوقا تھا۔ یقینی بات صرف اِتنی ہے کہ یہ شخص اصل گیارہ شاگردوں میں سے نہیں

تھا (دیکھئے آیت ۳۳)۔ بہرحال وُہ دونوں بڑے غم واندوہ کے ساتھ خُداوند کی مَوت اور تدفین کے واقعات کو دُہرا رہے تھے۔ یہ دونوں "یروشلیم" سے "اِماؤس" کی طرف جا رہے تھے۔ یہ تقریباً "سات مِیل" کی مُسافت تھی۔

۲۴: ۱۴-۱۸۔ وُہ چلے جا رہے تھے کہ ایک اجنبی آ کر اُن کے ساتھ ہو لیا۔ یہ جی اُٹھا خُداوند تھا۔ لیکن اُنہوں نے "اُس کو" "نہ پہچانا"۔ وُہ اُن سے پُوچھنے لگا کہ آپ لوگ کیا گُفتگو کر رہے ہیں۔ پہلے تو "وُہ غمگین سے کھڑے ہو گئے"۔ وُہ مایُوسی اور دُکھ کی ایک تصویر نظر آ رہے تھے۔ پھر "کِلیُپاس" نے سخت حیرانی کا اِظہار کرتے ہُوئے پُوچھا کہ "کیا تُو یروشلیم میں اکیلا مُسافر ہے" جِس کو خبر نہیں کہ اِن دِنوں میں یہاں کیا واقعہ ہُوا ہے؟

۲۴: ۱۹-۲۴۔ یسوع نے اُن کی حیرانی میں مزید اِضافہ کیا کیونکہ اُس نے پُوچھا کہ "کیا ہُوا ہے؟" اُنہوں نے جواب میں پہلے تو "یسوع ناصری" کو خراجِ تحسین پیش کِیا۔ اِس کے بعد اُس کے مُقدّمہ، پیشی اور صلیب دِئے جانے کے واقعات کو دُہرایا۔ یہ بھی بیان کیا کہ کِس طرح اُن کی اُمیدیں خاک میں مِل گئی تھیں۔ اور پھر بتایا کہ اُس کی "لاش" قبر سے غائب ہے۔ مگر چند "فرشتوں" نے یقین دہانی کرائی ہے کہ "وُہ زِندہ ہے"۔

۲۴: ۲۵-۲۷۔ یسوع نے بڑی محبّت سے اُن کو ڈانٹا کہ وُہ اِس بات میں کم اِعتقاد ثابت ہُوئے ہیں کیونکہ پُرانے عہدنامہ کے "نبیوں" نے مسیحِ موعُود کے لئے بالکُل اِسی راہ کی پیشین گوئی کی تھی۔ خُداوند نے پیدائِش کی کتاب سے "شرُوع کر کے سب نوِشتوں میں جِتنی باتیں مسیحِ موعُود کے حق میں لِکھی ہیں، وُہ اُن کو سمجھائیں۔ کیسی عُمدہ بائبل سٹڈی تھی! کاش ہم بھی اُن کے ساتھ ہوتے اور خُود خُداوند سے ساری باتیں سُنتے؟ مگر ہمارے پاس بھی وُہ پُرانا عہدنامہ ہے اور رُوحُ القُدس ہے جو ہم کو سِکھاتا ہے۔ ہم بھی اُس کے بارے میں لِکھی ہُوئی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔

۲۴: ۲۸-۲۹۔ اِتنی دیر میں شاگِرد اپنے گھر کے نزدیک پُہنچے۔ اُنہوں نے اپنے ساتھی مُسافر کو دعوت دی کہ رات "ہمارے ساتھ رہ"۔ پہلے تو اُس نے بڑے اخلاق سے یُوں ظاہر کیا کہ اپنا سفر جاری رکھنا چاہتا ہو۔ وُہ کِسی کے ہاں زبردستی نہیں جانا چاہتا۔ لیکن اُنہوں نے اُسے مجبُور کِیا کہ اُن کے ساتھ رہے۔ اور اِس بات کا اُنہیں بیش قیمت صِلہ مِلا۔

۲۴: ۳۰-۳۱۔ جب وُہ رات کا کھانا کھانے بیٹھے تو اُن کے مہمان نے ایک لحاظ سے میزبان کی حیثیت اختیار کر لی۔ "وُہ سادہ اور معمولی سا کھانا ایک سیکرامنٹ بن گیا اور وُہ گھر "خُدا کا گھر" بن گیا۔ مسیح جہاں جاتا ہے ایسا ہی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ جو اُس کی مہمان داری کرتے ہیں، اُن کی گراں قدر مہمان داری ہوگی۔ اُن دونوں نے اپنا گھر اُس کے لئے کھول دیا اور اُس نے اُن کی آنکھیں کھول دیں"۔

ایسا ہُوا کہ "اُس نے روٹی لے کر برکت دی اور توڑ کر اُن کو دینے لگا" تو انہوں نے "اُس کو پہچان لیا"۔ کیا اُنہوں نے اُس کے ہاتھوں میں کیلوں کے نشان دیکھ لئے تھے؟ ہمیں تو صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ معجزانہ طور پر "اُن کی آنکھیں کُھل گئیں" تاکہ اُسے پہچان سکیں۔ اُسی وقت "وُہ اُن کی نظر سے غائب ہو گیا"۔

۲۴: ۳۲۔ اب وُہ سفر کے دوران کی باتوں کو یاد کرنے لگے۔ کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ "جب وُہ" اُن پر "نوشتوں کا بھید کھولتا تھا" تو اُن کے "دِل جوش سے بھر گئے تھے"۔ اُن کا اُستاد اور ہمراہی اُن کا جی اُٹھا خُداوند یسُوع مسیح تھا۔

۲۴: ۳۳۔ رات اِماؤس میں بسر کرنے کی بجائے وُہ جلدی جلدی "یروشلیم کو لوٹ گئے"۔ وہاں وُہ "گیارہ" شاگرد اور اُن کے ساتھی ایک جگہ جمع تھے۔ "گیارہ" ایک عام ترکیب ہے جس سے مُراد اصل شاگرد ہیں۔ یہُوداہ (اِسکریوتی) کو شمار نہیں کیا جاتا۔ حقیقت میں پُورے گیارہ شاگرد حاضر نہیں تھے۔ دیکھئے یُوحنّا ۲۰: ۲۴۔ یہ ترکیب مجموعی مفہُوم میں اِستعمال ہُوئی ہے۔

۲۴: ۳۴۔ اِس سے پیشتر کہ اِماؤس سے آنے والے شاگرد اُن سب کو اپنی خوشی میں شریک کرتے یروشلیم والے شاگردوں نے بڑی خُوشی اور شوق سے اُن کو خبر دی کہ "خُداوند بے شک جی اُٹھا اور شمعُون کو دِکھائی دِیا ہے"۔

۲۴: ۳۵۔ اب اِماؤس سے لَوٹنے والوں کی باری تھی۔ ہاں، ہم جانتے ہیں کیونکہ وُہ ہمارا شریکِ سفر تھا، وُہ ہمارے گھر میں آیا تھا۔ اور "روٹی توڑتے وقت" اُس نے خُود کو ہم پر ظاہر کیا تھا۔

ج۔ گیارہ کو دِکھائی دینا ۲۴: ۳۶-۴۳

۲۴: ۳۶-۴۱۔ خداوند یسوع کا جی اُٹھا بدن حقیقی اور ملموس (جسے چھُو کر محسوس کیا جا سکے) بدن تھا۔ "گوشت اور ہڈی" والا بدن تھا۔ یہ وُہی بدن تھا جسے دفن کیا گیا تھا۔ مگر اب ایسا بدل گیا تھا کہ موت کا اُس پر کوئی اِختیار نہیں رہا تھا۔ اِس جلالی بدن کے ساتھ یسوع بند دروازوں میں سے کمرے میں داخِل ہو سکتا تھا (یُوحنا ۲۰: ۱۹)۔ اُس نے اُس پہلے اِتوار کی رات کو بھی کیا۔ شاگردوں نے نظر کی اور اُسے دیکھا۔ اور اُس کی آواز سُنی کہ "تمہاری سلامتی ہو"۔ وہ اُسے دیکھ کر سخت گھبرا کر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ سمجھتے تھے کہ یہ کوئی رُوح ہے۔ مگر اُس نے اُن کو اپنے "ہاتھ" اور "پاؤں" میں اپنے دُکھوں کے نِشان دِکھائے۔ تب کہیں وہ حقیقت کو سمجھنے لگے۔ تو بھی یہ حقیقت اِتنی اچھّی تھی کہ یقین کرنا محال ہو رہا تھا۔

۲۴: ۴۲، ۴۳۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مَیں یسوع ہی ہُوں اُس نے اُن سے "مچھلی کا قتلہ" لے کر اُن کے رُوبرُو کھایا۔

د۔ شاگردوں کا ذِہن کھولا گیا ۲۴: ۴۴-۴۹

۲۴: ۴۴-۴۷۔ یہ آیات مُنجّی کی اُن تعلیمات کا خلاصہ ہیں جو اُس نے جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے کے درمیانی عرصے کے دوران شاگردوں کو دیں۔ اُس نے بتایا کہ میرا جی اُٹھنا اُن "باتوں" کی تکمیل ہے جن کے تم "گواہ ہو"۔ کیا مَیں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ پُرانے عہدنامہ میں جتنی باتیں "میری بابت لکھی ہیں پُوری ہوں"؟ پُرانا عہدنامہ "موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبُور" پر مشتمِل ہے۔ پُرانے عہد میں مسیح کے بارے میں پیشین گوئیوں کا خُلاصہ کیا ہے؟

۱۔ کہ "مسیح دُکھ اُٹھائے گا" (زبُور ۲۲: ۱-۲۱؛ یسعیاہ ۵۳: ۱-۹)۔

۲۔ اور "تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا" (زبُور ۱۶: ۱۰؛ یُوناہ ۱: ۱۷؛ ہوسیع ۶: ۲)۔

۳۔ اور "یروشلیم سے شرُوع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی مُعافی کی

منادی اُس کے نام سے کی جائے گی"۔

یسوؔع نے اُن کا "ذِہن کھولا تاکہ کتابِ مُقدّس کو سمجھیں"۔ دراصل یہ باب اَیسا ہے جس میں بہت سی چیزیں کھولی گیئں۔ مثلاً "قبر کھولی گئی (آیت ۱۲)، گھر کھولا گیا (آیت ۲۹)، آنکھیں کھولی گیئں (آیت ۳۱)، نوِشتوں کا بھید کھولا گیا (آیت ۳۲)، زبان کھولی گئی (آیت ۳۵)، ذِہن کھولا گیا (آیت ۴۵)، آسمان کھولا گیا (آیت ۵۱)۔

۲۴ : ۴۸ - ۴۹ ۔ شاگرد یسوؔع کے جی اُٹھنے کے "گواہ" تھے ۔ اُن کا فرض تھا کہ وُہ اِس جلالی پیغام کے نِقیب بن کر نِکلیں ۔ مگر ضرُور تھا کہ پہلے وہ "باپ کے وعدہ" کے پُورے ہونے کا اِنتظار کریں ۔ رُوحُ القُدس دینے کا وَعدہ خُدا نے پُرانے عہدنامہ میں کیا تھا ۔ دیکھئے یسعیاہ ۴۴ : ۳ ؛ حِزقی ایل ۳۶ : ۲۷ ؛ یوایل ۲ : ۲۸ ۔ اُس وقت شاگِرد "قوّت" پائیں گے ۔ یہ وعدہ پنِتکُست کے دِن رُوحُ القُدس کے نزُول سے پُورا ہؤا ۔

۵ ۔ اِبنِ آدم کا آسمان پر جانا ۲۴ : ۵۰ - ۵۳

۲۴ : ۵۰ - ۵۱ ۔ مسیح کا صعُود اُس کے جی اُٹھنے کے چالیسؔ دِن بعد ہؤا ۔ وُہ اپنے شاگِردوں کو "بیت عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا"۔ یہ جگہ زیتوؔن کے پہاڑ کے مشرقی طرف تھی ۔ وہاں اُس نے "اپنے ہاتھ اُٹھا کر اُنہیں برکت دی"۔ اور اَیسا کرتے ہُوئے وُہ "آسمان پر اُٹھایا گیا"۔

۲۴ : ۵۲ - ۵۳ ۔ "وُہ اُس کو سجدہ کر کے بڑی خُوشی سے یروشلیم کو لوٹ گئے"۔ اگلے دسؔ دِنوں کے دَوران اُنہوں نے زیادہ وقت "ہیکل میں حاضر ہو کر خُدا کی حمد" کرنے میں گزُارا ۔

لُوقا کی انجیل کے آغاز میں ہم خُدا پرست اور جاں نثار ایمان داروں کو ہیکل میں دیکھتے ہیں ۔ وُہ مسیحِ موعُود کی آمد کے لئے دُعا مانگ رہے تھے ۔ قوَموں کو مُدتوں سے اُس کی آمد کا اِنتظار تھا ۔ انجیل کا اِختتام بھی ہیکل کے بیان پر ہوتا ہے ۔ مگر اَب جاں نثار ایمان دار "خُدا کی حمد کر رہے ہیں کہ اُس نے دُعاؤں کا جواب دیا اور فِدیہ کے کام کو پُورا کیا ۔ یہ نہایت پیارا نُقطۂ عُروج ہے ۔ اِسی لئے رینانؔ لُوقا کی انجیل کو "خوبصُورت ترین" کتاب کہتا ہے ۔

آمین !

یُوحنّا رسُول کی اِنجیل

تعارُف

"دُنیا کی سب سے گہری کتاب" اے۔ ٹی۔ رابرٹسن

۱۔ مُستند کتابوں میں یکتا مقام

یُوحنّا بہُت واضح طور سے بتاتا ہے کہ یہ کتاب نوعیّت کے اِعتبار سے "تبلیغی" کتاب ہے "کہ تُم ایمان لاؤ" (۲۰ : ۳۱)۔ کلیسیا نے اِس رسُولی نمُونے کی عُمدگی سے پَیروی کی ہے۔ ثبُوت یہ ہے کہ گُزشتہ صَدی کے دَوران کلیسیا نے یُوحنّا کی انجیل کی لاکھوں جِلدیں تقسیم کی ہیں۔

عِلاوہ ازیں یُوحنّا کی انجیل بائبل کی کتابوں میں مقبول تِرین کتاب ہے۔ جاں نثار اور پُختہ بالغ مسیحی اِس کتاب کو دِلی شوق سے پڑھتے ہیں۔ یُوحنّا نہ صِرف ہمارے خُداوند کی زِندگی کے واقعات ہی پیش کرتا ہے بلکہ اپنے آقا کے طویل مکالمات اور اپنے ذاتی غور وفِکر کے نتیجے میں حاصِل شُدہ معلُومات بھی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یُوحنّا وُہ شاگرد ہے جو گلِیل میں نوعُمری کے زمانے سے لے کر آسیہ کے صُوبہ میں نہایت بڑھاپے تک مسیح کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ نئے عہدنامہ کی سب سے مشہور آیت بھی اِسی اِنجیل میں پائی جاتی ہے۔ مارٹن لُوتھر نے کہا ہے کہ "پُوری انجیل کا سمُندر اِس آیت کے کُوزے میں بند ہے" (یُوحنّا ۳ : ۱۶)۔

اگر نئے عہدنامہ میں صِرف یُوحنّا کی اِنجیل ہی شامل ہوتی تو بھی پاک کلام کے مُطالعہ اور غور وخوض کے لئے زِندگی بھر کے لئے کافی ہوتی۔

۲۔ مُصنّف

پچھلے ڈیڑھ سَو سالوں کے دَوران اِس مسئلے پر بہُت بحث ہوتی رہی ہے کہ چوتھی انجیل کا مُصنّف کون ہے۔ بِلاشُبہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اِنجیل خُداوند یسُوع کی

اُلوہیت کی بڑی صاف اور واضح گواہی دیتی ہے۔ اِس حملے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ انجیل کسی عینی شاہد کا کام نہیں بلکہ کسی گمنام "یکتا مذہبی ذہن" کا کام ہے جو تقریباً سَو سے ڈیڑھ سَو سال بعد ہُوا۔ یُوں یہ مسیح کے بارے میں کلیسیا کی سوچ کو مُنعکس کرتی ہے۔ اُن باتوں کو نہیں جو مسیح نے خود اپنے بارے میں کہی یا کی تھیں۔

خُود انجیل بھی اپنے مُصنّف کے نام کے بارے میں خاموش ہے۔ لیکن بہت سی ٹھوس وُجوہات ہیں جن کی بُنیاد پر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اِس کا مُصنّف یُوحنّا رسُول ہے جو بارہ شاگردوں میں سے ایک تھا۔

سِکندریہ کا کلیمینس بیان کرتا ہے کہ زندگی کے آخری دَور میں یُوحنّا رسُول کے کچھ قریبی دوست اِفسس میں اُس کے پاس آئے اور اُس سے درخواست کی کہ ایک اِنجیل لکھے جو اناجیلِ متوافقہ کا ضمیمہ ثابت ہو۔ اِس طرح خُدا کے رُوح کے زیرِ اثر یُوحنّا نے ایک "رُوحانی" انجیل قلم بند کی۔ بات یہ نہیں کہ دُوسری اناجیل کو "غیر رُوحانی" سمجھا جاتا تھا لیکن یُوحنّا مسیح کے اقوال اور نشانوں (مُعجزوں) کے گہرے مفہُوم پر خاص زور دیتا ہے۔ اِسی وجہ سے اِس انجیل کو خاص طور پر "رُوحانی" کہا جاتا ہے۔

خارجی شہادت

انطاکیہ کا تھیفلس (تقریباً ۱۷۰ء) پہلا معرُوف مُصنّف ہے جس نے خصوصیت کے ساتھ یُوحنّا کو اِس انجیل کا مُصنّف قرار دیا۔ لیکن اِس سے پہلے بھی چوتھی انجیل کے بارے میں اِشارات اور اِس سے اِقتباسات ملتے ہیں۔ اِن میں اغناطیُوس، یوستین شہید (غالباً) طاطیان، موراتوری فہرستِ اسفار اور بدعتی باسیلید اور والنتینس شامل ہیں۔

ایرینیئس خُود خُداوند یسوع سے لے کر یُوحنّا تک، پھر یُوحنّا سے پولی کارپ تک اور پولی کارپ سے اپنے آپ تک شاگردی کے ایک مکمّل سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ اِس طرح ہم مسیحیت کے آغاز سے دُوسری صدی کے اواخر تک پہنچتے ہیں۔ ایرینیئس اِس انجیل سے وسیع پیمانے پر اقتباس کرتا ہے کہ یہ مسیح کے شاگرد کی تصنیف ہے اور کلیسیا میں قبولیت اور سند حاصل کر چکی ہے۔ ایرینیئس کے بعد بھی اِس انجیل کی وسیع پیمانے پر تصدیق اور توثیق کی گئی ہے۔ ایسا کرنے والوں میں سکندریہ کے کلیمینس اور طرطلیان جیسے گواہ شامل ہیں۔

اُنیسویں صدی کے اوائل تک صرف الوگی جیسا ایک گُمنام فرقہ ایسا تھا جو کہتا تھا کہ یہ انجیل یُوحنّا کی تصنیف نہیں ہے۔

یُوحنّا باب ۲۱ کا بالکل آخری حصّہ غالباً پہلی صدی کے آخر میں اِفسُس کی کلیسیا کے لیڈروں نے تحریر کیا اور یوں یُوحنّا کی انجیل کو قبول کرنے میں ایمان داروں کی حوصلہ افزائی کی۔ آیت چوبیس ۲۴ اُسی شاگرد کی طرف اشارہ کرتی ہے "جس سے یسوع محبّت رکھتا تھا" جیسا کہ آیت ۲۰ اور اِس سے پہلے باب ۱۳ میں بھی کہا گیا ہے۔ ہمیشہ سے یہ بات مانی جاتی ہے کہ یہ الفاظ یُوحنّا رسُول سے متعلق ہیں۔

آزاد خیال عُلما عام طور سے یہ تعلیم دیتے تھے کہ چوتھی انجیل دُوسری صدی کے اواخر میں لکھی گئی۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ء میں یُوحنّا کی انجیل کے باب ۱۸ کا ایک ٹکڑا مصر میں دریافت ہُوا۔ (اِس کو پاپائرس ۵۲ کہا جاتا ہے۔ سائنسی طریقوں سے ثابت ہُوا ہے کہ اِس کا تعلق تقریباً ۱۲۵ء سے ہے یعنی دُوسری صدی کا نصفِ اوّل)۔ یہ ٹکڑا اسکندریہ سے نہیں بلکہ ایک علاقائی قصبہ سے مِلا۔ اِس حقیقت سے تصدیق ہوتی ہے کہ اِس انجیل کی روایتی تاریخ یعنی پہلی صدی کا اواخر صحیح ہے۔ کیونکہ اِفسُس سے جنُوبی مصر پہنچنے میں اِسے کُچھ عرصہ تو ضرُور لگا ہو گا۔ یُوحنّا باب ۵ کا اِسی طرح کا ایک اور ٹکڑا جسے ایجرٹن پاپائرس ۲ کہتے ہیں مزید تصدیق کرتا ہے کہ یہ انجیل یُوحنّا کی زندگی ہی میں لکھی گئی تھی۔

داخلی شہادتیں

اُنیسویں صدی کے اواخر میں مشہور اینگلیکن عالم بِشپ ویسٹ کاٹ نے اِس بات کے حق میں دلائل دیئے کہ چوتھی اِنجیل یُوحنّا کی تصنیف ہے۔ (۱) مُصنّف یہُودی تھا۔ اُسلوبِ تحریر، ذخیرۂ الفاظ، یہُودی رسُوم اور خصائص سے گہری واقفیّت اور پُرانے عہد نامہ کا پس منظر جو اِس اِنجیل سے مُنعکس ہوتا ہے، سب اِس دلیل کی حمایت کرتے ہیں۔ (۲) یہ یہُودی فلسطین میں بستا تھا (۱:۲۸، ۲:۱، ۱۱؛ ۴:۴۶؛ ۱۱:۱۸، ۵۴؛ ۲۱:۱، ۲)۔ وُہ یروشلیم اور ہیکل کو قریب سے جانتا تھا (۵:۲؛ ۹:۷؛ ۱۸:۱؛ ۱۹:۱۳، ۱۷، ۲۰، ۴۱۔ مزید دیکھئے ۲:۱۴-۱۶؛ ۸:۲۰؛ ۱۰:۲۲)۔ (۳) وُہ اِن باتوں کا عینی شاہد تھا۔ مقامات، اشخاص، وقت اور انداز کی مُتعدد تفاصیل موجُود ہیں (۴:۴۶؛ ۵:۱۴؛ ۶:۵۹؛ ۱۲:۲۱؛ ۱۳:۱؛

۱۴:۵، ۸؛ ۱۸:۶؛ ۱۹:۳۱)۔ (۴) وہ مسیح کا شاگرد تھا۔ وہ شاگِردوں کے اندرُونی حلقے اور خُود خُداوند کے بارے میں قریبی معلُومات کا اظہار کرتا ہے (۶:۱۹، ۶۰، ۶۱؛ ۱۲:۱۶؛ ۱۳:۲۲، ۲۸؛ ۱۶:۱۹)۔ (۵) چونکہ مُصنِّف دُوسرے شاگِردوں کے نام پُوری صحّت کے ساتھ بیان کرتا ہے مگر اَپنا نام نہیں بتاتا، اِس لئے باور کیا جاتا ہے کہ ۱۳:۲۳؛ ۱۹:۲۶؛ ۲۰:۲؛ ۲۱:۷، ۲۰ کا بے نام شاگِرد یُوحنّا رسُول ہی ہے۔ مُصنِّف کے عینی شاہد ہونے کے بارے میں تِین اَور حوالے قابِلِ غور ہیں۔ دیکھئے ۱:۱۴؛ ۱۹:۳۵ اور ۲۱:۲۴۔

۳۔ سنِ تصنیف

ایرینیئس قطعی طور پر کہتا ہے کہ یُوحنّا نے یہ انجیل اِفسُس میں تحریر کی تھی۔ اگر یہ بات درُست ہے تو اِس کا سنِ تصنیف زیادہ سے زیادہ ۶۹ء یا ۷۰ء ہوگا، اِس سے پہلے کا نہیں کیونکہ شاگِرد اِنہی دِنوں وہاں آیا تھا۔ چونکہ یُوحنّا یروشلیم کی بربادی کا ذِکر نہیں کرتا تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ ابھی پیش نہیں آیا تھا۔

بعض بہُت آزاد خیال عُلما یُوحنّا کی اِنجیل کے لئے ۴۵ء سے ۶۶ء کی تارِیخ متعیّن کرتے ہیں۔ اِس لئے کہ اِس کا تعلق بُحیرہ مُردار کے طُوماروں سے بھی مُمکن معلُوم ہوتا ہے۔ یہ بہُت غیر معمولی بات معلُوم ہوتی ہے کیونکہ عمُوماً قدامت پسند عُلما ہی پہلے کی تارِیخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ زیرِ نظر مُعاملے میں کلیسیا کی قدیم روایات بعد کی تاریخ کی حمایت کرتی ہیں۔

پہلی صدی کے اواخر کی تاریخ کے حق میں دلائِل بہُت مضبُوط ہیں۔ عُلما کی اکثریت ایرینیئس، سِکندریہ کے کلیمینس اور جیروم کے ساتھ مُتفِق ہیں کہ یُوحنّا کی انجیل سب سے آخر میں لِکھی گئی ہے۔ کُچھ تو اِس لئے بھی کہ وُہ اناجیلِ مُتوافقہ کے بیانات کو آگے بڑھاتی اور اُن پر اضافہ کرتی ہے۔ یُوحنّا کی اِنجیل میں یروشلیم کی تباہی کا ذِکر نہیں۔ شاید اِس کی وجہ یہ ہو کہ یہ کتاب اِس واقعہ کے پندرہ ۱۵ سے بیس ۲۰ سال بعد تحریر ہُوئی۔ جبکہ اِس صدمے اور حادثے کے تاثرات کافی حد تک زائِل ہو چُکے تھے۔ ایرینیئس لِکھتا ہے کہ یُوحنّا شہنشاہ طراجان (جس کا دورِ حکُومت ۹۸ء میں شرُوع ہُوا) کے عہد تک زِندہ تھا۔ اِس لئے کتاب کا سنِ تصنیف اِس کے کُچھ پہلے ہو گا۔ اِس اِنجیل میں "یہودیوں"

کا بار بار حوالہ دِیا گیا ہے جِس سے بعد کی تاریخ کا اندازہ ہوتا ہے جب مسیحیوں کے لئے یہُودی مُخالفت شدید ہو کر ایذا رسانی بن چُکی تھی۔

اگرچہ ٹھیک ٹھیک سنِ تصنیف کا تعین مُمکن نہیں تاہم یہ غالباً ۸۵ء تا ۹۵ء کے عَشرہ میں اِحاطۂ تحریر میں لائی گئی۔

۴۔ پس منظر اور مُوضُوعات

یُوحنّا اپنی انجیل کو سات مشہُور مُعجزات یا "نشانوں" پر اُٹھاتا ہے۔ ہر مُعجزے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یسُوع خُدا ہے (۱) قانائے گلیل میں پانی کو مَے بنانا (۲: ۹)۔ (۲) بادشاہ کے مُلازم کے بیٹے کو شِفا دینا (۴: ۴۶-۵۴)۔ (۳) بَیت حسدا کے حوض پر معذُور آدمی کو شِفا دینا (۵: ۲-۹)۔ (۴) پانچ ہزار کو کھلانا (۶: ۱-۱۴)۔ (۵) یسُوع کا گلیل کی جھیل کے پانی پر چلنا اور شاگِردوں کو طُوفان سے بچانا (۶: ۱۶-۲۱)۔ (۶) جنم کے اندھے کی آنکھیں کھولنا (۹: ۱-۷)۔ (۷) لعزر کو زِندہ کرنا (۱۱: ۱-۴۴)۔ یہ سات مُعجزات تو عام لوگوں کے سامنے کئے گئے تھے۔ اِن کے علاوہ ایک آٹھواں مُعجزہ بھی ہے جو یسُوع نے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد صِرف اپنے شاگِردوں کے سامنے کیا تھا۔ یہ ہے مچھلیوں کو مُعجزانہ پکڑنا (۲۱: ۱-۱۴)۔

چارلس ارڈمین کہتا ہے کہ چوتھی انجیل نے کِسی اَور کتاب کی نسبت "سب سے زیادہ لوگوں کو مسیح کی پَیروی کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ سب سے زیادہ ایمانداروں کو وفاداری سے خِدمت کرنے پر اُبھارا ہے اور عُلما کے سامنے سب سے زیادہ مُشکِل مسائل پیش کئے ہیں۔"

ہمارے خُداوند کی زمینی خِدمت کی تاریخی ترتیب اِسی اِنجیل سے مُرتّب کی گئی ہے۔ دُوسری تینوں اناجیل سے اَیسا معلُوم ہوتا ہے کہ مسیح کی خِدمت کا زمانہ صِرف ایک سال ہے۔ یُوحنّا نے سالانہ تہواروں اور عیدوں کے حوالے دِئے ہیں جِن سے حِساب لگایا گیا ہے کہ خُداوند کی علانیہ خِدمت تقریباً تین ۳ سال کے عرصے پر مُحیط تھی۔ اِن حوالہ جات پر توجُّہ دِیجئے:۔ پہلی عیدِ فسح (۲: ۱۲، ۱۳)۔ "ایک عید" (۵: ۱)۔ غالباً عیدِ فسح یا عیدِ پُوریم (یا تیسری) عیدِ فسح (۶: ۴)۔ عیدِ خیام (۷: ۲)۔ عیدِ تجدید (۱۰: ۲۲) اور عیدِ فسح (۱۲: ۱)۔ یُوحنّا وقت کے حوالے بھی پُوری صحت کے ساتھ دیتا ہے۔ باقی تینوں مُصنّفین اندازہ

سے حوالہ دے کر مُطمئِن ہو جاتے ہیں۔ لیکن یُوحنّا تخصیص اور صحت پر زور دیتا ہے جیسے "ساتویں گھنٹے میں" (۴: ۵۲)؛ "تیسرے دِن" (۲:۱)، "دو ۲ دن" (۱۱:۶) اور "چھ ۶ روز" (۱۲:۱)۔

یُوحنّا کے خطوط کے عِلاوہ اِس انجیل کا اُسلوب بیان اور ذخیرۂ الفاظ بھی انوکھا اور یکتا ہے۔ جُملے چھوٹے اور سادہ ہیں۔ سوچ میں عبرانی مگر زبان میں یُونانی ہیں۔ اکثر جُملہ جِتنا چھوٹا ہے خیال اُتنا ہی بھاری اور گہرا ہے! ذخیرۂ الفاظ تمام دیگر اناجیل کے مقابلے میں نہایت محدُود ہے، مگر مطالب و مُعانی میں اِنتہائی گہرا ہے۔ غور کریں کہ یہ الفاظ کیسے اہم ہیں اور کِتنی مرتبہ آئے ہیں۔ باپ (۱۱۸)، ایمان لانا/رکھنا (۱۰۰)، دُنیا (۷۸)، محبّت (۴۵)، گواہی، گواہی دینا وغیرہ (۴۷)، زندگی (۳۷)، نُور (۲۴)۔

یُوحنّا کی ایک نُمایاں خصُوصیّت یہ ہے کہ عدد سات یا اِس کے حاصِلِ ضرب بار بار آتے ہیں۔ صحائف میں ہر جگہ اِس عدد کے ساتھ کاملیّت اور پُورا ہونے کا تصوُّر وابستہ ہے (مُلاحظہ کریں پیدائش ۲: ۱-۳)۔ اِس انجیل میں خُدا کا رُوح مسیح کی ذات میں خُدا کے مکاشفہ کو کامل اور پُورا کر دیتا ہے۔ اِس لئے سات کے عدد پر مبنی نظیریں جگہ جگہ مِلتی ہیں۔

کون ہے جو یُوحنّا کی انجیل میں سات "مَیں ہُوں" سے واقِف نہیں؟ "زِندگی کی روٹی" (۶:۳۵، ۴۱، ۴۸، ۵۱)، "دُنیا کا نُور" (۸:۱۲؛ ۹:۵)، "دروازہ" (۱۰:۷، ۹)، "اچھّا چرواہا" (۱۰:۱۱، ۱۴)، "قیامت اور زِندگی" (۱۱:۲۵)، "راہ اور حق اور زِندگی" (۱۴:۶)، "انگُور کا درخت" (۱۵:۱، ۵)۔ سات اَور "مَیں ہُوں" بھی ہیں۔ مگر اِتنے نمایاں اور مشہُور نہیں کیونکہ اُن کے ساتھ مُسنَد نہیں ہے۔ دیکھئے ۴:۲۶؛ ۶:۲۰، ۸:۲۴، ۲۸، ۵۸؛ ۱۳:۱۹؛ ۱۸:۵، ۸، آخری دُہرا ہے۔

چھٹے باب میں "زِندگی کی روٹی" کا بیان ہے۔ یہاں جس یُونانی لفظ کا ترجمہ "روٹی" یا "روٹیاں" کیا گیا ہے، وہ اکیس ۲۱ مرتبہ آیا ہے۔ اور اکیس ۲۱ سات کا حاصِل ضرب ہے۔ اور "زِندگی کی روٹی" کی گفتگو میں "جو روٹی آسمان سے اُتری" وغیرہ کے الفاظ پُورے سات مرتبہ آئے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہُوا، یہ انجیل لکھنے سے یُوحنّا کا مقصد تھا کہ قارئین ایمان لائیں کہ "یسُوع ہی خُدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اُس کے نام سے زِندگی" پائیں۔ (۲۰:۳۱)

خاکہ

۱۔ تمہید۔ خُدا کے بیٹے کی پہلی آمد	۱:۱-۱۸
۲۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا پہلا سال	۱:۱۹-۴:۵۴
۳۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا دُوسرا سال	باب ۵
۴۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا تیسرا سال —— گلیل	باب ۶
۵۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا تیسرا سال —— یروشلیم	۷:۱-۱۰:۳۹
۶۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا تیسرا سال —— پیریہ	۱۰:۴۰-۱۱:۵۷
۷۔ خُدا کے بیٹے کی اپنوں کے درمیان خِدمت	ابواب ۱۲-۱۷
۸۔ خُدا کے بیٹے کے دُکھ اور موت	ابواب ۱۸-۱۹
۹۔ خُدا کے بیٹے کی فتح	باب ۲۰
۱۰۔ اِختتامیہ —— جی اُٹھا بیٹا اپنوں کے ساتھ	باب ۲۱

تفسیر

ا۔ تمہید ـــ خُدا کے بیٹے کی پہلی آمد ۱:۱-۱۸

یُوحنّا اپنی انجیل کا آغاز "کلام" کے بیان سے کرتا ہے لیکن وُہ شرُوع ہی میں وضاحت نہیں کرتا کہ "کلام" کیا یا کون ہے۔ "کلام" یا "کلمہ" کا بُنیادی مطلب ہے لفظ۔ اور لفظ بول چال، گُفتگو یا تقریر کی وُہ اِکائی ہے جِس سے ہم اپنے جذبات و احساسات و خیالات کا اِظہار دُوسروں پر کرتے ہیں۔ لیکن یُوحنّا تقرِیر کا نہیں بلکہ ایک شخص کا بیان کر رہا ہے۔ یہ شخص خُدا کا بیٹا، خُداوند یسُوع مسیح ہے۔ خُدا نے خُداوند یسُوع کی ذات میں بنی نوعِ اِنسان پر اپنا کامِل اِظہار کِیا ہے۔ دُنیا میں آ کر مسیح نے کامِل طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ خُدا کیسا ہے۔ اور صلیب پر ہماری خاطر مَر کر اُس نے ہمیں بتا دِیا ہے کہ خُدا ہمارے ساتھ کِس قدر محبّت رکھتا ہے۔ یُوں مسیح اِنسان کے لئے خُدا کا زِندہ کلام اور خُدا کی سوچ کا اظہار ہے۔

ا۔ کلام ـــ ازل و اَبد اور زمانے میں ۱:۱-۵

۱:۱۔ "اِبتدا میں کلام تھا"۔ اُس کا اپنا کوئی آغاز نہیں۔ وُہ ازل سے موجُود ہے۔ اِنسانی ذہن جِتنا بھی پیچھے کو ماضی میں جائے خُداوند یسُوع موجُود ہے۔ وُہ کبھی خلق نہیں کیا گیا۔ اُس کا کوئی شرُوع یا آغاز نہیں۔ (اِس اِنجیل میں خُدا کے بیٹے کا نسب نامہ بے موقع ہوتا)۔ "کلام خُدا کے ساتھ تھا"۔ اُس کی شخصیّت بالکل الگ اور جُدا ہے۔ وُہ کوئی خیال یا تصوّر ہی نہیں، نہ کوئی مبہم مِثال یا نظیر تھا بلکہ حقیقی شخص (اُقنُوم) تھا جو "خُدا کے ساتھ" رہتا تھا۔ "کلام خُدا تھا"۔ وُہ نہ صِرف "خُدا کے ساتھ" رہتا تھا بلکہ وُہ خود "خُدا تھا"۔

بائبل مُقدّس تعلیم دیتی ہے کہ خُدا ایک ہی ہے لیکن ذاتِ اِلٰہی میں تین[۳] اُقنُوم ہیں ـــ یعنی باپ، بیٹا اور رُوح القُدس۔ یہ تینوں اقانیم خُدا ہیں۔ اِس آیت

میں ذاتِ الٰہی کے دو۲ اقانیم یعنی خُدا باپ اور خُدا بیٹا کا ذِکر ہؤا ہے۔ انجیل میں بہُت سے مقامات پر صاف صاف بیان ہؤا ہے کہ "یسوع مسیح خُدا ہے"۔ یہ ایسا پہلا موقع ہے۔ صرف اِتنا کہنا کافی نہیں کہ وُہ "ایک خُدا" ہے، کہ وُہ خُدا کی "مانند" ہے، یا وُہ الٰہی صفت کا مالک ہے۔ بائبل مُقدّس سکھاتی ہے کہ وُہ "خُدا" ہے۔

۱:۲۔ بادیُ النّظر میں لگتا ہے کہ یہاں پہلی آیت کو دُہرایا گیا ہے۔ دراصل ایسا نہیں ہے۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ مسیح کی شخصیّت اور اُلوہیت دونوں کی کوئی "اِبتدا" نہیں۔ وُہ بیت لحم کے بچّہ کے طور پر پہلی دفعہ ایک شخص نہیں بنا تھا۔ اور نہ وُہ جی اُٹھنے کے بعد کسی طرح ایک خُدا بن گیا، حالانکہ بعض لوگ ایسی تعلیم دیتے ہیں۔ وُہ ازل ہی سے خُدا ہے۔

۱:۳۔ "سب چیزیں اُس کے وسیلہ سے پیدا ہُوئیں"۔ وُہ خُود مخلُوق نہیں بلکہ سب چیزوں کا خالق ہے۔ اِن میں بنی نوعِ اِنسان، حیوانات، اجرامِ فلک، سیّارے، فرشتگان، سب دیکھی اور اندیکھی چیزیں شامل ہیں۔ "اور جو کُچھ پیدا ہُؤا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی"۔ یہاں کسی قسم کا اِستثنا مُمکن نہیں۔ اگر کوئی چیز پیدا ہوئی ہے تو اُسی نے پیدا کی ہے۔ اور خالق ہوتے ہُوئے وُہ بلاشُبہ اپنی تخلیق کردہ ہر چیز سے اعلیٰ و برتر ہے۔ ذاتِ الٰہی کے تینوں اقانیم تخلیق کے کام میں شریک تھے۔ "خُدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا" (پیدائش ۱:۱)۔ "خُدا کی رُوح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی" (پیدائش ۱:۲)۔ "سب چیزیں ... اُسی کے وسیلہ سے ... پیدا ہُوئی ہیں" (کلسّیوں ۱:۱۶ ب)۔ "اُسی" سے مُراد "مسیح" ہے۔

۱:۴۔ "اُس میں زِندگی تھی"۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس "کے پاس" زِندگی تھی بلکہ یہ کہ وُہ "زِندگی" کا منبع تھا اور ہے۔ جو لفظ یہاں اِستعمال ہؤا ہے اُس میں طبعی اور رُوحانی زِندگی دونوں شامل ہیں۔ جب ہم پیدا ہُوئے تو ہمیں طبعی زِندگی ملی۔ جب ہم دوبارہ یا نئے سرے سے پیدا ہوتے ہیں تو ہمیں رُوحانی زِندگی ملتی ہے۔ دونوں اُسی سے صادر ہوتی ہیں۔

"وُہ زِندگی آدمیوں کا نُور تھی"۔ جس ہستی نے ہم کو زِندگی عطا کی، وُہی "آدمیوں کا نُور" بھی ہے۔ وُہ اِنسان کو ضرُوری ہدایت اور راہنمائی مُہیّا کرتا ہے۔ وجُود رکھنا ایک بات ہے مگر یہ عِلم رکھنا اَور بات ہے کہ زِندگی کِس طرح بسر کی جائے اور آسمان

کا راستہ کونسا ہے۔ جِس ہستی نے ہم کو زِندگی عطا کی، وُہی ہم کو "نُور" مہیّا کرتا ہے تاکہ جِس راہ پر ہم چل رہے ہیں وُہ روشن ہو۔

انجیل کے اِس اِفتتاحی باب میں ہمارے خُداوند یسُوعؔ کے لئے سات عجیب لقب اِستعمال ہُوئے ہیں (۱) کلام (آیات ۱، ۱۴)، (۲) نُور (آیات ۵، ۷)، (۳) خُدا کا برّہ (آیات ۲۹، ۳۶)، (۴) خُدا کا بیٹا (آیات ۳۴، ۴۹)، (۵) خرِستُس یعنی مسیح (مسیحِ موعُود) (آیت ۴۱)، (۶) اِسرائیل کا بادشاہ (آیت ۴۹) اور (۷) اِبنِ آدم (آیت ۵۱)۔ پہلے چار القاب جِن میں سے ہر ایک کم سے کم دو دفعہ اِستعمال ہُوا ہے، وُہ اپنے اطلاق میں عالمگیر معلُوم ہوتے ہیں۔ اور آخری تین القاب جِن میں سے ہر ایک صِرف ایک ایک دفعہ استعمال ہُوا ہے، اِن کا اوّلین اِطلاق خُدا کی قدیم قوم اِسرائیل پر ہے۔

۱:۵۔ "نُور تارِیکی میں چمکتا ہے"۔ گُناہ داخل ہُوا تو اِنسان کی عقل اور سمجھ پر "تارِیکی" چھا گئی۔ گُناہ نے دُنیا کو تارِیکی میں دھکیل دیا۔ مُراد یہ ہے کہ اِنسان نہ خُدا کو جانتا ہے اور نہ جاننا چاہتا ہے۔ یہ "تارِیکی" ہے جِس میں خُداوند یسُوعؔ آیا۔ اور وُہ "نُور" ہے جو تاریک جگہ پر چمکتا ہے۔

"تارِیکی نے اُسے قبول نہ کیا"۔ جب خُداوند یسُوعؔ دُنیا میں آیا تو تارِیکی اُس کو سمجھ نہ سکی۔ اِنسانوں کو اِحساس تک نہ ہُوا کہ وُہ حقیقت میں کون ہے۔ یا وُہ کیوں آیا۔ اِن الفاظ کا ایک اَور مفہُوم یہ ہے کہ "تارِیکی نُور پر غالب نہ آئی"۔ اِس میں تصوّر یہ ہے کہ اگرچہ اِنسان نے مُخالفت کی اور نُور کو رَدّ کر دِیا لیکن حقیقی "نُور" کو چمکنے سے نہ روک سکا۔

ب۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی خدمت ۱:۶-۸

۱:۶۔ اِس آیت میں یُوحنّا اِنجیل نوِیس کا نہیں بلکہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کا بیان ہے۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا "خُدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا" تاکہ خُداوند یسُوعؔ کا نقیب ہو۔ اُس کا مِشن یہ تھا کہ مسیح کی آمد کا اِعلان کرے اور لوگوں سے کہے کہ اُس کا اِستقبال کرنے اور اُسے قبول کرنے کو تیار ہو جاؤ۔

۱:۷۔ "یہ گواہی کے لئے آیا"۔ یہ شخص یعنی یُوحنّا یہ گواہی دینے کو آیا کہ یسُوعؔ واقعی دُنیا کا "نُور" ہے تاکہ سارے اِنسان اُس پر "اِیمان لائیں"۔

۱:۸ - اگر یُوحنّا لوگوں کی توجّہ اپنی طرف مبذُول کرانے کی کوشش کرتا تو وُہ اپنے مُقررہ کام اور ذِمّہ داری سے بے وفائی کا مُرتکب ہوتا - اُس نے لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلکہ یسوؔع کی طرف مُتوجّہ کِیا -

ج - خُدا کے بیٹے کی پہلی آمد ۱:۹ - ۱۸

۱:۹ - "حقیقی نُور ....." گُزشتہ زمانوں میں دُوسرے لوگوں نے راہنما اور نجات دہندہ ہونے کے دعوے کِیے، مگر جِس کی گواہی یُوحنّا نے دی، وُہ "حقیقی نُور" ہے یعنی سچّا "نُور"۔ "حقیقی نُور (کے) ... دُنیا میں آنے" سے ہر آدمی کو نُور حاصل ہُوا - اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آدمی کو مسیح کے بارے میں کُچھ نہ کُچھ باطنی عِلم دیا گیا ہے - اور نہ یہ مطلب ہے کہ تمام اِنسانوں نے کِسی نہ کِسی وقت خُداوند یسوؔع کے بارے میں سُنا ہوگا - البتہ مطلب یہ ہے کہ "نُور" بِلا اِمتیازِ رنگ و نسل اور قومیّت سارے اِنسانوں پر چمکتا ہے - اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ سارے اِنسانوں پر چمکنے سے خُداوند یسوؔع نے اُن کا حقیقی اور اصلی کردار بے نقاب کر دیا ہے - وُہ بطور کامل اِنسان اِس دُنیا میں آیا - اِس طرح دِکھا دِیا ہے کہ دُوسرے اِنسان کیسے نامُکمّل اور ناقص ہیں - کمرے میں اندھیرا ہو تو سازوسامان پر جمی گرد آپ کو نظر نہیں آتی - مگر جب روشنی (نُور) کی جائے تو کمرے کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے - اِسی طرح "حقیقی نُور" کے چمکنے سے اِنسان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے -

۱:۱۰ - بیتؔ لحم میں اپنی پیدائش کے وقت سے لے کر آسمان پر واپس جانے کے دِن تک وُہ اِسی "دُنیا میں تھا" جِس میں ہم رہتے بستے ہیں - وُہی ساری دُنیا کو وجُود میں لایا - لہٰذا وُہی اِس کا جائز اور حقیقی مالک ہے - اُس کو خالِق ماننے کی بجائے اِنسانوں نے یہی سمجھا کہ یہ بھی ہماری طرح کا ایک اِنسان ہے - اِنسانوں نے اُس کے ساتھ ایسا سلُوک کیا جیسا کِسی اچھُوت اور غیر یا اجنبی سے کیا جاتا ہے -

۱:۱۱ - "وُہ اپنے گھر آیا" (وُہ اپنی چیزوں میں آیا - ریفرنس بائبل کا حاشیہ) - وُہ کِسی دُوسرے کے علاقے یا جائیداد میں غیر قانُونی طور پر داخل نہیں ہُوا بلکہ ایک ایسے سیّارہ پر رہتا تھا جِسے اُس نے خُود بنایا تھا - "اُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا" - عام مفہوم میں اِشارہ تمام بنی نوعِ اِنسان کی طرف ہے - اور سچ ہے کہ بنی نوعِ اِنسان کی اکثریت

نے اُسے ردّ ہی کیا ہے۔ خاص مفہوم میں یہودی قوم اُس کی چُنی ہُوئی اور زمینی قوم تھی۔ وُہ دُنیا میں آیا تو یہودیوں کے سامنے اپنے آپ کو اُن کے مسیحِ موعود کے طور پر پیش کیا۔ مگر اُنھوں نے "اُسے قبول نہ کیا"۔

۱:۱۲۔ چنانچہ اب وُہ اپنے آپ کو تمام بنی نوعِ انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور جتنے اُس کو "قبول" کرتے ہیں، وُہ اُن کو "خُدا کے فرزند" بننے کا "حق" یا اختیار دیتا ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ہم کس طرح "خُدا کے فرزند" بن سکتے ہیں۔ نہ تو نیکیوں سے، نہ چرچ کی رُکنیّت سے، نہ اپنی پُوری جدوجہد کرنے سے بلکہ صِرف "اُس" کو قبول کرنے سے، صِرف "اُس کے نام پر ایمان لانے سے"۔

۱:۱۳۔ جسمانی یا طبعی فرزند بننے کے لئے انسان کے لئے "پیدا ہونا" ضروری ہے۔ اسی طرح خُدا کا فرزند بننے کے لئے بھی انسان کو دُوسری پیدائش کی ضرورت ہے۔ اِس کو نئی پیدائش یا نجات پانا کہا جاتا ہے۔ یہ آیت "تین طریقے" بتاتی ہے جن سے نئی پیدائش حاصل "نہیں" ہوتی۔ نیز ایک وُہ "واحد طریقہ" بھی بتاتی ہے جس سے نئی پیدائش حاصل ہوتی ہے۔ اوّل، وُہ تین طریقے جن سے انسان نئے سرے سے پیدا نہیں ہوتا۔ "نہ خُون سے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ انسان اِس لئے مسیحی نہیں ہوتا کہ اُس کے والدین مسیحی ہیں۔ والدین سے نجات "خُون" کے وسیلے سے اولاد کو منتقل نہیں ہوتی۔ نئی پیدائش "جسم کی خواہش" سے بھی نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ انسان کے جسم میں یہ قُدرت نہیں کہ نئی پیدائش حاصل کر سکے۔ اگرچہ اُس کو نجات پانے کی خواہش بھی ہو مگر صِرف "خواہش" ہی نجات کے لئے کافی نہیں۔ تیسری بات ہے "نہ انسان کے ارادہ سے"۔ کوئی انسان کسی دُوسرے انسان کو نجات نہیں دے سکتا۔ مثال کے طور پر کوئی مُبشر دلی طور سے چاہتا ہے کہ فلاں شخص کو نئی پیدائش حاصل ہو لیکن اُسے یہ مُعجزہ رُونما کرنے کی قُدرت حاصل نہیں۔ پھر یہ پیدائش ہوتی کس طرح ہے؟ جواب اِن الفاظ میں موجود ہے کہ "خُدا سے"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ نئی پیدائش دینے کی قُدرت کسی چیز یا کسی انسان کو حاصل نہیں۔ صِرف خُدا ہی یہ قُدرت رکھتا ہے۔

۱:۱۴۔ "کلام مجسّم ہُوا"۔ جب یسُوع ایک بچّے کی شکل میں بیت لحم کی چرنی میں پیدا ہُوا تو "کلام مجسّم ہُوا"۔ وُہ خُدا باپ کے ساتھ آسمان میں خُدا کے بیٹے کے طور

پر تو ازل سے مَوجود تھا۔ مگر اب اُس نے اِنسانی جسم میں دُنیا میں آنا پسند کیا۔ "وُہ ہمارے درمیان رہا"۔ یہ مختصر سی مُدّت کے لئے ظہُور نہ تھا جِس کے بارے میں کوئی غلطی یا غلط فہمی کا اِمکان ہو۔ خُدا واقعی اِس زمین پر آیا اور انسان بن کر اِنسانوں کے درمیان رہا۔ جِس لفظ کا ترجمہ "رہا" کِیا گیا ہے، اُس کا مطلب ہے "خیمہ لگایا" یا "مسکن قائم کِیا"۔ اُس کا بدن وہ خیمہ تھا جِس میں وُہ تینتیس ۳۳ برس تک آدمیوں کے درمیان رہا۔

"اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا"۔ بائبل مُقدّس میں جلال کا مطلب وُہ تیز، چمکدار نُور ہے جو اُس وقت دِکھائی دیتا ہے جب خُدا موجُود ہو۔ اِس کا مطلب خُدا کی کاملیّت اور فضیلت بھی ہے۔ جب خُداوند یسوع اِس زمین پر تھا تو اُس کا جلال گوشت پوست کے بدن میں چھپا ہُؤا تھا۔ مگر دو ۲ طریقے تھے جن سے یہ جلال ظاہر ہوتا تھا۔ پہلا، اُس کا اخلاقی جلال تھا یعنی اُس کی کامل زِندگی اور کامل کِردار کی تجلّی۔ اُس میں کوئی خامی یا کوئی داغ یا کوئی عیب نہ تھا۔ وُہ اپنی ساری باتوں اور راہوں میں کامل تھا۔ اُس کی زندگی میں ہر خُوبی نہایت نفیس توازُن کے ساتھ ظاہر ہوتی تھی۔ دُوسرا، اُس کے جلال کی دِیدنی تجلّی ہے۔ یہ واقعہ اُس پہاڑ پر ہُؤا جہاں اُس کی صُورت جلالی ہوگئی تھی (متّی ۱۷: ۱، ۲)۔ اُس وقت پطرس، یعقُوب اور یُوحنّا نے اُس کے چہرے کو سُورج کی مانند اور اُس کی پوشاک کو تیز روشنی کی طرح چمکتے ہُوئے دیکھا۔ اِن تین شاگردوں کو اُس جلال، شان و شوکت اور عظمت کا پیشگی نظارہ دِکھایا گیا جو خُداوند یسوع کو اُس وقت حاصل ہوگی جب وُہ ہزار سال تک بادشاہی کرنے کے لئے زمین پر واپس آئے گا۔

جب یُوحنّا کہتا ہے کہ "ہم نے اُس کا جلال دیکھا" تو وُہ بُنیادی طور پر خُداوند یسوع کے اخلاقی جلال کا ذِکر کرتا ہے۔ اُس نے اور دُوسرے شاگردوں نے ایک مُطلقاً کامل زِندگی کا عجُوبہ دیکھا جو اِس زمین پر بسر کی گئی۔ مگر عین ممکن ہے کہ یُوحنّا اِس بیان میں پہاڑ پر مسیح کی صُورت کے جلالی ہو جانے کے واقعہ کو بھی شامل کرتا ہے۔ جو "جلال" اِن شاگردوں نے دیکھا، وُہ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ واقعی خُدا کا بیٹا ہے۔ یسوع "باپ کا اکلوتا" ہے۔ یعنی مسیح خُدا کا یکتا اور بے مثال بیٹا ہے۔ خُدا کا اُس کی طرح کا اور کوئی بیٹا نہیں۔ ایک مفہُوم میں سارے سچّے ایمان دار خُدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن یسوع خُدا کا خاص مفہُوم میں بیٹا ہے۔ اُس کے ساتھ اور کوئی شامل یا برابر نہیں۔

اور خُدا کا بیٹا ہونے میں وُہ خُدا کے برابر ہے۔

نجات دہندہ "فضل اور سچّائی سے معمُور" تھا۔ ایک طرف تو وُہ دُوسروں کے لئے مہربانی اور بھلائی کے لئے معمُور تھا حالانکہ وُہ اِس کے حق دار نہ تھے۔ دُوسری طرف وُہ کاملاً دیانت دار اور راست تھا۔ اُس نے نہ تو گُناہ سے کبھی درگُزر کیا، نہ برائی کی اجازت دی۔ کامل طور سے فضل کرنا اور ساتھ ہی کامل طور سے راست ہونا، یہ ایک ایسی بات ہے جو صِرف خُدا ہی کرسکتا ہے۔

۱۵:۱۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے "گواہی دی" کہ یسوع خُدا کا بیٹا ہے۔ اِس سے پیشتر کہ خُداوند نے اپنی عام خِدمت کا آغاز کیا یُوحنّا لوگوں کو اِس کی بابت بتاتا رہا تھا۔ جب یسوع منظر میں آیا تو یُوحنّا نے گویا کہا کہ "یہی وُہ ہستی ہے جس کے بارے میں مَیں تمُہیں بتاتا رہا ہُوں"۔ جہاں تک پیدائش اور خِدمت کا تعلق ہے یسوع یُوحنّا کے "بعد" آیا تھا۔ وُہ یُوحنّا سے چھ ماہ بعد پیدا ہُوا تھا۔ اور اُس نے خُود کو لوگوں کے سامنے اُس وقت پیش کیا جب یُوحنّا کو منادی کرنے اور بپتسمہ دیتے کُچھ عرصہ ہو چُکا تھا۔ مگر یسوع یُوحنّا سے "مُقدّم ٹھہرا"۔ وُہ یُوحنّا سے عظیم تر تھا۔ وُہ زیادہ عِزّت و تعظیم کا حقدار تھا۔ اِس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ وُہ یُوحنّا سے "پہلے تھا"۔ وُہ خُدا کا بیٹا ـــــ ازل سے موجُود ہے۔

۱۶:۱۔ جتنے لوگ خُداوند یسوع پر ایمان رکھتے ہیں، اُن سب کو "اُس کی معمُوری" میں سے رُوحانی قُوّت دستیاب اور مُہیّا ہوتی ہے۔ "اُس کی معمُوری" اِتنی بڑی ہے کہ وُہ تمام زمانوں میں تمام مُلکوں میں تمام ایمان داروں کو قُوّت مُہیّا کرسکتا ہے۔ "فضل پر فضل" کا مطلب ہے "فضل کی کثرت"۔ اور یہاں "فضل" کا مطلب ہے خُدا کی پُرفضل عنایت یا شفقت، جو وُہ اپنے پیارے فرزندوں پر کثرت سے برساتا ہے۔

۱۷:۱۔ یُوحنّا پُرانے عہدنامہ کے زمانے اور نئے عہدنامہ کے زمانے میں تقابل پیش کرتا ہے۔ "شریعت تو مُوسیٰ کی معرفت دی گئی"۔ اِس شریعت سے "فضل" کا اِظہار نہیں ہوتا۔ شریعت اِنسانوں سے حُکم ماننے کا مُطالبہ کرتی ہے اور اگر وُہ ایسا کرنے سے قاصر رہیں تو اُن پر سزا کا حُکم صادر کرتی ہے۔ شریعت اِنسان کو یہ تو بتاتی ہے کہ نیکی یا اچھائی کیا ہے لیکن نیکی کرنے کی قُوّت اور طاقت نہیں دیتی۔ یہ اِنسانوں کو یہ دِکھانے کے لئے دی گئی کہ وُہ گُنہگار ہیں۔ مگر یہ اُنہیں گُناہ سے بچا نہیں سکتی۔

"مگر فضل اور سچّائی یسُوع مسیح کی معرفت پُہنچی"۔ وُہ دُنیا پر اِلزام لگانے نہیں بلکہ مجرموں اور نالائقوں کو بچانے آیا تھا جو اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے تھے اور جو اُس کے دشمن تھے۔ یہ ہے "فضل" ——— دُنیا کے بدترین اِنسانوں کے لئے آسمان کا بہترین تحفہ۔

یسُوع مسیح کے وسیلے سے صِرف "فضل" ہی نہیں پُہنچا بلکہ "سچّائی" بھی پُہنچی۔ اُس نے اپنے بارے میں کہا کہ "حق (سچّائی) مَیں ہُوں"۔ وُہ اپنی ساری باتوں اور سارے کاموں میں بالکل دیانت دار اور وفادار تھا۔ اُس نے "فضل" اِس طرح نہیں کیا کہ "سچّائی" پیچھے رہ جائے یا ختم ہو جائے۔ اگرچہ وُہ گُنہگاروں سے محبّت رکھتا ہے مگر اُن کے گناہ سے محبّت نہیں رکھتا۔ وُہ جانتا ہے کہ گُناہ کی مزدُوری موت ہے۔ اِس لئے وُہ گُناہ کی سزا ادا کرنے کے لئے خُود مُؤا جبکہ یہ سزا ہمارے لئے تھی۔ اِس طرح اُس نے وُہ "فضل"، وُہ شفقت دِکھائی جس کے ہم کسی طرح حقدار نہ تھے۔ اور ہماری رُوحوں کو بچا کر ہمیں آسمان میں گھر عطا کیا۔

۱:۱۸۔ "خُدا کو کِسی نے کبھی نہیں دیکھا"۔ خُدا رُوح ہے۔ اِس لئے نادیدنی ہے۔ اُس کا جسم نہیں ہے۔ اگرچہ پُرانے عہدنامہ میں وُہ فرشتہ یا آدم زاد کی شکل میں اِنسانوں پر ظاہر ہُؤا مگر ان ظہوروں سے اِس بات سے پردہ نہ اُٹھ سکا کہ حقیقت میں خُدا کیسا ہے۔ وُہ عارضی ظہور تھے جن سے اُس نے اپنے لوگوں سے ہمکلام ہونا پسند کیا۔ یسُوع "خُدا کا اکلوتا بیٹا" ہے۔ وُہ خُدا کا بے مثال بیٹا ہے کوئی اور اُس کی مانند بیٹا نہیں ہے۔ اُسے ازل سے خُدا باپ کی قُربت میں خاص مقام حاصِل ہے۔ جب یسُوع اِس دُنیا میں تھا، اُس وقت بھی وُہ "باپ کی گود میں" تھا۔ وُہ خُدا کے ساتھ ایک اور خُدا کے برابر ہے۔ اِس مُبارک ہستی نے اِنسانوں پر پُورے طور سے ظاہر کیا ہے کہ خُدا کیسا ہے۔ جب اِنسانوں نے یسُوع کو دیکھا تو خُدا کو دیکھا۔ اُنہوں نے خُدا کو کلام کرتے سُنا۔ اُنہوں نے خُدا کی شفقت اور محبّت کو محسُوس کیا۔ اِنسان کے لئے خُدا کے رویّہ اور خیالات کا کامل اِظہار مسیح سے ہُؤا۔

۲۔ خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا پہلا سال   ۱:۱۹-۴:۵۴

۱۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی گواہی   ۱:۱۹-۳۴

۱:۱۹: جب یہ خبریں "یروشلیم" پُہنچیں کہ "یُوحنّا" نام ایک شخص لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ

توبہ کرو کیونکہ مسیحِ موعُود آرہا ہے تو یہُودیوں نے "کاہن اور لاوی" معلُومات حاصل کرنے کو بھیجے۔ "کاہن" ہیکل میں اہم خِدمات سرانجام دیتے تھے جبکہ "لاوی" ہیکل میں عام خادمانہ کام کرتے تھے۔ اُنہوں نے یُوحنّا سے پُوچھا "تُو کون ہے؟" "کیا تُو مسیحِ موعُود ہے جس کا یہُودی قوم مُدتوں سے اِنتظار کر رہی ہے؟"

۱:۲۰۔ دُوسرے لوگ شاید اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے کہ مسیحِ موعُود ہونے کا دعویٰ کرکے شُہرت حاصل کرلیں لیکن یُوحنّا وفادار گواہ تھا۔ اُس کی گواہی یہ تھی کہ "مَیں تو مسیح نہیں ہُوں" یعنی مسیحِ موعُود نہیں ہُوں۔

۱:۲۱-۲۲۔ یہُودیوں کو اُمید تھی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیّاہ اِس دنیا میں واپس آئے گا (ملاکی ۴:۵)۔ چنانچہ اُن کی دلیل یہ تھی کہ یُوحنّا اگر مسیحِ موعُود نہیں تو شاید "ایلیّاہ" ہے۔ مگر یُوحنّا نے اُنہیں یقین دلایا کہ مَیں ایلیّاہ بھی نہیں۔ اِستثنا ۱۸: ۱۵ میں مُوسیٰ نے کہا ہے کہ "خُداوند تیرا خُدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تُم اُس کی سُننا"۔ یہُودیوں کو یہ پیشین گوئی یاد تھی۔ وُہ سوچنے لگے کہ شاید یُوحنّا "وُہ نبی" ہے جس کا ذِکر مُوسیٰ نے کِیا تھا۔ مگر یُوحنّا نے پھر کہا کہ ایسا بھی نہیں۔ اگر یہُودیوں کا یہ وفد بغیر حتمی "جواب" کے یروشلیم لوٹتا تو بُہت پریشان ہوتا۔ چنانچہ اُنہوں نے یُوحنّا سے کہا کہ اپنے بارے میں واضح طور سے بتا۔

۱:۲۳۔ "اُس نے کہا مَیں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پُکارنے والے کی آواز ہُوں"۔ اُن کے اِستفسار کے جواب میں یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے یسعیاہ ۴۰:۳ سے اِقتباس پیش کیا جہاں یہ نبوّت ہے کہ مسیح کے آنے سے پہلے اُس کا ایک نقیب برپا ہوگا جو اُس کی آمد کا اعلان کرے گا۔ دُوسرے لفظوں میں یُوحنّا نے کہا کہ مَیں وُہ نقیب ہُوں جس کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ وُہ "آواز" تھا اور بنی اِسرائیل "بیابان" تھے۔ خُدا کو ترک کر دینے اور اپنے گُناہ کے باعث قوم ریگستان کی مانند خُشک اور بنجر ہو چُکی تھی۔ یُوحنّا نے اپنے آپ کو صرف ایک "آواز" قرار دیا۔ اُس نے خُود کو کوئی بڑا آدمی ظاہر نہیں کِیا جس کی تعریف و توصیف کرنا لازم ہو بلکہ "آواز" جو نظر بھی نہیں آتی، صرف سُنی جاتی ہے۔ یُوحنّا "آواز" جبکہ مسیح "کلام" تھا۔ کلام کو آواز کی ضرُورت ہوتی ہے تاکہ

دُوسروں کو اُس کا عِلم ہو سکے۔ اور کلام کے بغیر آواز بے کار اور بے وقعت ہوتی ہے۔ کلام آواز سے بے اِنتہا عظیم ہوتا ہے۔ اور ہمیں بھی اُس کی خاطر آواز بننے کا شرف اور اِعزاز حاصل ہو سکتا ہے۔

یُوحنّا کا پیغام یہ تھا کہ "تم خُداوند کی راہ کو سیدھا کرو"۔ مُراد یہ ہے کہ "مسیحِ موعُود آ رہا ہے۔ اپنی زندگی سے ہر وُہ چیز، ہر وُہ بات دُور کرو جو اُس کو قبول کرنے کی راہ میں رُکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ اپنے گُناہوں سے توبہ کرو تاکہ وُہ آ کر تُم پر اِسرائیل کے بادشاہ کی حیثیت سے بادشاہی کر سکے۔"

۱:۲۴-۲۵۔ "فرِیسی" یہودیوں کا ایک کٹّر فرقہ تھے۔ وُہ فخر کرتے تھے کہ ہم شریعت کا بہُت اعلیٰ عِلم رکھتے اور پُرانے عہدنامہ کے احکامات اور ہدایات پر بڑی تفصیل سے اور بڑی سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اُن میں اکثر ریاکار تھے۔ وُہ کوشش کرتے تھے کہ مذہبی نظر آئیں لیکن دَرپردہ وُہ نہایت گُناہ آلُودہ زندگیاں بسر کرتے تھے۔ وُہ جاننا چاہتے تھے کہ یُوحنّا کے پاس بپتسمہ دینے کا کون سا اختیار ہے جبکہ وُہ کہتا ہے کہ مَیں اُن اہم شخصیات میں سے کوئی بھی نہیں جن کے نام اُنہوں نے گنوائے تھے۔

۱:۲۶-۲۷۔ "یُوحنّا نے ... کہا مَیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہُوں"۔ وُہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اُسے اہم سمجھے۔ اُس کا کام صِرف لوگوں کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کرنا تھا۔ جب بھی اُس کے سامعین اپنے گُناہوں سے توبہ کرتے، وُہ اُن کو پانی سے بپتسمہ دیتا تھا۔ یہ بپتسمہ اُن کی باطنی تبدیلی کا ظاہری نِشان تھا۔

"تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تُم نہیں جانتے"۔ یُوحنّا نے بات جاری رکھی۔ بے شک اشارہ یسوع کی طرف تھا۔ فریسی نہیں پہچانتے تھے کہ یہی وُہ مسیحِ موعُود ہے جس کا عرصے سے اِنتظار تھا۔ ایک لحاظ سے یُوحنّا فریسیوں سے کہہ رہا تھا "مت سوچو کہ مَیں کوئی بڑا آدمی ہُوں۔ جس "شخص" کی طرف تمہیں توجہ دینی چاہئے وُہ تو خُداوند یسوع ہے۔ تو بھی "تُم نہیں جانتے" کہ اصل میں وُہ ہے کون"۔ یہی وُہ "شخص" ہے جو لائق اور افضل ہے۔ وُہ آیا تو یُوحنّا کے بعد ہے مگر تمام حمد و ستائش اور تمام عظمت و بزرگی اُسی کے لئے ہے۔ غُلام کا فرض ہوتا تھا کہ اپنے مالک کی جُوتیوں کے تسمے کھولے۔ مگر یُوحنّا خود کو اِس لائق بھی نہیں سمجھتا کہ مسیح کی ایسی ادنیٰ اور حقیر خِدمت بھی کرے۔

۱:۲۸ - "بیت عنیاہ" کا صحیح محلِ وقوع معلوم نہیں۔ مگر اِتنا ضرور جانتے ہیں کہ یہ دریائے "یردن" کے مشرق کی طرف ایک جگہ تھی۔ تاہم یہ وُہ "بیت عنیاہ" نہیں جو یروشلیم کے قریب تھا۔ (بعض اِس کو بیت برہ سمجھتے ہیں)۔

۱:۲۹ - "دُوسرے دِن" یعنی یروشلیم سے آنے والے فریسیوں سے مُلاقات کے اگلے دِن یُوحنّا نے "یسوع کو اپنی طرف آتے" دیکھا۔ اُس لمحہ اُسے اِتنی شادمانی ہُوئی، اِتنا جوش آیا کہ وُہ پُکار اُٹھا "دیکھو یہ خُدا کا برّہ ہے جو دُنیا کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے"۔ یہُودیوں کے ہاں برّہ قُربانی کا جانور تھا۔ خُدا نے اپنی برگزیدہ قوم کو سکھایا تھا کہ برّہ ذبح کریں اور اُس کا خُون قُربانی کے طور پر چھڑکیں۔ برّہ کو عوضی کے طور پر ذبح کیا جاتا۔ اُس کا خُون اِس لئے بہایا جاتا تھا کہ گُناہ مُعاف ہو جائیں۔

البتہ پُرانے عہد نامہ کے زمانے میں ذبح ہونے والے برّوں کا خُون گُناہ کو دُور نہیں کرتا تھا۔ یہ برّے مثال یا تصویریں تھے۔ وُہ اِس حقیقت کو ظاہر کرتے تھے کہ ایک دِن خُدا وُہ "برّہ" مُہیّا کرے گا جو گُناہوں کو واقعی "اُٹھا لے جائے گا"۔ صدیوں سے خُدا پرست یہُودی اِس "برّہ" کی آمد کا اِنتظار کرتے آ رہے تھے۔ آخرِ کار وقت آ گیا تھا۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا فاتحانہ اِعلان کر رہا تھا کہ "خُدا کا برّہ" آ گیا ہے۔

جب یُوحنّا نے کہا کہ یسوع "دُنیا کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے" تو اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ اِس طرح ہر شخص کے گُناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔ مسیح کی موت اِتنی زیادہ قیمتی ہے کہ ساری "دُنیا" کے گُناہوں کی قیمت ادا کر سکتی ہے لیکن گُناہ صرف اُن گنہگاروں کے مُعاف ہوتے ہیں جو خُداوند یسوع کو مُنجّی مان لیتے، اُسے قبول کرتے اور اُس پر ایمان لاتے ہیں۔

جے۔ سی۔ جونز کہتا ہے کہ یہ آیت مسیحی فدیہ کی عظمت اور برتری کو ثابت کرتی ہے۔

۱- یہ فدیہ اپنی قُربانی (قُربان ہونے والے) کی ذات کے لحاظ سے عظیم اور برتر ہے۔ یہُودیت میں بے سمجھ جانوروں کو قُربان کیا جاتا تھا جبکہ مسیحیت میں خُدا کا برّہ قُربانی ہے۔

۲- یہ فدیہ کارگر ہونے کے لحاظ سے عظیم اور برتر ہے۔ یہُودیت میں

قُربانیاں ہر سال صِرف گُناہوں کی یاد تازہ کرتی تھیں جبکہ مسیحیت میں قُربانی نے گُناہ کو دُور کر دیا۔ اُس نے "اپنے آپ کو قُربان کرنے سے گُناہ کو مِٹا" دیا (عبرانیوں ۹: ۲۶)۔

۳۔ یہ فِدیہ اپنی وُسعت کے لحاظ سے عظیم اور برتر ہے۔ یہُودیت میں قُربانیاں صِرف ایک قوم کے فائدہ کے لئے ہوتی تھیں جبکہ مسیحیت میں قُربانی ساری قَوموں کے لئے ہے۔ وُہ "دُنیا کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے"۔

۱: ۳۰-۳۱۔ یُوحنّا لوگوں کو یاد دِلاتے ہوئے نہیں تھکتا تھا کہ مَیں ایک آنے والی ایسی ہستی کے لئے راہ تیار کر رہا ہُوں جو مُجھ سے بے حد عظیم ہے۔ یسوع یُوحنّا سے اِتنا ہی عظیم تر ہے جتنا خُدا انسان سے عظیم تر ہے۔ یُوحنّا یسوع سے چند مہینے پہلے پیدا ہُوا تھا مگر یسوع ازل سے موجُود ہے۔ جب یُوحنّا نے کہا کہ "مَیں تو اُسے پہچانتا نہ تھا" تو اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُس نے پہلے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

چونکہ وُہ رِشتہ کے بھائی تھے اِس لئے بہُت مُمکن ہے کہ یسوع اور یُوحنّا ایک دُوسرے سے اچھی طرح واقف تھے۔ مگر یُوحنّا نہیں پہچانتا تھا کہ میرا رشتہ کا بھائی مسیحِ موعُود ہے۔ اُس کو یہ پہچان اُس وقت حاصل ہُوئی جب یسوع کے بپتسمہ لینے کا وقت آیا۔ یُوحنّا کا مشن خُداوند کے لئے راہ تیار کرنا تھا۔ اور جب وُہ ظاہر ہوتا تو "اسرائیل" کو بتانا تھا کہ یہ مسیحِ موعُود ہے۔ اِسی مقصد کے لئے یُوحنّا لوگوں کو "پانی" سے بپتسمہ دیتا تھا تاکہ اُن کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کرے۔ اُس کا مقصد اپنے گرد شاگرد جمع کرنا نہ تھا۔

۱: ۳۲۔ یہاں اِشارہ اُس وقت کی طرف ہے جب یُوحنّا نے یردن میں یسوع کو بپتسمہ دیا۔ جب خُداوند پانی سے نِکل کر اُوپر آیا تو "خُدا کا رُوح کبُوتر کی مانند اُتر کر اُس پر آ ٹھہرا تھا" (بحوالہ متی ۳: ۱۶)۔ مُصنّف اِس بات کی وضاحت کرتا ہے۔

۱: ۳۳۔ خُدا نے یُوحنّا پر ظاہر کر دیا تھا کہ مسیحِ موعُود آ رہا ہے۔ اور جب وُہ آئے گا تو "رُوح" اُس پر "اُترے" گا اور "ٹھہرے" گا۔ اِس لئے جب یسوع کے ساتھ ایسا ہُوا تو یُوحنّا کو معلُوم ہو گیا کہ یہی وُہ ہستی ہے جو "رُوح القُدس سے بپتسمہ" دے گا۔ "رُوح القُدس" ایک اقنوم ہے۔ اور ذاتِ الٰہی کے تین اقانیم میں سے ایک ہے۔ وُہ خُدا باپ اور خُدا بیٹے کے ساتھ اُن کے برابر ہے۔

یُوحنّا تو "پانی" سے بپتسمہ دیتا تھا مگر یسوع "رُوحُ القدُس" سے بپتسمہ دے گا۔ "رُوحُ القدُس" کا یہ بپتسمہ پنتِکُست کے دِن دیا گیا (اعمال ۱:۵، ۲:۴، ۳۸)۔ اُس موقع پر "رُوحُ القدُس" آسمان سے نازل ہُؤا تاکہ ہر ایمان دار کے بدن میں سکُونت کر کے اُسے کلیسیا یعنی مسیح کے بدن (۱-کرنتھیوں ۱۲:۱۳) کا عُضو بنا دے۔

۱:۳۴۔ یُوحنّا نے یسوع کے بپتسمہ کے وقت جو کُچھ دیکھا، اُس کی بُنیاد پر اُس نے مُثبت طور پر "گواہی دی" کہ یسوع ناصری "خُدا کا بیٹا" ہے جس کے بارے میں نبوّت کی گئی تھی کہ دُنیا میں آئے گا۔ جب یُوحنّا نے کہا کہ مسیح "خُدا کا بیٹا" ہے تو اُس کا مطلب تھا کہ وُہ خُدا بیٹا ہے۔

ب ۔ اِندریاس، یُوحنّا اور پطرس کی بُلاہٹ ۱:۳۵-۴۲

۱:۳۵، ۳۶۔ "دُوسرے دِن"۔ یہ دراصل تیسرا دِن ہے جس کا یہاں ذِکر ہُوا ہے۔ "یُوحنّا" اپنے "دو شاگردوں" کے ساتھ تھا۔ ان افراد نے یُوحنّا کی منادی سُنی اور اُس پر ایمان لائے تھے۔ لیکن ابھی تک اُن کی ملاقات خُداوند یسوع سے نہیں ہُوئی تھی۔ اب یُوحنّا نے عام لوگوں کے سامنے خُداوند کی گواہی دی۔ گُزشتہ روز اُس نے یسوع کی ذات (خُدا کا برّہ) اور اُس کے کام (جو دُنیا کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے) کا ذِکر کیا تھا۔ اب وُہ صِرف اُس کی ذات کی طرف توجّہ دِلاتا ہے۔ اُس کا پیغام مُختصر، سادہ اور خالِص، بے لوث اور صِرف مُنجّی پر مرکُوز تھا۔

۱:۳۷۔ اپنی دیانت دارانہ منادی کے باعث یُوحنّا اپنے "دو شاگرد" کھو بیٹھا۔ مگر اِس بات سے خُوش تھا کہ وُہ "یسوع" کے پیچھے ہو لئے ہیں۔ اِسی طرح ہمیں اپنے دوستوں کے لئے زیادہ فِکر ہونی چاہیئے کہ وُہ ہمارے بارے میں اچھّی رائے رکھنے کی بجائے خُداوند کے پیچھے ہو لیں۔

۱:۳۸۔ مُنجّی اُن لوگوں میں ہمیشہ دِلچسپی لیتا ہے جو اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں بھی اُس نے اپنی دِلچسپی کا اظہار کیا۔ اُس نے اِن دونوں شاگردوں کی طرف پھر کر پُوچھا کہ "تم کیا ڈھونڈتے ہو؟" وُہ اِس سوال کا جواب جانتا تھا۔ وُہ ساری باتوں کو جانتا ہے، مگر وُہ چاہتا تھا کہ یہ خُود اپنی خواہش لفظوں میں بیان کریں۔ اُن کا جواب تھا "اے ربّی (یعنی اے اُستاد) تُو کہاں رہتا ہے؟" اِس جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اُس کے ساتھ رہنا اور اُسے بہتر طور پر جاننا چاہتے تھے۔ وُہ اُس سے صِرف مُلاقات ہی نہیں کرنا

چاہتے تھے، وُہ اُس کے ساتھ رِفاقت رکھنے کے آرزُومند تھے۔ "رَبّی" عِبرانی کا لفظ ہے۔ اِس کا مطلب ہے "اُستاد" (لفظی معنی ہیں میری عظیم ہستی)۔

۱:۳۹۔ "اُس نے اُن سے کہا چلو، دیکھ لوگے"۔ جو بھی سچّے دِل سے چاہتا ہے کہ نجات دہندہ کے بارے میں زیادہ جانے، وُہ اُسے کبھی دُور نہیں بھگاتا۔ یسوع نے دونوں کو اُس جگہ آنے کی دعوت دی جہاں وُہ اُس وقت قیام پذیر تھا۔ غالباً اُس وقت وُہ کسی ایسی جگہ قیام پذیر تھا جو آج کل کے مکانوں کے مُقابلے میں نہایت غریبانہ جگہ تھی۔

"پس اُنہوں نے آکر اُس کے رہنے کی جگہ دیکھی اور اُس روز اُس کے ساتھ رہے اور یہ دسویں گھنٹے کے قریب تھا"۔ اُن آدمیوں کی کبھی ایسی عِزّت افزائی نہیں ہُوئی تھی۔ وُہ رات اُنہوں نے کائنات کے خالِق کے ساتھ ایک ہی گھر میں بسر کی۔ وُہ یہُودی قوم کے اُن اوّلین افراد میں سے تھے جنہوں نے مسِیحِ موعُود کو جان اور پہچان لیا۔

"دسویں گھنٹے" سے مُراد صُبح کے دس بجے یا شام کے چار بجے ہو سکتی ہے۔ عموماً اوّل الذکر وقت (رومی) کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۱:۴۰۔ "اُن دونوں میں سے ... ایک ... اِندریاس تھا"۔ آج کل اِندریاس اُتنا مشہُور نہیں جتنا اُس کا بھائی "شمعون پطرس" ہے۔ مگر یہ حقیقت دلچسپی سے خالی نہیں کہ دونوں میں سے وُہ پہلا تھا جو یسوع کی مُلاقات کو آیا۔

دُوسرے شاگرد کا نام نہیں بتایا گیا۔ لیکن بائبل کے تقریباً تمام عُلما کہتے ہیں کہ وُہ یُوحنّا تھا۔ جس نے زیرِ نظر انجیل قلم بند کی ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ کسرِ نفسی کے باعث اُس نے اپنا نام نہیں بتایا۔

۱:۴۱۔ جب کوئی شخص یسوع کو پا لیتا ہے تو عموماً چاہتا ہے کہ میرے رِشتہ دار بھی اُس سے ملیں۔ نجات اِتنی اچھی چیز ہے کہ صِرف اپنے تک نہیں رکھی جا سکتی۔ چنانچہ "اِندریاس ... پہلے اپنے سگے بھائی شمعون" کے پاس گیا کہ اُسے یہ ولولہ انگیز اور خُوش کُن خبر سُنائے کہ "ہم کو خرِستُس یعنی مسیح مِل گیا"۔ کیسا حیرت ناک اِعلان تھا! تقریباً چار ہزار سال سے لوگ مسیحِ موعُود ـــــ خُدا کے ممسُوح ـــــ کا اِنتظار کر رہے تھے۔ اب "شمعون" خُود اپنے بھائی کی زُبان سے یہ چونکا دینے والی خبر سُنتا ہے کہ "مسیحِ موعُود" قریب ہی ہے۔ بے شک وُہ ایسی جگہ پر تھے جہاں تاریخ بن رہی تھی۔ اِندریاس کا پیغام کیسا سادہ تھا! صِرف پانچ لفظ "ہم کو خرِستُس

"مل گیا" تو بھی خدا نے اِس پیغام کو پطرس کو جیتنے کے لئے اِستعمال کیا۔ اِس سے سبق ملتا ہے کہ ہمارا بہت عمدہ یا بہت ہوشیار خطیب ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ضرورت صرف اِتنی ہے کہ سیدھے سادے الفاظ میں لوگوں کو مسیح کے بارے میں بتائیں۔ باقی کام خدا خود کر لے گا۔

۱:۴۲۔ اندریاس اپنے بھائی کو ٹھیک جگہ اور ٹھیک شخص کے پاس "لایا"۔ وُہ اُسے گرجے میں، یا عقیدے یا کسی پادری (دینی پیشوا) کے پاس نہیں لایا" وُہ اُسے یسوع کے پاس لایا۔ کیسا اہم اِقدام تھا! اندریاس کے اِس اِقدام اور دلچسپی کے باعث بعد میں پطرس بہت بڑا آدم گیر اور خداوند کا سردار شاگرد بن گیا۔ شمعون کو اپنے بھائی اندریاس کی نسبت بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ لیکن اندریاس اپنے بھائی کے اجر میں ضرور حصہ دار ہو گا۔ کیونکہ وُہی اُسے یسوع کے پاس لایا تھا۔ خداوند کو بِن بتائے شمعون کا نام معلوم تھا۔ وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ شمعون متلون مزاج ہے۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کا مزاج بدل جائے گا، ایسا کہ وُہ مضبوط چٹان بن جائے گا۔ یسوع کس طرح یہ ساری باتیں جانتا تھا؟ کیونکہ وُہ خدا تھا اور ہے۔

شمعون کا نام بدل کر کیفا (ارامی زبان میں پتھر) ہو گیا۔ اور بلاشبہ وُہ ایک مضبوط کردار کا آدمی بن گیا، خصوصاً خداوند کے آسمان پر جانے اور رُوح القدس کے نازل ہونے کے بعد۔

ج۔ فلپس اور نتن ایل کی بلاہٹ ۱:۴۳-۵۱

۱:۴۳۔ اِس باب میں یہ چوتھا دِن ہے جس کے بارے میں ہم پڑھ رہے ہیں۔ بوش (Bosch) توجہ دلاتا ہے کہ پہلے دِن ہم صرف یوحنا کو دیکھتے ہیں (آیات ۱۵-۲۸)۔ دُوسرے دِن یوحنا اور یسوع کو (آیات ۲۹-۳۴)۔ تیسرے دِن یسوع اور یوحنا کو (آیات ۳۵-۴۲) اور چوتھے دِن صرف یسوع کو (آیات ۴۳-۵۱) دیکھتے ہیں۔ خداوند شمال کی طرف گیا۔ اور اُس علاقے میں داخل ہوا جس کو "گلیل" کہتے تھے۔ وہاں اُسے "فلپس" ملا۔ خداوند نے اُسے بھی اپنا پیرو بننے کی دعوت دی "میرے پیچھے ہو لے"۔ یہ بہت ہی عظیم اور زبردست لفظ ہیں۔ اِس لئے کہ اِن کو کہنے والا عظیم ہے اور یہ عظیم اور زبردست اعزاز پیش کرتے ہیں۔ منجی آج بھی ہر جگہ اور ہر انسان کو یہ سادہ اور عظیم الشان دعوت دے رہا ہے۔

۱:۴۴۔ "بیت صیدا" گلیل کی جھیل کے ساحل پر ایک "شہر" ہے۔ دُنیا میں اِکا دُکا شہر ہی ہیں جن کو ایسی عزت بخشی گئی ہے۔ خداوند نے اِس شہر میں کئی بڑے

بڑے مُعجزے دِکھائے تھے (لُوقا ۱۰:۱۳)۔ یہ شہر "فلِپُّس، اِندریاس اور پطرس" کا گھر تھا۔ تو بھی اِس نے نجات دہندہ کو ردّ کر دِیا۔ اِس کے نتیجہ میں یہ شہر اِتنے پُورے طور پر تباہ ہُوا کہ آج یہ بتانا ممکن نہیں کہ اِس کا صحیح محلِ وقُوع کہاں تھا۔

۱:۴۵۔ "فلِپُّس" کو نئی نئی خُوشی مِلی تھی۔ وُہ کِسی اَور کو بھی اِس خُوشی میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ چُنانچہ اُس نے جا کر "نتن ایل" کو تلاش کِیا۔ نئے نُومُرید بہُت اچھے رُوحوں کو جِیتنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اُس کا پَیغام سادہ اور بامقصد تھا۔ اُس نے نتن ایل کو بتایا کہ "جِس کا ذِکر مُوسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کِیا ہے وُہ (مسیح موعُود) ہم کو مِل گیا۔ وُہ یُوسُف کا بیٹا یسوع ناصری ہے"۔ حقیقت میں اُس کا پیغام پُورے طور پر بالکُل درست نہ تھا۔ اُس نے یسوع کی بابت کہا کہ "وُہ یُوسُف کا بیٹا ۔۔۔ ہے"۔ بے شک یسوع کُنواری مریم سے پَیدا ہُوا تھا اور اُس کا کوئی اِنسانی باپ نہ تھا۔ "یُوسف" نے یسوع کو مُتبنیٰ بنا لیا تھا اور اُس کا قانُونی باپ بن گیا تھا۔ مگر اُس کا حقیقی باپ نہیں تھا۔ جیمز۔ ایس سٹُوارٹ یُوں تبصرہ کرتا ہے:

> "یسوع کا طرِیقۂ کار کبھی یہ نہیں تھا کہ شرُوع ہی میں کامِل اور پُختہ اِیمان کا تقاضا کرے۔ وُہ کبھی نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اِنسان ادھُورے عقیدے کے باعث شاگردیت اِختیار کرنے سے رہ جائے۔ اور یقین مانئے آج بھی اُس کا طرِیقۂ کار یہی ہے۔ وُہ اپنے آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ ساتھ رکھتا ہے۔ وُہ اُن سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ قریبی تعلق قائم کر لو۔ اور یہ تعلق کِسی بھی موقع پر قائم کِیا جا سکتا ہے۔ وُہ اُن کو اُسی اِیمان کے ساتھ قبُول کر لیتا ہے جو وُہ اُس کی خِدمت میں پیش کر سکتے ہیں۔ وُہ شرُوع میں اِسی پر اِکتفا کرتا ہے اور اِس مقام سے اپنے دوستوں کو آگے لے چلتا ہے۔ بالکُل جیسے پہلے گروہ کو قدم قدم لے گیا تھا۔ اور اِس بھید کے مرکز تک لے آتا ہے کہ مَیں کون ہُوں۔ اور اُن کو شاگردیت کے کامِل جلال تک پہُنچا دیتا ہے"۔

۱:۴۶۔ "نتن ایل" کو کُچھ مسائل کا سامنا تھا۔ "ناصرت" گلیل کا ایک حقارت زدہ شہر تھا۔ اُسے یہ مُمکِن معلُوم نہیں ہوتا تھا کہ مسیحِ موعُود ایسی حقیر جگہ پر رہتا ہو گا۔ چنانچہ اُس نے یہ سُوال پیش کِیا۔ "فلِپُّس" نے کوئی دلِیل بازی نہیں کی۔ اُس نے محسُوس کِیا کہ لوگوں کے اعتراضات کے جواب دینے کا بہترین طرِیقہ یہ ہے کہ اُن کو براہِ راست خُداوند یسوع سے

مِلایا جائے۔ جو لوگ دُوسروں کو مسیح کے لئے جیتنے کی کوشش کرتے ہیں یہ اُن کے لئے ایک انمول سبق ہے۔ دلیل بازی نہ کریں۔ لمبی لمبی بحثوں میں نہ اُلجھیں۔ لوگوں سے صرف اِتنا کہیں کہ "چل کر دیکھ لے"۔

۱:۴۷۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ "یسوع" سب کچھ جانتا تھا (ہے)۔ اُس کی "نتن ایل" سے پہلے کوئی واقفیت یا تعارُف نہ تھا۔ مگر اُس نے بتا دیا کہ "یہ فی الحقیقت اسرائیلی ہے۔ اِس میں مکر نہیں"۔ یعقوب نے اِس بات میں شہرت حاصل کرلی تھی کہ کاروبار میں ایسے طریقے اختیار اور اِستعمال کرتا تھا جو پُورے طور پر دیانت دارانہ نہیں ہوتے تھے۔ مگر نتن ایل ایک ایسا "اسرائیلی" تھا جس میں کوئی "یعقوب" نہ تھا۔

۱:۴۸۔ صاف ظاہر ہے کہ "نتن ایل" سخت حیران ہُؤا کہ ایک بالکل اجنبی شخص میرے ساتھ یُوں باتیں کر رہا ہے جیسے پہلے سے مجھے جانتا ہو۔ لگتا ہے کہ جب وُہ "انجیر کے درخت کے نیچے تھا" تو بالکل چھپا ہُؤا تھا۔ بے شک درخت کی لٹکتی ہوئی شاخیں اور آس پاس کی جھاڑیوں اور پودوں نے اُسے نظروں سے چھپا رکھا ہو گا۔ لیکن یسوع نے اُسے "دیکھا" حالانکہ وُہ یُوں چھپا ہُؤا تھا۔

۱:۴۹۔ خُداوند کو قدرت حاصل تھی کہ جب نتن ایل انسانی نگاہوں سے اوجھل تھا، تو بھی اُسے دیکھ لے۔ غالباً خُداوند کی اِس قدرت کے باعث "نتن ایل" قائل ہو گیا۔ یا شاید اُسے یہ علم فوق الفطرت طریقے سے دیا گیا۔ کچھ بھی ہو وُہ جان گیا اور پکار اُٹھا کہ "اے ربّی! تُو خُدا کا بیٹا ہے۔ تُو اِسرائیل کا بادشاہ ہے"۔

۱:۵۰۔ خُداوند نے نتن ایل کو دو ثبوت دئے تھے کہ مَیں مسیح موعود ہُوں۔ اُس کے کردار و مزاج کا بیان کیا تھا اور اُسے اُس وقت بھی دیکھ لیا تھا جب کوئی اَور آنکھ اُسے دیکھ نہ سکتی تھی۔ یہی دو ثبوت نتن ایل کے لئے کافی تھے۔ اور وُہ ایمان لے آیا۔ اور اب خُداوند نے وعدہ کیا کہ "تُو اِن سے بھی بڑے بڑے ماجرے دیکھے گا"۔

۱:۵۱۔ جب بھی یسوع کوئی بات کہنے سے پہلے "سچ سچ" (یُونانی متن میں "آمین، آمین" صرف یُوحنّا دُہری آمین کا بیان کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر اناجیل یسوع کے الفاظ مختصر کرتے ہُوئے ایک "آمین" کا ذکر کرتی ہیں) کہتا تھا تو ہمیشہ کوئی نہایت ہی اہم بات بیان کرتا تھا۔ یہاں اُس نے نتن ایل کو مستقبل کے ایک وقت کی تصویر دِکھائی جب وُہ (مسیح)

بادشاہی کرنے کو دُنیا میں واپس آئے گا۔ اُس وقت دُنیا جان لے گی کہ ناصرت کے حقیر سے گاؤں میں رہنے والا بڑھئی کا بیٹا حقیقت میں خُدا کا بیٹا اور اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اُس روز ”آسمان“ کھُل جائے گا۔ یہ بادشاہ حکمران ہوگا۔ یروشلیم اِس کا پایۂ تخت ہوگا۔ خُدا اُس پر مہربان ہوگا۔

غالباً نتن ایل یعقوب کی سیڑھی کے واقعہ (پیدائش ۲۸: ۱۲) پر غور وخوض کرتا رہا تھا۔ اِس سیڑھی سے فرِشتے اُترتے اور چڑھتے تھے۔ یہ خود خُداوند یسوع مسیح کی تصویر ہے کیونکہ صرف وُہی آسمان تک رسائی کا واحد ذریعہ ہے۔ ”خُدا کے فرشتوں کو اُوپر جاتے اور ابنِ آدم پر اُترتے دیکھو گے۔“ ”فرِشتے“ خُدا کے خادِم ہیں۔ وُہ اُس کے کام کرنے کے لئے آگ کے شعلوں کی طرح سفر کرتے ہیں۔ جب یسوع بحیثیت بادشاہ حکمرانی کرے گا ”یہ فرِشتے“ اُس کی مرضی کو پُورا کرنے کے لئے آسمان اور زمین کے درمیان آئیں جائیں گے۔

یسوع نتن ایل کو بتا رہا تھا کہ فی الحال تُو نے میرے مسیحِ موعُود ہونے کے نہایت معمُولی سے ثبوت دیکھے ہیں۔ مُستقبِل میں جب مسیح بادشاہ ہوگا تو دیکھے گا کہ خُداوند یسوع خُدا کا ممسُوح بیٹا ہے۔ اُس وقت ساری دُنیا دیکھ لے گی کہ ناصرت سے واقعی کوئی اچھی ہستی نکلی ہے۔

د۔ پہلا مُعجزہ ——— پانی کا مَے بن جانا ۲: ۱-۱۱

۲: ۱۔ ”تیسرے دِن“۔ بلاشُبہ اِس سے مُراد ”گلیل“ میں خُداوند کے قیام کے ”تیسرے دِن“ سے ہے۔ ۱: ۴۳ میں بیان ہُوا تھا کہ خُداوند اِس عِلاقے میں آ گیا تھا۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ ”قانا“ کہاں واقع تھا۔ لیکن اِسی باب کی آیت ۱۲ سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ وُہ کفرنحوم کے قریب بُلندی پر واقع تھا۔

اُس خاص دِن ”قانائے گلیل میں ایک شادی ہُوئی“ اور ”یسوع کی ماں وہاں تھی“۔ یہ بہُت دِلچسپ اور قابِلِ غور بات ہے کہ مریم کو ”یسوع کی ماں“ کہا گیا ہے۔ مسیح اِس لئے مشہُور نہیں ہُوا کہ وُہ کنواری مریم کا بیٹا تھا بلکہ مریم کو اِس لئے شہرت ملی کہ وُہ یسوع کی ماں ہے۔ پاک کلام مریم کو نہیں بلکہ ہمیشہ مسیح کو فضیلت کا مقام دیتا ہے۔

۲:۲- "یسوع اور اُس کے شاگردوں کی بھی اُس شادی میں دعوت تھی"۔ شادی کا اِنتظام کرنے والوں نے بڑی دانائی اور عقل مندی کی کہ مسیح کو دعوت دی۔ آج بھی بڑی عقل مندی ہے کہ لوگ خُداوند کو اپنی شادیوں میں آنے کی دعوت دیں۔ اِس مقصد کے لئے ضرُوری ہے کہ دُلہا اور دُلہن دونوں خُداوند یسوع پر اِیمان رکھتے ہوں۔ اور ضرُور ہے کہ وُہ اپنی زِندگیاں نجات دہندہ کے سپُرد کریں اور مُصمّم اِرادہ کریں کہ اُن کا گھر ایسی جگہ ہو جہاں وُہ سکونت کرنا پسند کرے۔

۲:۳- "مَے" کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ جب "یسوع کی ماں" کو پتہ چلا کہ کیا ہُؤا ہے تو اُس نے مسئلہ اپنے بیٹے کے سامنے لا رکھا۔ وُہ جانتی تھی کہ وُہ مَے پَیدا کرنے کے لئے مُعجزہ کر سکتا ہے۔ شاید وُہ یہ بھی چاہتی تھی کہ میرا بیٹا مہمانوں پر ظاہر کرے کہ مَیں خُدا کا بیٹا ہُوں۔ پاک کلام میں مَے اکثر خُوشی کی نمائندگی کرتی ہے۔ جب مریم نے کہا کہ "ان کے پاس مَے نہیں رہی" تو اُس نے اُن مردوں اور عورتوں کا بالکُل صحیح بیان کیا۔ جن کو نجات کا تجربہ نہیں اُن کے پاس حقیقی اور دائمی خُوشی ہے ہی نہیں۔

۲:۴- خُداوند نے اپنی ماں کو جو جواب دِیا، اُس میں بڑی سرد مہری اور غیریت معلُوم ہوتی ہے۔ لیکن وُہ اِتنا سخت نہیں جِتنا ہمیں معلُوم ہوتا ہے۔ جِس لفظ کا ترجمہ یہاں "عورت" کیا گیا ہے، وُہ ہمارے لفظ "خاتُون" کی مانند ہے جو اِحترام کا لقب ہے۔ جب یسوع نے کہا "اے عورت مُجھے تُجھ سے کیا کام؟" تو ظاہر کیا کہ اپنے الٰہی مشن کو پُورا کرنے کے سِلسلے میں مَیں اپنی ماں کی ہدایات کا پابند نہیں بلکہ پُورے طور سے اپنے آسمانی باپ کی فرمانبرداری کرتا ہوں۔ مریم چاہتی تھی کہ یسوع کو جلال کو پہنچا ہُؤا دیکھوں مگر اُسے اپنی ماں کو یاد دلانا ضرُور تھا کہ "ابھی میرا وقت نہیں آیا"۔ دُنیا کے سامنے کامِل فاتح مسیح کے طور پر ظاہر ہونے سے پہلے اُسے قُربانی کے مذبح پر چڑھنا ضرُور تھا۔ اُس نے کلوری کی صلیب پر اِس کام کو پُورا کیا۔

ولیمز یُوں کہتا ہے کہ

> "مُجھے تُجھ سے کیا کام؟" بائبل مُقدّس میں یہ الفاظ کئی بار آتے ہیں۔ اِن کا مطلب ہے "ہم میں کون سی بات مُشترک ہے؟" جواب ہے "کُچھ نہیں"۔ داؤد اپنے رِشتے کے بھائیوں یعنی ضرویاہ کے بیٹوں کے تعلق سے دو[۲] دفعہ

یہ اَلفاظ اِستعمال کرتا ہے ۔ یہ ناممکن تھا کہ رُوحانی زِندگی میں اُن کی کوئی بات داؤد کے ساتھ مُشترک ہوتی ۔ ۲۔سلاطین باب ۳ میں الیشع بھی دو دفعہ یہی الفاظ اِستعمال کرتا ہے کہ میرے اور اخی اب کے بیٹے یہورام کے درمیان کتنی بڑی خلیج ہے ۔ شیاطین نے تین دفعہ یہی بات کہی اور ظاہر کیا کہ شیطان اور مسیح کے درمیان کُچھ بھی مُشترک نہیں ۔ یہاں خُداوند نے یہ الفاظ کُنواری مریم کے لئے اِستعمال کرتے ہُوئے دِکھایا کہ میری بے گُناہ اُلوہیت اور مریم کی گُناہ آلُودہ بشریت کے درمیان اِتنی بڑی خلیج ہے کہ اُسے عبُور کرنا مُمکن نہیں ۔ اور یہ کہ صرف ایک آواز ہے جو میرے کانوں تک پُہنچنے کا اِختیار رکھتی ہے" (یعنی خدا کی آواز) ۔

۲:۵ ۔ مریم اُس کی بات کا مطلب سمجھتی تھی ۔ اِس لئے اُس نے نوکروں کو ہدایت کی کہ "جو کُچھ یہ تُم سے کہے وُہ کرو" ۔ مریم کے یہ الفاظ ہم سب کے لئے خاص اہمیّت رکھتے ہیں ۔ غور کریں کہ اُس نے خادموں سے یہ نہیں کہا کہ میری یا کِسی اور اِنسان کی بات مانو ۔ اُس نے اُن کی توجہ خُداوند یسُوع کی طرف مبذُول کرائی کہ وُہی وُہ ہستی ہے جِس کا حُکم ماننا چاہیئے ۔ خُداوند یسُوع کی تعلیمات ہمیں نئے عہدنامہ کے صفحات میں دی گئی ہیں ۔ جب ہم اِس انمول کتاب کو پڑھتے ہیں تو ہم کو مریم کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ "جو کُچھ یہ تُم سے کہے وُہ کرو" ۔

۲:۶ ۔ جس جگہ شادی ہو رہی تھی وہاں "پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور اُن میں دو دو یا تین تین من کی گُنجائش تھی" ۔ یہ پانی یہُودی اپنے آپ کو ناپاکی سے صاف کرنے کے لئے اِستعمال کرتے تھے ۔ مثال کے طور پر اگر کوئی یہُودی کِسی لاش کو چُھو لیتا تو ناپاک سمجھا جاتا تھا ۔ اُسے پاک ہو جانے کے لئے خاص رسم ادا کرنا ہوتی تھی ۔

۲:۷ ۔ "یسُوع نے اُن سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو" ۔ نوکروں نے جلدی جلدی اُنہیں بھر دیا ۔ خُداوند نے مُعجزہ کرنے کے لئے اُن اَشیا کو اِستعمال کیا جو دستیاب تھیں ۔ اُس نے آدمیوں کو موقع دیا کہ مٹکے مُہیّا کریں اور اُن کو "پانی" سے "بھر دیں" ۔ اِس کے بعد اُس نے وُہ کام کیا جو کوئی اِنسان کبھی نہیں کر سکتا ، یعنی پانی کو مَے میں بدل دیا ! مٹکوں کو شاگردوں نے نہیں بلکہ خادِموں نے "بھرا" تھا ۔ اِس طرح خُداوند نے اِس الزام

سے بچاؤ کیا کہ کوئی چال چلی گئی ہے۔ مزید یہ کہ مٹکے "لبالب" بھرے تھے تاکہ کوئی نہ کہہ سکے کہ پانی میں مَے ملائی گئی تھی۔

۲:۸۔ اب معجزہ ہو چکا تھا۔ خُداوند نے خادموں سے کہا کہ اِس میں سے "کچھ" نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ"۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ فوری طور پر ہو گیا تھا۔ پانی کو مَے بننے میں کچھ وقت نہیں لگا بلکہ لمحہ بھر ہی میں ہو گیا تھا۔ کسی نے شاعرانہ انداز میں کہا ہے کہ "بے شعور پانی نے اپنے خُدا کو دیکھا اور لال گلابی ہو گیا" (محاورہ بمعنی شرمساری سے رنگت سُرخ ہو جانا)۔

۲:۹۔ "میرِ مجلس" وہ شخص ہوتا ہے جو مہمانوں کے لئے کھانے پینے کا اور میزوں وغیرہ کا اِنتظام کرتا ہے۔ جب اُس نے "وہ پانی چکھا" تو جان گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے۔ وہ "جانتا نہ تھا کہ یہ (مَے) کہاں سے آئی ہے"۔ مگر اِتنا ضرور جانتا تھا کہ یہ ہے بہت اعلیٰ درجے کی۔ چنانچہ اُس نے فوراً "دُلہا کو بلایا"۔

آج مَے کے بارے میں مسیحیوں کا کیا رویّہ ہونا چاہئے؟ کئی دفعہ مَے دوا علاج کے لئے تجویز کی جاتی ہے اور یہ بات نئے عہدنامہ کی تعلیم کے عین مطابق ہے (۱۔تیمتھیس ۵: ۲۳)۔ لیکن مَے (شراب) کو بڑی بے اعتدالی سے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ خوفناک حد تک غلط اِستعمال کیا جاتا ہے۔ جب مسیحی یہ بات دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اس سے بالکل ہی دُور رہا جائے۔ کوئی شخص بھی اِس تیز مشروب کا غلام بن سکتا ہے۔ اِس خطرے سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ الکحل والے تمام مشروبات کو ہاتھ نہ لگائیں۔ علاوہ ازیں ہمیشہ غور کرنا چاہئے کہ ہمارے اعمال اور حرکات کا دُوسروں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اگر کوئی غیر نجات یافتہ شخص کسی ایمان دار کو مَے (شراب) پیتے دیکھ لے تو بہت بُری گواہی ہو گی۔ اِس وجہ سے اِس سے بچنا لازم ہے۔

۲:۱۰۔ میرِ مجلس اِس حقیقت کی طرف توجہ دِلاتا ہے کہ خُداوند یسوع کے کام کرنے کے طریقے اور عام اِنسانوں کے طریقے میں بے انتہا فرق ہے۔ شادی کے موقع پر عام دستور یہ تھا کہ سب سے "اچھی مَے" پہلے پیش کی جاتی تھی کیونکہ اِس طرح مہمان اُس کے ذائقے سے زیادہ لُطف اندوز ہو سکتے تھے۔ مگر جب کھا پی کر سیر ہو جاتے تھے تو مشروب کی کوالٹی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ مگر اِس خاص شادی میں سب سے اچھی مَے آخر میں پیش

کی گئی۔ اِس میں ہمارے لئے ایک رُوحانی سبق ہے کہ دُنیا عام طور پر لوگوں کو اپنی بہترین چیزیں پہلے پیش کرتی ہے۔ اپنی دِلکش ترین چیزیں نوجوانوں کو پیش کرتی ہے۔ اور جب وُہ بے سُود لذتوں میں زندگیاں ضائع کر چُکتے ہیں تو اُن کے بڑھاپے میں اُنہیں پیش کرنے کو دُنیا کے پاس سوائے تلچھٹ کے کُچھ نہیں ہوتا۔ مسیحی زندگی اِس سے بالکل اُلٹ ہے۔ یہ زِندگی بہتر سے بہتر ہوتی جاتی ہے۔ مسیح بہترین مے کو آخر کے لئے رکھ چھوڑتا ہے۔ ضیافت روزہ کے بعد ہوتی ہے۔

کلام کے اِس حِصّے کا اِطلاق براہِ راست یہُودی قَوم پر ہوتا ہے۔ اُس زمانے میں یہُودیت میں اِس وقت حقیقی خُوشی نہیں رہی تھی۔ لوگ بے لُطف رسُومات اور شعائر کے چکّر میں پھنسے ہوئے تھے۔ زِندگی بے مزہ ہو کر رہ گئی تھی۔ رُوحانی خُوشی اُن کے لئے ایک اجنبی چیز بن چُکی تھی۔ یہاں خداوند یسوؔع اُنہیں سِکھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مُجھ پر ایمان لاؤ۔ مَیں تُمہاری بے رَنگ زِندگی کو خُوشی سے معمُور کر دُوں گا۔ یہُودی رسُومات اور شعائر کا پانی مسیح میں پُرمسرّت حقیقت میں بدل سکتا ہے۔

۲ : ۱۱ ۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ یسوؔع بچپن اور لڑکپن میں بھی مُعجزے کرتا تھا۔ مگر یہ بیان کہ "یہ پہلا مُعجزہ" تھا اِن بے بُنیاد باتوں کو ردّ کر دیتا ہے۔ ایسی باتیں "پطرؔس کی انجیل" جیسی جعلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ رُوح القدُس نے پیش بینی کر کے اِس چھوٹے سے بیان کے وسیلے سے خُداوند کے بچپن اور لڑکپن کے زمانے کو محفُوظ کر دیا ہے۔

پانی کو مے بنانا ایک "نِشان" تھا یعنی ایسا مُعجزہ جِس کا خاص مطلب ہے۔ یہ فوق البشر کام رُوحانی معنی رکھتا ہے۔ اِن مُعجزات کا مقصد یہ ثابت کرنا بھی ہے کہ یسوؔع واقعی خُدا کا مسیح ہے۔ زیرِ نظر مُعجزہ دِکھا کر اُس نے "اپنا جلال ظاہر کیا"۔ اُس نے اِنسانوں پر ظاہر کر دیا کہ اُس کی صُورت میں خُدا مجُسّم ہُؤا۔

"اُس کے شاگرد اُس پر ایمان لائے"۔ بے شک ایک مفہُوم میں وُہ پہلے ہی ایمان لے آئے تھے۔ مگر اب اُن کا ایمان مضبُوط اور اُن کا اِعتقاد پُختہ ہو گیا۔ سی۔ جونزؔ نے کیا خُوب کہا ہے کہ:

> "مُوسیٰ کا پہلا مُعجزہ پانی کو خُون بنانا تھا۔ اِس میں زبردست تباہ کُن اثر تھا۔ مگر مسیح کا پہلا مُعجزہ پانی کو مے بنانا تھا۔ اِس کا

اثر تسکین بخش اور آسودہ کرنے والا تھا"۔

۵۔ خُدا کا بیٹا اپنے باپ کے گھر کو پاک صاف کرتا ہے

۲: ۱۲-۱۷

۲: ۱۲- اب مُنجّی نے قانا کو چھوڑا اور "وُہ اور اُس کی ماں اور بھائی اور اُس کے شاگرد کفرنحوم کو گئے"۔ وہاں وہ صِرف "چند روز رہے"۔ اِس کے بعد خُداوند یروشلیم چلا گیا۔

۲: ۱۳- یہ "یروشلیم" میں خُداوند کی پہلی گواہی ہے۔ اُس کی خِدمت کا یہ مرحلہ باب ۳ آیت ۲۱ تک چلتا ہے۔ اُس نے اپنی عام اور علانیہ خِدمت کا آغاز بھی اور اِختتام بھی "عیدِ فسح" کے موقع پر ہیکل کو پاک کرنے سے کیا (دیکھئے متّی ۲۱: ۱۲، ۱۳؛ مرقس ۱۱: ۱۵-۱۸؛ لُوقا ۱۹: ۴۵-۴۶)۔ فسح سالانہ عید ہوتی تھی۔ وُہ اُس واقعہ کی یاد میں منائی جاتی تھی جب بنی اِسرائیل کو مِصر کی غُلامی سے رہائی مِلی تھی اور خُدا اُن کو بحرِ قلزم میں سے بحفاظت پار اُتار کر بیابان میں اور وہاں سے مُلکِ موعُود میں لے آیا تھا۔ پہلی فسح منانے کا بیان خرُوج باب ۱۲ میں درج ہے۔ چونکہ یسوع یہُودی تھا، اس لئے وہ بھی یہُودی سال کے اِس اہم دِن کو منانے کے لئے "یروشلیم کو گیا"۔

۲: ۱۴- جب خُداوند "ہیکل" میں آیا تو دیکھا کہ یہ جگہ منڈی بنی ہُوئی ہے۔ بیلوں، بھیڑوں اور کبوتروں کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ صرّاف بھی اپنا دھندا کر رہے ہیں۔ عبادت گُزار ہیکل میں بیلوں، بھیڑوں اور کبُوتروں کی قُربانیاں چڑھاتے تھے۔ صرّاف غیر ممالک سے آنے والوں سے نقدی لے کر اس کے بدلے یروشلیم میں اِستعمال ہونے والے سِکّے دیتے تھے تاکہ زائرین ہیکل کا ٹیکس ادا کر سکیں۔ مشہُور ہے کہ یہ صرّاف دُور دراز کا سفر کر کے آنے والوں سے ناجائز منافع کماتے تھے۔

۲: ۱۵- خُداوند نے "رسیوں کا کوڑا" بنایا۔ یہ تو درج نہیں کہ اُس نے یہ کوڑا کسی پر اِستعمال بھی کیا تاہم ممکن ہے کہ یہ صِرف اختیار کی علامت تھا جو اُس نے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ اُس نے "بھیڑوں اور بیلوں کو ہیکل سے نِکال دیا۔ اور صرّافوں کی نقدی بکھیر دی اور اُن کے تختے اُلٹ دیئے"۔

۲:۱۶- چونکہ غریب لوگ زیادہ قیمتی اور مہنگی قُربانی نہیں چڑھا سکتے تھے اِس لئے شریعت میں اِجازت تھی کہ وہ کبُوتروں کا ایک جوڑا چڑھائیں۔ جو لوگ کبوتر بیچتے تھے اُن کو خُداوند نے حُکم دِیا کہ “اِن کو یہاں سے لے جاؤ”۔ مُناسب نہ تھا کہ لوگ یسوع کے “باپ کے گھر کو تجارت کا گھر” بنا دیں۔ ہر زمانے میں خُدا اپنے لوگوں کو خبردار کرتا رہا ہے کہ مذہبی خِدمت کو دَولت بٹورنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ خرید و فروخت کے کام یا دَولت کمانے میں کوئی ظُلم یا غیرمناسب بات نہیں لیکن یہاں خُدا کی پاکیزگی اور راستی کا سُوال تھا۔

۲:۱۷- جب اُس کے “شاگِردوں” نے یہ سب کُچھ دیکھا تو اُن کو زبُور ۶۹:۹ یاد آیا جہاں یہ نبوّت دَرج ہے کہ جب مسیحِ مَوعُود آئے گا تو خُدا کے گھر کی “غیرت” اُسے “کھا جائے گی”۔ اب اُنھوں نے دیکھا کہ یسوع اِس مُصمم ارادہ کا اِظہار کر رہا ہے کہ خُدا کی عبادت بالکُل پاک ہو۔ اور اُن کو اِحساس ہُؤا کہ یہی وہ ہستی ہے جس کا ذِکر زبُور نویس نے کیا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان دار کا بدن پاک رُوح کا مسکن ہے۔ جس طرح یسوع چاہتا تھا کہ یروشلیم کی ہیکل پاک رہے، اِسی طرح ضرُور ہے کہ ہم اپنے بدن خُداوند کے سپُرد کریں تاکہ وہ اُنہیں پاک صاف کرتا رہے۔

و- یسوع اپنی مَوت اور جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتا ہے

۲:۱۸-۲۲

۲:۱۸- لگتا ہے کہ یہُودی ہمیشہ کسی نِشان یا مُعجزے کی تلاش میں رہتے تھے۔ اِس موقع پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ “اگر تُو ہمیں کوئی بڑا نشان یا مُعجزہ دکھائے تو ہم تُجھ پر ایمان لے آئیں گے”۔ مگر خُداوند مُعجزے پر مُعجزہ دِکھاتا رہا لیکن اُن کے دِل بند ہی رہے۔ آیت ۱۸ میں اُنہوں نے اِعتراض کیا کہ تیرے پاس کیا اِختیار ہے جس سے تُو نے خرید و فروخت کرنے والوں کو ہیکل سے نِکالا ہے۔ اُن کا مُطالبہ تھا کہ مسیحِ موعُود ہونے کے دعوے کے ثبُوت میں کوئی “نِشان” (مُعجزہ) دِکھائے۔

۲:۱۹- جواب میں خُداوند نے اپنی موت اور جی اُٹھنے کے بارے میں حیرت اَفزا بیان دِیا۔ اُس نے کہا “اِس مَقدِس کو ڈھا دو تو مَیں اُسے تین دِن میں کھڑا کر دُوں گا”۔ اِس آیت میں مسیح کی اُلوہیت نظر آتی ہے۔ صِرف خُدا ہی کہہ سکتا ہے کہ “مَیں اُسے تین دِن میں کھڑا کر دُونگا”۔

۲۰:۲ - "یہودی" اُس کی بات نہ سمجھ سکے - وُہ رُوحانی سچائی کی نسبت مادّی باتوں میں زیادہ دِلچسپی رکھتے تھے - اُن کا دھیان صِرف ایک ہی مَقدِس کی طرف جاتا تھا، اور یہ تھی ہیرودِیس کی ہیکل جو اُس وقت یروشلیم میں کھڑی تھی - اُسے بنانے میں "چھیالیس ۴۶ برس" لگے تھے - اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایک آدمی اُسے صِرف "تین ۳ دِن" میں کس طرح دوبارہ کھڑی کر سکتا ہے -

۲۱:۲ - مگر خُداوند یسوع نے تو "اپنے بدن کے مَقدِس کی بابت کہا تھا" - اُس کا بدن وہ مَقدِس ہے جس میں الُوہیّت کی ساری معمُوری سکُونت کرتی ہے - اُن یہودیوں نے جس طرح یروشلیم کی ہیکل کو ناپاک کیا تھا اِسی طرح چند ہی برسوں کے بعد وُہ خُداوند کو مار ڈالنے کو تھے -

۲۲:۲ - بعد میں جب خُداوند یسوع کو مصلُوب کیا جا چُکا اور "وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا" یعنی تین دِن بعد جی اُٹھنے کا وعدہ کیا تھا - اُن کی آنکھوں کے سامنے نبوّت حیرت ناک طریقے سے پُوری ہُوئی تھی - اِس لئے "اُنہوں نے کتابِ مُقدّس اور اُس قَول کا جو یسوع نے کہا تھا یقین کیا" -

اکثر ہمارا سامنا ایسی سچائیوں سے ہوتا ہے جن کو سمجھنا مُشکل ہوتا ہے - مگر یہاں ہمیں سبق مِلتا ہے کہ ہمیں خُدا کے کلام کو خزانہ کی طرح اپنے دِلوں میں سنبھال کر رکھنا چاہئے - کوئی دِن آئے گا کہ خُداوند ہمیں سمجھا دے گا، بے شک ابھی نہ بھی سمجھتے ہوں - "اُنہوں نے کتابِ مُقدّس ... کا ... یقین کیا" - اِس کا مطلب ہے کہ اُنہوں نے پُرانے عہدنامہ میں مسیحِ موعُود کے جی اُٹھنے کی پیشین گوئیوں کا یقین کیا -

ز - بہُت سے لوگ مسیح پر ایمان لانے کا اِقرار کرتے ہیں

۲۳:۲ - ۲۵

۲۳:۲ - "جب وُہ یروشلیم میں فسح کے وقت عید میں تھا تو بہُت سے لوگ اُن مُعجزوں کو دیکھ کر جو وُہ دکھاتا تھا اُس کے نام پر ایمان لائے" - ضرُوری نہیں کہ اِس کا مطلب یہ ہو کہ اُنہوں نے اپنی زِندگیاں خُداوند کے سپُرد کر دی ہوں بلکہ صِرف ایمان لانے کا دعویٰ کیا - اُن کے اِس فعل میں کوئی حقیقت نہ تھی - یسوع کے پیچھے چلنے کا صِرف دِکھاوا تھا - یہ ہماری دُنیا کے مُشابہ ہے،

جہاں بہت سے لوگ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حقیقت میں نہ کبھی خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائے، نہ کبھی نئے سرے سے پیدا ہوئے۔

۲:۲۴۔ اگرچہ بہت سے لوگ یسوع پر ایمان لائے "لیکن یسوع اپنی نسبت اُن پر اعتبار نہ کرتا تھا" (یونانی میں "ایمان لانا" اور "اعتبار کرنا" دونوں کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوا ہے)۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ صرف تجسس کے باعث میرے پاس آ رہے ہیں۔ وہ کوئی سنسنی خیز اور ڈرامائی باتیں دیکھنا چاہتے تھے۔ "وہ سب کو جانتا تھا"۔ اُن کے خیالات اور نیتوں سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اُن کا ایمان اصلی ہے یا نقلی۔

۲:۲۵۔ اِنسان کے دل کو خود خداوند سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ وہ "اِس کی حاجت نہیں رکھتا تھا کہ کوئی اِنسان کے حق میں گواہی دے" یعنی اُس کو ضرورت نہیں کہ اِس موضوع پر کوئی اُسے سکھائے یا روشنی ڈالے۔ وہ پورا علم رکھتا ہے کہ اِنسان کے دل میں کیا ہے اور جو کچھ کرتا ہے، کیوں کرتا ہے۔

ح۔ یسوع نیکدیمس کو نئی پیدائش کے بارے میں بتاتا ہے

۳:۱-۲۱

۳:۱۔ نیکدیمس کی کہانی اُن واقعات سے بالکل مختلف ہے جن کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ یروشلیم میں بہت سے یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خداوند یسوع پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اُن کا ایمان اصلی نہیں ہے۔ البتہ نیکدیمس کی بات دوسروں سے بالکل مختلف تھی۔ خداوند نے دیکھا کہ اُسے سچائی کو جاننے کی بڑی آرزو ہے۔ یہ آیت حرفِ ربط "لیکن" سے شروع ہونی چاہئے۔ لیکن "فریسیوں میں سے ایک شخص نیکدیمس نام یہودیوں کا ایک سردار تھا"۔ قوم کے لوگ نیکدیمس کو اُستاد مانتے تھے۔ شاید وہ خداوند کے پاس سیکھنے کو آیا تھا تاکہ اضافی علم لے کر یہودیوں کے پاس واپس جائے۔

۳:۲۔ بائبل مقدس یہ نہیں بتاتی کہ نیکدیمس یسوع کے پاس "رات کو" کیوں آیا تھا۔ شاید وجہ یہ ہو کہ چونکہ یہودیوں کی اکثریت نے خداوند کو قبول نہیں کیا تھا، اِس لئے نیکدیمس نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اُسے یسوع کے پاس جاتے ہوئے دیکھے۔ کچھ بھی ہو، وہ یسوع کے

پاس آیا۔ نیکدیمس نے اِقرار کیا کہ یسوع "خُدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے" کیونکہ کوئی شخص ایسے مُعجزے نہیں کر سکتا جب تک اُسے براہِ راست "خُدا" کی مدد حاصل نہ ہو۔ اپنے تمام عِلم کے باوجُود نیکُدیمس نہ پہچان سکا کہ یسوع میں خُدا جِسم میں ظاہر ہُوا ہے۔ وُہ آج کے اُن بے شُمار لوگوں کی مانند تھا جو کہتے ہیں کہ یسوع ایک عظیم آدمی تھا، بہُت اچھّا اُستاد تھا، اور نہایت اعلیٰ نمونہ تھا۔ یہ سب کُچھ حقیقت سے کِتنی دُور ہے!

۳:۳۔ بادی النظر میں یسوع کا جواب اُس بات سے میل نہیں کھاتا جو نیکدیمس نے کہی تھی۔ خُداوند کہہ رہا ہے "نیکُدیمس، تم مُجھ سے سیکھنے آئے ہو۔ لیکن دراصل تُمھیں ضرُورت ہے کہ "نئے سِرے سے پیدا ہو۔" ضرُور ہے کہ تُم اِس بات سے شرُوع کرو۔ ضرُور ہے کہ تُم اُوپر (آسمان) سے پیدا ہو۔ ورنہ تُم کبھی "خُدا کی بادشاہی کو دیکھ نہیں سکتے۔"

خُداوند نے اِن تمام باتوں کا آغاز "مَیں تُم سے سچ سچ کہتا ہُوں" سے کِیا (لغوی معنی۔ آمین، آمین)۔ یہ الفاظ ہمیں ہوشیار اور مُتوجّہ کر دیتے ہیں کہ کوئی اہم سچّائی بیان کی جانے لگی ہے۔

یہُودی ہونے کے باعث نیکدیمس اِس اِنتظار میں تھا کہ مسیحِ موعُود آئے اور بنی اِسرائیل کو رومیوں کی غلامی سے چھُڑائے۔ اُس زمانے میں رومی حکُومت کو بیشتر دُنیا پر کنٹرول حاصِل تھا۔ اور یہُودی اُس کے قوانین اور حکمرانی کے ماتحت تھے۔ نیکُدیمس شِدّت سے منتظر اور آرزُومند تھا کہ کب وُہ وقت آئے کہ مسیح موعُود اِس دُنیا میں اپنی بادشاہی قائم کرے، کب یہُودی قوم ساری قوموں میں سرفراز ہو، اور کب ہمارے سارے دُشمن نیست ہوں۔ لیکن اب خُداوند نیکُدیمس کو بتا رہا ہے کہ بادشاہی میں داخِل ہونے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان "نئے سِرے سے پیدا ہو" (اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ "اُوپر سے پیدا ہو")۔ دُوسرے لفظوں میں مسیح کی بادشاہی میں صِرف وہی لوگ داخِل ہو سکتے ہیں جن کی زِندگیاں بدل چُکی ہوں۔ چونکہ اُس کی بادشاہی راستی کی بادشاہی ہوگی اِس لئے ضرور ہے کہ اُس کی رعایا بھی راست ہو۔ وُہ ایسے لوگوں پر بادشاہی نہیں کر سکتا جو گُناہوں میں زِندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔

۳:۴۔ ہم یہاں پھر دیکھتے ہیں کہ اِنسانوں کے لئے خُداوند یسوع کی باتیں سمجھنا کس قدر مشکِل ہے۔ "نیکُدیمس" ہر بات کو لفظی معنوں میں لیتا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا

کہ ایک بالغ شخص نئے سِرے سے کیونکر پَیدا ہو سکتا ہے"۔ وُہ اِس بات کے ناممکن ہونے پر غور کر رہا تھا کہ اِنسان "دوبارہ اپنی ماں کے پیٹ میں داخل ہو کر پَیدا ہو سکتا ہے"۔

نیکدیمُس اِس حقیقت کی جیتی جاگتی مثال ہے کہ "نفسانی آدمی خُدا کے رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وُہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ اور نہ وہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وُہ رُوحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں" (۱۔ کرنتھیوں ۲:۱۴)۔

۳:۵۔ مزید وضاحت کے لئے یسُوع نیکدیمُس کو بتاتا ہے کہ اِنسان کو "پانی اور رُوح سے پَیدا ہونا" ضرور ہے۔ ورنہ "وُہ خُدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا"۔

یسُوع کا مطلب کیا تھا؟ کئی لوگ زور دے کر کہتے ہیں کہ یہاں "پانی" سے مُراد پانی ہی ہے۔ وُہ اِس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ نجات کے لئے پانی سے بپتسمہ لینا ضروری ہے۔ مگر ایسی تعلیم باقی بائبل مُقدّس کی تعلیم کے بالکل اُلٹ ہے۔ ہم خُدا کے کلام میں ہر جگہ یہی پڑھتے ہیں کہ نجات صِرف خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانے سے ہے۔ بپتسمہ اُن کے لئے ہے جو پہلے ہی نجات پا چُکے ہیں۔ مگر یہ نجات کا وسیلہ نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس آیت میں "پانی" خُدا کے کلام کو پیش کرتا ہے۔ اِفسیوں ۵:۲۵، ۲۶ میں پانی کا خُدا کے کلام کے ساتھ گہرا تعلق نظر آتا ہے۔ پھر ۱۔ پطرس ۱:۲۳ اور یعقوب ۱:۱۸ میں یہ کہ نئی پَیدائش خُدا کے کلام کے وسیلہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مُمکن ہے کہ اِس آیت میں پانی بائبل مُقدّس کی طرف اِشارہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ پاک کلام کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ خُدا کے کلام میں جو پیغام ہے، ضرور ہے کہ گنہگار اُس کو قبول کرے۔ اِس کے بعد ہی نئی پیدائش ہو سکتی ہے۔

"پانی" سے اِشارہ رُوح القُدس کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ یُوحنّا ۷: ۳۸، ۳۹ میں خُداوند نے زِندگی کے پانی کی ندیوں کا ذِکر کیا ہے اور ہمیں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ جب اُس نے لفظ "پانی" اِستعمال کیا تو وُہ رُوح القُدس کی بات کر رہا تھا۔ اگر باب ۷ میں پانی کا مطلب رُوح القُدس ہے تو باب ۳ میں بھی یہی مطلب کیوں نہیں ہو سکتا؟

مگر یہ تشریح قبول کرتے میں ایک مشکل ہے۔ یسُوع کہتا ہے کہ "جب تک کوئی آدمی پانی اور رُوح سے پَیدا نہ ہو، وُہ خُدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا"۔ اگر "پانی" کا مطلب "رُوحُ القُدس" لیا جائے تو ایسا لگے گا کہ اِس آیت میں رُوح کا ذِکر دو دفعہ ہُوا ہے۔

لیکن جس لفظ کا ترجمہ "اَور" کیا گیا ہے اُس کا درست طور پر ترجمہ "یعنی" بھی ہو سکتا ہے۔ اِس صُورت میں آیت یوں ہوگی "جب تک کوئی آدمی پانی یعنی رُوح سے پَیدا نہ ہو وُہ خُدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا"۔ ہمارے نزدیک اِس آیت کا مطلب یہی ہے۔ جسمانی یا طبعی پَیدائش کافی نہیں۔ اگر انسان "خُدا کی بادشاہی میں داخل" ہونا چاہے تو اُس کو رُوحانی طور سے پَیدا ہونے کی ضرُورت ہے۔ یہ رُوحانی پَیدائش خُدا کا پاک رُوح اُس وقت دیتا ہے جب اِنسان خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ اِس تشریح کی حمایت "رُوح سے پَیدا ہُوا" کی اِصطلاح سے بھی ہوتی ہے جو آیات ۶ اور ۸ میں دو دفعہ اِستعمال ہُوئی ہے۔

۶:۳ - اگر نیکدُیمس کِسی طرح ماں کے پیٹ میں دوبارہ داخل ہو کر دوبارہ پَیدا ہو بھی جاتا تو بھی اُس کی بُری سرِشت یا فطرت بَدل نہ سکتی۔ یہ الفاظ کہ "جو جِسم سے پَیدا ہُوا ہے جِسم ہے" یہ مطلب رکھتے ہیں کہ اِنسانی والِدین سے پَیدا ہونے والے بچّے اپنی نجات کے سِلسلے میں بے بس اور بے اُمّید ہوتے ہیں۔ دُوسری طرف "جو رُوح سے پَیدا ہُوا ہے رُوح ہے"۔ رُوحانی پیدائش اُس وقت ہوتی ہے جب اِنسان خُداوند یسوع پر ایمان لاتا ہے۔ جب کوئی شخص رُوح سے دوبارہ پَیدا ہوتا ہے تو اُسے نئی فِطرت مِلتی ہے اور وُہ خُدا کی بادشاہی کے لائق بنایا جاتا ہے۔

۷:۳ - خُداوند یسوع نے نیکدُیمس سے کہا کہ تُو میری تعلیمات پر "تعجّب نہ کر"۔ نیکدُیمس کو جان لینا چاہیئے کہ اِنسان کو "نئے سِرے سے پَیدا ہونا ضرُور ہے" اور یہ بھی کہ اِنسان اپنی گِری ہُوئی (گُناہ آلُودہ) حالت کو بدلنے میں قطعی طور پر بے بس ہے۔ اُسے یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ خُدا کی بادشاہی کی رعیّت بننے کے لئے اِنسان کا پاک، بیداغ اور رُوحانی ہونا لازم ہے۔

۸:۳ - خُداوند یسوع اکثر فطرت سے مثالیں دے کر رُوحانی سچائیوں کی وضاحت کرتا تھا۔ یہاں بھی ایسا ہی کرتا ہے۔ وُہ نیکدُیمس کو یاد دلاتا ہے کہ "ہَوا جِدھر چاہتی ہے چلتی ہے اور تُو اُس کی آواز سُنتا ہے مگر نہیں جانتا کہ وُہ کہاں سے آتی اور کہاں کو جاتی ہے"۔ نئی پیدائش بھی ہَوا کی مانند ہے۔ اوّل، یہ خُدا کی مرضی کے مُطابق واقع ہوتی ہے۔ یہ کوئی ایسی قُوّت نہیں جو اِنسان کے ہاتھ اور اِختیار میں ہو۔ دُوسرے، نئی پَیدائش نادیدنی ہوتی ہے۔ آپ نئی پیدائش کے عمل کو دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن اِنسان کی زِندگی میں اِس کے اثرات اور نتائج دیکھ سکتے ہیں۔ جب آدمی نجات پا لیتا ہے تو اُس میں ایک تبدیلی آ جاتی ہے۔ پہلے جن بُری

باتوں سے پیار کرتا تھا اُن سے وُہ اب نفرت کرتا ہے۔ پہلے وُہ خُدا کی باتوں کو حقیر جانتا تھا۔ اب اُن کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص ہَوا کو پُوری طرح نہیں سمجھ سکتا، اِسی طرح اِنسان نئی پیدائش کو بھی نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ یہ خُدا کے رُوح کا مُعجزہ ہے۔ علاوہ ازیں ہَوا کی طرح نئی پیدائش بھی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں پہلے سے کُچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کہنا ممکن نہیں کہ نئی پیدائش "کب" یا "کہاں" واقع ہوگی۔

۳:۹۔ "نیکدیمس" دوبارہ ظاہر کرتا ہے کہ طبعی عقل اِلٰہی باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ بے شک وُہ نئی پیدائش کو رُوحانی عمل نہیں بلکہ ابھی تک طبعی عمل سمجھ رہا تھا۔ اِسی لئے وُہ خُداوند سے پوچھتا ہے کہ "یہ باتیں کیونکر ہو سکتی ہیں؟"

۳:۱۰۔ یسوع نے "جواب" دِیا کہ "بنی اِسرائیل کا اُستاد" ہونے کے باعث "یہ باتیں" نیکدیمس کی سمجھ میں آ جانی چاہیئے تھیں۔ پُرانا عہدنامہ صاف صاف سکھاتا ہے کہ جب مسیحِ موعُود اپنی بادشاہی قائم کرنے کے لئے آئے گا تو پہلے اپنے دشمنوں کی عدالت کرے گا اور اِن تمام باتوں کو نیست کرے گا جو گُناہ کرنے پر اُبھارتی ہیں۔ صِرف وُہی لوگ اِس بادشاہی میں داخِل ہوں گے جو اپنے گُناہوں کا اعتراف کر کے اُن کو ترک کر دیں گے۔

۳:۱۱۔ اب خُداوند نے اِس بات پر زور دِیا کہ میری تعلیم بے خطا ہے تو بھی اِنسان میرا یقین نہیں کرتے۔ خُداوند ازل سے اِن باتوں کی سچّائی کو جانتا ہے اور صِرف اُن باتوں کی تعلیم دیتا تھا جن کو وُہ "جانتا" اور جن کو "دیکھا" تھا۔ لیکن نیکدیمس اور اُس کے زمانے کے اکثر یہُودیوں نے اُس کی گواہی کو قبول کرنے سے اِنکار کر دِیا۔

۳:۱۲۔ وُہ "زمین کی باتیں" کونسی ہیں جن کا ذِکر خُداوند نے اِس آیت میں کِیا ہے؟ مُراد اُس کی "زمین کی" بادشاہی ہے۔ نیکدیمس پُرانے عہدنامہ کا عالم تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ ایک دِن مسیحِ موعُود آئے گا اور اِس زمین پر اپنی بادشاہی قائم کرے گا۔ یروشلیم اُس کا دارالحکُومت ہوگا۔ مگر نیکدیمس ایک بات سمجھنے میں ناکام رہا کہ اِس نئی بادشاہی میں داخِل ہونے کے لئے نئی پیدائش ضرُوری ہے۔ پھر وُہ "آسمان کی باتیں" کونسی ہیں جن کا ذِکر خُداوند نے کِیا ہے؟ اِن سے مُراد وُہ سچّائیاں ہیں جن کا بیان اگلی آیات میں ہُؤا ہے، یعنی وُہ عجیب اور شاندار طریقہ جس سے اِنسان کو نئی پیدائش حاصِل ہوتی ہے۔

۳:۱۳۔ صِرف ایک شخص ہے جو "آسمان کی باتیں" کرنے کا اہل ہے کیونکہ صِرف وُہی ایک

ہستی ہے جو "آسمان میں ہے"۔ خُداوند یسُوع صِرف اِنسانی اُستاد ہی نہیں جسے خُدا نے بھیجا تھا بلکہ وُہ ہستی ہے جو اَزل سے خُدا باپ کے ساتھ ہے۔ وُہ "آسمان سے اُترا" اور اِس دُنیا میں آیا۔ جب اُس نے کہا کہ "آسمان پر کوئی نہیں چڑھا" تو اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حنوک اور ایلیاہ جیسے پُرانے عہد نامہ کے مُقدّسین آسمان پر نہیں گئے بلکہ یہ کہ وُہ "آسمان پر" اُٹھائے گئے تھے جب کہ یہ عمل خُود اُسی (مسیح) کی قُدرت سے ہُوا تھا۔ دُوسری تشریح ہے کہ کسی اِنسان کو خُدا کی حضُوری میں وُہ مسلسل رسائی حاصِل نہیں جو مسیح کو ہے۔ وُہ ایک بے مثال طریقے سے خُدا کی سکُونت گاہ تک جا سکتا ہے کیونکہ وُہ اِسی آسمان سے اِس زمین پر اُترا ہے۔ جب خُداوند یسُوع زمین پر کھڑا نیکدیمس سے بات چیت کر رہا تھا تو اُس نے کہا کہ مَیں اِس وقت بھی "آسمان میں" ہُوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خُداوند یسُوع، خُدا ہے، اِس لئے ایک ہی وقت میں سب جگہ حاضِر ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وُہ "ہر جا موجُود" ہے تو یہی مطلب ہوتا ہے۔ کئی جدید عُلما "جو آسمان میں ہے" کے اَلفاظ کو قبول نہیں کرتے لیکن مسودوں سے اِن الفاظ کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ متن کا حِصّہ ہیں۔

۳: ۱۴۔ اب خُداوند یسُوع نیکدیمس پر آسمانی سچائی کھولنے کو تھا۔ نئی پیدائش کِس طرح ہوتی ہے؟ اِنسان کے گُناہوں کی سزا کو پُورا کرنا ضرُوری ہے۔ انسان اپنے گُناہوں کے ہمراہ آسمان میں نہیں جا سکتا۔ "جِس طرح مُوسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اُونچے پر چڑھایا اُسی طرح ضرُور ہے کہ اِبنِ آدم بھی اُونچے پر چڑھایا جائے" (دیکھئے گنتی ۲۱: ۴-۹)۔ مُلکِ موعُود کی راہ پر بیابان میں آوارہ گھُومتے ہُوئے بنی اسرائیل بے حوصلہ اور بے صبر ہو گئے تھے۔ وُہ خُدا کے خِلاف بڑبڑانے لگے۔ سزا کے طور پر خُداوند نے اُن کے درمیان آتشیں سانپ بھیجے۔ اِس کے نتیجے میں بہُت سے لوگ مَر گئے۔ باقی لوگوں نے توبہ کر کے خُداوند کے حضُور فریاد کی تو اُس نے مُوسیٰ سے کہا کہ پیتل کا "ایک سانپ" بنا کر بَلّی پر لٹکا دے۔ جِن اِسرائیلیوں کو سانپ ڈستے تھے، جب وُہ پیتل کے اِس سانپ پر نظر کرتے تو معجزانہ طور پر بچ جاتے تھے۔

یسُوع نے پُرانے عہد نامہ کے اِس واقعہ سے وضاحت کی کہ نئی پیدائش کِس طرح ہوتی ہے۔ اِنسانوں کو گُناہ کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چُنانچہ اُن پر ابدی موت کی سزا

کا حکم ہو چکا ہے۔ پیتل کا سانپ خُداوند یسوع کی تصویر یا مثیل تھا۔ بائبل میں پیتل کا مطلب ہے عدالت یا سزا۔ خُداوند یسوع قطعی طور پر بے گُناہ تھا۔ لیکن اُس نے ہماری جگہ لے لی اور ہماری سزا برداشت کی۔ بلّی کلوری پر اُس صلیب کی تصویر ہے جس پر خُداوند یسوع کو لٹکایا گیا۔ ہم ایمان لاکر اُس کی طرف دیکھتے اور نجات پاتے ہیں۔

۳:۱۵۔ وہ مُنجی جو گُناہ سے واقف نہ تھا اُسے ہمارے لئے گُناہ ٹھہرایا گیا تاکہ ہم اُس میں ہو کر خُدا کی راستبازی ہو جائیں "تاکہ "جو کوئی" خُداوند یسوع مسیح پر "ایمان لائے اُس میں ہمیشہ کی زندگی پائے"۔

۳:۱۶۔ بے شک یہ بائبل مُقدّس کی مشہور ترین آیت ہے کیونکہ یہ انجیل کی خوشخبری کو بڑی سادگی اور صفائی سے بیان کرتی ہے۔ اِس آیت میں وہ ساری تعلیم نہایت مختصر اَلفاظ میں بیان ہُوئی ہے جو خُداوند یسوع نئی پیدائش کے سِلسلے میں نیکدیمس کو دے رہا تھا۔ لکھا ہے کہ "خُدا نے دُنیا سے ایسی محبّت رکھّی"۔ "دُنیا" میں سارے بنی نوع اِنسان شامل ہیں۔ خُدا اِنسان کے گُناہوں یا دُنیا کے بَدی سے بھرے ہُوئے نظام سے محبّت نہیں رکھتا بلکہ وہ انسانوں سے محبّت رکھتا ہے۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اُن میں سے ایک بھی ہلاک ہو۔

اِس محبّت کی وُسعت اِس حقیقت سے ظاہر اور ثابت ہوتی ہے کہ "اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا"۔ یہ اُس کے لامحدُود پیار کا اِظہار ہے کہ وہ باغی گنہگاروں کے بدلے میں "اپنا" بے مثال "بیٹا" دینے کو راضی ہو گیا۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک اِنسان کو نجات مِل گئی ہے۔ ضرُور ہے کہ اِنسان پہلے اُس کام کو قبول کرے جو مسیح نے اُس کی خاطر کیا ہے۔ پھر خُدا اُس کو ابدی زندگی دیتا ہے۔ اِسی لئے اِن اَلفاظ کا اِضافہ کیا گیا ہے کہ "تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو"۔ کسی کو بھی ہلاک ہونے کی کوئی ضرُورت نہیں۔ ایک راستہ مُہیّا کر دیا گیا ہے جس پر چل کر سب لوگ نجات پا سکتے ہیں مگر ضرور ہے کہ ہر انسان خُداوند یسوع مسیح کو شخصی نجات دہندہ قبول کرے۔ جب وہ ایسا کرتا ہے تو "ابدی زندگی" کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ زندگی ابھی اُس کی مِلکیت ہو جاتی ہے۔

۳:۱۷۔ خُدا کوئی سخت گیر اور ظالم حُکمران نہیں ہے جو بنی نوع اِنسان پر غضب

نازل کرنے کو اُدھار کھائے بیٹھا ہو۔ اُس کا دِل اِنسان کے لئے نرمی اور پیار سے بھرا ہُوا ہے۔ اِسی لئے اُس نے ہماری نجات کے لئے اِنتہائی قیمت اَدا کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ خُدا اپنے بیٹے کو دُنیا میں اِس لئے بھی بھیج سکتا تھا کہ دُنیا پر سزا کا حُکم کرے لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اِس کے برعکس اِس لئے بھیجا کہ دُکھ اُٹھائے، خُون بہائے اور جان دے تاکہ "دُنیا اُس کے وسیلہ سے نجات پائے"۔ صلیب پر خُداوند یسوع کا کام وسیع ہے کہ دُنیا کے تمام گنہگار نجات پا سکتے ہیں بشرطیکہ اُسے قبول کرلیں۔

۳ : ۱۸۔ تمام بنی نوع اِنسان دو گروہوں میں بٹے ہُوئے ہیں۔ ایک اِیمان دار دُوسرے بے اِیمان۔ ہمارے ابدی انجام کا انحصار اِس بات پر ہے کہ خُدا کے بیٹے کے بارے میں ہمارا کیا رویّہ ہے۔ جو اِنسان مُنجّی پر ایمان لاتا ہے "اُس پر سزا کا حُکم نہیں ہوتا" لیکن "جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حُکم ہو چُکا" ہے۔ خُداوند یسوع نے نجات کا کام مکمّل کر دیا ہے۔ اَب ہر ایک فرد کی ذمّہ داری ہے کہ فیصلہ کرے کہ اُسے قبول کرے گا یا ردّ کرے گا۔ محبّت کے ایسے تحفے کو ردّ کر دینا نہایت ہولناک بات ہے۔ اگر کوئی شخص خُداوند یسوع پر ایمان نہیں لاتا تو خُدا اُس پر سزا کا حُکم دینے کے علاوہ کُچھ نہیں کرسکتا۔

اُس کے "نام" پر ایمان لانا یا اُس پر ایمان لانا ایک ہی بات ہے۔ بائبل مُقدّس میں نام پُورے شخص کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگر آپ یسوع کے "نام" پر ایمان لاتے ہیں تو خُود یسوع پر ایمان لاتے ہیں۔

۳ : ۱۹۔ یسوع وُہ "نُور" ہے جو "دُنیا میں آیا ہے"۔ وُہ خُدا کا بے گُناہ اور بے داغ برّہ ہے۔ وُہ ساری دُنیا کے گُناہوں کے لئے مؤا۔ لیکن کیا اِس وجہ سے اِنسان اُس سے محبّت کرتے ہیں؟ نہیں —— بلکہ اُس پر ناراضی اور خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔ وُہ اپنے گناہوں کی بجائے نجات دہندہ یسوع کو ردّ کر دیتے ہیں۔ جس طرح رینگنے والے اکثر حشرات الارض روشنی آتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، اُسی طرح شریر لوگ مسیح کی حضوری سے بھاگتے ہیں۔

۳ : ۲۰۔ جو لوگ گُناہ کو پسند کرتے ہیں، وُہ "نُور سے دُشمنی" رکھتے ہیں اِس لئے کہ نُور اُن کے گناہوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جب یسوع اِس دُنیا میں تھا تو گُنہگار اِنسان اُس کی حضوری سے پریشان اور بے چین ہو جاتے تھے کیونکہ اُس کی پاکیزگی اِن لوگوں

کی خوفناک حالت کو بے نقاب کر دیتی تھی۔ کسی لاٹھی کی ٹیڑھ کو نُمایاں کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایک سیدھی لاٹھی اُس کے بالمقابل رکھ دی جائے۔ خُداوند اِس دُنیا میں "کامِل انسان" بن کر آیا تاکہ اُس کے مقابل تمام دِیگر اِنسانوں کی ٹیڑھ بے نقاب ہو جائے۔

۲۱:۳۔ اگر کوئی اِنسان خُدا کے سامنے پُورے طور پر دیانت دار اور سچّا ہو، تو وُہ "نُور کے پاس آتا ہے"۔ جب وُہ نُور یعنی یسُوعؔ مسیح کے پاس آتا ہے تو دیکھتا ہے کہ مَیں تو قطعی طور پر گُناہ آلُود اور بے وَقعت ہُوں۔ پھر وُہ نجات دہندہ پر ایمان لائے گا اور مسیح پر ایمان لانے سے اُس کی نئی پیدائش ہو جائے گی۔

ط۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی یہودیہ میں خدمت

۳۶-۲۲:۳

۲۲:۳۔ اِس باب کے پہلے حِصّے میں یروشلیم شہر میں خُداوند یسُوعؔ کی گواہی کا بیان ہُوا ہے۔ اِس آیت سے لے کر باب کے آخر تک "یہُودیہ" میں مسیح کی خِدمت کا ذِکر ہے۔ بے شک وُہ یہودیہ اور اِس کے گرد نواح میں نجات کی خوشخبری دیتا رہا۔ جَیسے جَیسے لوگ نُور میں آتے تھے، اُن کو "بپتسمہ" دیا جاتا تھا۔ اِس آیت سے ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ یسُوعؔ خُود بپتسمہ دیتا تھا۔ لیکن یُوحنّا ۲:۴ سے پتہ چلتا ہے کہ بپتسمہ اُس کے شاگرد دیتے تھے۔

۲۳:۳۔ جِس "یُوحنّا" کا ذِکر اِس آیت میں ہے، وُہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا ہے۔ وُہ ابھی تک یہُودیہ کے عِلاقے میں توبہ کا پیغام سُنا رہا تھا اور اُن یہُودیوں کو بپتسمہ دیتا تھا جو مسیح موعُود کی آمد کی تیاری کے لئے توبہ کرنے پر آمادہ ہوتے تھے۔ "اور یُوحنّا بھی شالیم کے نزدیک عینُون میں بپتسمہ دیتا تھا کیونکہ وہاں پانی بُہت تھا"۔ اِس سے یہ قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ وُہ غوطہ سے بپتسمہ دیتا تھا۔ لیکن یہ بات مُضمر ضرُور ہے۔ اگر وُہ پانی چھڑکنے یا اُنڈیلنے سے بپتسمہ دیتا ہوتا تو "بہت پانی" کی ضرُورت نہ ہوتی۔

۲۴:۳۔ یہ آیت بیان کرتی ہے کہ یُوحنّا کی خِدمت جاری تھی اور خُدا پرست یہُودی اِس سے متاثر بھی ہو رہے تھے۔ مُستقبلِ قریب میں "یُوحنّا ... قیدخانہ میں ڈالا" اور وفادار گواہی کے سبب اُس کا سر قلم کیا جانے کو تھا۔ لیکن تب تک وُہ اپنے مقررہ فرض کو تن دہی سے پُورا کرتا رہا۔

۳:۲۵- اِس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ "یُوحنّا کے" کُچھ "شاگِردوں کی کِسی یہُودی کے ساتھ طہارت کی بابت بحث ہُوئی"- اِس کا مطلب کیا ہے؟ "طہارت" کا یہاں غالباً مطلب بپتسمہ ہے- بحث یہ تھی کہ کیا یُوحنّا کا بپتسمہ یسوع کے بپتسمہ سے بہتر ہے؟ کِس بپتسمہ میں زیادہ قُوّت ہے؟ کونسا زیادہ اہم ہے؟ شاید یُوحنّا کے کُچھ شاگِرد نادانی سے یہ کہتے ہوں کہ کوئی بپتسمہ بھی ہمارے اُستاد (یُوحنّا) کے بپتسمہ سے بہتر نہیں ہوسکتا- شاید فرِیسی اِس کوشِش میں رہے ہوں کہ یُوحنّا کے شاگردوں میں یسوع اور اُس کی بڑھتی ہُوئی مقبولیّت کے بارے میں حسد پیدا کریں-

۳:۲۶- فیصلہ کرانے کے لئے وُہ "یُوحنّا کے پاس" آئے- وُہ اُس سے گویا پُوچھ رہے تھے کہ "اگر تُمہارا بپتسمہ بہتر ہے تو پھر اِتنے لوگ تُمہیں چھوڑ چھوڑ کر یسوع کے پاس کیوں جا رہے ہیں؟" "جو شخص یردن کے پار تیرے ساتھ تھا"- اِن الفاظ سے مُراد مسیح یسوع ہے- یُوحنّا نے خُداوند یسوع کے حق میں گواہی دی- اِس کے نتیجے میں اُس کے اپنے بہُت سے شاگِرد اُس کا ساتھ چھوڑ کر یسوع کے پیچھے ہولئے تھے-

۳:۲۷- اگر یُوحنّا کے جواب کا اِشارہ خُداوند یسوع کی طرف تھا تو مطلب یہ تھا کہ مُنجّی کو جو کامیابی ہورہی تھی وُہ ثبوت تھی کہ خُدا اُس سے راضی ہے- اگر یُوحنّا کا اشارہ اپنی طرف تھا تو وُہ کہہ رہا تھا کہ مَیں نے کبھی بڑا یا اہم ہونے کا دعویٰ کیا ہی نہیں- اُس نے کبھی دعویٰ نہیں کِیا تھا کہ میرا بپتسمہ یسوع کے بپتسمہ سے برتر اور اعلیٰ ہے- یہاں وُہ صِرف اِتنی بات بیان کر رہا ہے کہ میرے پاس اِس سے زیادہ کُچھ نہیں جو "آسمان سے" مِلا ہے- یہ بات ہم سب پر صادِق آتی ہے- لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم مغرور ہوں یا آدمیوں کے سامنے اپنے عِزّت و وقار کو بنانے کی کوشِش کریں-

۳:۲۸- یُوحنّا نے اپنے شاگردوں کو یاد دِلایا کہ مَیں نے بار بار بتایا ہے کہ "مَیں مسیح نہیں- مگر" صِرف "اُس کے آگے بھیجا گیا ہُوں"- تُم میرے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو؟ تُم میرے گِرد ایک پارٹی کیوں قائم کرنا چاہتے ہو؟ مَیں تو اہم شخصیّت نہیں- مَیں تو تُمہاری توجہ خُداوند یسوع کی طرف دِلا رہا ہُوں-

۳:۲۹- خُداوند یسوع مسیح "دُلہا" ہے- اور یُوحنّا بپتسمہ دینے والا صِرف "دُلہا کا دوست" ہے- دُلہن دُلہا کے دوست کی نہیں ہوتی، بلکہ خُود "دُلہا" کی ہوتی ہے- اِس لئے مُناسب بات

تھی کہ لوگ یُوحنّا کو چھوڑ کر یسوعؔ کے پیچھے چلیں ۔ یہاں لفظ "دُلہن" عمُومی مفہُوم میں اِستعمال ہُوا ہے ۔ مُراد ہے وُہ تمام لوگ جو خُداوند یسوعؔ کے شاگرد بن جائیں گے ۔ پُرانے عہدنامہ میں اسرائیل قوم کو یہوواہ کی "بیوی" کہا گیا ہے ۔ بعد میں نئے عہدنامہ میں جو لوگ مسیح کی کلیسیا کے ممبران ہیں، اُن کو دُلہن سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ مگر یہاں یُوحنّا کی اِنجیل میں لفظ دُلہن عمُومی معنوں میں اِستعمال ہُوا ہے ۔ مُراد اُن لوگوں سے ہے جو مسیحِ موعُود کے ظہُور پر یُوحنّا کو چھوڑ گئے تھے ۔ اِس سے مُراد نہ اِسرائیلی قوم ہے نہ مسیحی کلیسیا ۔ یُوحنّا اپنے پیروؤں کو کھو کر اُداس یا ناراض نہیں ہُوا بلکہ وُہ "دُلہا کی آواز سے بہُت خوش ہوتا ہے" ۔ وُہ اِس بات پر خُوش تھا کہ یسوعؔ کو توجہ مل رہی ہے ۔ جب لوگ مسیح کی تعریف اور تعظیم کرنے لگے تو یُوحنّا کی "یہ خوشی پُوری ہو گئی" ۔

۳ : ۳۰ ۔ یُوحنّا کی خدمت کے پُورے مقصد کا خُلاصہ اِس آیت میں بیان ہُوا ہے ۔ وُہ پُورے زور سے محنت کرتا تھا کہ تمام مرد و زن کو خُداوند کی طرف پھیرے اور اُن پر اُس کی اصل حقیقت اور قدر و قیمت کو واضح کرے ۔ اور وُہ جانتا تھا کہ اِس مقصد کے لئے مُجھے اپنے آپ کو پس منظر میں رکھنا ہو گا ۔ اگر مسیح کا کوئی خادِم توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ ایک طرح کی بے وفائی اور غداری ہو گی ۔

اِس باب میں تین "ضرُور ہے" پر غور کریں ۔ پہلا گُنہگار کے لئے ہے (۳ : ۷) ۔ دُوسرا مُنجّی کے لئے (۳ : ۱۴) اور تیسرا ایک مُقدّس شخص کے لئے (۳ : ۳۰) ہے ۔

۳ : ۳۱ ۔ یسوعؔ ہے "جو اُوپر سے آتا ہے اور سب سے اُوپر ہے" ۔ اِس بیان کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اُس کی اصل آسمانی ہے اور مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے ۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا اپنی ادنیٰ حیثیّت کو ثابت کرنے کے لئے اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں "زمین سے" ہُوں اور "زمین ہی کی کہتا" ہُوں ۔ سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اُس کی پیدائش کا تعلق ہے وُہ اِنسانی والدین سے ایک بشر پیدا ہُوا تھا ۔ اُسے آسمانی مرتبہ حاصل نہیں تھا ۔ لہٰذا وُہ اُس اختیار کے ساتھ کلام نہیں کر سکتا تھا جس اختیار سے مسیح کر سکتا تھا ۔ وُہ مسیح سے کم تر درجہ رکھتا تھا ۔ "جو اُوپر سے آتا ہے وُہ سب سے اُوپر ہے" ۔ مسیح ساری کائنات کا حاکمِ اعلیٰ اور فرمانروائے مُطلق العنان ہے ۔ اِس لئے مُناسب ہے کہ لوگ اُس کے ایلچی کی نہیں بلکہ خُود اُس کی پیروی کریں ۔

۳ : ۳۲- جب خُداوند یسوع کلام کرتا تھا تو اختیار کے ساتھ کرتا تھا۔ وُہ لوگوں کو وُہ باتیں بتاتا تھا جن کو اُس نے "دیکھا اور سُنا" تھا۔ اِس میں کسی غلطی کا اِمکان نہ تھا۔ مگر عجیب بات ہے کہ "کوئی اُس کی گواہی قبول نہیں کرتا تھا"۔ "کوئی ... نہیں" اِن الفاظ کو مُطلق مفہوم میں نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ایسے افراد بھی ہیں جو خُداوند یسوع کے کلام (گواہی) کو قبول کرتے ہیں۔ البتہ یُوحنّا (بپتسمہ دینے والا) بنی نوع اِنسان پر عمُومی نظر ڈال کر بیان کرتا ہے کہ اکثریت نے مُنجّی کی تعلیمات کو مُسترد کر دیا ہے۔ یسوع وُہ ہستی ہے جو آسمان سے اُترا۔ مگر نہایت ہی تھوڑے لوگ تھے جو اُس کی سُننے پر آمادہ تھے۔

۳ : ۳۳- آیت ۳۳ اُن تھوڑے لوگوں کا بیان کرتی ہے جنہوں نے واقعی خُداوند کی باتوں کو قبول کیا کہ یہ خُدا کی ہیں۔ اِس قبولیّت سے اُنہوں نے "اِس بات پر مُہر کر دی کہ خُدا سچّا ہے"۔ آج بھی حالات ایسے ہی ہیں۔ جب لوگ انجیل کے پیغام کو قبول کرتے ہیں تو وُہ خُود اپنے اور باقی بنی نوع اِنسان کے خِلاف خُدا کی طرف ہو جاتے ہیں۔ وُہ اِحساس کرتے ہیں کہ اگر "خُدا نے" کُچھ کہا ہے تو وُہ ضرُور "سچ" ہے۔ غور کریں کہ آیت ۳۳ کس صفائی سے مسیح کی اُلوہیت کی تعلیم دیتی ہے۔ کہتی ہے کہ جو کوئی "مسیح کی گواہی" پر ایمان لاتا ہے، وُہ تسلیم کرتا ہے کہ "خُدا سچّا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی گواہی "خُدا" کی گواہی ہے۔ لہٰذا ایک کو قبول کرنا دُوسرے کو قبول کرنے کے مُترادف ہے۔

۳ : ۳۴- یسوع ہی وُہ ہستی ہے "جسے خُدا نے بھیجا" اور وُہی "خُدا کی باتیں کہتا ہے"۔ اپنے اِس بیان کی حمایت میں یُوحنّا کہتا ہے کہ خُدا "رُوح ناپ ناپ کر نہیں دیتا"۔ مسیح کو خُدا کے پاک رُوح سے اِس طرح مسح کیا گیا جیسے کسی دُوسرے کو کبھی نہیں کیا گیا۔ دُوسروں کو یہ شعُور ہوتا ہے کہ ہماری خدمت میں رُوحُ القدُس کی مدد شامل ہے لیکن کسی کی خِدمت رُوحُ القدُس سے کبھی ایسی معمُور نہیں ہُوئی جیسی خُدا کے بیٹے کی خِدمت تھی۔ نبیوں کو خُدا سے جُزوی مکاشفہ حاصل ہوتا تھا۔ لیکن رُوح نے مسیح میں اور مسیح کے وسیلے سے خُدا کی حِکمت اور خُدا کے دِل اور اُس کی لامحدُود محبّت کو اِنسان پر ظاہر کر دیا ہے۔

۳ : ۳۵- یُوحنّا کی انجیل میں سات مرتبہ بتایا گیا ہے کہ "باپ بیٹے سے محبّت رکھتا ہے"۔ یہ اِنہی سات میں سے ایک موقع ہے۔ یہاں اِس محبّت کا اظہار "سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دے دینے" کے وسیلہ سے کیا گیا ہے۔ جن چیزوں پر مُنجّی کو اختیارِ مُطلق ہے، اُن میں اِنسان کا

انجام بھی شامل ہے۔ اِس بات کی وضاحت آیت ۳۶ میں ہوتی ہے۔

۳:۳۶۔ خُدا نے مسیح کو اِختیار دِیا ہے کہ اُن سب کو "ہمیشہ کی زِندگی" دے جو اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ ساری بائبل میں یہ واضح ترین آیت ہے کہ اِنسان کِس طرح نجات پا سکتا ہے۔ صِرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی "بیٹے پر ایمان" لانا۔ جب ہم یہ آیت پڑھتے ہیں تو احساس ہونا چاہئے اور ماننا چاہیئے کہ خُدا کلام کر رہا ہے۔ وُہ وعدہ کر رہا ہے اور یہ وعدہ کبھی ٹُوٹ نہیں سکتا۔ وُہ بڑی صفائی سے کہتا ہے کہ "جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زِندگی اُس کی ہے"۔ جب ہم اِس وعدہ کو قبول کرتے ہیں تو اندھیرے میں چھلانگ نہیں لگاتے بلکہ صِرف اُس بات پر ایمان لاتے ہیں جو کبھی جُھوٹ اور غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ "جو" خُدا کے "بیٹے کی نہیں مانتا زِندگی کو نہ دیکھے گا بلکہ اُس پر خُدا کا غضب رہتا ہے"۔ ایسے لوگوں پر پہلے ہی خُدا کا غضب ہے۔ اِس آیت سے ہم سیکھتے ہیں کہ ہمارے انجام کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ ہم خُدا کے "بیٹے" کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اگر اُسے قبول کرتے ہیں تو خُدا ہمیں ہمیشہ کی "زِندگی" مُفت انعام کے طور پر دیتا ہے۔ اگر اُسے ردّ کرتے ہیں تو ہمیں ہمیشہ کی "زِندگی" کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ خُدا کا "غضب" ہم پر مُعلّق رہتا ہے جو کسی لمحہ بھی نازِل ہو سکتا ہے۔

غور کریں کہ اِس آیت میں شریعت پر عمل کرنے، سُنہری اصُول کو ماننے، گرجے جانے اور اپنی پُوری پوری کوشش کرنے یا بہشت میں جانے کے لئے نیک اعمال کرنے کے بارے میں کُچھ بھی نہیں کہا گیا۔

ی۔ سامریہ کی ایک عورت کا ایمان لانا

۴:۱-۳۰

۴:۱-۲۔ "فریسیوں نے سُنا ... کہ یسوؔع یُوحنّاؔ سے زیادہ شاگرد کرتا اور بپتسمہ دیتا ہے" اور کہ یُوحنّاؔ کی مقبُولیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ غالباً اُنہوں نے اِس موقع کو استعمال کر کے یُوحنّاؔ کے شاگردوں اور خُداوند یسوؔع کے شاگردوں میں حسد اور مُقابلہ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی۔ دراصل "یسوع آپ" بپتسمہ نہیں دیتا تھا۔ یہ کام "اُس کے شاگرد" کرتے تھے۔ لیکن لوگوں کو بپتسمہ خُداوند کے شاگرد یا پیرو ہونے کے لئے دِیا جاتا تھا۔

۴: ۳- یسوع "یہُودیہ کو چھوڑ کر پھر گلِیل کو چلا گیا"- اِس طرح اُس نے شاگردوں میں پھُوٹ ڈالنے کی کوششوں کو ناکام بنا دیا- لیکن اِس آیت میں ایک اَور بات بھی بہُت اہم ہے- یہوؔدیہ یہودی مذہب کا گڑھ تھا جبکہ گلِیل میں بہُت سے غیر یہُودی بھی رہتے تھے- خُداوند یسوؔع نے جان لیا تھا کہ یہُودی لیڈر اُسے اور اس کی گواہی کو پہلے ہی ردّ کر رہے ہیں- چنانچہ یہاں وُہ نجات کا پیغام لے کر غیر قوم لوگوں کی طرف مُتوجہ ہوتا ہے-

۴: ۴- یہُودیہ سے گلِیل کو جانے والی شاہراہ سامریہ میں سے ہو کر گزُرتی تھی- یہُودی سامریہ کے عِلاقے کو اِتنا قابلِ نفرت سمجھتے تھے کہ وُہ گلِیل جانے کے لئے سامریہ سے باہر باہر گھُوم کر لمبے راستے سے سفر کیا کرتے تھے جو پیریہ سے ہو کر جاتا تھا- چنانچہ جب یہ کہا گیا کہ "اُس کو سامریہ سے ہو کر جانا ضرور تھا" تو مطلب یہ نہیں کہ جغرافیائی لحاظ سے اَور کوئی صُورت نہ تھی بلکہ حقیقت یہ تھی کہ "سامریہ" میں ایک انسان کو مدد کی ضرورت تھی-

۴: ۵- "سامریہ" میں خُداوند یسوؔع ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہُنچا "جو سُوخار کہلاتا ہے"- اِس گاؤں کے قریب ایک "قطعۂ" زمین ہے "جو یعقوب نے اپنے بیٹے یُوسف کو دیا تھا" (پیدائش ۴۸: ۲۲)- جب یسوؔع اِس عِلاقے سے گزُر رہا تھا تو ماضی کی تارِیخ کے سارے مناظر متواتر اُس کی آنکھوں کے سامنے تھے-

۴: ۶- وہاں ایک چشمہ تھا جو "یعقوب کا کنُواں" کہلاتا تھا- یہ قدیم کنُواں آج بھی موجُود ہے- یہ بائبل مُقدّس کے اُن چند قدیم مقامات میں سے ایک ہے جن کی حتمی طور پر شناخت ہو سکی ہے-

جب یسوؔع اِس کنُوئیں پر پہُنچا تو تقریباً دوپہر (یہُودی وقت) کا وقت یا "چھٹے گھنٹے (رومی وقت) کے قریب تھا"- طویل پیدل سفر کے باعث یسوؔع "تھکا ماندہ" تھا- چنانچہ وُہ "اُس کنُوئیں پر یُونہی بیٹھ گیا"- اگرچہ یسوؔع خُدا کا بیٹا تھا مگر وُہ بشر (اِنسان) بھی تھا- بحیثیتِ خُدا وُہ کبھی تھک نہیں سکتا مگر بحیثیتِ بشر وُہ تھک گیا- ہمیں یہ باتیں سمجھنا مُشکل لگتا ہے- لیکن فانی ذہن خُداوند یسوؔع مسیح کی ذات کو کبھی کامِل طور پر سمجھ نہیں سکتا- یہ حقیقت ایک بھید ہے کہ خُدا ایک اِنسان کے رُوپ میں اِس دُنیا میں آیا اور رہا- یہ بھید ہماری عقل اور سمجھ سے بالکُل بالا ہے-

۴: ۷- جب یسوؔع اُس کنُوئیں پر بیٹھا ہوُا تھا تو "سامریہ کی ایک عوَرت پانی بھرنے

آئی"۔ جیساکہ اکثر عُلما کہتے ہیں اگر یہ دوپہر کا وقت تھا تو عورتوں کے لئے کنُوئیں پر جانے کے لئے نہایت غیر معمُولی وقت تھا کیونکہ یہ دِن کا گرم ترین وقت ہوتا ہے۔ لیکن وُہ ایک بدکار عورت تھی۔ اُس نے شرم کے مارے یہی وقت چُنا ہوگا کیونکہ جانتی تھی کہ اِس وقت کوئی دوسری عورت وہاں نہیں ہوگی۔ بے شک خُداوند کو شرُوع ہی سے عِلم تھا کہ وُہ اِس وقت کنُوئیں پر آئے گی۔ وُہ جانتا تھا کہ یہ کتنی ضرُورت مند ہے۔ چُنانچہ اُس نے اُس سے مِلنے کا فیصلہ کیا تاکہ اُسے گناہ آلُودہ زِندگی سے چھُڑائے۔

کلامِ مُقدّس کے اِس حِصّے میں ہمیں رُوحوں کو جیتنے والا اُستاد مصرُوفِ کار نظر آتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم اُن طریقوں کا بغور مُطالعہ کریں جو اُس نے اِستعمال کئے کہ کِس طرح اِس عورت کو اُس کی ضرُورت کا احساس دِلایا اور اُس کے مسئلے کا حل پیش کیا۔ ہمارے خُداوند نے اُس عورت سے صِرف سات مرتبہ بات کی۔ عورت نے بھی سات مرتبہ بات کی —— چھ دفعہ خُداوند سے اور ساتویں دفعہ اپنے شہر کے لوگوں سے۔ شاید اگر ہم خُداوند سے اِتنی زیادہ بات کریں جتنی سامریہ کی اُس عورت نے کی تھی تو ہماری گواہی بھی ایسی ہی کامیاب ہو جیسی اُس کی گواہی تھی جب اُس نے اپنے شہر کے لوگوں کو خُداوند کے بارے میں بتایا۔ یسُوع نے گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے اُس سے ایک درخواست کی۔ یسُوع سفر سے تھکا ماندہ تھا۔ اُس نے عورت سے کہا "مُجھے پانی پلا"۔

۴:۸ - یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اِنسانی نُقطۂ نظر سے یسُوع کو کیوں پانی مانگنا پڑا۔ کیونکہ اُس کے شاگرد شہر میں کھانا مول لینے کو گئے تھے"۔ عام طور پر شاگردوں کے پاس پانی نِکالنے کے برتن ہوتے تھے۔ مگر وُہ ساتھ ہی شہر لے گئے ہوں گے۔ چنانچہ خُداوند کے پاس کنُوئیں سے پانی نِکالنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔

۴:۹ - عورت نے یسُوع کو پہچان لیا کہ "یہُودی" ہے تو حیران ہُوئی کہ وہ ایک سامری" سے باتیں کرنے لگا ہے۔ سامری دعویٰ کرتے تھے کہ ہم یعقوب کی نسل ہیں اور خُود کو اصلی اِسرائیلی سمجھتے تھے جبکہ دراصل وُہ یہُودی اور بُت پرستوں کی مخلوط نسل تھے۔ اُنہوں نے کوہِ گرزیم کو اپنی مُستند پرستش کی جگہ بنالیا تھا۔ یہ پہاڑ سامریہ میں واقع تھا۔ اِس گفتگو کے دوران وُہ پہاڑ صاف نظر آرہا تھا۔ یہُودی سامریوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اِسی لئے اِس عورت نے خُداوند یسُوع سے کہا کہ "تُو یہُودی ہو کر مجھ سامری

عورت سے پانی کیوں مانگتا ہے؟" وُہ نہیں جانتی تھی کہ وُہ اپنے خالق سے مخاطب ہے اور کہ اُس کی محبت تمام اِنسانی تفرقات اور اِمتیازات سے کہیں بالاتر ہے۔

۴: ۱۰-۱۱- خُداوند نے اُس سے ایک درخواست کر کے اُس کی دِلچسپی اور تجسُّس کو بیدار کر دیا تھا۔ اب یہ کہہ کر اُن کو مزید اُبھارتا ہے کہ مَیں خُدا اور اِنسان دونوں ہُوں۔ اوّل تو وُہ خُود "خُدا کی" سب سے پہلی "بخشش" ہے یعنی وُہ ہستی جس کو "خُدا" نے دُنیا کا مُنجّی ہونے کے لئے بخش دیا، یعنی اُس کا اِکلوتا بیٹا —— مگر وُہ اِنسان بھی تھا جس نے سفر سے تھکا ماندہ ہو کر پینے کو پانی مانگا۔ دُوسرے لفظوں میں اگر وُہ جان لیتی کہ جس سے مخاطب ہُوں وُہ خُدا ہے جو جسم میں ظاہر ہؤا ہے تو وُہ اُس سے برکت "مانگتی" اور وُہ اُسے "زِندگی کا پانی دیتا"۔ عورت تو صِرف لغوی معنوں میں پانی کے بارے میں سوچ رہی تھی اور جانتی تھی کہ ضروری سازو سامان کے بغیر وہ پانی حاصِل نہیں کر سکتا۔ وُہ نہ تو خُداوند کو پہچان سکی اور نہ اُس کی بات کا حقیقی مطلب سمجھ سکی۔

۴: ۱۲- جب اُس عورت کا دھیان قَوم کے بزرگ اور جدِ امجد "یعقوب" کی طرف گیا تو اُس کی اُلجھن اَور گہری ہو گئی۔ "یعقوب" نے "یہ کنُواں" اُن لوگوں کو دیا تھا۔ اور "خُود اُس (یعقوب) نے اور اُس کے بیٹوں نے اور اُس کے مویشی نے اُس میں سے پیا"۔ اور اب صدیاں گزر جانے کے بعد یہ ایک تھکا ماندہ مُسافر تھا جو درخواست کر رہا تھا کہ مجھے اِس کنُوئیں سے پانی پلایا جائے اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں یعقوب کے دِئے ہُوئے پانی سے بہتر چیز دے سکتا ہُوں۔ اگر اُس کے پاس کوئی بہتر چیز ہے تو پھر کیوں یعقوب کے کنُوئیں سے پانی کی درخواست کرتا ہے؟

۴: ۱۳- اِس لئے خُداوند سمجھانے لگا کہ یعقوب کے کنُوئیں کے عام پانی میں اور جو پانی مَیں دُوں گا اُس میں کیا فرق ہے۔ "جو کوئی اِس پانی میں سے پیتا ہے وُہ پھر پیاسا ہو گا"۔ بے شک سامری عورت اِس بات کو جانتی اور سمجھتی تھی۔ وُہ ہر روز وہاں پانی بھرنے آتی تھی۔ مگر ضرورت کبھی پُورے طور سے پُوری نہیں ہوتی تھی۔ دُنیا بھر کے کنُوؤں کا یہی حال ہے۔ اِنسان زمینی چیزوں میں خُوشی اور تسلّی تلاش کرتا ہے، لیکن یہ چیزیں اِنسان کے دِل کی پیاس کو بُجھا نہیں سکتیں۔ جس طرح اوگسطین اپنے "اعتراف" میں کہتا ہے "اے خُداوند! تُو نے ہمیں اپنے لئے بنایا ہے اور ہمارے دِل اُس وقت تک بے چین رہتے ہیں جب تک تجھ میں چین نہ پائیں"۔

۴: ۱۴- جو "پانی" یسوع دیتا ہے، وُہ حقیقی طور پر پیاس بُجھاتا ہے۔ "جو کوئی مسیح

کی برکات اور رحم میں سے "پیئے گا . . . وُہ ابد تک پیاسا نہ ہوگا"۔ اُس کی برکات نہ صِرف دِلوں کو سیر کرتی ہیں بلکہ اُوپر سے چھلک کر بہنے لگتی ہیں۔ وُہ رَواں "چشمہ" کی مانند ہیں جو نہ صِرف اِس زِندگی میں بلکہ ابدیت میں بھی مُسلسل اُبلتا اور بہتا رہتا ہے۔ "جو ہمیشہ کی زِندگی کے لئے جاری رہے گا"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ مسیح کے دِئے ہُوئے پانی کے فوائد صرف اِسی زِندگی اور اِسی دُنیا تک محدُود نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تک جاری و ساری رہیں گے۔ جو برکات مسیح عطا کرتا ہے، وُہ صِرف دِل ہی کو سیر نہیں کرتیں بلکہ اِتنی بڑی ہیں کہ دِل میں سما ہی نہیں سکتیں۔

اِس دُنیا کی خُوشیاں صِرف چند برسوں کے لئے ہوتی ہیں مگر وُہ مسرتیں جو مسیح مُہیا کرتا ہے "ہمیشہ کی زِندگی کے لئے جاری" رہتی ہیں۔

۴:۱۵۔ جب اُس "عورت" نے اِس حیرت افزا پانی کے بارے میں سُنا تو فوراً کہنے لگی "خُداوند، وُہ پانی مُجھ کو دے"۔ مگر وُہ ابھی تک عام پانی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وُہ چاہتی تھی کہ مُجھے ہر روز پانی بھرنے کو کُنوئیں پر نہ آنا پڑے۔ اُسے اِحساس نہیں تھا کہ جس پانی کی بات خُداوند یسوؔع کر رہا ہے وُہ رُوحانی پانی ہے جس سے مُراد وُہ ساری برکتیں ہیں جو اِنسان کو مسیح پر ایمان لانے سے مِلتی ہیں۔

۴:۱۶۔ یہاں گُفتگُو میں یکدم تبدیلی آجاتی ہے۔ عورت نے خُداوند یسوؔع سے پانی مانگا، مگر وُہ کہتا ہے کہ "جا اپنے شوہر کو یہاں بُلا لا"۔ کیوں؟ نجات پانے سے پہلے لازم ہے کہ یہ عورت اپنے گُنہگار ہونے کا اقرار کرے۔ سچّی توبہ کرتے ہُوئے مسیح کے پاس آئے۔ اپنے گُناہ کا اِقرار کرے۔ خُداوند اُس کی ساری گُناہ آلُودہ زِندگی کے بارے میں جانتا تھا۔ اور اُس کی قدم قدم پر راہنمائی کر رہا تھا کہ وُہ خُود اپنی زِندگی کو دیکھ لے۔

صِرف وُہی لوگ نجات پا سکتے ہیں جو جان لیتے ہیں کہ ہم گمراہ، بھٹکے ہُوئے اور کھوئے ہُوئے ہیں۔ کھوئے ہُوئے تو سب اِنسان ہیں، مگر سب اِس حقیقت کو ماننے پر آمادہ نہیں۔ ہم بھی جب لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کی کوشش کرتے ہیں تو کبھی گُناہ کے سُوال سے پہلُوتہی نہ کریں۔ ہم اُن کی راہنمائی کریں کہ وُہ اِس حقیقت کا سامنا کریں کہ ہم خطاکار اور گُنہگار ہیں اور کہ یسوؔع ہی وُہ مُنجّی ہے جس کی ہم کو ضرورت ہے۔ اگر توبہ کر کے اُس پر ایمان لائیں گے، اُس پر بھروسا کریں گے تو وُہ ہم کو نجات دے گا۔

۴:۱۷۔ پہلے تو "عورت" نے کوشش کی کہ جھُوٹ بولے بغیر سچّائی کو چھپائے رکھّے۔ اُس نے کہا "مَیں بے شوہر ہُوں"۔ غالباً قانُونی مفہُوم میں اُس کا بیان بالکُل دُرست تھا۔ لیکن

اُس کا مقصد اُس گھنونی حقیقت کو چھپانا تھا کہ اُس وقت وُہ ایک ایسے آدمی کے ساتھ گُناہ کی زندگی بسر کر رہی تھی جو اُس کا شوہر نہیں تھا۔

> "وُہ مذہب کے بارے میں گپ شپ لگاتی ہے۔ علمِ الٰہیات کے نکات پر بحث کرتی ہے۔ کُچھ رمز و کنایہ اِستعمال کرتی ہے۔ ظاہر کرتی ہے کہ مُجھے دھچکا لگا ہے۔ غرض ہر وُہ حربہ استعمال کرتی ہے جس سے مسیح یہ نہ دیکھ سکے کہ ایک وُہ اپنے آپ سے فرار کے لئے بگٹٹ دَوڑے جا رہی ہے۔"

خُداوند یسوع یہ سب کُچھ جانتا تھا۔ چنانچہ وُہ عورت سے کہتا ہے کہ "تُو نے خُوب کہا کہ مَیں بے شوہر ہُوں"۔ بے شک وُہ اپنے ہم جنس اِنسانوں کو اُلّو بنا سکتی تھی لیکن اُس شخص کو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ وُہ اُس کے بارے میں سب کُچھ جانتا تھا۔

۴:۱۸۔ خُداوند عالمِ کُل ہے۔ مگر وُہ اپنے علم کو کسی اِنسان کو بلاضرورت بے نقاب کرنے یا اُسے شرمندگی سے دوچار کرنے کے لئے کبھی اِستعمال نہیں کرتا۔ البتہ وُہ اپنے علم کو کسی اِنسان کو گُناہ کے بندھنوں سے آزاد کرنے کے لئے ضرور اِستعمال کرتا ہے۔ جب خُداوند نے عورت کا ماضی کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیا تو وُہ کیسے چونک اُٹھی ہوگی! وُہ "پانچ شوہر کر چکی تھی" اور جس کے پاس اب تھی وُہ اُس کا "شوہر نہیں" تھا۔

اِس آیت کے بارے میں کُچھ اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض عُلما کہتے ہیں کہ اُس کے پہلے پانچ شوہر مَر چکے تھے یا اُسے چھوڑ گئے تھے اور کہ اُن کے ساتھ تعلق میں گُناہ کی کوئی بات نہ تھی۔ یہ بات صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن آیت کے آخری حِصّہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عورت زناکار تھی۔ "جس کے پاس تُو اب ہے وُہ تیرا شوہر نہیں"۔ یہ بہُت اہم نکتہ ہے۔ عورت بدکار تھی۔ جب تک وُہ اِس بات کو نہیں مانتی خُداوند اُس کو زندگی کا پانی عطا نہیں کر سکتا تھا۔

۴:۱۹۔ جب اُس کی زندگی اُس کے سامنے یُوں کھول کر رکھ دی گئی تو اُس "عورت" نے جان لیا کہ جو شخص مُجھ سے باتیں کر رہا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں۔ البتہ ابھی تک یہ نہیں جان پائی کہ وُہ کون ہے۔ وُہ اُس کے بارے میں جو بڑے سے بڑا اندازہ لگا سکی یہ تھا کہ "تُو نبی ہے"، یعنی خُدا کا پیامبر۔

۴:۲۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے دِل کو چوٹ لگی تھی۔ چنانچہ اُس نے موضوع بدلنے

کی کوشش کی اور عبادت کی جگہ کے بارے میں سوال پوچھا۔ اُس کے کہنے کے مطابق "ہمارے باپ دادا نے اِس پہاڑ پر پرستش کی" اُس نے قریبی پہاڑ گرزیم کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اُس نے خداوند کو بلاضرورت یاد دلایا کہ یہودی کہتے ہیں کہ "وہ جگہ جہاں پرستش کرنا چاہیئے یروشلیم میں ہے"۔

۴:۲۱ - "یسوع" نے عورت کی بات کو نظرانداز نہیں کیا بلکہ اِسے اِستعمال کرکے مزید رُوحانی سچائی سِکھادی۔ اُس نے عورت سے کہا کہ "وہ وقت آتا ہے کہ تُم نہ تو اِس پہاڑ پر باپ کی پرستش کروگے اور نہ یروشلیم میں"۔ اِس پہاڑ سے مُراد کوہِ گرزیم ہے۔ پُرانے عہدنامہ میں خُدا نے یروشلیم کو مُقرر کیا تھا کہ یہ وہ شہر ہے جس میں اِسرائیلی میری پرستش کیا کریں گے۔ یروشلیم کی ہیکل خُدا کی سکونت گاہ تھی اور عبادت گُزار یہودی اپنی نذریں اور قُربانیاں یروشلیم میں لاتے تھے۔ بلاشُبہ انجیلی زمانے میں اَب ایسا نہیں رہا۔ اب خُدا نے زمین پر کہیں کوئی ایسی جگہ مقرر نہیں کررکھی جہاں لوگ عبادت کے لئے ضرُور ہی جائیں۔ خُداوند نے اگلی آیات میں اِس کی مزید وضاحت کی ہے۔

۴:۲۲ - جب یسوع نے کہا کہ "تُم جسے نہیں جانتے اُس کی پرستش کرتے ہو" تو اُس نے سامری طریقۂ عبادت کی مذمّت کی۔ یہ بات آج کے اُن مذہبی اُستادوں کے بالکُل اُلٹ ہے جو کہتے ہیں کہ تمام مذاہب ٹھیک ہیں، آخر میں سب مذاہب بہِشت کو پُہنچاتے ہیں۔ خُداوند یسوع نے اِس عورت کو بتا دیا کہ سامری جس طرح عبادت کرتے ہیں، وُہ خُدا کی طرف سے مقرر اور منظُور شُدہ نہیں۔ خود خُداوند نے بھی اِسے منظور نہیں کیا۔ یہ اِنسان کی اِختراع تھی۔ اِسے خُدا کے کلام کی منظُوری حاصِل نہ تھی۔ مگر یہُودیوں کی عبادت ایسی نہ تھی۔ خُدا نے یہُودی قوم کو اپنی برگزیدہ قوم کے طور پر الگ کیا ہُوا تھا۔ اُس نے عبادت اور پرستش کے بارے میں اُن کو مکمّل ہدایات دے رکھّی تھیں۔

جب خُداوند نے کہا کہ "نجات یہُودیوں میں سے ہے" تو وُہ بتا رہا تھا کہ خُدا نے یہُودی قوم کو اپنا پیامبر مقرر کیا ہے۔ اُنہی کو اُس نے پاک صحائف دِئے ہیں۔ اور یہُودی قوم ہی کی معرفت مسیحِ موعُود دُنیا میں آیا۔ وُہ یہُودی ماں سے پَیدا ہُوا تھا۔

۴:۲۳ - اب خُداوند نے اُس کو بتایا کہ میرے (مسیحِ موعُود کے) آجانے سے ضرُوری نہیں رہا کہ خُدا کی پرستش کِسی مخصُوص جگہ پر ہی کی جائے۔ جو لوگ خُداوند یسوع پر ایمان رکھتے ہیں وُہ کِسی جگہ اور کِسی وقت بھی خُدا کی پرستِش کرسکتے ہیں۔ حقیقی پرستش کا مطلب یہ ہے کہ ایماندار اِیمان اور یقین کے ساتھ خُدا کی حضُوری میں آئے اور اُس کی حمد و ستائش

اور پرستش کرے۔ اُس کا بدن، غار میں، قید خانے میں یا کھیت ہی میں کیوں نہ ہو، مگر اُس کی رُوح ایمان کے باعث آسمانی مَقدِس میں خُدا کے نزدیک آ سکتی ہے۔ خُدا نے عورت کو بتا دیا کہ اب سے عبادت "رُوح اور سچائی سے" ہُوا کرے گی۔ یہُودی قوم نے پرستش کو ظاہری شعائر اور رسُومات میں بدل کر رکھ دیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ شریعت کے الفاظ سے چمٹے رہنا اور خاص رسُومات اور شعائر کی بجا آوری ہی باپ کی پرستش ہے۔ مگر جو عبادت وُہ کرتے تھے، وُہ رُوح سے نہیں ہوتی تھی۔ وہ باطنی نہیں بلکہ ظاہری تھی۔ اُن کے بدن تو زمین پر جُھکے ہُوئے ہوتے تھے لیکن اُن کے دِل خُدا کے سامنے راست نہیں تھے۔ غالباً وُہ غریبوں کا حق مارتے اور کاروبار میں دھوکا اور فریب کرتے تھے۔

سامریوں کا بھی ایک طریقۂ عبادت تو تھا، مگر غلط تھا۔ اُس کے پیچھے پاک کلام کی سَند نہیں تھی۔ اُنہوں نے اپنا مذہب جاری کر رکھا تھا اور اپنے گھڑے ہُوئے آئین و احکام کی پیروی کرتے تھے۔ اِس لئے جب خُداوند نے کہا کہ پرستش "رُوح اور سچائی سے" ہونی چاہئے تو وُہ یہُودیوں اور سامریوں دونوں کو ملامت کر رہا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی اُن کو بتا بھی رہا تھا کہ اب چونکہ مَیں آ گیا ہُوں اِس لئے لوگوں کے لئے ممکن ہو گیا ہے کہ سچّی اور دِلی عبادت میں میرے وسیلے سے خُدا کے پاس آ جائیں۔ اِن الفاظ پر غور کریں کہ "باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے"۔ خُدا پسند کرتا ہے کہ اُس کے لوگ اُس کی حمد و ثنا کریں۔ کیا مَیں اُس کی حمد و ثنا کرتا ہُوں؟

۴: ۲۴۔ "خُدا رُوح ہے"۔ یہ خُدا کے وجُود، خُدا کی ہستی کا بیان ہے۔ وُہ اِنسان نہیں ہے جو بشریت کی ساری غلطیوں اور حدُود کا پابند اور ماتحت ہے۔ وُہ کسی ایک وقت میں صِرف ایک ہی جگہ تک محدُود بھی نہیں ہوتا۔ وُہ نادیدنی ہستی ہے جو ایک ہی وقت میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ وُہ سب کچھ جانتا ہے۔ وُہ قادرِ مُطلق ہے۔ وُہ اپنی تمام راہوں میں کامل ہے۔ اِس لئے "ضرُور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور سچائی سے پرستش کریں"۔ اِس پرستش میں بناوٹ یا ریاکاری کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہئے۔ مذہبی دِکھاوا نہیں ہونا چاہئے کہ اُوپر سے مذہبی اور اندر سے گُناہ کی پوٹ ہو۔ یہ تصوّر نہیں ہونا چاہئے کہ مَیں رسُوم و شعائر پُوری کر دُوں گا تو خُدا خوش ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ رسُوم و شعائر خُدا ہی نے مقرر کئے ہوں، تو بھی وُہ مُطالبہ کرتا ہے کہ اِنسان خستہ اور شکستہ دِل کے ساتھ اُس کے حضُور میں آئے

اِس باب میں دوؔ اور "ضرُور" بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک "ضرُور" تو اِنسانوں کو جیتنے والے کے لئے ہے (۴:۴) اور دُوسرا "ضرُور" پرِستار کے لئے ہے (۴:۲۴)۔

۴:۲۵۔ سامریہ کی یہ عورت یسوؔع کی باتیں سُن رہی تھی تو اُسے آنے والے "مسیحِ موعُود" (خرستُس) کا خیال آ رہا تھا۔ خُدا کے پاک رُوح نے اُس کے دِل میں یہ خواہش جگا دی تھی کہ کاش "خرستس" آ جائے۔ اُس نے اِس یقین کا اظہار کیا کہ "جب وُہ آئے گا تو ہمیں سب باتیں بتا دے گا"۔ اِس بیان میں وُہ مسیح کے آنے کے ایک بڑے مقصد کو سمجھنے کا اظہار کرتی ہے۔

"مسیح جو خرستس کہلاتا ہے"۔ یہ جُملہ صِرف اِس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مسیح اور خرستس دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ "مسیح" عِبرانی لفظ اور "خرستس" اِس کا یُونانی مُترادِف ہے۔ مطلب ہے خُدا کا ممسُوح۔

۴:۲۶۔ "یسوؔع نے اُس سے کہا مَیں جو تُجھ سے بول رہا ہوں۔ وُہی ہُوں"۔ لفظ "وہی" اصل متن کا حِصّہ نہیں۔ اِس سے صِرف جُملہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ مگر خُداوند یسوؔع کے اصل الفاظ گہری اہمیّت کے حامِل ہیں۔ جب یسوؔع نے کہا کہ "مَیں ہُوں" تو اُس نے اپنے لئے خُدا کا ایک نام اِستعمال کیا جو پُرانے عہدنامہ میں اُس کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ دراصل اُس نے کہا کہ "مَیں ہُوں تُجھ سے بول رہا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں "یہوؔواہ ہے جو تُجھ سے بول رہا ہے"۔ وُہ اُس عورت پر اِس چونکا دینے والی حقیقت کا انکشاف کر رہا تھا کہ جو اُس سے ہمکلام ہے وُہی مسیحِ موعُود ہے جس کا اُسے اِنتظار تھا اور کہ وُہ خود خُدا ہے۔ پُرانے عہدنامہ کا یہوؔواہ ہی نئے عہدنامہ کا یسوؔع ہے۔

۴:۲۷۔ جب "شاگرد" سُوخار سے لَوٹے تو اُنہوں نے دیکھا کہ یسوؔع ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ وُہ "تعجب کرنے لگے کہ وُہ عورت سے باتیں کر رہا ہے"۔ کیونکہ وُہ سامری تھی۔ غالباً وُہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ یہ بدکار عورت ہے۔ "تو بھی کِسی نے نہ کہا تُو کیا چاہتا ہے؟ یا اُس سے کِس لئے باتیں کرتا ہے؟"

۴:۲۸۔ "پس عورت اپنا گھڑا چھوڑ کر ..."۔ یہ گھڑا اُن مُختلِف چیزوں کی علامت ہے جو وُہ اپنی شدید ترین خواہشات کو پُورا کرنے کے لئے اِستعمال کرتی رہی تھی۔ وہ سب بے کار ثابت ہُوئی تھیں۔ اب جبکہ اُس کو خُداوند یسوؔع مل گیا تھا تو اُسے اِن چیزوں کی کوئی ضرُورت

نہیں رہی تھی جو گُزشتہ زِندگی میں اُس کے نزدیک بہُت اہم اور نمایاں تھیں۔

عَورت نے نہ صِرف "اپنا گھڑا چھوڑ" دِیا بلکہ وُہ "شہر میں چلی گئی"۔ جب بھی کوئی نجات پاتا ہے تو اُسے فوراً دُوسروں کا خیال آتا ہے کہ اُن کو بھی زِندگی کے پانی کی ضرورت ہے سچے۔ ہڈسن ٹیلر نے کہا ہے کہ "بعض لوگ رسُولوں کے جانشین بننے کے آرزُومند ہوتے ہیں۔ مَیں تو سامری عورت کا جانشین بننے کو ترجیح دُوں گا کیونکہ وُہ تو کھانا لینے چلے گئے مگر یہ رُوحوں کو بچانے کے شوق میں اپنا گھڑا تک بھُول گئی"۔

۴:۲۹--۳۰۔ اُس کی گواہی سادہ اور اثر انگیز تھی۔ اُس نے سارے قصبے کے لوگوں کو دعوت دی کہ "آؤ۔ ایک آدمی کو دیکھو جس نے میرے سب کام مجُھے بتا دِئے"۔ اُس نے اُن کے دِلوں میں بھی یہ اِمکان بیدار کر دیا کہ شاید یہ آدمی واقعی مسِیح موعُود ہے۔ اُس کے اپنے ذہن میں تو کوئی شُبہ نہ تھا کیونکہ یسُوع نے اُسے خُود بتایا تھا کہ مَیں ہی "خرستس" ہُوں۔ لیکن عَورت نے قصبے کے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا کر دِیا تاکہ وُہ خُود یسُوع کے پاس جا کر معلُوم کر لیں کہ وُہ مسِیح ہے۔ یقیناً یہ عَورت اپنے گُناہ اور بے شرمی کی وجہ سے قصبے میں بہُت مشہُور تھی۔ اب لوگ کِتنے حیرت زدہ رہ گئے ہوں گے کہ یہ عورت سرِعام کھڑی خُداوند یسُوع مسِیح کی گواہی دے رہی ہے! عَورت کی گواہی بہُت مؤثر ثابت ہُوئی۔ قصبے کے لوگ اپنے گھروں سے نِکل کر اور اپنے کام دھندے چھوڑ کر یسُوع کے پاس آنے لگے۔

ک۔ بیٹا باپ کی مرضی پُوری کر کے خوش ہوتا ہے

۴: ۳۱ - ۳۸

۴:۳۱۔ اَب "شاگِرد" چونکہ کھانا لے آئے تھے اِس لئے خُداوند سے درخواست کرنے لگے کہ "کُچھ کھا لے"۔ لگتا ہے کہ وُہ اُن نتیجہ خیز واقعات سے باخبر نہیں تھے جو وقوع پذیر ہو رہے تھے۔ یہ وُہ تاریخی لمحہ تھا جب ایک سامری شہر خُداوند کے جَلال سے مُتعارف ہو رہا تھا۔ مگر شاگِردوں کی سوچ اپنے بَدن کی خوراک کی فِکر تک محدُود تھی۔

۴:۳۲۔ خُداوند یسُوع کو اپنے باپ کے لئے پرستار ڈھونڈنے میں "کھانا" اور تقویّت مِل گئی تھی۔ اِس خوشی کے بالمقابل جسمانی خوراک کوئی اہمیّت نہیں رکھتی تھی۔ ہمیں زِندگی میں وُہی کُچھ مِلتا ہے جِس کے پیچھے جاتے ہیں۔ شاگردوں کی دِلچسپی کھانے میں

تھی۔ وُہ قصبے میں کھانا لینے گئے اور کھانا ہی لے کر واپس آ گئے۔ خُداوند کی دِلچسپی رُوحوں میں تھی۔ اُس کی دِلچسپی مَرد و زَن کو گُناہ سے بچانے میں اور اُن کو ہمیشہ کی زِندگی کا پانی دینے میں تھی۔ اُس کو بھی وہی کُچھ مِلا، جس کے پیچھے جاتا تھا۔ ہماری دلچسپی کِس چیز میں ہے؟

۴:۳۳- اپنے زمینی اور دُنیوی نقطۂ نظر کے باعث "شاگرد" خُداوند کی بات کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ وُہ اِس حقیقت کی تہہ تک نہ پُہنچ سکے کہ "رُوحانی کامیابی کی خُوشی اِنسان کو ہر قسم کی جِسمانی ضرُورت سے بالاتر لے جا سکتی ہے"۔ اِسی لئے وُہ اِس نتیجہ پر پُہنچے کہ کوئی آیا ہے اور خُداوند یسوعؔ کے لئے "کُچھ کھانے کو لایا ہے"۔

۴:۳۴- "یسوعؔ" دوبارہ کوشش کرتا ہے کہ اُن کی توجّہ مادی چیزوں سے ہٹا کر رُوحانی باتوں پر مرکوز کرے۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے کہ "میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اُس کا کام پُورا کروں"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ خُداوند یسوعؔ کھانا کھانے سے پرہیز کرتا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُس کی زِندگی کا بڑا مقصد خُدا کی مرضی کو پُورا کرنا تھا۔ اپنے جسم کو پالنا پوسنا نہیں تھا۔

۴:۳۵- شاید شاگرد آپس میں آنے والی فصل کے بارے میں بات چیت کرتے رہتے تھے۔ یا شاید یہودیوں کا یہ عام مُحاورہ یا ضربُ المثل تھی کہ "فصل کے آنے میں ابھی چار مہینے باقی ہیں"۔ یعنی بیج بونے اور فصل تیار ہونے میں چار مہینے کا وقفہ ہوتا ہے۔ کُچھ بھی ہوا خُداوند نے پھر فِطرت کی ایک حقیقت یعنی "فصل" کو اِستعمال کر کے رُوحانی سبق سکھایا۔ شاگرد یہ نہ سوچیں کہ فصل پکنے میں دیر ہے۔ یہ کہہ کر وُہ اپنی زِندگیاں کھانے اور کپڑے کے حصُول میں نہ گزاریں کہ خُدا کا کام بعد میں کیا جا سکتا ہے۔ اُن کو جاننا چاہئے "کہ فصل پک گئی ہے"۔ یہاں "کھیتوں" سے مُراد یقیناً دُنیا ہے۔ جس وقت خُداوند یہ الفاظ کہہ رہا تھا وُہ پکّی فصل کے کھیت میں تھا۔ جس میں سامری مَردوں اور عورتوں کی رُوحوں کی فصل تیار کھڑی تھی۔ وُہ شاگردوں سے کہہ رہا تھا کہ فصل جمع کرنے کا عظیم وقت آ گیا ہے۔ ضرُور ہے کہ تم فوراً اور تندہی سے اِس کام میں لگ جاؤ۔

اِسی طرح آج بھی خُداوند ہم ایمانداروں سے کہہ رہا ہے کہ "اپنی آنکھیں اُٹھا کر کھیتوں پر نظر کرو"۔ جب ہم دُنیا کی بڑی بڑی ضرُورتوں پر غور کرتے ہیں تو خُداوند ہمارے دِل پر کھوئی ہُوئی رُوحوں کا بوجھ رکھے گا جو ہماری چاروں طرف موجُود ہیں۔ پھر یہ ہماری

ذِمّہ داری ہوگی کہ اُن کے پاس جاکر پکّی ہُوئی فصل کو کاٹ کر ذخیرہ خانے میں لے آئیں۔

۴:۳۶۔ خُداوند شاگِردوں کو اُس کام کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا جس کے لئے وُہ بُلائے گئے تھے۔ اُس نے اُن کو اِس لئے چُنا تھا کہ فصل کاٹنے والے بن جائیں۔ وُہ نہ صِرف اِس زِندگی میں "مزدُوری" پائیں گے بلکہ آنے والے جہان کے لئے "پھل" بھی جمع کر لیں گے۔ مسیح کی خِدمت کا اِس زمانے میں بھی بہت اجر ہے۔ لیکن آنے والے زمانے میں فصل کاٹنے والوں کو یہ اِضافی خُوشی بھی حاصِل ہو گی کہ وُہ دیکھیں گے کہ ہماری محنت اور انجیل کا پیغام پھیلانے میں ہماری وفاداری کے باعِث رُوحیں بچ گئیں۔

آیت ۳۶ یہ تعلیم ہرگز نہیں دیتی کہ اِنسان کو وفاداری سے فصل کاٹنے اور جمع کرنے کے صِلے میں ابدی زِندگی مِلتی ہے بلکہ یہ کہ اِس کام کا "پھل" "ہمیشہ کی زِندگی" میں بھی جاری رہتا ہے۔

آسمان میں بونے والا اور فصل کاٹنے والا "دونوں مِل کر خُوشی کریں" گے۔

۴:۳۷۔ اِس ساری بات میں خُداوند کو اِس "مثل" کی تکمیل نظر آتی ہے جو اُس زمانے میں عام تھی کہ "بونے والا اَور ہے۔ کاٹنے والا اَور"۔ بعض لوگوں کو برسوں تک اِنجیلِ جلیل کی منادی کرنے کے باوجُود اپنی محنت کا کوئی خاص پھل دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ دُوسرے اِن برسوں کے آخِر میں میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اُن کی محنت سے بہت سے لوگ خُداوند کی طرف رجُوع ہوتے ہیں۔

۴:۳۸۔ یسوع اپنے شاگردوں کو اُن عِلاقوں میں بھیج رہا تھا جہاں دُوسروں نے زمین تیار کر رکھی تھی۔ پُرانے عہدنامے کے پُورے زمانے کے دَوران انبیا انجیلی زمانے اور مسیحِ موعُود کے بارے میں بتاتے رہے تھے۔ پھر یُوحنّا بپتسمہ دینے والا بھی خُداوند کا نقیب بن کر آیا۔ یہ سب اِسی کوشِش میں تھے کہ لوگوں کے دِلوں کو تیار کریں کہ وُہ مسیح کو قبول کریں۔ خُداوند نے خُود سامریہ میں بیج بو دیا تھا اور کاٹنے والوں کے لئے فصل تیار کر دی تھی۔ اب شاگرد پکّی ہُوئی فصل کے کھیت میں قدم رکھنے کو تھے۔ خُداوند چاہتا ہے کہ وُہ جان لیں کہ اگرچہ اُن کو اِس بات سے بے حد خوشی ہو گی کہ بہت سے لوگ مسیح کی طرف پھر رہے ہیں مگر وُہ "اَوروں ... کی محنت کے پھل میں شریک" ہو رہے ہیں۔

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک واحِد شخص کی محنت سے کوئی بچ جائے۔ بہت سے

لوگوں نے پہلے بھی انجیل کا پیغام سُنا ہوتا ہے مگر وُہ مسیح کو قبول نہیں کرتے۔ اِس لئے وُہ شخص بالآخر جو کِسی کو مسیح کے پاس لے آتا ہے، اُسے یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ اِس شاندار کام کے لئے صِرف مَیں ہی خُدا کا واحِد وسیلہ ہُوں۔

ل۔ بہُت سے سامری یسوؔع پر ایمان لاتے ہیں

۴: ۳۹-۴۲

۴: ۳۹۔ سامری عورت کی گواہی سیدھی سادی تھی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ "اُس شہر کے بہُت سے سامری ۔۔۔ اُس (خُداوند یسوؔع) پر ایمان لائے"۔ عورت نے صِرف اِتنا کہا تھا کہ "اُس نے میرے سب کام مُجھے بتا دِئے"۔ لوگوں کو مُنجّی کے پاس لانے کے لئے اِتنی سی بات کافی ثابت ہُوئی۔ اِس سے حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے کہ ہم بھی بڑی سادگی اور دلیری سے مسیح کی گواہی دیں۔

۴: ۴۰۔ سامریوں کا رویّہ یہُودیوں سے بالکُل اُلٹ تھا۔ اُنہوں نے خُداوند یسوؔع کو قبُول کیا اور اُس کا خیر مقدم کیا۔ اُن کے دِل میں اِس عجیب شخص کے لئے حقیقی قدر تھی۔ اِس لئے وُہ "اُس سے درخواست کرنے لگے کہ ہمارے پاس رہ"۔ اُن کی دعوت کے باعث خُداوند "دو روز وہاں رہا"۔ ذرا غور کریں کہ سُوخاؔر شہر کو کیسا اعزاز حاصِل ہُوا کہ اُسے جلال کے خُداوند کی خِدمت کرنے کا شرف حاصِل ہُوا۔

۴: ۴۱-۴۲۔ ایمان لانے کے کوئی دو واقعات بالکُل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض لوگ تو سامری عورت کی گواہی سے اِیمان لائے مگر "اور بھی بہتیرے" خُود خُداوند یسوؔع مسیح کے "کلام کے سبب سے" اِیمان لائے۔ خُدا گنہگاروں کو اپنے پاس لانے کے لئے بہُت سے مُختلف طریقے اور ذرائع اِستعمال کرتا ہے۔ سب سے ضرُوری اور بُنیادی بات یہ ہے کہ خُداوند یسوؔع مسیح پر ایمان ہو۔ اُن سامریوں نے نجات دہندہ کے حق میں ایسی صاف اور واضح گواہی دی ہے کہ سُن کر خُوشی اور حیرت ہوتی ہے۔ اُن کے ذہنوں میں ذرّہ برابر شک نہیں تھا۔ اُن کو نجات کا کامِل یقین تھا۔ اِس یقین کی بُنیاد اُس عورت کی باتیں نہیں بلکہ خُود خُداوند یسوؔع کا کلام تھا۔ وُہ کہتے ہیں کہ "ہم نے خُود سُن لیا اور جانتے ہیں کہ یہ فی الحقیقت دُنیا کا مُنجّی ہے"۔ اُن کو یہ بصیرت صِرف رُوح القُدس ہی دے سکتا تھا۔ یہُودی قوم تو یہی سوچتی تھی کہ مسیحِ موعُود صِرف ہمارے لئے آئے گا۔ مگر سامریوں نے جان لیا کہ مسیح کی خِدمت کی برکات

تمام دُنیا کے لئے ہوں گی۔

م۔ دُوسرا نشان ——— بادشاہ کے مُلازِم کے بیٹے کو شفا دینا ۴: ۴۳-۵۴

۴: ۴۳-۴۴۔ "اِن دو دِنوں کے بعد" یعنی سامریوں کے ساتھ دو دِن گُزارنے کے بعد خُداوند نے پھر "گلیل" کی طرف قدم بڑھائے۔ آیت ۴۴ کُچھ مُشکل پیش کرتی ہے۔ اِس میں بیان ہُوا ہے کہ مُنجی سامریہ سے گلیل میں اِس لئے آیا کہ "نبی اپنے وطن میں عِزّت نہیں پاتا۔" مگر گلیل تو اُس کا اپنا وطن تھا کیونکہ ناصرت کا شہر اِسی علاقے میں واقع تھا۔ شاید آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یسوع ناصرت کے عِلاوہ گلیل کے کِسی اَور عِلاقے میں گیا۔ کُچھ بھی ہو مگر یہ مقُولہ بہرحال دُرست ہے کہ اِنسان اپنے آبائی شہر میں عموماً وُہ عِزّت نہیں پاتا جو دُوسرے مقامات میں پاتا ہے۔ اُس کے دوست اور رِشتہ دار اُس کو بچّہ اور اپنے میں سے ایک ہی سمجھتے رہتے ہیں۔ اور یقیناً خُداوند کے اپنوں نے اُس کی وُہ قدر نہ جانی جو اُن کو جاننی چاہئے تھی۔

۴: ۴۵۔ جب خُداوند واپس "گلیل میں آیا" تو لوگوں نے اُس کا پُرتپاک خیرمقدم کیا۔ "اِس لئے کہ جِتنے کام اُس نے یروشلیم میں عِید کے وقت کِئے تھے اُنہوں نے اُن کو دیکھا تھا۔" بے شک جِن "گلیلیوں" کا یہاں ذِکر ہے وُہ یہودی تھے۔ وُہ عبادت کرنے یروشلیم گئے ہُوئے تھے۔ وہاں اُنہوں نے مسیح کو اور اُس کے بعض مُعجزوں کو دیکھا تھا۔ اب وُہ راضی تھے کہ وُہ گلیل میں اُن کے درمیان رہے۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ اُسے خُدا کا بیٹا مانتے تھے بلکہ اِس لئے کہ وُہ تجسُّس کے مارے اُس ہستی میں دِلچسپی لے رہے تھے جِس کا ہر جگہ چرچا ہو رہا تھا۔

۴: ۴۶۔ "قانا" کے گاؤں کو خُداوند نے پھر اعزاز بخشا کہ وہاں آیا۔ جب وُہ پہلی دفعہ آیا تھا تو کُچھ لوگوں نے اُسے پانی کو مَے میں تبدیل کرتے دیکھا تھا۔ اب وُہ اُس کا ایک اَور زبردست مُعجزہ دیکھنے کو تھے جِس کے اثرات "کفرنحوم" تک پُہنچنے والے تھے۔ "بادشاہ کا ایک مُلازم تھا جِس کا بیٹا کفرنحوم میں بیمار تھا۔" بلاشُبہ یہ آدمی یہُودی تھا۔ ہیرودیس نے اُسے مُلازم رکھا ہُوا تھا۔

۴: ۴۷۔ اُس نے سُنا تھا کہ "یسوع یہودیہ" گیا ہُوا تھا۔ اب "گلیل میں آگیا ہے۔" اُس

کو ضرور کچھ اعتقاد تھا کہ مسیح بیماروں کو شفا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اِسی لئے وُہ براہِ راست اُس کے پاس آکر "اُس سے درخواست کرنے لگا کہ چل کر میرے بیٹے کو شفا بخش کیونکہ وُہ مرنے کو تھا"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اپنے دُوسرے بہت سے ہموطنوں کی نسبت خُداوند پر زیادہ ایمان رکھتا تھا۔

۴:۴۸۔ یسوع نے بادشاہ کے اِس مُلازم ہی کو نہیں بلکہ عمُومی طور پر یہُودی قوم کو مُخاطب کر کے اُنہیں ایک قومی خصوصیت یاد دِلائی کہ تُم (جمع کا صیغہ) "ایمان" لانے سے پہلے "نِشان اور عجیب کام" دیکھنا چاہتے ہو۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند یسوع اُس ایمان پر خُوش نہیں ہوتا جس کی بُنیاد مُعجزے دیکھنے پر ہو بلکہ اُس ایمان پر خوش ہوتا ہے جس کی بُنیاد صِرف اُس کے کلام پر ہو۔ اگر ہم کسی دِیدنی ثبُوت کی بجائے صِرف اُس کے کہنے پر ایمان لاتے ہیں تو اِس طرح اُس کی زیادہ عزّت اور تعظیم ہوتی ہے۔ اِنسان کی خاصیّت ہے کہ وُہ ایمان لانے سے پہلے دیکھنا چاہتا ہے۔ وُہ اِس بات کا قائل ہے کہ "شنیدہ کے بُود مانندِ دیدہ"۔ لیکن خُداوند یسوع ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں پہلے ایمان لانا چاہیے۔ اِس کے بعد ہم دیکھیں گے۔ "نِشان اور عجیب کام" دونوں سے مُراد مُعجزے ہیں۔ "نِشان" وُہ مُعجزے ہوتے ہیں جو گہرے معنی اور اہمیّت رکھتے ہیں اور "عجیب کام" وُہ مُعجزے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر اِنسان حیران رہ جاتا ہے۔

۴:۴۹۔ "بادشاہ کے مُلازِم" میں سچّا ایمان نظر آتا ہے۔ وُہ یقین رکھتا ہے کہ خُداوند یسوع میرے بیٹے کو شِفا دے سکتا ہے۔ اُسے صِرف یہی خواہش ہے کہ خُداوند میرے گھر چلے۔ ایک لحاظ سے اُس کا ایمان ناقص تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ لڑکے کو شفا دینے کے لئے خُداوند کا اُس کی چارپائی کے پاس ہونا ضرُوری ہے۔ البتہ خُداوند نے اُسے اِس بات پر ملامت نہیں کی بلکہ جتنا ایمان بھی اُس نے دِکھایا، خُداوند نے اُسی کا اَجر اُسے دِیا۔

۴:۵۰۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اُس آدمی کا اِیمان بڑھ رہا ہے۔ جتنا اِیمان اُس کے پاس تھا اُس نے اُسی کو اِستعمال کیا۔ پھر خُداوند نے اُسے زیادہ ایمان دِیا۔ یسوع نے اُسے اِس وعدہ کے ساتھ گھر واپس بھیجا کہ "جا تیرا بیٹا جیتا ہے"۔ بیٹا شفا پا چکا تھا! کسی مُعجزہ یا دیدنی ثبُوت کے بغیر "اُس شخص نے اُس بات کا یقین کیا جو یسوع نے اُس سے کہی" اور اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔ یہ ہے برسرِ عمل ایمان!

۴: ۵۱-۵۲- جب وُہ گھر کے نزدیک پُہنچا تو "اُس کے نوکر اُسے مِلے" اور یہ خوُشی کُن خبر سُنائی کہ "تیرا لڑکا جیتا ہے"۔ اُس آدمی کو اِس خبر سے ذرا بھی حیرت نہیں ہُوئی۔ اُس نے خداوند یسُوعؔ کے وعدہ کا یقین کیا تھا اور اب اُس کا ثبوُت سامنے تھا۔ باپ نے نوکروں سے پُوچھا کہ "اُسے کِس وقت سے آرام ہونے لگا تھا؟" اُن کے جواب سے تصدیق ہوگئی کہ شِفا رفتہ رفتہ نہیں بلکہ فوری ہوگئی تھی۔

۴: ۵۳- اب اِس شاندار مُعجزے کے بارے میں ذرّہ برابر شک نہ رہا۔ گذشتہ دِن کے ساتویں گھنٹے کے وقت "یسُوعؔ" نے قاناؔ کے اُس شاہی مُلازم سے کہا تھا کہ "تیرا بیٹا جیتا ہے" اور کفرؔنحوم میں اُسی وقت اُس کا بیٹا شِفا پا گیا تھا۔ اُس کی تپ اُتر گئی تھی۔ اِس بات سے بادشاہ کے مُلازم نے جان لیا تھا کہ مُعجزہ کرنے یا دُعا کا جواب دینے کے لئے ضرُوری نہیں کہ یسُوعؔ کسی جگہ جِسمانی طور پر موجُود ہو۔ اِس سے تمام ایمان داروں کی دُعائیہ زِندگی میں حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ ہمارا خُدا قادر خُدا ہے۔ وُہ ہماری ہر عَرض اور اِلتجا سُنتا اور دُنیا کے کِسی حِصّے میں بھی اور کِسی بھی وقت اپنے مقاصد پُورے کر سکتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ کا مُلازم "خوُد اور اُس کا سارا گھرانا ایمان لایا"۔ اِس آیت سے اور نئے عہد نامہ کی اِسی قِسم کی دیگر آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خُدا پسند کرتا ہے کہ پُورے کے پُورے خاندان مسیح میں ہوں۔ وُہ نہیں چاہتا کہ آسمان (بہشت) میں خاندان الگ الگ ہوں۔ اُس نے بڑی اِحتیاط کے ساتھ اِس حقیقت کو قلم بند کرایا ہے کہ "سارا گھرانا" اُس کے بیٹے پر "ایمان لایا"۔

۴: ۵۴- بادشاہ کے مُلازِم کے بیٹے کو شِفا بخشنا اب تک خُداوند کا دُوسرا مُعجزہ نہیں تھا، بلکہ "یہ دُوسرا مُعجزہ ہے جو یسُوعؔ نے یہودیہ سے گلِیل میں آکر دِکھایا"۔

۳- خُدا کے بیٹے کی خِدمت کا دُوسرا سال

باب ۵

ا- تیسرا مُعجزہ ——— پژمُردہ آدمی کو شفا دینا

۵: ۱-۹

۵: ۱- باب ۵ کا آغاز اُس موقع پر ہوتا ہے جب یہودیوں کی ایک عِید تھی۔ بہُت سے

عُلما کہتے ہیں کہ یہ عیدِ فسح تھی۔ مگر یقین سے کچھ کہنا مُشکل ہے۔ یسوع یہُودی گھرانے میں پیدا ہُوا تھا اور اُن تمام آئین و احکام کا فرمانبردار تھا جو خُدا نے یہُودی قوم کو دِیئے تھے۔ اِس لئے "یسوع عید منانے کے لئے یروشلیم کو گیا"۔ خُداوند یسوع پُرانے عہدنامہ کا یہوواہ ہے۔ اُسی نے عیدِ فسح منانا مُقرر کیا تھا۔ اب بحیثیّتِ انسان وُہ اپنے باپ کا فرمانبردار تھا۔ وُہ اُن احکام کی تعمیل کرتا تھا جو اُس نے بنائے تھے۔

۵:۲۔ "یروشلیم میں ... ایک حوض ہے جو ... بیت حسدا کہلاتا ہے"۔ بیت حسدا کا مطلب ہے "رحمت کا گھر" یا "ترس کا گھر"۔ یہ "حوض" "بھیڑ دروازہ" کے قریب واقع تھا۔ اِس کی صحیح جائے وقُوع اَب دریافت ہو چُکی ہے (یہ کروسیڈ چرچ آف سینٹ این کے قریب ہے)۔ وہاں کھُدائی کی گئی ہے۔ اِس حوض کے اِرد گرد "پاپنچ برآمدے" تھے۔ اِن میں لوگوں کی بڑی تعداد کے لئے گنجائش تھی۔ بائبل مُقدّس کے بعض عُلما سمجھتے ہیں کہ یہ پاپنچ برآمدے مُوسوی شریعت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور اِس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ شریعت اِنسان کو تکالیف اور مصائب سے بچانے میں قاصر ہے۔

۵:۳۔ صاف نظر آتا ہے کہ بیت حسدا کا حوض اِس بات کے لئے مشہُور تھا کہ وہاں شِفا کے مُعجزے ہوتے تھے۔ حوض کے اِرد گرد برآمدوں میں "بہُت سے بیمار" یہ اُمید لے کر پڑے رہتے تھے کہ ہمیں شِفا مِلے گی۔ اُن میں "اندھے اور لنگڑے اور پژمُردہ" (مفلُوج) لوگ شامِل تھے۔ مُختلِف قِسم کی یہ کمزوریاں گُناہ آلُودہ اِنسان کا اندھا پن، بے چارگی اور لاچاری، لنگڑا پن اور نکما پن کی تصویر پیش کرتی ہیں۔

یہ لوگ اپنے بدن میں گُناہ کے اثرات سے دُکھ پا رہے تھے۔ وُہ "پانی کے ہِلنے کے منتظر" رہتے تھے۔ اُن کے دِلوں میں اپنی بیماری سے چھُٹکارا پانے کی تمنّا تھی۔ جے۔ جی۔ بیلٹ کہتا ہے:

> "وُہ (بیمار افراد) اُس غیر یقینی اور مایُوس کُن پانی کے آس پاس پڑے تھے حالانکہ خُدا کا بیٹا موجُود تھا۔ بے شک اِس میں ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ حوض کے گِرد اِنسانوں کا ہجُوم ہے۔ یسوع وہاں سے گُزر رہا ہے مگر کوئی اُس کی طرف دھیان نہیں دیتا! ...
>
> آئین اور احکام کا تانا بانا اور عمل نہایت پیچیدہ ہے۔ مگر انسان اِن ہی

کی تلاش میں رہتا ہے۔ خُدا کے فضل کی تحقیر اور بے قدری جاری رہتی ہے"۔

۵:۴۔ جتنا بیان یہاں دیا گیا ہے وہ ہمارے تجسُّس کی تشفّی کے لئے ناکافی ہے۔ ہمیں صرف اِتنا بتایا گیا ہے کہ "وقت پر خُداوند کا فرشتہ حوض پر اُتر کر پانی ہلایا کرتا تھا"۔ اُس وقت جو کوئی "پہلے" پانی میں اُترتا وہ شفا پا جاتا تھا۔ آپ تصوّر کر سکتے ہیں کہ کتنا قابلِ رحم منظر ہوتا تھا۔ اِتنے بے شمار لوگ شفا کے محتاج تھے۔ ہر ایک پانی میں اُترنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر شفا صرف ایک شخص کو ملتی تھی۔

۵:۵، ۶۔ وہاں اِنتظار کرنے والوں میں سے ایک شخص "اَٹھتیس ۳۸ برس" سے معذور پڑا تھا۔ مطلب ہے کہ وہ نجات دہندہ کی پیدائش سے بھی پہلے سے اِسی حالت میں تھا۔ خُداوند یسوؔع کو ہر بات کا کامل علم تھا۔ وہ اُس آدمی سے پہلے کبھی نہیں مِلا تھا تو بھی جانتا تھا کہ یہ "شخص بڑی مُدت سے اِس حالت میں ہے"۔

نہایت محبّت بھرے ترس کے ساتھ خُداوند نے "اُس سے کہا۔ کیا تُو تندرُست ہونا چاہتا ہے؟" یسوؔع جانتا تھا کہ اُس آدمی کی دِلی خواہش یہی ہے۔ مگر وہ اُس سے یہ اِقرار بھی کرانا چاہتا تھا کہ مَیں بے بس ہُوں اور شفا پانے کا سخت حاجت مند۔ نجات پانے کے سلسلے میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ خُداوند جانتا ہے کہ ہمیں نجات پانے کی سخت ضرُورت ہے۔ مگر وہ ہمارے لبوں سے اِس بات کا اقرار سُننے کا اِنتظار کرتا ہے کہ ہم کھوئے ہُوئے ہیں اور ہمیں اُس کو نجات دہندہ قبول کرنے کی ضرُورت ہے۔ ہم اپنے اِرادے سے نجات نہیں پاتے۔ مگر ضرُور ہے کہ اِنسانی ارادہ برسرِ عمل ہو۔ تب ہی خُدا نجات بخشتا ہے۔

۵:۷۔ "اُس بیمار" کا جواب کِس قدر رحم طلب تھا۔ برسوں سے وہ اِس حوض کے کنارے پڑا تھا۔ اُس میں اُترنے کا مُنتظر تھا۔ مگر "جب پانی ہلایا" جاتا تھا تو اُس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ہر دفعہ وہ حوض میں اُترنے کی کوشش کرتا، مگر کوئی دُوسرا اُس سے پہلے اُتر جاتا تھا۔ اِس سے ہمیں یاد آتا ہے کہ اگر ہم اپنے گُناہوں سے چھٹکارے کے لئے اپنے ساتھی اِنسانوں پر اِنحصار کرتے ہیں تو کیسی مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔

۵:۸۔ اُس آدمی کی "چارپائی" کیا تھی؟ ایک ہلکا سا گدا یا کپڑے کی چٹائی (گُدڑی)۔ یسوؔع نے اُس سے کہا "اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر"۔ یہاں سبق یہ ہے کہ جب ہمیں نجات مِلتی ہے تو صرف یہی نہیں کہا جاتا کہ اُٹھو، بلکہ یہ بھی کہ چلو پھرو۔ خُداوند یسوؔع ہمیں

گُناہ کے طاعُون سے شِفا دیتا ہے اور پھر توقع کرتا ہے کہ ہم اُس (یسوؔع) کے شایانِ شان چلیں پھریں گے۔

۹:۵- نجات دِہندہ کبھی کِسی کو ایسا کام کرنے کو نہیں کہتا جس کے کرنے کی طاقت نہیں دیتا۔ وُہ اُس معذُور شخص سے کہہ رہا تھا کہ اُس کے بدن میں نئی زِندگی اور طاقت دَوڑنے لگی۔ وُہ فی الفور شِفا پا گیا۔ یہ صحت یابی بتدرِیج نہیں تھی۔ وُہ اعضا جو برسوں سے کمزور اور بے کار تھے اچانک طاقت سے پھڑکنے لگے۔ ساتھ ہی اُس نے خُداوند کے حُکم کی فوری تعمیل کی۔ "وُہ ... اپنی چارپائی اُٹھا کر چلنے پھرنے لگا"۔ اُس کے لئے کیسی پُرجوش بات تھی کہ برسوں کی بیماری کے بعد چل پھر رہا تھا۔

یہ مُعجزہ "سبت" کے دِن ہُؤا، یعنی ہفتہ کے ساتویں دِن یا ہمارے ہفتہ کے دِن۔ یہُودیوں کو سبت کے دِن ہر قسم کا کام کرنے کی ممانعت تھی۔ یہ (سابق بیمار) آدمی بھی یہُودی تھا۔ لیکن خُداوند یسوؔع کی ہدایت پر اُس نے اپنی چارپائی اُٹھا کر چلنے پھرنے میں مُطلق تامل نہ کیا۔ حالانکہ اِس دِن کے بارے میں یہُودی روایت کُچھ اَور تھی۔

ب۔ یہُودیوں کی طرف سے مخالفت ۱۸-۱۰:۵

۵:۱۰- جب "یہُودیوں" نے اُس آدمی کو "سبت کے دِن" چارپائی اُٹھائے ہُوئے دیکھا تو اُسے ٹوکا۔ یہ لوگ مذہبی رسُومات کے ماننے میں بڑے سخت، بلکہ ظالم تھے۔ وُہ شریعت کے الفاظ سے بڑے سختی سے چمٹے ہُوئے تھے لیکن خُود کِسی پر ترس نہیں کھاتے تھے۔

۵:۱۱- جس آدمی کو شِفا مِلی تھی اُس نے نہایت سادہ سا جواب دیا کہ "جس نے مجھے تندرُست کیا اُسی نے مجھے فرمایا کہ اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر"۔ جس شخص کو یہ قُدرت حاصِل تھی کہ اَڑتیس (۳۸) برس کے بیمار آدمی کو شِفا دے دے اُس کا حُکم ماننا واجب تھا، خواہ وُہ کہتا کہ سبت کے دِن چارپائی اُٹھا کر چلو پھرو! شِفا پانے والے آدمی کو اُس وقت عِلم نہ تھا کہ خُداوند یسوؔع دراصل ہے کون۔ اُس نے اُس کے بارے میں عام سی بات کہہ دی لیکن دِلی شُکرگزاری کے ساتھ کہی۔

۱۲:۵- یہُودیوں کو یہ جاننے کا بڑا اِشتیاق تھا کہ وُہ ہے کون جس نے اُس آدمی کو ہماری سبت کی روایت توڑنے کی ہدایت کرنے کی جرأت کی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس سے

کہا کہ اُس قصُور وار شخص کی نِشاندہی کر۔ اُس کی شناخت کر۔ مُوسیٰ کی شریعت کا حُکم تھا کہ جو شخص سبت کو توڑے اُسے سنگسار کیا جائے۔ یہُودیوں کو اِس بات کی قطعاً پروا نہ تھی کہ ایک معذُور شخص کو شِفا مِلی ہے۔

۱۳:۵۔ شِفا پانے والا آدمی جانتا نہ تھا کہ وُہ کون تھا جس نے اُسے تندرُست کیا ہے۔ چُنانچہ اُس کی نِشاندہی کرنا مشکل تھا کیونکہ "یسوع وہاں سے ٹل گیا تھا۔" اِس لئے کہ بھیڑ لگ رہی تھی۔

یہ واقعہ خُداوند یسوع مسیح کی علانیہ خِدمت کے ایک بڑے موڑ کی نِشاندہی کرتا ہے۔ چونکہ اُس نے یہ معجزہ سبت کے دِن کیا تھا اِس لئے یہُودی لیڈروں کا غیظ و غضب بھڑک اُٹھا تھا۔ چنانچہ وُہ اُس کا پیچھا کر کے اُسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

۱۴:۵۔ کُچھ وقت کے بعد شِفا پانے والا آدمی "یسوع کو ہیکل میں مِلا۔" یقیناً وُہ اِس عجیب معجزے کے لئے خُدا کا شُکر کرنے وہاں گیا تھا۔ خُداوند نے اُسے یاد دلایا کہ جب تجھ پر اِتنا بڑا کرم ہُوا ہے تو تجھ پر کُچھ سنجیدہ فرض عائد ہوتا ہے۔ اعزاز کے ساتھ ہمیشہ ذِمّہ داری بھی ہوتی ہے۔ "دیکھ، تُو تندرُست ہو گیا ہے۔ پھر گُناہ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تُجھ پر اِس سے بھی زیادہ آفت آئے۔" یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اُس آدمی پر یہ بیماری اُس کے کسی گُناہ کے سبب سے آئی تھی۔ اِس بات کا اِطلاق ہر بیماری پر نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ اِنسان کی بیماری کا براہِ راست کسی گُناہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر شِیر خوار بچے اکثر بیمار ہوتے ہیں جبکہ اُن کی عُمر اِتنی نہیں ہوتی کہ جانتے بُوجھتے ہُوئے گُناہ کریں۔

یسوع نے کہا "پھر گُناہ نہ کرنا۔" اِس سے خُدا کے معیارِ پاکیزگی کا پتہ چلتا ہے۔ اگر وُہ کہتا کہ "جہاں تک مُمکن ہو گُناہ نہ کرنا" تو وُہ خُدا نہ ہوتا۔ خُدا کسی صُورت میں بھی گُناہ سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ اِس کے ساتھ ہی خبردار کیا گیا کہ "ایسا نہ ہو کہ تُجھ پر اِس سے بھی زیادہ آفت آئے۔" خُداوند نے وضاحت نہیں کی کہ "زیادہ آفت" کیا ہو سکتی ہے۔ تاہم اُس کا مقصد یہ سمجھانا تھا کہ گُناہ کے نتائج صِرف جسمانی بیماری تک ہی محدُود نہیں، بلکہ اِس سے کہیں زیادہ ہولناک بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنے گُناہوں میں مرتے ہیں وُہ ابدی غضب اور عذاب میں رہیں گے۔

فضل کو ٹھکرا دینا شریعت کی خلاف ورزی کرنے سے زیادہ خطرناک بات ہے۔

یسوؔع نے اُس آدمی پر بے حد رحم کیا اور محبّت دکھائی تھی۔ اگر اب بھی وُہ ویسی ہی گُناہ آلُودہ زِندگی گزارتا ہے جس کے باعث اُس پر بیماری آئی تھی تو یہ نہایت بُرا ردِّ عمل ہوگا۔

۵:۱۵۔ سامری عورت کی طرح "یہ آدمی" بھی اپنے نجات دہندہ کے بارے میں علانیہ گواہی دینا چاہتا تھا۔ اُس نے "یہُودیوں کو خبر دی کہ جس نے مجھے تندرست کیا وُہ یسوؔع ہے"۔ وُہ یسوع کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہُودی اِس قسم کی تحسین و آفرین میں کوئی دِلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ اُسے پکڑ کر سزا دیں۔

۵:۱۶۔ یہاں اِنسان کا شریر دِل بہُت بُری طرح بے نقاب ہوتا ہے۔ مُنجّی نے آکر شِفا کا زبردست کام کیا تھا۔ لیکن یہ "یہُودی" غضبناک ہو گئے۔ وُہ اِس بات پر سیخ پا تھے کہ مُعجزہ "سبت کے دِن" ہُؤا ہے۔ وُہ سَرد مہر مذہب پرست تھے۔ اُن کو اپنے ہم جنس اِنسانوں کی فلاح اور برکت کی نِسبت رسُومات اور روایات کی پابندی کا زیادہ پاس تھا۔ اُن کو احساس اور شعُور نہیں تھا کہ جس ہستی نے شروع میں سبت کو مخصُوص کیا، آج وُہی سبت کے دن رحم کا کام کر رہا ہے۔ خُداوند یسوؔع نے سبت کو نہیں توڑا تھا۔ شریعت اُس دِن خادمانہ کام کرنے سے منع کرتی ہے۔ لیکن ضروری اور رحم کے کام کرنے سے ہرگز منع نہیں کرتی۔

۵:۱۷۔ تخلیق کا کام چھ دِنوں میں ختم کرنے کے بعد خُدا نے ساتویں دِن آرام کیا۔ یہی سبت ہے۔ البتہ جب گُناہ دُنیا میں آگیا تو خُدا کے آرام میں خلل پڑ گیا۔ اب اُسے مرد و زن کو اپنی شراکت میں واپس لانے کے لئے مُسلسل کام کرنا تھا۔ اُسے کفّارہ/ فِدیہ مُہیا کرنا تھا۔ مخلصی کا ذریعہ مُہیّا کرنا تھا۔ اُسے ہر پشت کے لئے اِنجیل کا پیغام بھیجنا تھا۔ یُوں آدمؔ کی گراوٹ سے لے کر "باپ اب تک کام کرتا ہے"۔ خُداوند یسوؔع کا بھی یہی حال ہے۔ وُہ اپنے باپ کے کام میں معروف تھا اور اُس کی محبّت اور فضل ہفتہ کے صِرف چھ دِنوں تک محدُود نہیں ہو سکتا۔

۵:۱۸۔ یہ آیت بہُت زیادہ اہمیّت کی حامل ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ "یہُودی اَور بھی زیادہ اُسے (خُداوند یسوؔع) قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ وُہ نہ فقط سبت کا حُکم توڑتا بلکہ خُدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خُدا کے برابر بناتا ہے"۔ وُہ اپنی تنگ ذہنی کے باعث سمجھتے تھے کہ خُداوند نے سبت کو توڑا ہے حالانکہ یہ بات درُست نہ تھی۔ اُن کو خیال نہیں تھا کہ خُدا کا ہرگز اِرادہ نہ تھا کہ سبت اِنسان پر سختی کا باعث بنے۔ اگر ایک آدمی سبت کے دِن بیماری سے شِفا پا سکتا ہے تو خُدا ہرگز اجازت نہیں دے گا کہ وُہ مزید ایک

دن دُکھ میں رہے۔

جب یسوع نے "خدا" کو "میرا باپ" کہا تو یہودیوں کو احساس ہو گیا کہ وُہ "اپنے آپ کو خُدا کے برابر بناتا ہے"۔ اُن کے نزدیک یہ ہولناک کُفر تھا حالانکہ دراصل یہ صرف حقیقت تھی (اور ہے)۔

کیا خُداوند یسوع نے واقعی اپنے آپ کو خُدا کے برابر ٹھہرایا؟ اگر اُس کی یہ نیت نہ ہوتی تو وُہ یہودیوں سے صاف صاف کہہ دیتا۔ مگر اِس کے برعکس اگلی آیات میں اُس نے زیادہ ٹھوس الفاظ میں کہا کہ مَیں باپ کے ساتھ ایک ہُوں۔ جے۔ سِڈلو بیکسٹر اِس سلسلے میں یُوں کہتا ہے:

> "وُہ سات خصُوصیات میں برابری کا دعویٰ کرتا ہے (۱) کام کرنے میں برابری۔ "جن کاموں کو وُہ (باپ) کرتا ہے اُنہیں بیٹا بھی اُسی طرح کرتا ہے" (آیت ۱۹)۔ (۲) علم میں برابری۔ "باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے اور جتنے کام خود کرتا ہے، اُسے دِکھاتا ہے" (آیت ۲۰)۔ (۳) مُردوں کو زندہ کرنے میں برابری۔ "جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زندہ کرتا ہے اُسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے" (آیت ۲۱ مع آیات ۲۸، ۲۹)۔ (۴) عدالت کرنے میں برابری۔ "باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپُرد کیا ہے" (آیت ۲۲ مع آیت ۲۷)۔ (۵) تعظیم میں برابری۔ "تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں۔ جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں" (آیت ۲۳)۔ (۶) نئی زندگی بخشنے میں برابری۔ "جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ... وُہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے" (آیات ۲۴، ۲۵)۔ (۷) قائم بالذّات ہونے میں برابری۔ "کیونکہ جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اُسی طرح اُس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے" (آیت ۲۶)۔

ج۔ یسوع خُدا کے برابر ہونے کے اپنے دعوے کا دِفاع کرتا ہے ۵: ۱۹-۲۹

۱۹:۵- نجات دہندہ کا خُدا باپ کے ساتھ اِتنا گہرا تعلق تھا کہ وُہ کوئی کام اپنے آپ سے نہیں کرسکتا تھا۔ مطلب یہ نہیں کہ اُسے اپنے آپ سے کوئی کام کرنے کا اِختیار یا قُدرت نہ تھی بلکہ وُہ خُدا کے ساتھ اِس قدر ایک تھا کہ وُہ صِرف وُہی کام کرسکتا تھا جو "باپ کو کرتے دیکھتا" تھا۔ خُداوند نے باپ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا مگر خُود مُختار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ وُہ خُدا کے ساتھ پُورے طور پر برابر ہے مگر اُس سے الگ خُود مُختار نہیں ہے۔

خُداوند یسوؔع واضح طور سے چاہتا تھا کہ یہُودی مجُھے خُدا کے برابر سمجھیں۔ محض اِنسان کے لئے یہ دعویٰ کرنا بیہُودگی ہے کہ مَیں وُہی کام کرتا ہُوں جو خُود "خُدا" کرتا ہے۔ یسوؔع نے ہی یہ دعویٰ کیا۔ ایسا دعویٰ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اُس کی باپ تک مُسلسل رسائی ہو اور کامل علم ہو کہ آسمان میں کیا ہو رہا ہے۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ یسوؔع یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ مَیں بھی وہی کام کرتا ہُوں "جو باپ کو کرتے دیکھتا" ہُوں۔ یہ فی الحقیقت خُدا کے برابر ہونے کا دعویٰ یا بیان بالیقین ہے۔ وُہ قادرِ مُطلق ہے۔

۲۰:۵- "بیٹے" کے لئے باپ کی محبّت کا خاص نشان یہ ہے کہ "جتنے کام خود کرتا ہے اُسے (بیٹے کو) دِکھاتا ہے"۔ یہ "کام" یسوؔع نے نہ صِرف دیکھے بلکہ اُنہیں کرنے کی قُدرت بھی رکھتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی مُنجّی کہتا ہے کہ خُدا "اِن سے بھی بڑے کام اُسے دِکھائے گا" تاکہ لوگ "تعجّب کریں"۔ اُنہوں نے پہلے بھی خُداوند کو مُعجزے کرتے دیکھا تھا۔ ابھی ابھی انہوں نے دیکھا تھا کہ اُس نے اڑتیس ۳۸ برس کے ایک معذُور کو شفا بخشی۔ لیکن وُہ اِس سے بھی "بڑے" عجائب دیکھیں گے۔ اور ایسا پہلا مُعجزہ "مُردوں کو زِندہ کرنا" ہوگا (آیت ۲۱)۔ اور دُوسرا بنی نوعِ اِنسان کی "عدالت کرنا" ہوگا (آیت ۲۲)۔

۲۱:۵- یہ ایک اور واضح بیان ہے کہ بیٹا باپ کے برابر ہے۔ یہُودی یسوؔع پر اِلزام لگاتے تھے کہ یہ اپنے آپ کو خُدا کے برابر بناتا ہے۔ اُس نے اِس اِلزام سے اِنکار نہیں کیا بلکہ تین ۳ زبردست ثبوت پیش کئے کہ مَیں اور باپ ایک ہیں۔ "جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زِندہ کرتا ہے، اُسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زِندہ کرتا ہے"۔ کیا کبھی کہا جاسکتا ہے کہ وُہ محض اِنسان ہے؟ یہ سُوال خُود اپنا جواب ہے۔

۲۲:۵- نیا عہدنامہ بتاتا ہے کہ خُدا "باپ ... نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپُرد کیا ہے"۔ اور یہ کام کرنے کے لئے یقیناً لازِم ہے کہ مُطلق عِلم اور کامل راستبازی رکھتا ہو۔ وُہ اِنسان کے

دِل کے خیال اور ارادے جانتا اور سمجھتا ہے۔ کتنی عجیب بات تھی کہ ساری دُنیا کا مُنصِف اُن یہُودیوں کے سامنے کھڑا تھا۔ اپنا اختیار اُن کو بتا رہا تھا تو بھی وُہ اُسے نہیں پہچانتے تھے!

۵ : ۲۳ - یہاں وجہ بیان کی گئی ہے کہ خُدا نے مُردوں کو زِندہ کرنے اور دُنیا کی عدالت کرنے کا اختیار اپنے بیٹے کے سپُرد کیوں کیا ہُوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ "سب لوگ بیٹے کی عِزّت کریں جس طرح باپ کی عِزّت کرتے ہیں"۔ یہ سب سے اہم بیان ہے اور خُداوند یسُوعؔ مسیح کی اُلوہیّت کا واضح ترین ثبوت ہے۔ بائبل مُقدّس میں شرُوع سے آخر تک یہی تعلیم ہے کہ صِرف خُدا کی پرستش کرو۔ صِرف اُسی کو سجدہ کرو۔ دسؔ احکام میں اِنسانوں کو حُکم دیا گیا ہے کہ سِوائے حقیقی خُدا کے کِسی اَور کو معبُود نہ بنائیں۔ اَب یہاں بتایا گیا ہے کہ "سب لوگ بیٹے کی عِزّت کریں جس طرح باپ کی عِزّت کرتے ہیں"۔ اِس آیت سے ہم صِرف اِسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یسُوعؔ مسیح خُدا ہے۔

بہت سے لوگ خُدا کی عبادت اور پرستش کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن یسُوعؔ مسیح کو خُدا ماننے سے اِنکار کرتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ یسُوعؔ ایک نیک اِنسان تھا۔ یا کِسی اور اِنسان کی نسبت زیادہ خُدا کی مانند تھا۔ مگر یہ آیت اُس کو کامِل طور پر خُدا کے برابر قرار دیتی اور مُطالبہ کرتی ہے کہ اِنسان یسُوعؔ کو "وُہی عِزّت" دیں جو "خُدا باپ" کو دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص "بیٹے کی عِزّت نہیں کرتا" تو وُہ "باپ کی ... عِزّت نہیں کرتا"۔ اگر کوئی خداوند یسُوعؔ مسیح سے ویسی محبّت نہیں کرتا جیسی خُدا سے کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اُس کا دعویٰ باطِل ہے۔ اگر آپ کو پہلے کبھی احساس و شعُور نہیں ہُوا کہ یسُوعؔ مسیح کون ہے تو اِس آیت پر اِحتیاط سے غور کریں۔ یاد رکھیں کہ خُدا کا کلام ہی یہ بات کہتا ہے۔ لہٰذا یہ جلالی حقیقت قبول کرلیں کہ یسُوعؔ مسیح میں خُدا جسم میں ظاہر ہُوا۔

۵ : ۲۴ - گزشتہ آیات میں ہم نے سیکھا کہ خُداوند یسُوعؔ زِندگی بخشنے کا اختیار اور قُدرت رکھتا ہے اور یہ بھی کہ عدالت کا کام اُس کے سپُرد کیا گیا ہے۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اِنسان اُس سے کِس طرح رُوحانی زِندگی حاصِل کرسکتا اور غضب یعنی "سزا کے حُکم" سے بچ سکتا ہے۔

یہ بائبل مُقدّس کی ایک نہایت پسندیدہ آیت ہے۔ اِس کے پیغام سے لاتعداد لوگ ہمیشہ کی زِندگی میں داخل ہو چُکے ہیں۔ بلاشُبہ یہ آیت اِس لئے اِتنی مقبُول اور دِل آویز ہے کہ نجات کے راستہ کو نہایت خوبصُورتی سے بیان کرتی ہے۔ خُداوند

یسوع نے بات کا آغاز "مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں" کے الفاظ سے کیا۔ یُوں وُہ جو بات کہنے کو تھا اُس کی اہمیّت کی طرف توجّہ دِلائی ۔ یہاں لفظ "تم سے" بھی قابلِ غور ہیں۔ خُدا کا بیٹا آج ہم سے بھی اُسی اپنائیت اور شخصی طور سے مُخاطب ہے ۔

"جو میرا کلام سُنتا ہے"۔ یسوع کے کلام کو سُننے کا مطلب صِرف سُننا ہی نہیں، بلکہ قبول کرنا، اُس پر ایمان لانا اور اُس پر عمل کرنا بھی ہے ۔ بہُت سے لوگ انجیل کی منادی سُنتے ہیں مگر اِس کے بارے میں کرتے کچھ نہیں ۔ یہاں خُداوند کہتا ہے کہ اِنسان کو قبول کرنا چاہئے کہ میری تعلیم خُدا کی ہے اور ایمان لانا چاہئے کہ مَیں واقعی دُنیا کا مُنجّی ہُوں۔

"اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے"۔ یہ خدا کا یقین کرنے کی بات ہے ۔ لیکن کیا اِس کا مطلب ہے کہ اِنسان صِرف خُدا کا یقین کرنے سے نجات پاتا ہے؟ بہُت سے لوگ خُدا کا یقین کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اُن کی کبھی نئی پیدائش نہیں ہُوئی، یعنی مسیح پر ایمان نہیں لائے ۔ نہیں ۔ یہاں خیال یہ ہے کہ اِنسان خُدا کا یقین کرے جس نے خُداوند یسوع مسیح کو دُنیا میں بھیجا۔ یہ یقین کرے کہ خُدا نے خُداوند یسوع کو اِس لئے "بھیجا" کہ ہمارا مُنجّی ہو۔ اِن ساری باتوں پر یقین کرنا ضرُور ہے جو خُدا نے خُداوند یسوع کے بارے میں کہی ہیں کہ صِرف وُہی واحد مُنجّی ہے۔ اور گناہ صِرف اُس کے اُس کام سے دُور ہوتے ہیں جو اُس نے کلوری پر کیا۔

"ہمیشہ کی زِندگی اُس کی ہے"۔ غَور کریں کہ یہ نہیں کہا گیا کہ اُسے ہمیشہ کی زِندگی مِلے گی بلکہ یہ کہ "ہمیشہ کی زِندگی اُس کی ہے"۔ "ہمیشہ کی زِندگی" خُداوند یسوع مسیح کی زِندگی ہے۔ یہ زِندگی فقط وُہ زِندگی نہیں جو ہمیشہ جاری رہے گی بلکہ یہ نجات دہندہ کی زِندگی ہے جو ہم ایمان لانے والوں کو بخشی گئی ہے۔ یہ رُوحانی زِندگی ہے اور اُس وقت ملتی ہے جب اِنسان نئے سِرے سے پیدا ہوتا ہے ۔ اِس کے برعکس طبعی زِندگی ہے جو جسمانی پیدائش کے وقت ملتی ہے ۔

"اُس پر سزا کا حُکم نہیں ہوتا"۔ یہاں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ ایمان لانے والے پر نہ اِس وقت سزا کا حُکم ہے، نہ آئندہ کبھی ہو گا ۔ جو شخص خُداوند یسوع پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حُکم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مسیح نے کلوری پر اُس کے گناہوں کی سزا برداشت کرلی ہے ۔ خُدا سزا کا مطالبہ دو دفعہ نہیں کرے گا۔ مسیح نے ہمارا عوضی ہو کر

یہ قیمت ادا کر دی ہے اور یہ کافی ہے۔ اُس نے کام پورا کر دیا ہے۔ اور پُورے کام میں اور کُچھ نہیں بڑھایا جا سکتا۔ نجات یافتہ شخص کو اُس کے گُناہوں کی سزا کبھی نہیں مِلے گی۔ کئی اَور آیات ہیں جو سِکھاتی ہیں کہ ایک دِن اِیماندار مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑا ہو گا (رومیوں ۱۴: ۱۰؛ ۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱۰) البتہ اُس موقع پر اُس کے گُناہوں کی سزا کا سُوال نہیں اُٹھایا جائے گا۔ اِس سُوال کا فیصلہ کلوری پر ہو چُکا ہے۔ مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے ایمان دار کی زِندگی اور خِدمت کا جائزہ لِیا جائے گا۔ اور اُس کو یا تو اجر مِلے گا یا وُہ نُقصان اُٹھائے گا۔ اُس وقت اُس کی رُوح کی نجات کا سُوال نہیں ہو گا بلکہ دیکھا جائے گا کہ اُس کی زِندگی کِتنی پھلدار رہی ہے۔

”وُہ مَوت سے نِکل کر زِندگی میں داخِل ہو گیا ہے“۔ جو شخص مسیح پر ایمان لے آیا ہے وُہ رُوحانی مَوت کی حالت سے ”نِکل کر“ رُوحانی ”زِندگی“ میں داخِل ہو گیا ہے۔ ایمان لانے سے پہلے وُہ گُناہوں میں مُردہ ہوتا ہے۔ جہاں تک خُدا کے ساتھ محبّت اور خداوند کے ساتھ رفاقت کا تعلق ہے، وُہ مُردہ ہوتا ہے۔ جب وُہ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتا ہے، تو رُوح القُدس اُس کے اَندر بسنے لگتا اور وُہ الٰہی زِندگی کا مالِک بن جاتا ہے۔

۵: ۲۵۔ یہ باب ۵ میں تیسرا اور یُوحنّا کی اِنجیل میں اب تک ساتواں مَوقع ہے کہ خُداوند نے ”سچ سچ کہتا ہوں“ کے الفاظ استعمال کِئے ہیں۔ جب اس نے کہا کہ ”وُہ وقت آتا ہے بلکہ ابھی ہے“ تو وُہ گھڑی کے وقت کی بات نہیں کر رہا تھا بلکہ یہ کہ وُہ زمانہ آ رہا ہے بلکہ آ چُکا ہے، یعنی خُداوند کے تاریخ کی سٹیج پر آنے کا زمانہ —— اَب وُہ آ چُکا تھا۔

اِس آیت میں جِن ”مُردوں“ کا ذِکر کِیا گیا ہے وُہ کون ہیں؟ وُہ کون ہیں جو ”خُدا کے بیٹے کی آواز سُنیں گے اور ... جئیں گے“؟ ہو سکتا ہے کہ اشارہ اُن لوگوں کی طرف ہے جو خُداوند کی خِدمت کے دَوران مُردوں میں سے زِندہ کِئے گئے۔ مگر یہ آیت وسیع تر مفہُوم رکھتی ہے۔ جِن ”مُردوں“ کا یہاں ذِکر ہے، یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے گُناہوں میں مُردہ ہیں۔ جب اِنجیل کی منادی ہوتی ہے اُس وقت یہ ”خُدا کے بیٹے کی آواز“ سُنتے ہیں۔ جب وُہ کلام کو قبول کرتے اور نجات دہندہ پر ایمان لاتے ہیں اُس وقت وُہ ”مَوت سے نِکل کر زِندگی میں داخِل“ ہوتے ہیں۔

آیت ۲۵ میں طبعی اور جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی مُعاملات کی بات کی گئی ہے۔ اِس تصوّر کی

حمایت کرتے ہُوئے ہم اِس آیت اور آیات ۲۸، ۲۹ کے درمیان تقابُل اور مشابہت کا بیان کرتے ہیں۔

آیت ۲۵- موت سے زِندگی میں آنا	آیات ۲۸، ۲۹- موت کے بعد کی زِندگی
"وُہ وقت آتا ہے بلکہ ابھی ہے"۔	"وُہ وقت آتا ہے"۔
"مُردے"	"جِتنے قبروں میں ہیں"
"آواز سُنیں گے"	"اُس کی آواز سُنیں گے"
"جو سُنیں گے وُہ جِئیں گے"	قبروں سے "نِکلیں گے"۔

۵:۲۶- یہ آیت وضاحت کرتی ہے کہ اِنسان خُداوند یسُوع سے کِس طرح زِندگی پا سکتا ہے۔ "جس طرح باپ" زِندگی کا سرچشمہ اور "زِندگی" دینے والا ہے "اُسی طرح اُس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زِندگی رکھے" اور دُوسروں کو بھی دے سکے۔ یہ بھی مسیح کی اُلوہیّت اور باپ کے ساتھ برابری کا ایک واضح بیان ہے۔ کِسی اِنسان کے بارے میں ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وُہ اپنے آپ میں زِندگی رکھتا ہے۔ ہم سب کو زِندگی دی گئی ہے۔ مگر باپ یا خُداوند یسُوع کو کبھی زِندگی نہیں دی گئی۔ ازل سے زِندگی اُن میں ہے۔ اِس زِندگی کا کوئی شرُوع نہیں۔ اس کا سرچشمہ باپ اور بیٹے کے عِلاوہ اَور کوئی نہیں۔

۵:۲۷- خُدا نے نہ صِرف یہ بخشا کہ بیٹا اپنے آپ میں زِندگی رکھے بلکہ "اُسے" دُنیا کی "عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا" ہے۔ یسُوع کو عدالت کرنے کا اختیار اِس لئے دِیا گیا ہے کہ "وُہ آدم زاد ہے"۔ "خُدا کا بیٹا" کا لقب اِس لِئے دِیا گیا ہے کہ ہمیں یاد دِلایا جائے کہ خُداوند یسُوع پاک تثلیث کا ایک رُکن ہے۔ خُدائے ثالوث کا ایک اقنوم ہے۔ بحیثیت "خُدا کا بیٹا" وُہ باپ اور رُوح القدُس کے برابر ہے۔ بحیثیت خُدا کا بیٹا وُہ زِندگی دیتا ہے۔ لیکن وُہ "اِبنِ آدم" یعنی "آدم زاد" بھی ہے۔ وُہ آدم بن کر اِس دُنیا میں آیا۔ اِنسانوں کے درمیان رہا اور مَرد و زن کے عوض صلیب پر مُؤا۔ جب وُہ بحیثیت بشر دُنیا میں آیا تو اُسے ردّ اور مصلُوب کر دیا گیا۔ جب دوبارہ آئے گا تو اپنے دُشمنوں کی عدالت کرنے آئے گا۔ جس دُنیا میں اُس کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا گیا تھا، اُسی دُنیا میں اُس کی عِزّت اور تعظیم کی جائے گی۔ چونکہ وُہ اِنسان اور خُدا دونوں ہے، اِس لئے مُنصف بننے کا کامِل طور پر اہل ہے۔

۵:۲۸- جب مسیح خُدا باپ کی برابری کے یہ زبردست دعوے کر رہا تھا تو جو یہُودی سُن

رہے تھے وُہ سخت حیران ہو رہے تھے ۔ بے شک وُہ اُن کے خیالات کو جاننا اور سمجھتا تھا۔ اِس لئے یہاں اُن سے کہتا ہے کہ اِن باتوں پر "تعجّب نہ کرو"۔ اِس کے بعد اُس نے اور زیادہ چونکا دینے والی حقیقت کا انکشاف کیا کہ "وُہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اُس کی آواز سُن کر نکلیں گے"۔ جو خُدا نہ ہو اُس کے لئے ایسی پیشین گوئی کرنا کیسی حماقت ہوگی کہ قبروں میں پڑی ہُوئی لاشیں ایک دِن میری آواز سنیں گی ؟ صرف خُدا ہی ایسے بیان کا دعویدار ہو سکتا ہے ۔

۵ : ۲۹ ۔ وُہ دِن آتا ہے جب سارے مُردے زِندہ کئے جائیں گے ۔ بعض "زِندگی کی قیامت کے واسطے" اور بعض "سزا کی قیامت کے واسطے"۔ یہ کیسی سنجیدہ سچّائی ہے کہ ہر وُہ شخص جو کبھی اِس دُنیا میں مَوجُود تھا، یا آئندہ موجُود ہوگا، وُہ اِن دونوں میں سے ایک طبقے میں شامل ہوگا۔

قیامت کے موضوع پر بائبل مُقدّس میں اگر صرف یہی ایک آیت ہوتی تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ سارے مُردے ایک ہی وقت زِندہ کئے جائیں گے ۔ لیکن ہم پاک نوِشتوں کے دِیگر حِصّوں اور خصُوصاً مکاشفہ ۲۰ باب سے جانتے ہیں کہ دونوں قیامتوں کے درمیان کم سے کم ایک ہزار سال کا وقفہ ہے ۔ پہلی قیامت اُن کی ہے جو مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے بچائے گئے ہیں ۔ دُوسری قیامت میں وُہ سب شامل ہوں گے جو ایمان لائے بغیر مر گئے ۔

آیت ۲۹ ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتی کہ جن لوگوں نے نیکیاں کی ہیں وُہ اپنے نیک کاموں کی وجہ سے نجات پائیں گے اور جنہوں نے بدیاں کی ہیں اُن کو بُرے کاموں کی وجہ سے سزا مِلے گی ۔ کوئی اِنسان "نیکی" کرنے سے نجات نہیں پاتا، بلکہ نیکیاں اِس لئے کرتا ہے کہ وُہ نجات پا چُکا ہے ۔ نیک کام نجات کی جڑ نہیں، بلکہ پھل ہیں ۔ وُہ عِلّت نہیں بلکہ معلُول ہیں۔ "جنہوں نے بدی کی ہے"۔ یہ الفاظ اُن لوگوں کو بیان کرتے ہیں جو خُداوند یسُوع پر کبھی ایمان نہیں لائے ۔ جنہوں نے کبھی اُس کا یقین نہیں کیا ۔ اور اِس کے نتیجے میں خُدا کی نظروں میں اُن کی زِندگیاں "بدی" ہیں ۔ یہ اِس لئے زِندہ کئے جائیں گے کہ خُدا کے سامنے کھڑے ہوں اور ابدی سزا کا حکم سُنیں۔

د ۔ چار گواہ کہ یسُوع خُدا کا بیٹا ہے ۵ : ۳۰ ۔ ۴۷

۵ : ۳۰ ۔ "مَیں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا"۔ بادی النظر میں تو اِس بیان سے یُوں لگتا ہے جیسے خُداوند یسُوع کو اپنے آپ سے کچھ بھی کرنے کا اختیار نہیں مگر بات یہ نہیں، بلکہ یہاں خیال یہ ہے کہ وُہ خُدا باپ کے ساتھ یہاں تک ایک ہے کہ اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ وُہ اپنے

اِختیار سے کُچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نجات دہندہ میں اپنی مرضی کرنے کا تو شائبہ تک نہ تھا۔ وُہ باپ کی کامل فرمانبرداری کرتا تھا۔ وُہ ہمیشہ اُس کے ساتھ کامل رفاقت اور ہم آہنگی میں رہتا تھا۔

جُھوٹے اُستاد اکثر اِس آیت کا سہارا لے کر تعلیم دیتے ہیں کہ یسوؔع مسیح خُدا نہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ چونکہ یسوؔع اپنے آپ سے کُچھ نہیں کر سکتا تھا اِس لئے وُہ فقط اِنسان ہے۔ مگر یہ آیت اِس کے برعکس ثابت کرتی ہے کہ وُہ خُدا ہے۔ اِنسان وُہ کام کر سکتے ہیں جو چاہتے ہیں، خواہ یہ کام خُدا کی مرضی کے مُطابق ہوں، خواہ نہ ہوں۔ لیکن خُداوند یسوؔع اپنی ذات کے باعث اِس طرح نہیں کر سکتا تھا۔ یہ طبعی وجُوہات کی بنا پر نہیں بلکہ رُوحانی اَسباب کی بنا پر ناممکن تھا۔ وہ طبعی لحاظ سے سب کُچھ کرنے کی قُدرت رکھتا تھا، مگر کوئی غلط کام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بیان خُداوند یسوؔع کو تمام بنی نوعِ اِنسان سے الگ اور ممیز کرتا ہے۔

خُداوند یسوؔع اپنے باپ سے جو کُچھ سُنتا اور اُس سے ہر روز جو ہدایات پاتا تھا اُس کے مُطابق سوچتا، دُوسروں کو سکھاتا اور عمل کرتا تھا۔ یہاں لفظ "عدالت کرنا" کا مطلب قانُونی مُعاملات کا تصفیہ کرنا نہیں، بلکہ یہ فیصلہ کرنا ہے کہ میرے (یسوؔع) لئے کیا کرنا اور کہنا مُناسب اور دُرست ہے۔

چونکہ منجّی کی نیّت میں خود غرضی قطعاً نہیں ہوتی تھی، وُہ مُعاملات کا مُنصفانہ اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کر سکتا تھا۔ اُس کی ایک ہی آرزُو تھی کہ اپنے باپ کی مرضی پُوری کر کے اُسے خُوش کرے۔ وُہ کسی چیز کو اِس بات کی راہ میں رُکاوٹ نہیں بننے دیتا تھا۔ اِس لئے جب وُہ عدالت کرتا تو کوئی ایسی بات اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی جو اُس کے اپنے مفاد میں ہو۔ ہماری رائے اور تعلیمات پر اکثر وُہ باتیں اثر انداز ہوتی ہیں جن کو ہم چاہتے ہیں یا جن پر ہمارا اعتقاد ہوتا ہے۔ مگر خُدا کے بیٹے کا مُعاملہ ایسا نہیں تھا۔ اُس کی آراء یا عدالت اپنے حق میں جانبدارانہ نہیں ہوتیں۔ اِن میں کسی قسم کی طرفداری نہیں ہوتی۔ اِن میں کسی قسم کا تعصّب نہیں۔

۵: ۳۱۔ اِس باب کی بقیہ آیات میں خُداوند یسوؔع اپنی اُلوہیّت کے بارے میں مُختلف گواہوں کا بیان کرتا ہے۔ اوّل تو یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی گواہی تھی (آیات ۳۲-۳۵)۔ پھر اُس کے اپنے کاموں کی گواہی (آیت ۳۶) اور باپ کی گواہی (آیات ۳۷، ۳۸) اور پُرانے عہدنامہ

کے صحائف کی گواہی (آیات ۳۹-۴۷)۔

پہلے تو یسوع نے گواہی کے موضوع پر عمومی بیان دیا۔ اُس نے کہا "اگر مَیں خود اپنی گواہی دُوں تو میری گواہی سچّی نہیں"۔ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خُداوند یسوع کبھی کوئی ایسی بات بھی کہہ سکتا ہے جو سچّی نہ ہو۔ بلکہ وُہ ایک عام اصُول اور حقیقت کا بیان کر رہا تھا کہ قانُون کی عدالت میں ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں مانی جاتی۔ خُدا کا اِلٰہی فرمان یہ ہے کہ قابلِ قبُول اور مُستند فیصلہ کرنے سے پہلے کم سے کم دو۲ یا تین۳ گواہوں کی گواہی ضرُوری ہے۔ چنانچہ خُداوند یسوع اپنی الوہیت کے حق میں دو۲ یا تین۳ نہیں بلکہ چار۴ گواہ پیش کرنے کو تھا۔

۵:۳۲- اِس آیت کے بارے میں یہ سُوال اُٹھایا جاتا ہے کہ آیا یہ آیت یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کا ذِکر کرتی ہے یا خُدا باپ کا یا رُوح القُدس کا۔ بعض عُلما کا کہنا ہے کہ لفظ "ایک اَور ہے" یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کے بارے میں ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہ آیت اگلی تین آیات سے مُنسلک ہے۔ دُوسرے عُلما کا خیال ہے کہ یہاں خُداوند "اُس گواہی" کا ذِکر کر رہا ہے جو رُوح القُدس یسوع کے حق میں دیتا ہے۔ ہمارے خیال میں وُہ باپ "کی گواہی" کا ذِکر کر رہا ہے۔

۵:۳۳- سب سے بڑے گواہ یعنی اپنے باپ کا تعارف کرانے کے بعد خُداوند "یُوحنّا" کی گواہی کا بیان کرتا ہے۔ اُس نے بےیقین یہُودیوں کو یاد دِلایا کہ "تُم نے یُوحنّا کے پاس پیام بھیجا"، یعنی آدمی بھیجے تاکہ اُس کا پیغام سُنیں۔ اور یُوحنّا کی ساری گواہی خُداوند یسوع کے بارے میں تھی۔ وُہ لوگوں کو اپنی طرف مُتوجہ کرنے کی بجائے نجات دہندہ کی طرف مُتوجہ کرتا تھا۔ وُہ اُس ہستی کی گواہی دیتا تھا جو "سچّائی" ہے۔

۵:۳۴- خُداوند یسوع نے اپنے سامعین کو یاد دِلایا کہ میرا خُدا کے برابر ہونے کا دعویٰ صرف "اِنسان کی گواہی" پر مبنی نہیں۔ اگر اُس کے پاس اپنے حق میں صرف اِتنی ہی گواہی ہوتی تو اُس کا دعویٰ نہایت کمزور ہوتا۔ لیکن اُس نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی گواہی کا ذِکر اِس لئے کیا کیونکہ وُہ ایسا اِنسان تھا جسے خُدا نے بھیجا تھا۔ اور اِس لئے بھی کہ اُس نے خُداوند یسوع کے بارے میں گواہی دی کہ فی الواقع مسیح موعُود خُدا کا برّہ ہے جو جہان کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے۔

اِس کے ساتھ ہی خُداوند نے یہ بھی کہا کہ "مَیں یہ باتیں اِس لئے کہتا ہُوں کہ تُم نجات پاؤ"۔ خُداوند یسوع یہُودیوں سے اِتنی طویل اور تفصیلی باتیں کیوں کر رہا تھا؟ کیا وُہ صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش میں تھا کہ مَیں حق بجانب ہُوں اور تُم غلطی پر ہو؟ نہیں، بلکہ یہ شاندار سچّائیاں اِس لئے

اُن کے سامنے پیش کر رہا تھا کہ وُہ جان لیں کہ وُہ کون ہے، اُسے موعُودہ مُنجّی قبول کر لیں ۔ یہ آیت ہمیں خُداوند یسُوع کے محبّت بھرے اور رحم بھرے دِل کا پُورا نظّارہ دِکھاتی ہے ۔ وُہ اُن لوگوں سے باتیں کر رہا تھا جو اُس سے نفرت کرتے اور دُشمنی رکھتے تھے ۔ اور جو بہُت جلد ہر مُمکن طریقے سے کوشش کرنے کو تھے کہ اُس کی جان لے لیں ۔ لیکن اُس کے دِل میں اُن کے لئے ہرگز کوئی نفرت نہ آئی ۔ وُہ اُن سے صرف پیار کر سکتا تھا ۔

۵:۳۵ ۔ یہاں خُداوند یسُوع یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے ۔ اُسے "جلتا اور چمکتا ہُوا چراغ" قرار دیتا ہے ۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ بہُت جوشیلا آدمی تھا، جس کی خدمت دُوسروں کو "روشنی" پہُنچاتی تھی ۔ اور جو اِسی جذبہ سے سرشار تھا کہ دُوسرے لوگوں کی توجّہ مسیح پر مرکوز کرے ۔ پہلے پہل تو یہُودی جوق در جوق یُوحنّا کے پاس آتے تھے ۔ اُس میں ایک نیا پن تھا ۔ ایک عجیب شخص تھا جو اُن کی زندگیوں میں آ گیا تھا ۔ اور وُہ اُس کی سُننے جاتے تھے ۔ "کُچھ عرصہ تک" اُنہوں نے اُسے ایک مقبول قومی لیڈر مانا ۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ یُوحنّا کو اِتنی سرگرمی کے ساتھ قبول کرنے کے بعد وُہ اُس ہستی کو قبول نہ کریں جس کی وُہ منادی کرتا تھا؟ وُہ کُچھ عرصے تک "خُوش رہے" لیکن توبہ نہ کی ۔ وُہ متلوّن مزاج تھے ۔ اُنہوں نے نقیب کو تو قبول کر لیا لیکن بادشاہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہُوئے! یسُوع نے یُوحنّا کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ۔ اگر مسیح کے کسی خادم کو "جلتا اور چمکتا ہُوا چراغ" قرار دیا جاتا ہے تو یہ خُدا کے بیٹے کی طرف سے اُس کی بڑی تعریف ہے ۔ ہم جو خُداوند یسُوع سے محبّت رکھتے ہیں، کاش ہم میں سے ہر ایک کی یہی آرزُو ہو کہ اُس کے لئے آگ کے شُعلے بن جائیں ۔ خُود تو جل جائیں مگر دُنیا کو روشنی دیں ۔

۵:۳۶ ۔ "یُوحنّا کی گواہی" مسیح کی اُلوہیّت کی سب سے بڑی گواہی نہیں تھی ۔ جو مُعجزے "باپ نے اُسے دِئے تھے"، وُہ بھی اِس کے "گواہ" تھے کہ واقعی "باپ نے" اُسے "بھیجا" تھا ۔ اپنی ذات میں مُعجزات اُلوہیّت کا ثبوت نہیں ۔ بائبل مُقدّس میں ہم اُن اِنسانوں کے بارے میں بھی پڑھتے ہیں جن کو خُدا نے مُعجزے کرنے کی قوّت بخشی تھی ۔ نیز یہ بھی پڑھتے ہیں کہ بدرُوحیں بھی فوق الفطرت کام کرتی ہیں لیکن خُداوند یسُوع کے مُعجزے اُن سب سے الگ اور فرق تھے ۔ خُود اُس میں قُدرت تھی کہ یہ قادر کام کر سکے جبکہ دُوسروں کو یہ قوّت دی گئی تھی ۔ دیگر لوگوں نے بھی مُعجزے کئے مگر وُہ دُوسروں کو مُعجزے کرنے کی قوّت نہیں دے سکتے تھے ۔ خُداوند یسُوع

نے نہ صرف خُود مُعجزے کئے بلکہ اپنے رسُولوں کو بھی ایسا کرنے کا اِختیار دِیا۔ عِلاوہ ازیں مُنجّی نے "جو کام" کئے وُہی تھے جِن کے بارے میں پُرانے عہد نامہ میں پیشین گوئی کی گئی تھی کہ مسیحِ موعُود کرے گا۔ مزید برآں جو مُعجزے خُداوند یسُوع نے کِئے وُہ اپنی نوعیّت، مقصد، وُسعت اور تعداد میں یکتا اور بے مثال ہیں۔

۵: ۳۷ - ۳۸- خُداوند دوبارہ اُس گواہی کی بات کرتا ہے جو "باپ" نے اُس کے حق میں دی تھی۔ غالباً خُداوند یسُوع اُس وقت کی طرف اِشارہ کر رہا ہے جب اُس کا بپتسمہ ہُوا تھا۔ اُس وقت آسمان سے خُدا باپ کی آواز سُنائی دی تھی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جِس سے مَیں خُوش ہُوں۔ مگر یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ خُداوند یسُوع کی زِندگی، مُعجزات اور خِدمت میں بھی خُدا باپ اِس حقیقت کی گواہی دیتا رہا کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے۔

ایمان نہ لانے والے یہُودیوں نے "نہ کبھی اُس (خُدا) کی آواز سُنی ... اور نہ اُس کی صُورت دیکھی"۔ وجہ یہ تھی کہ وُہ "اُس کے کلام کو اپنے دِلوں میں قائم نہیں رکھتے" تھے۔ خُدا اِنسانوں سے اپنے کلام یعنی بائبل مُقدّس کے وسیلے سے کلام کرتا ہے۔ اُن یہُودیوں کے پاس پُرانے عہد نامہ کے صحائف تھے، مگر وُہ خُدا کو موقع نہیں دیتے تھے کہ اُن صحائف کے وسیلے سے اُن سے کلام کرے۔ اُن کے دِل سخت ہو چُکے تھے اور اُن کے کان بھاری ہو گئے تھے کہ سُن نہ سکیں۔ نہ اُنہوں نے کبھی "خُدا کی صُورت دیکھی" تھی یعنی اُس کی "ذات" کا تجربہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ وُہ اُس ہستی کا "یقین نہیں کرتے" تھے جِس کو خُدا نے "بھیجا" تھا۔ خُدا باپ کوئی ایسی شکل یا صُورت نہیں رکھتا جو فانی آنکھوں کو نظر آ سکے۔ وُہ رُوح ہے، اِس لئے نادیدنی ہے۔ لیکن خُدا نے خُداوند یسُوع مسیح کی ذات میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ جو لوگ مسیح پر ایمان لائے اُنہوں نے حقیقت میں خُدا کی "صُورت" دیکھی۔ ایمان نہ لانے والے اُس کو فقط اپنی طرح کا ایک اور اِنسان سمجھتے رہے۔

۵: ۳۹- اِس آیت کے پہلے حِصّے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اوّل، خُداوند یسُوع یہُودیوں کو اُبھارتا ہے کہ "کتابِ مُقدّس میں ڈھُونڈیں"۔ دُوسرے، وُہ فقط یہ حقیقت بیان کر رہا تھا کہ اُنہوں نے "کتابِ مُقدّس میں ڈھُونڈا"۔ کیونکہ وُہ خیال کرتے تھے کہ صِرف صحائف رکھنے ہی سے ہم "ہمیشہ کی زِندگی" رکھتے ہیں۔ اِس آیت کی کوئی ایک تشریح مُمکن ہے۔ اور یہ بھی مُمکن ہے کہ خُداوند یسُوع صِرف یہ حقیقت بیان کر رہا تھا کہ یہُودی "کتابِ مُقدّس میں ڈھُونڈتے" تھے کیونکہ اُن کا

خیال تھا کہ ایسا کرنے سے اُنہیں "ہمیشہ کی زِندگی" ملتی ہے۔ وُہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ جب پُرانا عہدنامہ آنے والے مسیح موعُود کے بارے میں بتاتا ہے تو دراصل یسوؔع کے بارے میں بتاتا ہے۔ یہ خیال ہی کتنا ہولناک ہے کہ اِنسان کے ہاتھوں میں پاک صحائف ہوں اور وُہ اِتنا اندھا ہو۔ مگر یہ بات اَور بھی زیادہ ناقابلِ مُعافی ہے کہ خداوند یسوؔع نے اُن کو یہ سب کُچھ بتایا اور سمجھایا، تو بھی وُہ اُسے قبول کرنے سے اِنکار کرتے رہے۔ اِس آیت کے آخری حِصّے کو غور سے دیکھیں۔ "یہ وُہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے"۔ اِس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ پُرانے عہدنامہ کا خاص مَوضُوع مسیح کی آمد ہے۔ اگر کوئی شخص پُرانے عہدنامہ کا مُطالعہ کرتا ہے، اور یہ بات سمجھنے سے قاصر رہتا ہے تو وُہ اِس کا اہم ترین حِصّہ سمجھنے سے رہ جاتا ہے۔

۵:۴۰۔ یسوؔع یہُودیوں سے کہتا ہے کہ "پھر بھی تُم زِندگی پانے کے لئے میرے پاس آنا نہیں چاہتے"۔ لوگ مُنجّی کو قبول نہیں کرتے۔ قبول نہ کرنے کی اصل وجہ یہ نہیں کہ وُہ انجیل کو نہیں سمجھتے یا اُنہیں یسوؔع پر ایمان لانا ناممکن لگتا ہے۔ خُداوند یسوؔع کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں جو اُس کا یقین کرنے میں اُن کی راہ میں رُکاوٹ بن سکتی ہو۔ اصل قصُور اِنسان کی مرضی کا ہے۔ وُہ مُنجّی کی نسبت اپنے گُناہوں کو زیادہ پیار کرتا ہے۔ وُہ اپنی شریر راہوں کو ترک کرنا نہیں چاہتا۔

۵:۴۱۔ یسوؔع نے یہُودیوں کو ملامت کی کہ وُہ اُسے قبُول کرنے سے قاصر رہے۔ لیکن وُہ نہیں چاہتا تھا کہ وُہ سوچیں کہ اُسے اِس وجہ سے دُکھ ہُؤا ہے کہ اُنہوں نے اُسے "عِزّت" نہیں دی۔ وُہ دُنیا میں اِس لئے نہیں آیا تھا کہ "آدمیوں سے عِزّت چاہتا" تھا۔ اُس کو اُن کی تعریف کی ضرُورت نہ تھی بلکہ وُہ باپ سے تعریف چاہتا تھا۔ اگرچہ دُنیا والوں نے اُسے ردّ کر دیا مگر اُس کے جلال کو کسی طرح بھی کم نہیں کر سکتے تھے۔

۵:۴۲۔ اِنسان نے خُدا کے بیٹے کو قبول نہ کیا۔ یہاں اِس کی اصل وجہ کو پیش کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اِنسانوں میں "خُدا کی محبّت نہیں" یعنی وُہ خُدا سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے محبّت رکھتے ہیں۔ اگر وُہ خُدا سے محبّت رکھتے تو اُسے بھی قبول کرتے جسے اُس نے بھیجا تھا۔ خُداوند یسوؔع کو ردّ کر کے اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ اُن میں "خُدا کی محبّت نہیں"۔

۵:۴۳۔ خُداوند یسوؔع "اپنے باپ کے نام سے آیا" تھا، یعنی اپنے باپ کی مرضی پُوری کرنے، اپنے باپ کو جلال دینے اور ساری باتوں میں اپنے باپ کی فرمانبرداری کرنے آیا تھا۔

اگر انسان خُدا سے واقعی محبّت رکھتے تو اُس سے بھی محبّت رکھتے جو اپنی ہر بات اور ہر کام میں خُدا کو خوش کرتا تھا۔

اَب یسوع نے نبوّت کی کہ کوئی اور "اپنے ہی نام سے آئے گا" اور یہُودی "اُسے قبول کرلیں گے"۔ شاید ایک مفہوم میں وُہ اُن جھوٹے اُستادوں کی طرف اِشارہ کر رہا تھا جو اُس کے بعد اُٹھ کھڑے ہُوئے اور قوم سے اپنی عزّت کرانا چاہتے تھے۔ شاید وُہ جھوٹے فرقوں کے اُن لیڈروں کی بات کر رہا تھا جو صدیوں سے مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ مگر غالب خیال یہ ہے کہ وہ مخالفِ مسیح کا ذکر کر رہا تھا۔ وُہ دِن آ رہا ہے کہ ایک شخص یہُودی قوم کا حُکمران بن بیٹھے گا اور مُطالبہ کرے گا کہ خُدا کی جگہ میری پرستش کی جائے (۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۸- ۱۰)۔ یہُودی قوم کی اکثریت اُس مُخالفِ مسیح کو اپنا حاکم تسلیم کرے گی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خُدا کا شدید غضب اُن پر ہوگا (۱۔ یُوحنّا ۲: ۱۸)۔

۵: ۴۴۔ یہاں خُداوند ایک اَور وجہ بیان کرتا ہے کہ یہُودی قوم نے اُسے کیوں قبُول نہ کیا۔ وُہ خُدا سے نہیں بلکہ "ایک دُوسرے سے عزّت چاہتے" تھے۔ وُہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے یہودیت کو چھوڑ دیا تو ساتھی دوست کیا کہیں گے۔ وُہ اُس لعن طعن اور دُکھ کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے جو خُداوند یسُوع کا پَیرو بننے پر اُن کے حِصّے میں آتا۔ جب تک اِنسان ڈرتا رہتا ہے کہ دُوسرے لوگ کیا کہیں گے یا کیا کریں گے، تب تک نجات نہیں پا سکتا۔ خُداوند یسوع پر ایمان لانے کے لئے اِنسان کو دُوسروں سے نہیں بلکہ خُدا سے عزّت پانے کی فکر کرنا ہے۔ اُس کو اُس عزّت کی تمنّا ہونی چاہئے "جو خُدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے"۔

۵: ۴۵۔ خُداوند کو ضرُورت نہ تھی کہ "باپ سے" یہودیوں کی "شکایت" کرتا۔ بےشک وُہ اُن پر کئی اِلزام لگا سکتا تھا۔ مگر ایسا کرنے کی کوئی ضرُورت نہ تھی کیونکہ "موسیٰ" کے نوِشتے ہی اُن پر اِلزام لگانے کے لئے کافی ہوں گے۔ یہ یہُودی پُرانے عہدنامہ پر اور خصُوصاً "مُوسیٰ" کی پانچ کتابوں یعنی توریت پر بہت فخر کرتے تھے۔ وُہ فخر کرتے تھے کہ یہ صحائف بنی اِسرائیل کو دِئے گئے تھے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وُہ مُوسیٰ کی باتوں کو مانتے نہیں تھے جیسا کہ آیت ۴۶ میں بیان ہُوا ہے۔

۵: ۴۶۔ خُداوند یسوع مُوسیٰ کے نوِشتوں کو سند کے لحاظ سے اپنی باتوں کے برابر درجہ دیتا تھا۔ ہمیں یاد دِلایا گیا ہے کہ "ہر ایک صحیفہ خُدا کے اِلہام سے ہے" (۲۔ تیمتھیس ۳: ۱۶)۔

ہم پُرانا عہدنامہ پڑھ رہے ہوں یا نیا عہدنامہ، ہم خُدا ہی کا کلام پڑھتے ہیں۔ اگر یہُودیوں نے ”مُوسیٰ کا یقین“ کیا ہوتا تو وُہ خُداوند یسُوعؔ مسیح کا بھی یقین کرتے کیونکہ مُوسیٰ نے مسیح کے ”حق میں“ لکھا ہے۔ اِس کی ایک مثال اِستثنا ۱۸: ۱۵، ۱۸ میں ملتی ہے:

> ”خُداوند تیرا خُدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اُس کی سُننا۔ مَیں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرُوں گا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کُچھ مَیں اُسے حکم دُوں گا وُہی وُہ اُن سے کہے گا۔“

اِن آیات میں مُوسیٰ نے مسیح کی آمد کی نبوّت کی ہے اور یہُودیوں کو بتا دیا تھا کہ جب وُہ آئے تو اُس کی سُننا۔ اَب خُداوند یسُوعؔ آ گیا تھا، مگر یہُودی اُسے قبول کرنے سے قاصِر رہے۔ اِسی لئے مسیح کہتا ہے کہ مُوسیٰ باپ کے سامنے اُن پر اِلزام لگائے گا کیونکہ وُہ دعویٰ تو کرتے تھے مُوسیٰ کا یقین کرنے کا، مگر جِس بات کا حُکم مُوسیٰ نے دیا تھا وُہ نہیں مانتے تھے۔ ”اِس لئے کہ اُس (مُوسیٰ) نے میرے (مسیح کے) حق میں لکھا ہے“۔ یہ بالکل واضح بیان ہے کہ پُرانا عہدنامہ اُسی مسیح کے بارے میں نبوّتوں سے بھرا ہُوا ہے۔ آگسٹین نے اِسی بات کو نہایت مُختصر طور پر یُوں بیان کیا ہے کہ ”نیا عہدنامہ پُرانے عہدنامہ میں چھپا ہُوا ہے اور پُرانا عہدنامہ نئے عہدنامہ میں ظاہر ہے۔“

۵: ۴۷۔ ”لیکن جب“ یہُودیوں نے ”مُوسیٰ کے نوشتوں کا یقین نہیں کیا“ تو اِمکان نہیں کہ وُہ ”یسُوعؔ کی باتوں کا یقین“ کریں گے۔ پُرانے اور نئے عہدنامہ میں بہُت گہرا تعلق ہے۔ اگر کوئی شخص پُرانے عہدنامہ کے اِلہامی ہونے پر شک کرتا ہے تو یہ بھی اِمکان نہیں کہ وُہ خُداوند یسُوعؔ کی باتوں کو اِلہامی مانے گا۔ اگر لوگ بائبل مُقدّس کے بعض حِصّوں پر اعتراض کرتے ہیں تو بہت جلد باقی کتاب کو بھی شک کی نظروں سے دیکھنے لگیں گے۔ رِنگ بیان کرتا ہے کہ

> ”بے شک خُداوند کا اِشارہ اسفارِ خمسہ۔ یعنی مُوسیٰ کی پانچ کتابوں کی طرف ہے۔ یہ بائبل مُقدّس کا وُہ حِصّہ ہے جِس پر سب سے شدید حملے کئے جاتے رہے ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ یسُوعؔ نے اِسی حِصّے سے سب سے زیادہ اِقتباس کئے ہیں جیسے حملے شرُوع ہونے سے بہُت پہلے وُہ اِن پر اپنی مُہر ثبت کر دینا چاہتا تھا۔“

۴۔ خدا کے بیٹے کی خدمت کا تیسرا سال — گلیل

باب ۶

ا۔ چوتھا نشان — پانچ ہزار کو کھلانا ۶: ۱- ۱۵

۶: ۱۔ "اِن باتوں کے بعد"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ باب ۵ میں بیان شُدہ واقعات کے بعد کُچھ وقت گُزر چکا تھا، مگر کہہ نہیں سکتے کہ کِتنا وقت — اِتنا ضرُور جانتے ہیں کہ "یسوع یروشلیم کے آس پاس کے عِلاقے سے چل کر گلیل کی جھیل کے پاس کے عِلاقے میں آ گیا تھا"۔ "جھیل کے پار گیا" سے مُراد غالباً یہ ہے کہ وُہ شمال مغربی ساحل سے شمال مشرقی ساحل پر گیا۔ "گلیل کی جھیل" کو "تبریاس کی جھیل" بھی کہا جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ تبریاس کا شہر اِس کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ یہ شہر گلیل کے صُوبہ کا صَدر مقام تھا۔ اِس کا نام رومی شہنشاہ تبریاس کے نام پر رکھّا گیا تھا۔

۶: ۲، ۳۔ "اور بڑی بِھیڑ اُس کے پیچھے ہو لی"۔ ضرُوری نہیں کہ یہ لوگ اُس کو خُدا کا بیٹا مانتے اور اُس پر ایمان رکھتے تھے۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ "جو مُعجزے وُہ بیماروں پر کرتا تھا اُن کو وُہ دیکھتے تھے"۔ خُدا کو وُہ ایمان کبھی پسند نہیں آتا جس کی بُنیاد مُعجزے دیکھنے پر ہو بلکہ وُہ ایمان جس کی بُنیاد اُس کے کلام پر ہو۔ خُدا کے کلام کی تصدیق کے لئے مُعجزوں کا تقاضا کرنا مُناسب نہیں۔ خُدا جو کُچھ کہتا ہے سچ ہوتا ہے، جُھوٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ اِنسان کے لئے اِتنا ہی کافی ہونا چاہیئے۔ "یسوع پہاڑ پر چڑھ گیا"۔ یہ لفظی ترجمہ ہے جبکہ مُراد صِرف یہ ہو گی کہ وُہ جھیل کے اِرد گرد کے پہاڑی عِلاقے میں گیا۔

۶: ۴۔ یہ معلُوم نہیں کہ یُوحنّا کیوں کہتا ہے کہ "عیدِ فسح نزدیک تھی"۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس باب میں جب یسوع نے "زِندگی کی روٹی" کے بارے میں شاندار پیغام دِیا تو وُہ غالباً فسح کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وُہ عیدِ فسح کے لئے یروشلیم نہیں گیا تھا۔ یُوحنّا کہتا ہے کہ "یہودیوں کی عیدِ فسح"۔ دراصل پُرانے عہدنامہ میں خُدا نے یہ عید یہُودیوں کے لئے مقرّر کی تھی۔ اِس مفہُوم میں یہ "یہُودیوں کی عید" تھی۔ البتہ اِن الفاظ سے یہ مطلب بھی اخذ ہو سکتا ہے کہ اب خُدا اِس عید کو اپنی عید نہیں سمجھتا تھا۔ کیونکہ اب یہُودی قوم اِس عید کو دِل سے

نہیں بلکہ فقط رسمی طور سے مانتی تھی۔ اِس کا حقیقی مطلب اور مقصد بھُول چُکے تھے۔ اب یہ یہوواہ کی عید نہیں رہی تھی۔

۶:۵۔ اِس "بڑی بِھیڑ" کو دیکھ کر "یسوع" خفا نہیں ہُؤا۔ یہ نہیں سوچا کہ یہ بھیڑ میرے آرام میں مخل ہوئی ہے اور شاگردوں کے ساتھ جو وقت گُزارنا تھا اُسے خراب کیا ہے۔ اُس کا پہلا خیال یہ تھا کہ اِن لوگوں کو "کھانا" مُہیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ اُس نے "فِلپُّس سے کہا کہ ہم اِن کے کھانے کے لئے کہاں سے روٹیاں مول لیں"۔ یسوع سُوال پوچھتا تھا تو مقصد اپنے عِلم میں اِضافہ کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ دُوسروں کو کُچھ سِکھانا ہوتا تھا۔ یسوع تو جواب جانتا تھا مگر فلپُّس نہیں جانتا تھا۔

۶:۶۔ خُداوند فلپُّس کو ایک انمول سبق سکھانے اور اُس کے ایمان کو "آزمانے" کو تھا۔ "یسوع آپ جانتا تھا" کہ وُہ لوگوں کی اِس بڑی بھیڑ کو کِھلانے کے لئے ایک مُعجزہ کرنے کو تھا۔ لیکن کیا فلپُّس کو اِحساس تھا کہ یسوع ایسا کر سکتا تھا؟ کیا فلپُّس کا ایمان بڑا تھا یا چھوٹا؟

۶:۷۔ معلُوم ہوتا ہے کہ فلپُّس کا ایمان اِتنا بڑا نہیں تھا۔ اُس نے جلدی سے حِساب لگایا اور بتایا کہ "دو سو دینار کی روٹیاں اِن کے لئے کافی نہ ہوں گی کہ ہر ایک کو تھوڑی سی مِل جائے"۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ اُن دِنوں "دو سو دِینار" میں کِتنی روٹیاں خریدی جا سکتی تھیں۔ لیکن یہ رقم خاصی بڑی ضرُور تھی۔ ایک دِینار ایک مزدُور کی ایک دن کی اُجرت ہوتا تھا۔

۶:۸، ۹۔ "اِندریاس" "شمعون پطرس کا بھائی" تھا۔ وُہ گلیل کی جھیل کے قریب بیت صیدا کے رہنے والے تھے۔ اِندریاس نے بھی یہی فیصلہ دِیا کہ اتنے بڑے ہجُوم کو کِھلانا مشکِل ہے۔ اُس نے دیکھا کہ "یہاں ایک لڑکا ہے جس کے پاس جَو کی پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں ہیں"۔ مگر اُسے احساس تھا کہ اِتنی سی خوراک سے اِتنے بہُت سے لوگوں کو کِھلانے کی کوشِش کرنا بے سُود ہے۔ اُس لڑکے کے پاس کُچھ زیادہ نہیں تھا۔ مگر وُہ اُسے خُداوند یسوع کے سپُرد کرنے کو تیار تھا۔ اُس کی مہربانی کے باعث یہ کہانی چاروں انجیلوں میں درج ہُوئی۔ اُس (لڑکے) نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دِیا تھا، لیکن "اگر خُدا اس میں ہو تو تھوڑا بھی بُہت ہوتا ہے"۔ یُوں یہ لڑکا پُوری دُنیا میں مشہُور ہو گیا۔

۶:۱۰۔ لوگوں کو "بِٹھا" کر خُداوند یسوع نے اُن کے آرام کا بندوبست کِیا۔ غور کریں کہ اُس نے ایسی جگہ چُنی جہاں "بہُت گھاس تھی"۔ اُس عِلاقے میں ایسی جگہ مِلنا ایک غیر معمُولی بات تھی۔

مگر خداوند نے فکر کی کہ یہ لوگ صاف ستھری اور خوشگوار جگہ پر کھانا کھائیں۔

لکھا ہے کہ "مرد تخمیناً پانچ ہزار تھے"۔ چنانچہ اِس کا مطلب ہے کہ عورتیں اور بچّے اِن کے علاوہ تھے۔ "پانچ ہزار" کی تعداد کا ذکر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کتنا بڑا معجزہ رُونما ہونے کو تھا۔

۶: ۱۱۔ "یسوع نے وہ روٹیاں لیں اور شکر" کیا۔ اگر یسوع کھانا کھانے یا کھلانے سے پہلے شکر ادا کیا کرتا تھا تو ہمارے لئے کتنا فرض ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے خدا کا شکر ادا کیا کریں۔ اِس کے بعد یسوع نے وہ روٹیاں شاگردوں کو دیں۔ اِس میں بھی ہمارے لئے ایک اہم سبق ہے۔ یسوع نے سارا کام خود نہیں کیا۔ اُس نے دوسروں کی مدد حاصل کی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "جو آپ کر سکتے ہیں آپ کریں۔ جو مَیں کر سکتا ہوں میں کروں۔ اور جو ہم دونوں نہیں کر سکتے وہ خداوند کرے گا"۔

جب تک خداوند نے وہ روٹیاں شاگردوں کو دیں، اُس وقت تک وہ عجیب طور سے بڑھ چکی تھیں۔ یہ بات درج نہیں کہ ایسا خاص کس لمحہ ہُوا۔ مگر ہم اِتنا جانتے ہیں کہ خداوند کے ہاتھوں میں وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں بڑھ کر اِتنی زیادہ ہوگئیں کہ اِتنے بڑے ہجوم کو سیر کرنے کے لئے کافی تھیں۔ شاگرد وہ خوراک اُنہیں بانٹتے گئے "جو بیٹھے تھے"۔ کہیں کوئی کمی محسوس نہ ہوئی کیونکہ صاف صاف لکھا ہے کہ وہ "جس قدر چاہتے تھے" اُتنا ہر ایک کو دیا گیا۔

گرفتھ تھامس ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اِس واقعے میں ایک خوبصورت تصویر نظر آتی ہے:

> "(ا) فنا ہوتی ہوئی دُنیا کی (ب) بے بس شاگردوں کی (ج) کامل مُنجّی کی۔
> اِس معجزے میں تخلیق کا حقیقی عمل موجود ہے۔ کوئی ہستی جو محض اِنسان ہو، پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کو اِس طرح نہیں پھیلا سکتی کہ اِتنے لوگ سیر ہو جائیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "جب یسوع نے روٹی کو برکت دی تو بہار کا موسم تھا، جب اُس نے توڑی تو فصل کاٹنے کا موسم تھا، اور یہ مقولہ بھی سچ ہے کہ جن روٹیوں پر برکت نہیں وہ بڑھ نہیں سکتیں"۔

۶: ۱۲۔ یہ تفصیل نہایت خوبصورت ہے۔ اگر یسوع صرف اِنسان ہوتا تو "بچے ہوئے ٹکڑوں" کا خیال تک نہ کرتا۔ جو شخص پانچ ہزار کو کھلا سکتا ہے اُسے کیا پڑی ہے کہ چند بچے ہوئے ٹکڑوں کی فکر کرتا پھرے۔ مگر یسوع خدا ہے اور وہ اپنی نوازشات کو ضائع نہیں ہونے دیتا! وہ ہرگز نہیں

چاہتا کہ جو انمول چیزیں اُس نے ہمیں بخشی ہیں، ہم اُنہیں فضول خرچ کریں۔ چنانچہ وُہ بڑی فکرمندی سے ہدایت کرتا ہے کہ "بچے ہُوئے ٹکڑوں کو جمع کرو تاکہ کچھ ضائع نہ ہو"۔

بہت سے لوگ اپنی تاویلوں سے اِس معجزے کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ ہجوم نے لڑکے کو پانچ روٹیاں اور دو۲ مچھلیاں یسوع کو دیتے ہُوئے دیکھا۔ اِس سے اُنہیں احساس ہُوا کہ ہم کس قدر خُودغرض ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم بھی جو کھانا ساتھ لائے ہیں، وُہ نکالیں اور دُوسروں کو اِس میں شامل کریں۔ اور یُوں ہر ایک کو کھانے کو مل گیا۔ مگر ایسی تاویل حقیقت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ اگلی آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

۶:۱۳۔ لوگ کھا کر سیر ہو گئے تو بچے ہُوئے ٹکڑوں سے "بارہ۱۲ ٹوکریاں" بھر گئیں۔ اگر سارے لوگ اپنا اپنا کھانا کھا کر آئے ہوتے تو اِتنے زیادہ ٹکڑوں کا بچ جانا قطعی ناممکن ہوتا۔ اِنسان کی تاویلیں مضحکہ خیز ثابت ہوتی ہیں۔ صرف ایک ہی نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے۔ اور وُہ یہ ہے کہ ایک زبردست معجزہ رُونما ہُوا تھا۔

۶:۱۴۔ لوگوں نے خُود جان لیا کہ یہ معجزہ ہے۔ اگر اُنہوں نے اپنا کھانا کھایا ہوتا تو ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ درحقیقت وُہ اِس قدر قائل تھے کہ یہ معجزہ ہے کہ وُہ اِقرار کرنے لگے کہ "جو نبی دُنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے"۔ وُہ پُرانے عہدنامہ سے جانتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ اُنہیں اُمید تھی کہ یہ نبی ہمیں رومی حکومت سے چھڑائے گا۔ وُہ زمینی اور دُنیوی شہنشاہ کی راہ دیکھ رہے تھے۔ لیکن اُن کا ایمان سچّا ایمان نہیں تھا۔ وُہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ یسوع خُدا کا بیٹا ہے۔ نہ وُہ اپنے گُناہوں کا اِقرار کرنے اور مسیح کو نجات دہندہ ماننے پر آمادہ تھے۔

۶:۱۵۔ یسوع کے اِس معجزہ کے نتیجہ میں لوگ اُسے "بادشاہ بنانا" چاہتے تھے۔ اگر یسوع فقط اِنسان ہوتا تو اُن کی یہ درخواست منظور کر لیتا۔ لوگ تو سرفرازی حاصل کرنے اور نمایاں اور بُلند مرتبہ حاصل کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہوتے ہیں لیکن یسوع پر فخر اور خودبینی کی ایسی اپیلوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اُسے احساس ہے کہ مَیں اِس دُنیا میں اِس لئے آیا ہُوں کہ گنہگاروں کا عوضی ہو کر صلیب پر مروں۔ اور وُہ کسی بات کو اِس مقصد کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیتا۔ وُہ اُس وقت تک تخت پر بیٹھنے کو تیار نہیں، جب تک پہلے قُربانی کے مذبح پر نہ چڑھ لے۔ سرفراز ہونے سے پہلے ضرور تھا کہ وُہ دُکھ اُٹھائے، خون بہائے اور جان دے۔

الیف۔ بی۔ مائیر لکھتا ہے:

"جیسا کہ مقدس برنارڈ نے کہا ہے، لوگ جب بھی اُسے (یسوع کو) بادشاہ بنانا چاہتے وہ فرار ہو جاتا تھا۔ مگر جب بھی صلیب دینا چاہتے تو خود کو پیش کر دیتا تھا۔ اِس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے، آئیے ہم جاتی اِتّی کے عالیشان کاموں کو اپنانے سے نہ ہچکچائیں: "خداوند کی حیات کی قسم اور میرے مالک بادشاہ کی جان کی قسم جہاں کہیں میرا مالک بادشاہ خواہ مرتے خواہ جیتے ہوگا وہیں ضرور تیرا خادم بھی ہوگا" (۲-سموئیل ۱۵:۲۱) اور وہ (خداوند) ضرور جواب دے گا۔ جیسے داؤد نے ایک اَور مفرور سے کیا تھا جو اُس کے مقصد کے حصول میں ساتھ دینے کے لئے اُس کے پاس آیا تھا۔ "سو تو میرے ساتھ رہ اور مت ڈر۔ جو تیری جان کا خواہاں ہے وہ میری جان کا خواہاں ہے۔ سو تو میرے ساتھ سلامت رہے گا" (۱-سموئیل ۲۲:۲۳)۔

ب۔ پانچواں نشان — یسوع پانی پر چل کر اپنے شاگردوں کو بچاتا ہے ۶:۱۶-۲۱

۶:۱۶، ۱۷۔ اَب "شام" ہو گئی تھی۔ یسوع اکیلا پہاڑ پر چلا گیا تھا۔ بلاشبہ بھیڑ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا چکی تھی اور شاگرد اکیلے تھے۔ چنانچہ شاگردوں نے فیصلہ کیا کہ "جھیل کے کنارے" جا کر گلیل کی جھیل کے پار جانے کی تیاری کرتے ہیں۔

"وہ کشتی میں بیٹھ کر جھیل کے پار کفرنحوم کو چلے جاتے تھے۔ اُس وقت اندھیرا ہو گیا تھا اور یسوع ابھی تک اُن کے پاس نہ آیا تھا۔" وہ کہاں تھا؟ وہ پہاڑ پہ دعا مانگ رہا تھا۔ یہ آج مسیح کے پیروؤں کی کیسی تصویر ہے! وہ زندگی کے طوفانی سمندر پر تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ "اندھیرا" پھیلا ہوا ہے۔ خداوند یسوع کہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اُسے اُس کی خبر نہیں۔ وہ آسمان پر اُن لوگوں کی شفاعت کر رہا ہے جن سے محبت رکھتا ہے۔

۶:۱۸۔ گلیل کی جھیل میں اکثر اچانک اور شدید طوفان آ جاتے ہیں۔ دریائے یردن کی وادی میں ہوائیں بڑی تیز رفتاری سے چلتی ہیں۔ جب وہ گلیل کی جھیل پہ پہنچتی ہیں تو بڑی

بڑی لہریں اُچھالتی ہیں۔ ایسے وقت میں چھوٹی کشتیاں بالکُل غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

۶:۱۹- شاگرد "کھیتے کھیتے تین چار میل کے قریب نِکل گئے" تھے۔ اِنسانی نقطۂ نگاہ سے وُہ زبردست خطرے میں تھے۔ عین وَقت پر اُنہوں نے نگاہیں اُٹھائیں تو "یسوؔع کو جھیل پر چلتے اور کشتی کے نزدیک آتے دیکھا"۔ یہ ایک اور حیرت ناک مُعجزہ ہے۔ خُدا کا بیٹا گلیلؔ کی جھیل کے پانیوں پر چل رہا تھا۔ شاگرد "ڈر گئے" کیونکہ وُہ سمجھ نہ سکے کہ یہ عجیب شخص کون ہے۔

غور کریں کہ یہ واقعہ کیسے سادہ اسلُوب میں بیان کِیا گیا ہے۔ نہایت ہی حیرت افزا حقائق ہمارے سامنے بیان کئے جا رہے ہیں۔ مگر یُوحنّاؔ ہمیں مُتاثر کرنے کے لئے بڑے بڑے لفظ اِستعمال نہیں کرتا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وُہ اُس کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے واقعات کو بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرتا ہے۔

۶:۲۰- اب خُداوند یسوؔع نے تسلّی کے شاندار لفظ کہے "مَیں ہوں۔ ڈرو مت"۔ اگر وُہ صِرف اِنسان ہوتا تو شاگِردوں کا ڈرنا بجا ہوتا۔ لیکن وُہ کائنات کا قادر خالق اور سنبھالنے والا ہے۔ ایسی ہستی قریب ہو تو ڈر کیسا! جِس نے گلیلؔ کی جھیل کو بنایا تھا، وُہ اُس کے پانیوں کو پُرسکُون کر سکتا اور ڈرے سہمے شاگِردوں کو بحفاظت ساحِل پر پہنچا سکتا تھا۔ یہ لفظ کہ "مَیں ہُوں" دراصل یہوواہ کا نام ہے۔ یُوحنّاؔ کی انجیل میں یہ دُوسرا موقع ہے کہ یسوؔع نے یہ نام اپنے لئے اِستعمال کِیا ہے۔

۶:۲۱- جب شاگِردوں نے دیکھا کہ یہ خُداوند یسوؔع ہے تو اُس کا خیر مقدم کِیا اور "اُسے کِشتی میں چڑھا" لِیا۔ "اور فوراً وُہ کِشتی اُس جگہ جا پہنچی جہاں وُہ جاتے تھے"۔ یہاں ایک اَور مُعجزہ بیان ہُؤا۔ مگر اِس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اُن کو کشتی مزید نہیں کھینی پڑی۔ خُداوند یسوؔع اُن کو "فوراً" "خشک جگہ" پر لے آیا۔ وُہ کیسا عجیب اور شاندار شخص ہے!

ج۔ لوگ نِشان طلب کرتے ہیں ۶:۲۲-۳۴

۶:۲۲- "دُوسرے دِن" کا مطلب ہے جب پانچ ہزار کو کھلایا تھا، اُس سے اگلا دِن۔ لوگوں کی یہ بِھیڑ ابھی تک گلیلؔ کی جھیل کے شمال مشرقی عِلاقے میں موجُود تھی۔ اُنہوں نے گزشتہ شام شاگِردوں کو چھوٹی "کِشتی" میں سوار ہوتے دیکھا تھا۔ وُہ جانتے تھے کہ "یسوؔع اپنے شاگِردوں کے ساتھ کشتی پر سُوار نہ ہُؤا تھا"۔ وہاں صِرف ایک "کِشتی" تھی۔ اور یہ وُہ تھی

جسے "شاگرد" لے گئے تھے۔

۶:۲۳-۲۴۔ لیکن اگلے دِن "بعض چھوٹی کشتیاں تبریاس سے اُس جگہ کے نزدیک آئیں" جہاں خُداوند یسوؔع نے بھیڑ کو کھِلایا تھا۔ لیکن خُداوند اُن میں سے کِسی میں سُوار ہو کر نہیں گیا تھا کیونکہ وُہ تو ابھی ابھی آئی تھیں۔ وُہ لوگ "خُود چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر یسوؔع کی تلاش میں کفرنحوم کو آئے"۔

"لوگ" یسوؔع کو بڑی گہری نظر سے دیکھتے تھے۔ وُہ جانتے تھے کہ وُہ پہاڑ پر دُعا مانگنے گیا تھا۔ وُہ یہ بھی جانتے تھے کہ وُہ شاگردوں کے ساتھ کشتی میں جھیل کے پار نہیں گیا تھا۔ مگر اگلے دِن وُہ کہیں بھی مِل نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے جھیل کے پار "کفرنحوم" جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ شاگرد وہیں ہوں گے۔ وُہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ "یسوؔع" وہاں کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر اُنہوں نے وہاں جا کر اُسے ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا۔

۶:۲۵، ۲۶۔ لوگ کفرنحوم پُہنچے تو یسوؔع کو وہاں پایا۔ وُہ اپنے تجسُّس کو چُھپا نہ سکے۔ لِہٰذا اُس سے پُوچھا "تُو یہاں کب آیا؟" یسوؔع نے اُن کے سُوال کا براہِ راست جواب نہیں دِیا۔ اُس نے جان لیا تھا کہ یہ لوگ مُجھے اِس لئے نہیں ڈھونڈتے کہ وُہ جان گئے ہیں کہ مَیں کون ہُوں، بلکہ اِس لئے کہ مَیں نے اُن کو کھانا کھِلایا۔ اُنہوں نے ایک دِن پہلے اُسے ایک زبردست مُعجزہ کرتے دیکھا تھا۔ اِس مُعجزے سے اُنہیں ضرُور قائل ہو جانا چاہیئے تھا کہ وُہ خالِق اور مسیحِ مَوعُود ہے۔ لیکن اُن کی دِلچسپی صِرف کھانے میں تھی۔ وُہ مُعجزے کی "روٹیاں کھا کر سیر ہُوئے" تھے۔

۶:۲۷۔ اب یسوؔع نے پہلے اُنہیں نصیحت کی کہ "فانی خوراک کے لئے محنت نہ کرو"۔ خُداوند کا یہ مطلب نہیں تھا کہ روزمرّہ کی ضرُوریات کے لئے کام دھندا نہ کریں، بلکہ مطلب یہ تھا کہ اِسی کو زِندگی کا بڑا مقصد نہیں بنا لینا چاہیئے۔ زِندگی میں سب سے اہم بات یہ نہیں کہ اِنسان اپنی جِسمانی بُھوک کو مِٹاتا رہے۔ اُس کا وجُود صِرف بدن پر مُشتمِل نہیں بلکہ اُس میں رُوح اور جان بھی ہے۔ ہمیں "اُس خوراک کے لئے" محنت کرنی چاہیئے "جو ہمیشہ کی زِندگی تک ٹھہرتی ہے"۔ اِنسان کو زِندگی اِس طرح نہیں گُزارنی چاہیئے جیسے بدن ہی سب کُچھ ہے۔ اُسے اپنی ساری طاقت اور صلاحیتیں بدن کو کھِلانے پِلانے کے لئے مخصُوص نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ چند برسوں بعد بدن کو تو کیڑے کھا جائیں گے بلکہ اِس بات کا خیال کرنا چاہیئے کہ میری رُوح کو ہر روز خُدا کے کلام کی خوراک مِلتی رہے۔

"آدمی صِرف روٹی ہی سے جِیتا نہ رہے گا بلکہ ہر اُس بات سے جو خُدا کے مُنہ سے نِکلتی ہے" (متّی ۴:۴)۔ ہمیں خُدا کے کلام سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے لئے انتھک محنت کرنی چاہیئے۔

جب خُداوند یسوع نے کہا کہ "باپ یعنی خُدا نے اُسی پر مُہر کی ہے" تو مطلب یہ تھا کہ "خُدا" نے مجُھے (یسوؔع کو) بھیجا اور مجُھے منظُور کیا ہے۔ جب ہم کسی چیز پر مُہر کرتے ہیں تو تصدِیق کرتے ہیں کہ یہ درُست اور سچ ہے۔ خُدا نے ابنِ آدم پر مُہر کی یعنی تصدیق کی کہ وُہ سچ کہتا ہے۔

۲۸:۶۔ اب لوگوں نے خُداوند سے پُوچھا کہ "ہم کیا کریں تاکہ خُدا کے کام انجام دیں؟" اِنسان ہمیشہ اِسی کوشش میں رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آسمان میں داخل ہونے کا شرف "کما" لے۔ اُسے یہ اِحساس اچھّا لگتا ہے کہ کُچھ تو ہے جِسے کرنے سے مَیں نجات پانے کا حق دار ہو سکتا ہُوں۔ اگر کسی طرح اِنسان اپنی رُوح کی نجات کے لئے کُچھ کر سکے تو فخر کرنے کا جواز حاصل کر سکتا ہے۔ یہ بات اِنسان کو بے حد پسند ہے۔

۲۹:۶۔ خُداوند کو اُن کی ریاکاری صاف نظر آ رہی تھی۔ وُہ بہانہ کر رہے تھے کہ ہم خُدا کے کام انجام دینا چاہتے ہیں۔ مگر خُدا کے بھیجے ہُوئے سے کُچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ "یسوؔع" نے اُن کو بتا دیا کہ تُمہارا پہلا کام یہ ہے کہ جِسے خُدا نے "بھیجا ہے" اُس پر ایمان لاؤ۔ آج بھی یہی حال ہے۔ بے شُمار لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ نیک کام کر کے آسمان میں جانے کا بندوبست کر لیں۔ لیکن نیک کام کرنے سے پہلے ضرُور ہے کہ خُداوند یسوع مسیح پر "ایمان لائیں"۔ نیک اعمال نجات سے پہلے نہیں بلکہ بعد میں آتے ہیں۔ گنہگار اِنسان صِرف ایک ہی نیکی کر سکتا ہے کہ اپنے گُناہوں کا اِقرار کرے اور مسیح کو اپنا خُداوند اور منجی قبول کرے۔

۳۰:۶۔ یہ آیت اُس قوم کے دِل کی شرارت کا ایک اَور ثبُوت ہے۔ ایک روز پہلے اُنہوں نے دیکھا تھا کہ خُداوند یسوؔع نے پانچ روٹیوں اور دوؔ مچھلیوں سے پانچ ہزار مَردوں کو کھِلا کر سیر کیا ہے۔ اگلے ہی دِن وُہ اُس کے پاس آ کر پُوچھنے لگے کہ "تُو کونسا نشان دِکھاتا ہے" جس سے ثابت ہو کہ تُو خُدا کا بیٹا ہے؟ سارے غیر ایمانداروں کی طرح وُہ پہلے دیکھنا اور بعد میں ایمان لانا چاہتے تھے۔ "تاکہ ہم دیکھ کر تیرا یقین کریں"۔ لیکن یہ خُدا کی ترتیب نہیں ہے۔ خُدا گنہگاروں سے کہتا ہے "ایمان لاؤ گے تو دیکھو گے"۔ ضرُور ہے کہ ایمان پہلے ہو۔

۳۱:۶۔ پُرانے عہد نامہ کا حوالہ دیتے ہُوئے یہودیوں نے یسوؔع کو مَنّ کا معجزہ یاد دِلایا۔

ایک لحاظ سے وُہ کہہ رہے تھے کہ یسوع نے کبھی ایسا بڑا کام نہیں کیا۔ اُنہوں نے زبُور ۷۸: ۲۴، ۲۵ کا حوالہ دیا جہاں لکھا ہے کہ "اُس نے اُنہیں کھانے کے لئے آسمان سے روٹی دی" (مَنّ، خوراک کے چھوٹے چھوٹے سفید اور گول دانے تھے جو بیابان میں خُدا اسرائیل کو معجزانہ مُہیّا کرتا تھا۔ اسرائیلیوں کو یہ مَنّ ہفتہ کے پہلے چھ دِنوں میں ہر روز صُبح کے وقت جمع کرنا ہوتا تھا)۔ دراصل اُن کی مُراد تھی کہ آسمان سے روٹی مُوسیٰ نے طلب کی۔ اور خُداوند حقیقتاً مُوسیٰ جتنا بڑا نہیں کیونکہ اُس نے صِرف اُسی روٹی کو بڑھا دیا جو موجُود تھی۔

۳۲:۶۔ خُداوند کے جواب سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اوّل، اُن کو مَنّ "مُوسیٰ" نے نہیں بلکہ خُدا نے دیا تھا۔ عِلاوہ ازیں مَنّ "حقیقی روٹی" نہ تھی جو "آسمان سے اُتری"۔ مَنّ تو لغوی معنوں میں خوراک تھی جو طبعی بدن کے لئے بنائی گئی تھی لیکن دُنیاوی زِندگی سے آگے اُس کی کوئی اہمیّت نہ تھی۔ یہاں خداوند یسوع اُس اصلی، مثالی اور "حقیقی روٹی" کی بات کر رہا ہے جو خُدا آسمان سے دیتا ہے۔ یہ روٹی بدن کے لئے نہیں، رُوح کے لئے ہے۔ "میرا باپ" کے الفاظ سے مسیح نے اپنی اُلوہیّت کا دعویٰ کیا ہے۔

۳۳:۶۔ خُداوند یسوع نے اِنکشاف کیا کہ مَیں "خُدا کی وہ روٹی" ہُوں "جو آسمان سے اُتر کر دُنیا کو زندگی بخشتی ہے"۔ وُہ ثابت کر رہا تھا کہ "خُدا کی روٹی" بیابان کے مَنّ سے اعلیٰ تر اور ارفع تر ہے۔ مَنّ زِندگی نہیں بخشتا تھا بلکہ صِرف طبعی زِندگی کو برقرار رکھتا تھا۔ اور نہ یہ ساری دُنیا کے لئے تھا بلکہ صرف ایک قوم بنی اِسرائیل کے لئے تھا۔ "حقیقی روٹی ... وُہ ہے جو آسمان سے اُتر کر دُنیا (انسانوں) کو زِندگی بخشتی ہے"۔ صِرف ایک قوم کو نہیں بلکہ ساری "دُنیا کو"۔

۳۴:۶۔ یہُودیوں کو اب بھی سمجھ نہ آئی کہ خُداوند یسوع دراصل اپنے آپ کو حقیقی روٹی کہہ رہا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس سے کہا "اے خُداوند! یہ روٹی ہم کو ہمیشہ دیا کر"۔ بے شک اُن کی مُراد جِسمانی روٹی سے تھی۔ بدقسمتی سے اُن کے دِلوں میں سچّا ایمان نہیں تھا۔

د۔ یسوع — زِندگی کی روٹی ۶: ۳۵-۶۵

۳۵:۶۔ اب "یسوع" نے حقیقت کو واضح اور آسان الفاظ میں بیان کیا۔ "زِندگی کی روٹی مَیں ہُوں"۔ جِتنے لوگ اُس کے پاس آتے ہیں اُن کو اپنی رُوحانی بُھوک کی آسُودگی کے لئے کافی خوراک مِلتی ہے۔ جِتنے اُس پر ایمان لاتے ہیں اُن کی پیاس ہمیشہ کے لئے بُجھ جاتی ہے۔ اِس آیت میں

"مَیں ہُوں" کے الفاظ پر غور کریں۔ دیکھیں کہ خُداوند یہوواہ کے برابر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اگر کوئی گنہگار آدمی آیت ۳۵ کے الفاظ ادا کرتا ہے تو بہُت بڑی حماقت کرتا ہے۔ جو محض بشر ہے، وُہ تو اپنی بھوک یا پیاس بھی نہیں مِٹا سکتا، پُوری دُنیا کی رُوحانی بھُوک کہاں سے مٹائے گا؟

۳۶:۶۔ آیت ۳۰ میں ایمان نہ لانے والے یہُودیوں نے خُداوند سے نشان طلب کیا تھا تاکہ دیکھ کر ایمان لائیں۔ یہاں یسوع اُن سے کہتا ہے کہ "تُم نے مجُھے دیکھ لیا ہے"۔ مَیں سب سے بڑا نشان ہُوں۔ اور "پھر بھی ایمان نہیں لاتے"۔ خُدا کا بیٹا کامِل بشریت میں اُن کے سامنے کھڑا تھا، مگر وُہ اُسے نہیں پہچانتے تھے۔ اِس لئے یہ بات بھی مشکوک ہے کہ اگر وُہ کوئی نِشان دِکھاتا تو وُہ قائل ہوجاتے۔

۳۷:۶۔ خُداوند یہُودیوں کی بے اِعتقادی سے بےحوصلہ نہیں ہُوا۔ وُہ جانتا تھا کہ باپ کے سارے اِرادے اور منصُوبے پُورے ہوکر رہیں گے۔ خواہ وُہ یہُودی جِن سے وُہ محوِ گُفتگو تھا اُسے قبول نہ کریں، مگر وُہ جانتا تھا کہ جِتنوں کو خُدا نے چُنا ہے وُہ میرے پاس آجائیں گے۔ یہ احساس کہ خُدا کے ازلی ارادے اٹل ہیں وُہ سکُون، وُہ قُوّتِ برداشت، وُہ جُرأت اور وُہ استقلال بخشتا ہے جو کوئی دُوسری چیز نہیں دے سکتی۔

یہ آیت بائبل مُقدّس کی دو اہم سچائیوں کی تعلیم دیتی ہے۔ اوّل۔ کہ خُدا نے بعض لوگ مسیح کو دِئے ہیں۔ اور جو دِئے گئے ہیں وُہ سب نجات پائیں گے۔ دوم۔ کہ اِنسان ذِمّہ دار ہے۔ نجات پانے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان خُداوند یسوع کے پاس آئے اور ایمان کے ساتھ اُسے قبول کرے۔ خُدا بعض لوگوں کو نجات پانے کے لئے ضرُور چُنتا ہے۔ لیکن بائبل مُقدّس یہ تعلیم نہیں دیتی کہ وُہ سزا پانے کے لئے بھی کِسی کو چُنتا ہے۔ اگر کوئی نجات پاتا ہے تو خُدا کے مُفت فضل کے باعث پاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہلاک ہوتا ہے تو اپنی غلطی سے ہوتا ہے۔ اپنی گناہ آلُودگی اور بدی کے سبب سے سارے اِنسانوں پر سزا کا حُکم ہے۔ اگر تمام اِنسان جہنّم میں چلے جائیں تو صرف اِس لئے کہ تمام اِسی لائق ہیں۔ لیکن اپنے فضل کے باعث خُدا نیچے جُھک کر بنی نوع اِنسان کے عظیم انبوہ میں سے فرداً فرداً نجات بخشتا ہے۔ کیا اُسے ایسا کرنے کا حق ہے؟ ضرُور ہے۔ خُدا جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ کوئی اِنسان اُس کے اِس حق سے اِنکار نہیں کر سکتا۔ ہم جانتے ہیں کہ خُدا کبھی کوئی بے اِنصافی کا کام نہیں کرتا — نہ کرے گا۔

جِس طرح بائبل مُقدّس سِکھاتی ہے کہ خُدا نے بعض اِنسانوں کو نجات پانے کے لئے چُن لیا ہے،

اِسی طرح یہ بھی سِکھاتی ہے کہ اِنسانوں کی ذمّہ داری ہے کہ اِنجیل کی خُوشخبری کو قبُول کرے ۔ خُدا ایک عالمگیر پیش کش کرتا ــــ دعوت دیتا ــــ ہے کہ اگر انسان خُداوند یسوؔع مسیح پر ایمان لائے تو نجات پائے گا ۔ خُدا اِنسانوں کو اُن کی مرضی کے خِلاف نجات نہیں دیتا ۔ ضرُور ہے کہ اِنسان توبہ کرکے اور ایمان لاکر یسوؔع کے پاس آئے ۔ پھر خُدا اُسے نجات دے گا ۔ جو کوئی مسیح کے وسیلے سے خُدا کے پاس آتا ہے ، اُسے وُہ "ہرگز نِکال نہ دے گا" ۔

اِنسانی ذِہن اِن دو تعلیمات سے سمجھوتا نہیں کرتا ۔ تاہم چاہے ہماری سمجھ میں آئیں چاہے نہ تو بھی ضرُور ہے کہ اِن پر ایمان لائیں ۔ یہ بائبل کی تعلیمات ہیں اور اِن کا یہاں بڑی صفائی سے بیان کیا گیا ہے ۔

۶ : ۳۸ ۔ آیت ۳۷ میں خُداوند یسوؔع نے بیان کیا تھا کہ جن کو خُدا نے مجھے دیا ہے ، اُن کی نجات سے متعلق خُدا کے سارے منصُوبے بالآخر پُورے ہوں گے ۔ چونکہ یہ خُدا کی مرضی ہے ، اِس لئے خُداوند ذاتی طور پر ذِمّہ لے گا کہ سب کُچھ پُورا ہو کیونکہ اُس کی زِندگی کا مِشن ہی خُدا کی مرضی کو پُورا کرنا ہے ۔ مسیح نے کہا "مَیں آسمان سے ... اُترا ہُوں" ۔ یُوں واضح طور سے بیان کیا کہ مَیں نے اپنی زِندگی کا آغاز بیت لحم کی چرنی سے نہیں کیا بلکہ ازل سے خُدا باپ کے ساتھ آسمان میں موجُود تھا ۔ وُہ خُدا کا فرمانبردار بیٹا ہے ۔ اُس نے رضا کارانہ خادم کی صُورت اختیار کی تاکہ اپنے باپ کی "مرضی کے موافِق عمل کرے" ۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کی اپنی کوئی مرضی نہ تھی بلکہ یہ کہ اُس کی مرضی خُدا کی مرضی کے ساتھ کامِل مُطابقت رکھتی تھی ۔

۶ : ۳۹ ۔ "باپ کی مرضی یہ ہے" کہ جِتنوں کو اُس نے مسیح کو دیا ہے ، اُن میں سے ہر ایک نجات پائے اور راستبازوں کی قیامت تک محفُوظ رکھا جائے ۔ اُس دِن اُن کو زِندہ کیا جائے گا اور خُداوند اُنہیں آسمانی گھر میں لے جائے گا ۔ "اُس میں سے کُچھ کھو نہ دُوں" ۔ اِن الفاظ کا اشارہ اِیمانداروں کی طرف ہے ۔ یہاں وُہ اکیلے اکیلے ایمان دار کی بات نہیں کرتا بلکہ سچّے مسیحیوں کی ساری جماعت کی ، جو تاریخ کے تمام زمانوں میں نجات پا چُکے ہوں گے ۔ خُداوند یسوؔع کی ذِمّہ داری ہے کہ دیکھے کہ پُوری جماعت میں سے ایک بھی کھو نہ جائے اور "آخری دِن" وہ ساری جماعت کو "زِندہ کرے" ۔

جہاں تک نجات یافتہ لوگوں کا تعلق ہے "آخری دِن" سے مُراد وُہ "دِن" ہے جب خُداوند یسوؔع بادلوں پر آئے گا ۔ اور جتنے مسیح میں موئے وُہ اُٹھائے جائیں گے اور زِندہ ایمان دار

بدل جائیں گے ۔ پھر سب اُٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں ۔ یہُودیوں کے مُطابق "آخری دِن" وُہ ہے جب مسیح موعُود جلال میں آئے گا ۔

۶:۴۰ ۔ اب خُداوند وضاحت کرتا ہے کہ کوئی شخص کِس طرح ایمان داروں کے گھرانے میں شامِل ہو سکتا ہے ۔ "باپ کی مرضی یہ ہے کہ جو کوئی بیٹے کو دیکھے اور اُس پر ایمان لائے ہمیشہ کی زندگی پائے" ۔ یہاں بیٹے کو "دیکھنے" کا مطلب اُسے جِسمانی آنکھوں سے نہیں بلکہ ایمان کی آنکھوں سے دیکھنا ہے ۔ اِنسان کو دیکھنا اور پہچاننا چاہئے کہ یسوع مسیح خُدا کا بیٹا اور دُنیا کا منجّی ہے ۔ پھر اُس پر ایمان لانا بھی ضرُور ہے ۔ مُراد یہ ہے کہ ایمان کے حتمی عمل سے خُداوند یسوع کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرے ۔ جتنے بھی ایسا کرتے ہیں وُہ "ہمیشہ کی زندگی" پاتے ہیں ۔ یہ "ہمیشہ کی زندگی" یہاں اور ابھی اُن کی مِلکیت ہوتی ہے ۔ اِس کے ساتھ اُن کو یہ یقین بھی مِلتا ہے کہ "آخری دِن پھر زندہ" کئے جائیں گے ۔

۶:۴۱ ۔ لوگ خُداوند یسوع کو قبول کرنے کو تیار نہ تھے ۔ اِس بات کا اظہار "اُس پر" بڑبڑانے سے ہُوا ۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ "جو روٹی آسمان سے اُتری وُہ مَیں ہُوں" ۔ لوگوں کو احساس ہُوا کہ یہ دعویٰ بڑی اہمیّت کا حامل ہے ۔ "آسمان سے اُترنے" والا محض اِنسان یا صِرف بڑا نبی نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ وُہ "اُس پر بڑبڑانے لگے" کیونکہ اُسے قبول کرنا نہیں چاہتے تھے ۔

۶:۴۲ ۔ اُن کے خیال میں "یسوع"، "یُوسف کا بیٹا" تھا ۔ بے شک یہاں وُہ غلطی پر تھے یسوع کُنواری مریم سے پَیدا ہُوا تھا ۔ یُوسف اُس کا باپ نہیں تھا ۔ خُداوند یسوع تو رُوح القدس کی قُدرت سے پیٹ میں پڑا تھا ۔ وُہ کُنواری سے پیدائش کا یقین نہیں کرتے تھے ۔ یُوں وُہ تاریکی اور بے اعتقادی میں پڑ گئے ۔ جو لوگ اِس حقیقت کا اِنکار کرتے ہیں کہ یسوع ایک کُنواری کے وسیلے سے دُنیا میں آیا، وُہ مسیح کی ذات اور کام کے بارے میں باقی ساری سچائیوں کا اِنکار کرنے پر بھی مجبور ہوتے ہیں ۔

۶:۴۳ ۔ اگرچہ وُہ (یہودی) براہِ راست یسوع سے مخاطب نہیں تھے مگر اُسے علم تھا کہ وُہ کیا کہہ رہے ہیں ۔ اِس لئے اُس نے اُن سے کہا "آپس میں نہ بڑبڑاؤ" ۔ اگلی آیات بتاتی ہیں کہ اُن کا بڑبڑانا کیوں بے فائدہ اور بے کار تھا ۔ یہُودی جس قدر یسوع کی گواہی کو ردّ کرتے تھے، اُسی قدر اُس کی تعلیم مشکل ہوتی جاتی تھی ۔ نُور کو ردّ کرنا نُور کے وجُود سے اِنکار کرنا ہوتا ہے ۔ وُہ جس قدر انجیل کی حقارت کرتے تھے، اُسی قدر اُسے قبول کرنا مُشکل ہوتا جاتا تھا ۔

جب خُداوند نے اُنہیں آسان اور سادہ باتیں بتائیں اور اُنہوں نے یقین نہ کیا تو جب اُس نے مشکل باتیں بتائیں تو وُہ اُن کو سمجھنے کے کب قابِل ہوں گے ۔

۶:۴۴ ۔ اِنسان اپنے آپ میں بالکُل بے بس اور بے امید ہے ۔ اُس میں تو اِتنی طاقت بھی نہیں کہ خُود مسیح کے پاس آسکے ۔ اگر باپ اُس کی زِندگی اور دِل میں کام نہ کرے تو اُسے اپنی ہولناک خطا اور مُنجی کی ضرُورت کا احساس تک نہیں ہوتا ۔ بہُت سے لوگوں کو یہ آیت بہت مُشکل معلوم ہوتی ہے ۔ وُہ فرض کر لیتے ہیں کہ اِس آیت کی تعلیم یہ ہے کہ اِنسان نجات پانے کی خواہش کرے بھی تو بھی نجات پانا ناممکن ہوگا ۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا ۔ یہ آیت اِس تعلیم پر زور دیتی ہے کہ خُدا نے پہلے ہمارے دِلوں میں کام کیا اور ہمیں اپنی طرف پھیرنے کی کوشش کی ۔ اب ہم پر مُنحصر ہے کہ خُداوند یسوع کو قبول کریں یا رد کر دیں ۔ لیکن اگر خُدا پہلے ہمارے دِلوں میں کام نہ کرتا تو ہمارے دِل میں نجات کی خواہش کبھی پیدا نہ ہوتی ۔ "آخری دِن" وُہ ہر ایمان دار کو "پھر زِندہ کرے گا" ۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے ، یہ اِس حقیقت کا بیان ہے کہ یسوع اپنے مُقدّسین کو لینے آئے گا ۔ اُس وقت مُردے زِندہ کئے جائیں گے اور زِندہ لوگ بدلے جائیں گے ۔ یہ صِرف ایمان داروں کی قیامت ہوگی ۔

۶:۴۵ ۔ خُداوند نے بڑے سخت الفاظ میں بیان کیا کہ کوئی اِنسان اُس وقت تک میرے پاس نہیں آسکتا جب تک باپ اُسے کھینچ نہ لے ۔ اب خُداوند بیان کرتا ہے کہ باپ اِنسانوں کو کِس طرح کھینچ لیتا ہے ۔ پہلے تو وُہ یسعیاہ ۵۴: ۱۳ کا حوالہ دیتا ہے کہ "وہ سب خُدا سے تعلیم یافتہ ہوں گے" ۔ خُدا نہ صِرف افراد کو چُن لیتا ہے بلکہ کچھ اور بھی کرتا ہے ۔ وُہ اپنے قیمتی کلام کے وسیلے سے اُن کے دِلوں سے کلام کرتا ہے ۔

اِس کے بعد اِنسان کی اپنی مرضی پر مُنحصر ہوتا ہے ۔ جو لوگ خُدا کے کلام کی تعلیم پر کان دھرتے اور "خُدا سے تعلیم یافتہ" ہوتے ہیں ، وُہی مسیح کے پاس آتے ہیں ۔ یہاں بھی ہم کو وُہی دو زبردست سچائیاں نظر آتی ہیں یعنی خُدا کا اختیارِ مُطلق اور اِنسان کو انتخاب کا حق ۔ صحائف میں یہ دونوں ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں ۔ اِن سے ثابت ہوتا ہے کہ نجات کے دو پہلو ہیں ۔ ایک اِلٰہی اور دُوسرا اِنسانی ۔

جب یسوع نے کہا کہ "نبیوں کے صحیفوں میں یہ لکھا ہے" تو اُس کا خاص اشارہ یسعیاہ نبی کی طرف تھا ۔ لیکن جس خیال کو اُس نے پیش کیا وہ عام طور پر سارے نبیوں کے ہاں پایا جاتا ہے ۔

خدا کے کلام اور خُدا کے رُوح سے آدمی خُدا کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔

۴۶:۶۔ لوگوں کے "خُدا سے تعلیم یافتہ" ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اُنہوں نے خُدا کو "دیکھا ہے"۔ صرف ایک ہستی ہے جس نے "باپ کو دیکھا ہے"۔ اور یہ وُہ ہستی ہے جو خُدا کے پاس سے آئی ہے یعنی خُداوند یسوع خُود۔

جتنے خُدا سے تعلیم یافتہ ہیں، اُن کو خُداوند یسوع مسیح کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ خُدا کی تعلیمات کا مرکزی موضوع خُود مسیح ہے۔

۴۷:۶۔ یہ آیت خُدا کے کلام میں نجات کے بارے میں سب سے واضح اور سب سے چھوٹی آیت ہے۔ خُداوند یسوع نے یہ حقیقت ایسے لفظوں میں بیان کی ہے کہ اِن کو غلط سمجھنا مُمکن ہی نہیں۔ کہ "جو" مسیح پر "ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے"۔ غور کریں کہ یہ الفاظ کہنے سے پہلے خُداوند یسوع نے تاکیدی لفظ "مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں" اِستعمال کِئے ہیں۔ یہ نئے عہد نامہ کی بُہت سی آیات میں سے ایک ہے جو سکھاتی ہے کہ نجات کاموں سے نہیں، شریعت کی تعمیل سے نہیں، چرچ کی رکنیت سے نہیں، سُنہری اصُول کو ماننے سے نہیں، بلکہ صِرف خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے سے ہے۔

۴۹،۴۸:۶۔ اب خُداوند یسوع بیان کرتا ہے کہ جس "زندگی کی روٹی" کا مَیں ذِکر کرتا آیا ہُوں وُہ "مَیں ہُوں"۔ "زندگی کی روٹی" سے مُراد بلاشُبہ وُہ "روٹی" ہے جو کھانے والوں کو "زندگی" دیتی ہے۔ اِس سے پہلے یہُودیوں نے "بیابان میں مَنّ" کا موضوع چھیڑا تھا اور خُداوند کو چیلنج کیا تھا کہ ایسی عُمدہ روٹی پیدا کر۔ یہاں خُداوند اِن یہُودیوں کو یاد دلاتا ہے کہ "تُمہارے باپ دادا نے بیابان میں مَنّ کھایا۔ اور مَر گئے"۔ اُس میں اپنے کھانے والوں کو ہمیشہ کی زندگی دینے کی قُوّت نہ تھی۔ دُوسرے لفظوں میں "مَنّ" صِرف اِسی زندگی کے لئے تھا۔ "تُمہارے باپ دادا" اِن الفاظ سے خُداوند نے خُود کو گُناہ میں گِری ہُوئی اِنسانیت سے الگ ٹھہرایا اور ثابت کیا کہ مَیں یکتا اور بے مثال ہُوں۔

۵۰:۶۔ مَنّ کے بالمُقابل خُداوند یسوع نے اپنے بارے میں کہا کہ "یہ وُہ روٹی ہے جو آسمان سے اُترتی ہے"۔ اگر کوئی یہ روٹی کھائے تو وُہ نہیں "مَرے گا"۔ مُراد یہ نہیں کہ وُہ طبعی لحاظ سے نہیں مَرے گا بلکہ یہ کہ آسمان میں ابدی زندگی پائے گا۔ وُہ جسمانی لحاظ سے مَرے گا تو آخری دِن اُس کا بدن زندہ کیا جائے گا۔ اور وہ ابد تک خُداوند کے ساتھ رہے گا۔

اِس آیت میں اور اگلی چند آیات میں خُداوند یسُوع نے بار بار خُود اُسے (مسیح کو) کھانے کا ذکر کیا ہے۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ کیا مطلب یہ ہے کہ اِنسان اُس کو لغوی معنوں میں جسمانی طور پر کھائیں؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ خیال ناممکن اور ناپسندیدہ ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس سے مُراد عشائے ربّانی کی عبادت اور رسم میں اُسے کھانا ہے۔ اور یہ بھی کہ معجزانہ طور پر روٹی اور مَے اُس کے بدن اور خُون میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور کہ نجات پانے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم اِن کو کھائیں۔ مگر خُداوند نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی اور نہ ایسا کہا تھا۔ سیاق وسباق سے پُوری وضاحت ہوتی ہے کہ اُسے "کھانے" سے مُراد اُس پر ایمان لانا ہے۔ جب ہم خُداوند یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مان کر اُس پر ایمان لاتے ہیں تو ہم ایمان سے "اُسے کھاتے ہیں"۔ ہم اُس کی ذات اور کام سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اوگسطین نے کہا ہے کہ "ایمان لاؤ تو گویا تم نے کھا لیا ہے"۔

۵۱:۶۔ یسوع "زندگی کی روٹی" ہے۔ وُہ نہ صرف خُود زندگی رکھتا ہے بلکہ زندگی دیتا ہے۔ "جو کوئی اِس (زندگی کی) روٹی میں سے کھائے ... اَبد تک زندہ رہے گا"۔ مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ خُداوند گنہگاروں کو کس طرح زندگی دے سکتا ہے؟ اِس کا جواب آیت کے اگلے حصّے میں مَوجُود ہے۔ "جو روٹی مَیں جہان کی زندگی کے لئے دُوں گا وُہ میرا گوشت ہے"۔ یہاں خُداوند صلیب پر اپنی مَوت کی طرف اِشارہ کر رہا ہے۔ وُہ گنہگاروں کے فِدیہ کے لئے اپنی "جان" دے گا۔ اُس کا بدن توڑا جائے گا اور اُس کا خُون گُناہوں کی قُربانی کے لئے بہایا جائے گا۔ وُہ عوضی کے طور پر مَرے گا۔ وُہ ہمارے گُناہوں کی قیمت بھرے گا۔ وُہ ایسا کیوں کرے گا؟ اُس نے یہ سب "جہان کی زندگی" کے لئے کیا۔ وُہ صِرف یہُودی قوم کے لئے نہیں مَرا۔ یا صِرف برگزیدوں کے لئے نہیں مَرا بلکہ اُس کی مَوت سارے جہان کی قیمت ادا کرنے کے لئے کافی ہے۔ بلاشُبہ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری دُنیا نجات پا جائے گی بلکہ یہ کہ خُداوند یسوع نے کلوری پر جو کام پُورا کیا ہے وہ اپنی قدر وقیمت میں اِس قدر ہے کہ سارے جہان کے اِنسان یسوع کے پاس آ جائیں تو وُہ سب نجات پا جائیں گے۔

۵۲:۶۔ یہُودی ابھی تک جسمانی روٹی اور "گوشت" کے خیال میں تھے۔ اُن کی سوچ اِس زندگی کی چیزوں سے اُوپر نہیں اُٹھ رہی تھی۔ اُن کو احساس نہیں تھا کہ خُداوند جسمانی چیزوں کی مدد سے رُوحانی سچائیاں سکھا رہا ہے۔ چنانچہ وُہ آپس میں پُوچھنے لگے کہ "یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر دے سکتا ہے؟" پیراشوٹ صِرف اُسی وقت کھُلتا ہے جب آپ

ہوائی جہاز سے باہر چھلانگ لگا دیں۔ ایمان دیکھنے سے پہلے آتا ہے اور آپ کی رُوح کو سمجھنے کے لئے، دِل کو ایمان لانے کے لئے اور ارادہ کو حُکم ماننے کے لئے تیار کرتا ہے۔ اگر آپ خُود کو مسیح کے اِختیار کے سپُرد کر دیں تو "کیوں اور کیسے" کے سارے سُوالوں کے جواب مِل جاتے ہیں۔ پَولُس کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اُسے جواب مِل گئے اور وُہ پکار اُٹھا "اے خُداوند تُو کیا چاہتا ہے کہ مَیں کروں؟"

۶:۵۳۔ چونکہ "یسوع" ساری باتیں جانتا ہے اِس لئے اُسے پُورا پُورا علم تھا کہ یہ لوگ کیا سوچ رہے اور کیا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ وُہ بڑی سنجیدگی سے انہیں خبردار کرتا ہے کہ "جب تک تُم اِبنِ آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اُس کا خُون نہ پیو تُم میں زندگی نہیں"۔ اِس سے ہرگز وُہ روٹی اور مَے مُراد نہیں ہو سکتی جو خُداوند کی عشاء میں اِستعمال ہوتی ہے۔ جس رات خُداوند پکڑوایا گیا اور اُس نے عشائے ربّانی کی رسم مقرر کی، ابھی اُس کا بدن توڑا نہیں گیا تھا، نہ خُون بہایا گیا تھا۔ شاگردوں نے روٹی اور مَے میں سے کھایا اور پیا، لیکن اُنہوں نے لفظی معنوں میں نہ اُس کا گوشت کھایا، نہ خُون پیا تھا۔ خُداوند صرف یہ وضاحت کر رہا تھا کہ جب تک ہم ایمان سے کلوری پر اُس کی مَوت کے فوائد کو اپنا نہیں لیتے اُس وقت تک نجات نہیں پا سکتے۔ ضرُور ہے کہ ہم اُس پر ایمان لائیں، اُسے قبُول کریں، اُس کا یقین کریں اور اُسے حتمی طور پر اپنا بنالیں۔

۶:۵۴۔ اِس کا آیت ۴۷ سے مُقابلہ کرنے سے حتمی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح کا گوشت اور اُس کا خُون پینے کا مطلب اُس پر ایمان لانا ہے۔ آیت ۴۷ میں مرقُوم ہے کہ "جو (مجھ پر) ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے"۔ اور زیرِ نظر آیت میں کہا گیا ہے کہ "جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خُون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے"۔ عام اصُول ہے کہ اگر دو چیزیں الگ الگ کسی ایک چیز کے برابر ہوں، تو وُہ ایک دُوسری کے بھی برابر ہوتی ہیں۔ اِس لئے اُس کا "گوشت" کھانا اور اُس کا "خُون" پینا اُس پر ایمان لانے کے برابر ہے۔ وُہ سب جو اُس پر ایمان لاتے ہیں "آخری دِن" پھر زِندہ کئے جائیں گے۔ بلاشُبہ اِس سے مُراد اُن لوگوں کے بدن ہیں جو خُداوند یسوع پر ایمان میں مرتے ہیں۔

۶:۵۵۔ خُداوند یسوع "کا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز" اور اُس کا "خُون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے"۔ یہ اِس دُنیا کی کھانے اور پینے کی چیزوں سے قطعی الگ

اور مختلف ہے کیونکہ اِس دُنیا کی کھانے پینے کی چیزیں عارضی قدر و قیمت رکھتی ہیں۔ خُداوند یسُوع کی مَوت کی قدر و قیمت دائمی ہے۔ جو لوگ ایمان سے اِس میں شامِل ہوتے ہیں وُہ دائمی زِندگی حاصِل کرتے ہیں۔

۵۶:۶۔ خُداوند یسُوع اور اُس پر ایمان لانے والوں کے درمیان بڑی گہری یگانگت پائی جاتی ہے۔ "جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خُون پیتا ہے وُہ مُجھ میں قائم رہتا ہے"۔ یسُوع اُس شخص میں سکُونت کرتا ہے۔ اِس سے زیادہ گہری قُربت اور رفاقت ہو نہیں سکتی۔ جب ہم جسمانی خوراک کھاتے ہیں تو اُس کو اپنے وجُود میں شامِل کرتے ہیں اور وُہ ہمارا حِصّہ بن جاتی ہے۔ جب ہم خُداوند یسُوع کو اپنا "مُنجی" قبول کرتے ہیں تو وُہ ہماری زِندگیوں میں سکُونت کرنے کے لئے آتا ہے اور ہم بھی اُس میں مُستقلاً سکُونت کرتے ہیں۔

۵۷:۶۔ اب خُداوند اپنے اور اپنے لوگوں کے درمیان گہرے تعلق اور بندھن کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہے۔ اور یہ مثال ہے خُود اُس کے اور خُدا باپ کے درمیان تعلق کی۔ "زِندہ باپ" نے خُداوند یسُوع کو دُنیا میں "بھیجا" تھا۔ ("زندہ باپ"۔ اِس ترکیب کا مطلب ہے وُہ باپ جو زِندگی کا منبع ہے)۔ یسُوع "باپ کے سبب سے زِندہ" تھا۔ اُس کی زِندگی خُدا باپ کے ساتھ گہری ہم آہنگی اور قریبی یگانگت میں بسر ہوتی تھی۔ خُدا ہی اُس کی زندگی کا مرکز اور مُحیط تھا۔ اُس کا مقصد صِرف یہ تھا کہ خُدا باپ کے ساتھ سکُونت کرے۔ وُہ اِس دُنیا میں اِنسان بن کر آیا تھا اور دُنیا کو احساس (شعور) نہیں تھا کہ وُہ خُدا ہے جو جِسم میں ظاہر ہؤا ہے۔ اگرچہ دُنیا کو اُس کے بارے میں مُغالطہ ہؤا مگر وُہ اور اُس کا باپ "ایک" ہیں۔ وُہ اِنتہائی رفاقت میں رہتے تھے۔ خُداوند یسُوع اور ایمان دار کا باہمی حال بھی بعینہٖ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایمان دار اِس دُنیا میں ہیں۔ دُنیا اُن کے بارے میں غلط فہمی کا شِکار ہے۔ اُن سے نفرت اور دُشمنی کرتی اور اکثر اُن کو ایذا دیتی ہے۔ لیکن چونکہ اُنہوں نے خُداوند یسُوع کا یقین کیا اور اُسی پر بھروسا رکھتے ہیں اِس لئے وُہ اُس کے "سبب سے زِندہ" رہتے ہیں۔ اُن کی زِندگیاں گہرے طور سے اُس کی زِندگی کے ساتھ بندھی ہوتی ہیں۔ اور یہ زِندگی ہمیشہ تک قائم رہے گی۔

۵۸:۶۔ اِس آیت میں اُن ساری باتوں کا خُلاصہ دِیا گیا جو خُداوند نے گزشتہ آیات میں بیان کی ہیں۔ وُہی (یسُوع) ہے وُہ روٹی "جو آسمان سے اُتری"۔ وُہ "مَن" سے اعلیٰ و برتر ہے

جیسے "باپ دادا" نے بیابان میں کھایا۔ وُہ روٹی صِرف عارضی فائدہ رکھتی تھی۔ صِرف اِسی زِندگی کے لئے تھی۔ لیکن مسیح خُدا کی روٹی ہے جو اُن سب کو ابدی زِندگی دیتی ہے جو اُسے کھاتے ہیں۔

۶:۵۹ ۔ گلیل کی جِھیل کے شمال مشرقی علاقے سے بِھیڑ یسوع اور اُس کے شاگردوں کے پیچھے پیچھے "کفرنحوم" آئی تھی۔ غالباً یسوع اُن کو "عبادت خانہ" میں مِل گیا تھا۔ وہیں اُس نے اُن کو "زِندگی کی روٹی" پر پیغام دِیا ہو گا۔ "عبادت خانہ" سے مُراد یہودیوں کی مقامی مذہبی جگہ یا عبادت گاہ ہے، جو یروشلیم میں واقع ہیکل سے فرق ہوتی تھی۔ جانوروں کی قُربانیاں صِرف ہیکل میں چڑھائی جا سکتی تھیں۔

۶:۶۰ ۔ اِس وقت تک خُداوند یسوع کے ابتدائی بارہ ۱۲ شاگِردوں کے عِلاوہ "بہُت شاگِرد" بن گئے تھے۔ جو کوئی بھی اُس کے پیچھے ہو لیتا تھا اور اُس کی تعلیمات کو قبول کرنے کا اِقرار کرتا تھا، اُس کو "شاگِرد" کہا جاتا تھا۔ البتہ جِتنے افراد بھی "شاگِرد" کے طور پر جانے جاتے تھے، اُن میں سے سب حقیقی ایمان دار نہیں ہوتے تھے۔ اب جِتنے اُس کے شاگِرد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اُن "میں سے بہُتوں نے" "سُن کر کہا" "یہ کلام ناگوار ہے"۔ اُن کا مَطلب تھا کہ یسوع کی تعلیم ناپسندیدہ ہے۔ بات یہ نہیں تھی کہ اُس کی تعلیم اُن کی سمجھ سے بالاتر تھی بلکہ اُنہیں اِس کا ماننا مشکِل یا ناممکن لگتا تھا۔ جب اُنہوں نے کہا کہ "اِسے کون سُن سکتا ہے؟" تو مطلب تھا کہ کون ہے جو ایسے ناپسندیدہ عقیدے کو سُن کر برداشت کر سکتا ہے؟

۶:۶۱ ۔ یہاں پھر ثبوت مِلتا ہے کہ خُداوند کو ساری باتوں کا عِلم ہے۔ وُہ عالمِ کُل ہے۔ اُسے پُورا عِلم تھا کہ "میرے شاگرد آپس میں" کیا باتیں کر رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُن کو خُداوند کا یہ دعویٰ پسند نہیں آیا تھا کہ مَیں آسمان سے اُترا ہُوں۔ اور اِس بات پر بڑبڑا رہے تھے جو اُس نے کہی تھی کہ ہمیشہ کی زِندگی پانے کے لئے ضرور ہے کہ انسان میرا گوشت کھائے اور میرا خُون پیئے۔ چنانچہ اُس نے اُن سے پُوچھا کہ "کیا تُم اِس بات سے ٹھوکر کھاتے ہو؟"

۶:۶۲ ۔ اُنہوں نے اِس لئے ٹھوکر کھائی تھی کہ اُس نے کہا تھا کہ مَیں آسمان سے اُترا ہُوں۔ اب خُداوند نے اُن سے پُوچھا کہ "اگر تُم ابنِ آدم (مسیح) کو اُوپر (آسمان پر)

جاتے دیکھو گے جہاں وُہ پہلے تھا" تو کیا سوچو گے؟ اُسے معلُوم تھا کہ مَیں جی اُٹھنے کے بعد آسمان پر واپس جاؤں گا۔ اُن کو اِس بات سے بھی ٹھوکر لگی تھی کہ اُس نے کہا تھا کہ انسانوں کو میرا گوشت کھانا ہوگا۔ اور جب وُہ گوشت پوست کے اِس بدن کو "اُوپر جاتے دیکھیں گے جہاں وُہ پہلے تھا" تو کیا سوچیں گے؟ جب وُہ باپ کے پاس واپس چلا جائے گا تو اِنسان کِس طرح لغوی معنوں میں اُس کا گوشت کھائیں گے اور اُس کا خون پئیں گے؟

۶:۶۳۔ یہ لوگ مسیح کے جسمانی گوشت کے بارے میں سوچتے تھے لیکن یہاں وُہ اُنہیں بتاتا ہے کہ ہمیشہ کی زندگی گوشت کھانے سے نہیں ملتی، بلکہ یہ خُدا کے پاک رُوح کا کام ہے۔ جسم زندگی نہیں دے سکتا۔ صِرف "رُوح" زندگی دے سکتا ہے۔ اُنہوں نے اُس کی باتوں کو صِرف لفظی معنوں میں سمجھا تھا۔ حالانکہ اُنہیں اِن باتوں کو رُوحانی معنوں میں سمجھنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ خُداوند یسوع واضح کرتا ہے کہ "جو باتیں مَیں نے تُم سے کہی ہیں وُہ رُوح ہیں اور زِندگی بھی ہیں"۔ جب گوشت کھانے اور خُون پینے کے بارے میں اُس کی باتوں کو رُوحانی لحاظ سے سمجھا جاتا ہے (اور مطلب اُس پر ایمان لانا ہے۔) تو جِتنے اِن باتوں کو قبول کرتے ہیں وُہ ہمیشہ کی زِندگی پاتے ہیں۔

۶:۶۴۔ جب یسوع یہ باتیں کہہ رہا تھا تو جانتا تھا کہ میرے سُننے والوں میں سے بعض اِن کو نہیں سمجھتے۔ اِس لئے کہ وُہ "ایمان نہیں لائے" ہیں۔ مشکل یہ نہیں تھی کہ وُہ سمجھنے کے لائق نہ تھے بلکہ یہ تھی کہ وُہ راضی ہی نہ تھے۔ "یسوع شروع سے جانتا تھا" کہ جو میری پَیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن میں سے بعض "ایمان نہیں" لائیں گے اور کہ میرا ایک شاگرد دھوکے سے "مجھے پکڑوائے گا"۔ یقیناً یسوع ازل ہی سے یہ سب کچھ جانتا تھا۔ لیکن یہاں غالباً مفہوم یہ ہے کہ وُہ اپنی زمینی خِدمت کے شروع ہی سے اِن باتوں کو جانتا تھا۔

۶:۶۵۔ اب اُس نے اُن کو بتایا کہ پہلے بھی تُمہاری بے اعتقادی کے باعث مَیں نے کہا تھا "کہ میرے پاس کوئی نہیں آسکتا جب تک باپ کی طرف سے اُسے یہ توفیق نہ دی جائے"۔ یہ الفاظ اِنسان کے تکبّر پر ضرب لگاتے ہیں۔ کیونکہ اِنسان سوچتا ہے کہ مَیں اپنے نیک کاموں کی بِنا پر نجات پا سکتا ہُوں۔ یسوع نے اُن کو بتا دیا کہ یہ "توفیق" بھی صِرف خدا "باپ" کی طرف سے مِلتی ہے۔

۵۔ مُنجّی کی باتوں پر مِلا جُلا ردِّ عمل ٦:٦٦-٧١

٦:٦٦۔ خداوند یسوؔع کی یہ باتیں اُس کے شاگردوں میں سے "بہتوں" کو ایسی ناگوار لگیں کہ اب اُس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ وُہ اُس کے ساتھ کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ دراصل یہ شاگرد کبھی سچّے ایمان دار نہ رہے تھے۔ وُہ کئی مُختلف مقاصد سے یسوؔع کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ لیکن اصلی اور دِلی محبّت نہیں رکھتے تھے۔ نہ سمجھتے تھے کہ وُہ کون ہے۔

٦:٦٧۔ اِس موقع پر یسوؔع نے اپنے خاص "بارہ ١٢" شاگردوں سے مخاطب ہو کر اُن کے سامنے یہ سُوال رکھا کہ "کیا تُم بھی چلا جانا چاہتے ہو؟" یہ سوال اُن کے لئے چیلنج تھا۔

٦:٦٨۔ پطرؔس کا جواب بے حد غور کا مُتقاضی ہے۔ دراصل اُس نے کہا کہ "اے خُداوند" ہم تُجھے کِس طرح چھوڑ سکتے ہیں؟ تُو وُہ عقائد سِکھاتا ہے جو "ہمیشہ کی زِندگی" تک لے جاتے ہیں۔ اگر ہم تُجھے چھوڑ دیں تو اَور کوئی نہیں جِس کے پاس ہم جا سکیں۔ تُجھے چھوڑنا تو اپنی موت پر مُہر کرنا ہے۔

٦:٦٩۔ پطرؔس اُن بارہ ١٢ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ "ہم ایمان لائے اور جان گئے ہیں" کہ تُو ہی "مسیحِ موعُود" ہے۔ "خُدا کا قدُوس" ہے۔ زِندہ خُدا کا بیٹا ہے۔ ذرا الفاظ کی ترتیب پر غور کریں۔ "ایمان لائے" اور "جان گئے"۔ پہلے وُہ خُداوند یسوؔع پر ایمان لائے تھے اور پھر جان گئے تھے کہ واقعی وُہ سب کُچھ ہے جو ہونے کا دعوٰی کرتا ہے۔

٦:٧٠۔ آیات ٦٨ اور ٦٩ میں پطرؔس نے لفظ "ہم" استعمال کیا۔ اِس سے مُراد بارہ ١٢ کے بارہ شاگرد تھا۔ یہاں آیت ٧٠ میں خُداوند یسوؔع اُس کی تصحیح کرتا ہے کہ اُسے اِتنے اِعتماد کے ساتھ نہیں کہنا چاہیے کہ بارہ ١٢ کے بارہ ١٢ سچے ایماندار ہیں۔ درُست کہ خُداوند نے "بارہ ١٢" کو چُن لیا تھا۔ لیکن اُن میں سے "ایک شخص شیطان" تھا۔ اُس گروہ میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو پطرؔس کے نظریات سے اتفاق نہیں رکھتا تھا کہ خُداوند یسوؔع "مسیح موعُود" ہے۔

٦:٧١۔ خُداوند یسوؔع جانتا تھا کہ "یہُوداہ اسکریوتی" اُسے دھوکے سے "پکڑوانے کو تھا"۔ وُہ جانتا تھا کہ یہُوداہ نے کبھی اُسے دِل سے خُداوند اور مُنجی نہیں مانا۔ یہاں بھی ثبوت مِلتا ہے کہ خُداوند یسوؔع "عالِمِ کُل" ہے۔ اور یہ ثبوت بھی ہے کہ جب پطرؔس شاگردوں کا مُنہ بن کر

بول رہا تھا تو وُہ بے خطا نہیں تھا۔

زِندگی کی روٹی کے خطاب میں ہمارے خُداوند نے بُہت آسان تعلیم سے آغاز کیا۔ مگر خطاب کے دوران واضح ہوتا گیا کہ یہُودی اُس کی باتوں کو رد کِئے جا رہے ہیں۔ وُہ سچائی کو سُننے اور ماننے سے اپنے دِلوں کو جِس قدر سخت کرتے اور بند کرتے گئے، اُس کی تعلیم بھی اُتنی ہی مُشکل ہوتی گئی۔ آخر میں اُس نے اپنا گوشت کھانے اور خون پینے کی بات کی۔ یہ بات اُن کی برداشت سے باہر تھی۔ وُہ کہنے لگے "یہ کلام ناگوار ہے۔ اِسے کون سُن سکتا ہے؟" اور اُنہوں نے اُس کی پَیروی کرنا چھوڑ دیا۔ سچائی کو ردّ کرنے کا نتیجہ اندھاپن ہوتا ہے۔ چونکہ وُہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے اس لئے وُہ اُس مقام پر جا پہنچے جہاں وُہ بالکُل دیکھ نہ سکے۔

۵- خُدا کے بیٹے کی خدمت کا تیسرا سال — یروشلیم

۷: ۱ — ۱۰: ۳۹

ا- یسوع اپنے بھائیوں کو جھِڑکتا ہے ۷: ۱-۹

۷: ۱- باب ۶ اور ۷ کے درمیان چند مہینوں کا وقفہ ہے۔ "یسوع گلیل میں پھرتا رہا کیونکہ یہُودیہ میں پھرنا نہ چاہتا تھا"۔ وجہ یہ تھی کہ وُہ "یہُودیوں" کا ہیڈکوارٹر تھا اور "یہُودی اُس کے قتل کی کوشش میں تھے"۔ (یہ جاننا مُفید رہے گا کہ یُونانی میں "یہُودی" کے لئے جو لفظ استعمال ہوتا ہے، اُس کے تین مُختلِف معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہُودیہ کا باشِندہ (جیسے گلیلی بمعنی گلیل کا باشِندہ) (۲) کِسی قسم کا یہُودی شخص (بشمول اُس کے جو مسیح کو قبول کرتا ہے) اور (۳) مسیحیت کا مُخالِف، خصُوصاً مذہبی لیڈر۔ یُوحنّا اکثر یہ لفظ تیسرے مفہُوم میں اِستعمال کرتا ہے حالانکہ وُہ خُود دُوسرے مفہُوم میں یہُودی تھا)۔ اِس بات پر عُمُومی اِتفاق ہے کہ جن "یہُودیوں" کی طرف یہاں اِشارہ ہے وُہ لیڈر یا کارمُختار تھے۔ وُہ خُداوند یسوع سے سخت نفرت اور دشمنی کرتے تھے اور "اُس کے قتل" کا موقع ڈھُونڈ رہے تھے۔

۷: ۲- "عیدِ خیام" یہُودیوں کا ایک اہم تہوار تھا۔ یہ تہوار فصل کٹنے کے موسم میں آتا تھا۔ یہ اِس واقعہ کی یاد میں منایا جاتا تھا کہ مِصر سے نکلنے کے بعد بنی اِسرائیل عارضی چھپروں یا جھونپڑوں میں رہائش پذیر رہے تھے۔ یہ خوشی و خُرمی اور جشن منانے کا موقع ہوتا تھا، جب آگے "مستقبل" کی طرف دیکھا جاتا تھا کہ وُہ دِن آئے گا جب مسیحِ موعُود بادشاہی کرے گا

اور نجات یافتہ یہُودی قوم مُلک کے اندر امن اور خوشحالی میں بسے گی ۔

۷: ۳ ۔ اِس آیت میں خُداوند کے جن "بھائیوں" کا ذِکر ہے غالباً مریم کے وُہ بیٹے تھے جو یسُوع کی پیدائش کے بعد پَیدا ہُوئے تھے (بعض اُن کو رِشتہ کا بھائی یا دُور کے رِشتہ دار سمجھتے ہیں)۔ لیکن خُداوند کے ساتھ اُن کا رِشتہ کِتنا بھی قریبی ہو، اُنہیں اِس رِشتہ کے باعث نجات نہ مِلی ۔ وُہ خُداوند یسُوع پر سچّا ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے یسُوع سے کہا کہ وُہ عیدِ خیام کے موقع پر یروشلیم جائے اور وہاں کُچھ مُعجزے دِکھائے تاکہ "انہیں تیرے شاگرد بھی دیکھیں"۔ جن "شاگردوں" کا یہاں ذِکر ہے، یہ وُہ بارہ شاگرد نہیں بلکہ یہودیہ کے وُہ لوگ ہیں جو اُس کی پیروی کرنے کا دعوٰی کرتے تھے۔

اگرچہ وُہ اُس پر ایمان نہیں رکھتے تھے تاہم چاہتے تھے کہ وُہ اپنے آپ کو علانیہ ظاہر کرے شاید وُہ چاہتے تھے کہ اِس طرح ایک مشہُور ہستی کے ساتھ رِشتہ داری کے باعث ہم بھی لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائیں گے ۔ یہ بھی مُمکن ہے کہ وُہ اُس کی شہرت سے جلتے تھے اور چاہتے تھے کہ وُہ یہودیہ جائے کیونکہ اُنہیں اُمید تھی کہ وہاں وُہ پکڑا اور قتل کر دیا جائے گا۔

۷: ۴ ۔ شاید یہ الفاظ طنزاً کہے گئے تھے ۔ خُداوند کے رِشتہ دار یہ سمجھتے تھے کہ وُہ شہرت اور ناموری چاہتا ہے ۔ اگر مشہُور ہونا نہیں چاہتا تو پھر گلیل میں یہ سب مُعجزے کیوں کرتا ہے؟ وُہ گویا کہہ رہے تھے کہ "اب تو بڑا اچھّا موقع آ گیا ہے۔ تُو شہرت چاہتا ہے ۔ اِس لئے عید کے لئے یروشلیم چلا جا۔ وہاں سینکڑوں لوگ جمع ہوں گے ۔ تُجھے اُن کے سامنے مُعجزے دِکھانے کا موقع مِل جائے گا۔ گلیل تو ایک خاموش سا علاقہ ہے ۔ ایک لحاظ سے تُو یہ مُعجزے پوشیدگی میں دِکھا رہا ہے ۔ تُو ایسا کیوں کرتا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ تُو اپنی شہرت چاہتا ہے؟" چنانچہ اُنہوں نے مشورہ دِیا کہ "تُو اپنے آپ کو دُنیا پر ظاہر کر"۔ یہاں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ "اگر تُو واقعی مسیحِ موعُود ہے اور یہ مُعجزے اِسی بات کو ثابت کرنے کے لئے کرتا ہے تو یہ ثبوت اُس جگہ کیوں پیش نہیں کرتا جہاں اِن کو اہم مانا جائے گا اور وُہ جگہ ہے یہُودیہ؟"

۷: ۵ ۔ اُس کے "بھائی" کوئی مُخلصانہ خواہش نہیں رکھتے تھے کہ وُہ جلال پائے ۔ وُہ اُس پر ایمان نہ لائے تھے" یعنی حقیقت میں ایمان نہیں رکھتے تھے کہ یہ مسیحِ موعُود ہے ۔ اور نہ وُہ ایسا کرنے اور خُود کو اُس کے سپُرد کرنے کو تیار تھے۔ اُنہوں نے جو کُچھ کہا طنزاً کہا ۔ خُداوند کے سامنے اُن کے دِل راست نہ تھے ۔ یسُوع کو یہ بات خاص طور پر بُری لگتی ہوگی

کہ خود اُس کے بھائی اُس کی باتوں اور کاموں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ لیکن کتنی ہی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ جو افراد خدا کے وفادار ہوتے ہیں اُن کی سب سے زیادہ مخالفت وُہی کرتے ہیں جو اُن سے بالکل نزدیکی اور عزیز ہوتے ہیں۔

۷: ۶۔ خداوند کی زندگی شروع سے آخر تک خدا کے حکموں کی پابند تھی۔ اُس کا ہر دن اور ہر حرکت پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق تھی۔ "ابھی وقت نہیں آیا" تھا کہ وُہ اپنے آپ کو علانیہ طور پر دُنیا پر ظاہر کرے۔ وُہ واضح طور پر جانتا تھا کہ مجھے کیا پیش آنے والا ہے۔ خدا کی مرضی نہ تھی کہ وُہ اِس موقع پر یروشلیم جائے اور خود کو لوگوں کے سامنے علانیہ پیش کرے۔ لیکن اُس نے اپنے بھائیوں کو یاد دلایا کہ "تمہارے لئے سب وقت ہیں"۔ یعنی ہر وقت اور موقع تمہارے لئے موزوں ہے۔ وُہ زندگی خدا کی مرضی کی تابعداری میں نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے مطابق گزارتے تھے۔ وہ اپنے لئے خود منصوبے بنا سکتے اور مرضی کے مطابق جہاں چاہتے جا سکتے تھے کیونکہ وُہ صرف اپنی مرضی پوری کرنے پر تُلے رہتے تھے۔

۷: ۷۔ "دُنیا" خداوند کے بھائیوں "سے عداوت نہیں رکھ سکتی" تھی کیونکہ وُہ دُنیا کے تھے۔ وُہ یسوع کے خلاف دُنیا کا ساتھ دیتے تھے۔ اُن کی پوری پوری زندگیاں دُنیا کے ساتھ ہم آہنگ تھیں۔ "دُنیا" سے یہاں مُراد وُہ نظام ہے جو انسان نے وضع کر رکھا ہے اور جس میں خدا اور اُس کے مسیح کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اِس نظام میں دُنیا کی ثقافت، آرٹ، تعلیم اور مذہب، سب کچھ شامل ہے۔ حقیقتاً یہودیہ میں تو خصوصیت سے مذہبی دُنیا تھی کیونکہ یہودیوں کے مذہبی سردار ہی تھے جو یسوع سے سب سے زیادہ عداوت رکھتے تھے۔

دُنیا مسیح سے اِس لئے عداوت رکھتی ہے کہ وُہ "گواہی دیتا ہے کہ اُس کے کام بُرے ہیں"۔ یہ اِنسان کی بگڑی ہوئی فطرت پر کیسا بُرا تبصرہ ہے کہ جب ایک بے گناہ، بے داغ ہستی دُنیا میں آئی تو دُنیا اُس کے قتل کے درپے ہو گئی۔ مسیح کی کامل زندگی نے دکھا دیا کہ باقی ہر اِنسان کی زندگی کیسی ناقص ہے۔ ایسے ہی جیسے ایک سیدھی لکیر ٹیڑھی میڑھی لکیر کی خامیوں اور ٹیڑھ کو ظاہر کر دیتی ہے جب اُن کو ایک دوسری کے بالمقابل رکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح جب خداوند یسوع اِس دنیا میں آیا تو اِنسان کی گناہ آلودگی ظاہر ہو گئی۔ اِنسان اِس بات پر سیخ پا ہو گیا۔ لیکن توبہ کرنے اور خدا سے رحم کا طلبگار ہونے کی بجائے وُہ اُس ہستی کا کام تمام کرنے پر تُل گیا جس نے اُس کے گناہ کو بے نقاب کیا تھا۔

ایف۔ بی۔ مائیر لکھتا ہے کہ:

> "اپنے وقت میں خُداوند نے انسانوں سے کہا کہ 'دُنیا تم سے عداوت نہیں رکھ سکتی'۔ آج بھی وُہ مُجسّم محبّت اگر کسی کو یہ بات کہتی ہے تو یہ کتنی ہولناک ملامت ہے۔ اگر دُنیا ایک مسیحی سے عداوت نہیں کرتی، بلکہ اُس سے محبّت کرتی، اُس کے نخرے اُٹھاتی اور اُسے گلے لگاتی ہے تو اُس مسیحی کے لئے یہ صُورتِ حال نہایت ہولناک اور خطرناک ہوگی۔ کسی قدیم دانشور نے کہا ہے 'مَیں نے کیا بُرائی کی ہے کہ وُہ (دُنیا) میری اِتنی تعریف کرتی ہے؟' دُنیا کی طرف سے ہمارے لئے عداوت کا نہ ہونا، ثبوت ہے کہ ہم یہ گواہی نہیں دے رہے کہ 'اُس کے کام بُرے ہیں'۔ اگر دُنیا ہم سے سرگرم محبّت رکھتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہم دُنیا کے ہیں۔ دُنیا سے دوستی کرنا خُدا سے دُشمنی کرنا ہے۔ چنانچہ جو دُنیا کا دوست ہے وُہ خُدا کا دُشمن ہے (یُوحنّا ۷:۷؛ ۱۵:۱۹؛ یعقوب ۴:۴)"۔

۷:۸۔ خُداوند نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ "تم عید میں جاؤ"۔ اِس کا ایک افسوس ناک پہلو بھی ہے۔ وہ مذہبی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وُہ عیدِ خیام منانے کو تھے مگر خُدا کا مسیح اُن کے درمیان کھڑا تھا اور وُہ اُس کے لئے حقیقی محبّت نہیں رکھتے تھے۔ اِنسان مذہبی رسُوم اور شعائر کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ اُن کو حقیقی دِل بستگی کے بغیر ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اُس کا سامنا مسیح کی ذات سے کرا دیجئے تو وُہ بے چین اور پریشان ہو جاتا ہے۔ یسوع نے کہا "مَیں ابھی اِس عید میں نہیں جاتا کیونکہ ابھی تک میرا وقت پُورا نہیں ہُوا"۔ اِس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ مَیں عید میں بالکل ہی نہیں جاؤں گا کیونکہ آیت ۱۰ سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ بھی عید میں گیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ مَیں بھائیوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا، نہ اپنا علانیہ اظہار کروں گا۔ ابھی ایسا کرنے کا وقت نہیں آیا تھا۔ جب وُہ جائے گا تو خاموشی سے جائے گا۔

۷:۹۔ یسوع کے بھائی تو عید میں چلے گئے مگر "وُہ گلیل ہی میں رہا"۔ وُہ اُس ہستی کو پیچھے چھوڑ گئے جو اُن کو وُہ حقیقی خُوشی اور شادمانی عطا کر سکتا تھا جس کی خاطر یہ عید منائی جاتی تھی۔

ب۔ یسوع ہیکل میں تعلیم دیتا ہے ۷:۱۰-۳۱

۷:۱۰۔ "جب اُس کے بھائی عید میں چلے گئے" تو کچھ وقفے کے بعد خُداوند یسوع بھی یروشلیم

"گیا"۔ لیکن "پوشیدہ"۔ یسوع یہُودی تھا لہٰذا عید میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن وُہ خُدا کا فرمانبردار بیٹا بھی تھا۔ اِس لئے وُہ "ظاہرا نہیں بلکہ گویا پوشیدہ" رہ کر ایسا کر سکا۔

۷:۱۱- وُہ "یہُودی" جو "اُسے ... ڈھُونڈنے لگے"۔ بلاشُبہ ہیکل کے سردار اور حاکم تھے۔ وُہی جو اُس کو قتل کرنے کی کوشش میں تھے۔ جب وُہ پُوچھتے پھرتے تھے کہ "وُہ کہاں ہے؟" تو مقصد اُسے سجدہ کرنا نہیں تھا بلکہ اُسے ہلاک کرنا تھا۔

۷:۱۲- صاف ظاہر ہے کہ خُداوند کی موجُودگی نے "لوگوں میں" ہلچل مچا دی تھی۔ جو معجزے وُہ کرتا تھا، وُہ لوگوں کو فیصلہ کرنے پر مجبُور کر رہے تھے کہ وُہ ہے کون۔ "چُپکے چُپکے بہُت سی گفتگو" ہوتی رہتی تھی کہ وُہ سچّا نبی ہے یا جھُوٹا۔ "بعض کہتے تھے وُہ نیک ہے اور بعض کہتے تھے نہیں بلکہ وُہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔"

۷:۱۳- یہُودی سرداروں کی مخالفت اِتنی شدت اِختیار کر چکی تھی کہ اُن کے "ڈر سے کوئی شخص (بھی) اُس کی بابت صاف صاف نہ کہتا تھا"۔ بلاشُبہ عام لوگوں میں سے بہُتیرے جان گئے تھے کہ وُہ فی الحقیقت اِسرائیل کا مسیحِ مَوعُود ہے۔ لیکن اُن کی ہمّت نہ پڑتی تھی کہ کھُلم کھُلا اَیسے کہیں کیونکہ ڈرتے تھے کہ اُن کے سردار اُن پر ظُلم توڑیں گے۔

۷:۱۴- "عیدِ" خیام کئی دِن تک چلتی تھی۔ جب قریباً "آدھے دِن گُزر گئے" تو یسوع "ہیکل" کے بیرُونی صحن میں آیا (یہاں عام لوگ آ سکتے تھے) اور "تعلیم دینے لگا"۔

۷:۱۵- جن لوگوں نے اُس کی تعلیم سُنی وُہ "تعجّب" کرتے تھے۔ بلاشُبہ اُس کا پُرانے عہد نامہ کا عِلم اُن کو متاثر کرتا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی اُس کے عِلم کی وُسعت اور سکھانے کی لیاقت اور اہلیّت بھی اُن کو بے حد متوجہ کرتی تھی۔ وُہ جانتے تھے کہ یسوع نے ہمارے زمانے کے کِسی بڑے مذہبی مکتب میں تعلیم نہیں پائی۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے اِس قدر عِلم کیسے اور کہاں سے حاصِل ہُوا۔ آج بھی ایسا ہوتا ہے۔ جب دُنیا دیکھتی ہے کہ ایمان دار رسمی مذہبی تعلیم حاصِل کئے بغیر بھی نہایت عُمدگی سے اظہارِ خیال کرتے اور کلام کے نِکات کی وضاحت کرتے ہیں تو وُہ حیران اور ششدر رہ جاتی ہے۔

۷:۱۶- کیسی خوبصُورت بات ہے کہ خُداوند ایک دفعہ پھر اپنی تعریف کروانے سے اِنکار کرتا بلکہ صِرف خُدا باپ کو جلال دینے کی کوشش کرتا ہے۔ "یسوع" نے بالکُل سیدھا سادہ "جواب" دیا کہ "میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے"۔ خُداوند یسوع جو باتیں کہتا اور جو تعلیم دیتا تھا

وُہ سب وُہی ہوتی تھی جو اُس کا باپ اُسے بتاتا تھا۔ وُہ اپنے باپ کی مرضی کے بغیر کُچھ نہیں کرتا تھا۔

۷:۱۷۔ اگر یہُودی واقعی یہ جاننا چاہتے کہ اُس کا پیغام سچّا ہے یا نہیں تو کُچھ مشکل نہ تھا۔ ”اگر کوئی“ واقعی ”خُدا“ کی مرضی پر چلنا چاہے“ تو خُدا اُس پر ظاہر کر دے گا کہ مسیح کی تعلیم الٰہی ہے یا وُہ اپنی مرضی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں ہر اُس شخص کے لئے ایک عجیب وعدہ ہے جو پُورے دِل سے سچّائی کی تلاش کرتا ہے۔ اگر وُہ واقعی مُخلص ہے اور سچّائی کو جاننے کا دِل سے آرزُومند ہے تو خُدا اُس پر ظاہر کر دے گا۔ ”فرمانبرداری رُوحانی عِلم و عرفان کا ذریعہ ہے“۔

۷:۱۸۔ ”جو اپنی طرف سے کُچھ کہتا ہے“ یعنی اپنی مرضی کی تعلیم دیتا ہے“ وُہ اپنی عزّت چاہتا ہے“۔ مگر خُداوند یسوع ایسا نہیں کرتا تھا۔ وُہ باپ کی ”عزّت چاہتا“ تھا جس نے اُسے بھیجا تھا۔ چونکہ اُس کی نیّت بالکُل پاک تھی اِس لئے اُس کا پیغام بھی بالکُل ”سچا“ تھا۔ اُس میں ہرگز ”ناراستی نہیں“ تھی۔

یسوع ہی وُہ واحِد ہستی ہے جس کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ ہر دُوسرے اُستاد کی خدمت میں کُچھ نہ کُچھ خود غرضی شامِل ہوتی ہے۔ خُداوند کے ہر خادِم کی دِلی آرزُو ہونی چاہیئے کہ وُہ خُود کو نہیں بلکہ خُدا کو عِزّت اور جلال دے۔

۷:۱۹۔ اب خُداوند نے براہِ راست یہُودیوں پر اِلزام لگایا۔ اُس نے اُنہیں یاد دِلایا کہ ”مُوسیٰ“ نے اُن کو شریعت دی تھی۔ وُہ اِس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہمارے پاس شریعت ہے۔ وُہ بھُول گئے تھے کہ محض شریعت رکھنے میں کوئی خُوبی نہیں ہے۔ شریعت اپنے آئین و فرامین کی فرمانبرداری کا تقاضا کرتی ہے۔ اگرچہ وُہ شریعت پر فخر کرتے تھے لیکن صاف ظاہر تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی اِس کی پابندی نہیں کرتا تھا کیونکہ وُہ خُداوند یسوع کو مار ڈالنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ شریعت قتل کرنے سے واضح اور قطعی طور پر منع کرتی ہے۔ وُہ خُداوند یسوع مسیح کے بارے میں اپنے اِرادوں کے باعث شریعت کو توڑ رہے تھے۔

۷:۲۰۔ ”لوگوں“ نے اُس کے اِلزام کی کاٹ محسُوس کی۔ لیکن اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اُسی کو بُرا بھلا کہنے لگے کہ ”تجھ میں تو بدرُوح ہے“ اور اُس کے بیان کو چیلنج کیا کہ ”کون تیرے قتل کی کوشش میں ہے؟“

۷:۲۱۔ اب ”یسوع“ دوبارہ اُس واقعہ کی طرف آیا جب اُس نے بیت حسدا کے حوض پر

معذُور آدمی کو شِفا بخشی تھی۔ اِسی مُعجزے نے اُس کے خِلاف اِن سرداروں کی عداوت بھڑکائی تھی۔ اُسی وقت سے وُہ اُسے مار ڈالنے کی گھنونی سازِشوں میں لگ گئے تھے۔ خُداوند نے اُنہیں یاد دِلایا کہ "مَیں نے ایک کام کیا اور تُم سب تعجّب کرتے ہو"۔ وُہ تعجّب کر کے اُس کی تعریف نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کو اِس بات سے دھچکا لگا تھا کہ اُس نے سبت کے دِن یہ کام کیا۔

۲۲:۷۔ "مُوسیٰ" کی شریعت کا حُکم تھا کہ نرینہ بچّے کا آٹھویں دِن ختنہ کیا جائے (اصل میں ختنہ کا آغاز مُوسیٰ سے نہیں ہُوا تھا بلکہ "باپ دادا سے چلا آیا تھا"۔ یعنی ابرہام اور اِضحاق اور یعقوب وغیرہ اِس رسم کی پابندی کرتے آئے تھے)۔ اگر آٹھواں دِن "سبت کے دِن" بھی آتا تو یہُودی بچّے کا ختنہ کرنا سبت توڑنا نہیں سمجھتے تھے۔ وُہ محسُوس کرتے تھے کہ یہ کام ضرُوری ہے لہٰذا خداوند اِس کی اجازت دیتا ہے۔

۲۳:۷۔ ختنہ کے بارے میں "مُوسیٰ کی شریعت" کی پابندی کرنے کے لئے اگر وُہ بچّے کا ختنہ "سبت" کے دِن بھی کرتے تھے تو خُداوند یسُوع کو اِس بنا پر کیوں مُوردِ اِلزام ٹھہراتے تھے کہ اُس نے "سبت کے دِن ایک آدمی کو بالکُل تندرُست کر دیا"۔ اگر شریعت لازمی یا ضروری کام کی اجازت دیتی ہے تو کیا رحم کے کام کی اجازت نہ دے گی؟

۲۴:۷۔ یہُودیوں کی مُشکل یہ تھی کہ وُہ "ظاہر کے موافق" فیصلہ کرتے تھے، باطنی حقیقت کو نہیں دیکھتے تھے۔ اُن کا فیصلہ راست نہیں ہوتا تھا۔ اگر ایسا کوئی کام وُہ خُود کریں تو شریعت کے بالکُل مُطابق سمجھتے تھے، جب وُہی کام یسُوع کرتا تھا تو اُن کو بالکُل غلط سمجھتے تھے۔ اِنسانی فِطرت کا خاصہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ حقیقت کے مُوافق نہیں بلکہ ظاہر کے مُوافق فیصلہ کرتی ہے۔ خُداوند یسُوع نے مُوسیٰ کی شریعت کو نہیں توڑا تھا بلکہ سردار اُس کے ساتھ بے معنی عداوت کر کے خُود اُس شریعت کو توڑ رہے تھے۔

۲۵:۷۔ اَب تک "یروشلیم" میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ یہُودی سردار مُنجّی کے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں۔ یہاں بعض عام لوگ سُوال پُوچھتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہستی نہیں جس کے پیچھے ہمارے سردار پڑے ہُوئے ہیں۔

۲۶:۷۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خُداوند یسُوع کو یُوں "صاف صاف" کہنے یعنی دلیری سے بولنے کی اجازت ہے۔ اگر سردار اُس سے اِتنی ہی نفرت کرتے تھے جِتنی کہ عام لوگ سمجھنے لگے تھے تو پھر اُسے ایسی باتیں کہتے رہنے کی اجازت کیوں تھی؟ کیا ممکن تھا کہ "سرداروں

نے سچ جان لیا کہ مسیح یہی ہے؟"

۷:۲۷- جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے کہ یسوعؔ مسیح موعود ہے وُہ سمجھتے تھے کہ وُہ جانتے ہیں کہ "کہاں کا ہے"۔ وُہ جانتے تھے کہ یسوعؔ ناصرت کا ہے۔ وُہ اُس کی ماں مریمؔ کو جانتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ یُوسفؔ اُس کا باپ ہے۔ اُس زمانے کے یہُودیوں کا ایمان تھا کہ مسیحِ موعُود آئے گا تو اچانک اور پُراسرار طریقہ سے آئے گا۔ اُن کو خیال نہیں تھا کہ وُہ بچّہ کی طرح پیدا ہوگا، اور پرورش پاکر بالغ بنے گا۔ اُن کو پُرانے عہد نامہ سے علم ہونا چاہیے تھا کہ وُہ بیت لحم میں پیدا ہوگا۔ مگر معلُوم ہوتا ہے کہ مسیحِ موعُود کی آمد کی تفاصیل سے وُہ بے خبر تھے۔ اِس لئے وُہ کہتے تھے کہ "مگر مسیح جب آئے گا تو کوئی نہ جانے گا کہ وُہ کہاں کا ہے"۔

۷:۲۸- اِس مَوقع پر "یسوعؔ نے" اپنے گرد جمع ہونے والوں سے "پکار کر کہا کہ تُم مُجھے بھی جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ مَیں کہاں کا ہُوں"۔ اُس کی مُراد یہ تھی کہ تُم مُجھے محض بطور بشر جانتے ہو۔ وُہ اُس کو ناصرت کا یسوعؔ جانتے تھے۔ مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ وُہ خُدا بھی ہے۔ بقیہ آیت میں وُہ اِسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔

جہاں تک اُس کی بشریت کا تعلق ہے وُہ ناصرت میں رہا۔ مگر اُن کو یہ بھی جاننا چاہیے تھا کہ وُہ "آپ سے نہیں آیا" تھا بلکہ اُسے خُدا باپ نے بھیجا تھا، جس کو یہ لوگ "نہیں جانتے" تھے۔ اِن الفاظ سے خُداوند یسوعؔ نے خُدا کے برابر ہونے کا براہِ راست دعویٰ کیا ہے۔ وُہ "آپ سے نہیں آیا" تھا یعنی اپنے اِختیار سے نہیں آیا تھا۔ نہ اپنی مرضی پُوری کرنے آیا تھا بلکہ اُسے اِس دُنیا میں "سچّے" خُدا نے بھیجا تھا۔ لیکن معترضین اُس خُدا کو "نہیں جانتے" تھے۔

۷:۲۹- لیکن یسوعؔ اُسے جانتا تھا۔ وُہ ازل سے خُدا کے ساتھ تھا اور ہر لحاظ سے خُدا باپ کے برابر تھا کیونکہ جب خُداوند نے کہا کہ "مَیں اُس کی طرف سے ہُوں" تو مطلب نہ صِرف یہ تھا کہ اُس نے مجھے "بھیجا" ہے بلکہ یہ کہ مَیں ازل سے اُس کے ساتھ ہُوں۔ "اُسی نے مُجھے بھیجا ہے"۔ اِن الفاظ سے خُداوند نے واضح ترین الفاظ میں بتا دیا کہ مَیں خُدا کا مسیح، ممسُوح ہُوں جس کو خُدا نے نجات کا کام پُورا کرنے کے لئے دُنیا میں بھیجا ہے۔

۷:۳۰- یہُودی یسوعؔ کی بات کا گہرا مطلب سمجھ گئے۔ وُہ سمجھ گئے کہ یہ مسیحِ موعُود ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ وُہ اِس بات کو بالکل کُفر مانتے تھے۔ چنانچہ "وُہ اُسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اِس لئے کہ اُس کا وقت ابھی نہ آیا تھا کسی نے اُس پر ہاتھ نہ ڈالا"۔

خُدا کی قدرت نے خداوند یسوعؔ کو اُس وقت تک اِنسان کی گھنونی سازشوں سے بچائے رکھا جب تک وُہ وقت نہ آ گیا کہ وُہ گُناہ کی قربانی کے لئے گزرانا جائے ۔

۷: ۳۱ ۔ دراصل "بہتیرے اُس پر ایمان لائے" تھے ۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ یسوعؔ اِس سے زیادہ اَور کیا ثبوت دے سکتا ہے کہ مَیں مسیحِ موعُود ہُوں ۔ اگر وُہ مسیحِ موعُود نہیں، تو جب اصلی "مسیح" آئے گا تو کیا وُہ "اِن سے زیادہ" یا اِن سے عجیب تر مُعجزے دِکھا سکے گا جو یسوعؔ نے دِکھائے تھے؟ اُن کے سُوال ہی سے واضح ہوتا ہے کہ وُہ یقین رکھتے تھے کہ یسوعؔ کے مُعجزے ثابت کرتے ہیں کہ وُہ حقیقی مسیحِ موعُود ہے ۔

ج ۔ فریسیوں کی دُشمنی ۷: ۳۲ - ۳۶

۷: ۳۲ ۔ چونکہ "فریسیوں" کا لوگوں کے درمیان آنا جانا تھا اِس لئے اُنہوں نے "سُنا" کہ لوگ یسوعؔ کے بارے میں "چُپکے چُپکے" کیا باتیں کرتے ہیں ۔ لوگ اُس کے بارے میں بڑبڑا نہیں رہے تھے بلکہ اُس کی تعریف کرتے تھے ۔ فریسیوں کو خدشہ ہُوا کہ یہ بڑھ کر بڑی تحریک نہ بن جائے کہ یسوعؔ کو قبول کیا جائے ۔ اِس لئے اُنہوں نے "اُسے پکڑنے کو پیادے بھیجے" ۔

۷: ۳۳ ۔ اِس آیت کے الفاظ بلاشُبہ اُن پیادوں کو کہے گئے تھے جو اُسے گرفتار کرنے آئے تھے ۔ لیکن ساتھ ساتھ فریسیوں اور عام لوگوں کو بھی مُخاطب کیا گیا تھا ۔

خُداوند نے اپنے پہلے دعوے میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اِسے مضبُوط ہی کیا ۔ اُس نے اُن کو یاد دِلایا کہ "مَیں تھوڑے دِنوں تک تمہارے ساتھ ہُوں" ۔ اِس کے بعد وُہ خُدا باپ کے پاس واپس چلا جائے گا جس نے اُسے بھیجا تھا ۔ کوئی شک نہیں کہ اِس بات نے فریسیوں کا غُصّہ اَور بھی تیز کر دیا ۔

۷: ۳۴ ۔ وُہ دِن آ رہا تھا کہ فریسی اُسے "ڈھونڈیں گے" مگر "پا نہ سکیں گے" ۔ اُن کی زندگیوں میں ایک وقت آئے گا جب اُنہیں ایک نجات دہندہ کی ضرورت محسُوس ہو گی ۔ مگر تب وقت گزر چُکا ہو گا ۔ یسوعؔ آسمان پر واپس جا چُکا ہو گا ۔ اور اپنی بے اعتقادی اور بدی کی وجہ سے وہاں اُس سے نہ مِل سکیں گے ۔ اِس آیت کے الفاظ نہایت سنجیدہ ہیں ۔ یہ ہمیں سِکھاتے ہیں کہ ایسی بات بھی ہے جسے موقع نکل جانا کہا جاتا ہے ۔ ہو سکتا ہے آج اِنسانوں کو نجات پانے کا موقع ہو ۔ اگر اُسے ردّ کر دیں تو ممکن ہے کہ دوبارہ کبھی موقع نہ مِلے ۔

۷: ۳۵ - "یہُودی" خُداوند کی بات نہ سمجھ سکے۔ اُن کو احساس نہ ہُوا کہ وُہ آسمان پر واپس جائے گا۔ اُن کا خیال تھا کہ شاید وُہ منادی کرنے کے دَورے پر جا کر اُن یہُودیوں کو تعلیم دے گا "جو یُونانیوں میں جابجا رہتے ہیں"۔ اور ہو سکتا ہے کہ خُود "یُونانیوں" کو بھی تعلیم دے۔

۷: ۳۶ - وُہ پھر اُس کی باتوں پر حیرت کا اظہار کرنے لگے۔ "یہ کیا بات ہے جو اُس نے کہی کہ تُم مُجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے؟" کونسی جگہ ہے جہاں وُہ جائے گا کہ ہم اُس کے پیچھے نہ جا سکیں گے؟ یہاں یہُودی بے اعتقادی کے اندھے پن کی مثال پیش کر رہے ہیں۔ اُس دِل سے زیادہ تاریک دِل ہو نہیں سکتا جو خُداوند یسوؔع کو قبول کرنے سے اِنکار کرتا ہے۔ ہم بھی تو کہتے ہیں "اُن سے بڑھ کر کوئی اندھا نہیں جو دیکھنا نہیں چاہتے"۔ یہاں بھی بالکل یہی حال تھا۔ چونکہ وُہ خُداوند یسوؔع کو قبول کرنا "نہیں چاہتے" تھے اِس لئے قبول کر "نہیں سکتے" تھے۔

د۔ رُوحُ القُدُس کا وَعدہ ۷: ۳۷-۳۹

۷: ۳۷ - اگرچہ پُرانے عہدنامہ میں ذِکر نہیں، لیکن یہُودیوں میں ایک رسم تھی کہ عیدِ خیام کے پہلے سات دِنوں میں وُہ شیلوخ کے تالاب سے پانی بھر کر لے جاتے اور سوختنی قُربانی کے مذبح کے پاس چاندی کے ایک باسن میں ڈالتے تھے۔ آٹھویں دِن ایسا نہیں کیا جاتا تھا۔ اِس وجہ سے مسیح کی زِندگی کے پانی کی پیشکش اور بھی چونکا دینے والی تھی۔ یہُودی لوگوں نے ابھی ابھی یہ رسم پُوری کی تھی لیکن اُن کے دِل وَیسے ہی پیاسے تھے۔ اِس لئے کہ وُہ عید کے گہرے مطلب کو سمجھ نہ پائے تھے۔ اُن کے گھروں کو روانہ ہونے سے ذرا ہی پہلے "عید کے آخری دِن جو خاص دِن ہے یسوؔع کھڑا ہُوا اور پُکار کر" اُن لوگوں سے مُخاطب ہُوا۔ اُس نے اُنہیں دعوت دی کہ رُوحانی آسُودگی کے لئے "میرے پاس" آؤ۔ اِن الفاظ پر خاص غور کریں۔ اُس کی دعوت "ہر کسی" کے لئے تھی۔ اُس کی خوشخبری عالمگیر خوشخبری ہے۔ کوئی نہیں جو مسیح کے پاس آئے اور نجات نہ پائے۔

لیکن شرط پر بھی دھیان دیں۔ پاک کلام کہتا ہے "اگر کوئی پیاسا ہو۔۔۔"۔ یہاں پیاس رُوحانی ضرورت کا بیان کرتی ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے گُناہ کو نہ جان لے وُہ کبھی نجات پانا نہیں چاہتا۔ جب تک اُسے احساس نہ ہو کہ مَیں کھو گیا ہُوں اُسے خواہش نہ ہو گی کہ مَیں ڈھونڈا جاؤں۔ جب تک اِنسان کو اپنی رُوحانی زِندگی میں زبردست کمی کا شعور نہ ہو،

اُس کو تمنّا نہ ہوگی کہ خُداوند کے پاس جاؤں تاکہ میری ضرورت پُوری ہو۔ مُنجّی نے ہر پیاسی رُوح کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ چرچ یا مُبلّغ، یا بپتسمہ کے پانی یا خُداوند کی میز کے پاس جانے کو نہیں کہا۔ یسوؔع نے کہا کہ "وُہ میرے پاس آکر پئے"۔ یہاں پینے کا مطلب ہے مسیح کو اپنے لئے لے لینا۔ یعنی اُسے خُداوند اور نجات دہندہ مان کر اُس پر بھروسا اور یقین کرنا۔ اِس کا مطلب ہے جس طرح ہم پانی کا گلاس اپنے بدن میں لیتے ہیں اُسی طرح مسیح کو اپنی زندگی میں لے لینا۔

۷: ۳۸۔ اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے پاس آکر پینے کا مطلب اُس پر ایمان لانا ہی ہے۔ جتنے لوگ بھی اُس پر ایمان لاتے ہیں، اُن سب کی اپنی ضرُوریات بھی پُوری ہوں گی اور اُن کو رُوحانی برکت کی ایسی "ندیاں" حاصل ہوں گی جو اُن سے "جاری" ہوکر دُوسروں تک پہنچیں گی۔ پُورے پُرانے عہدنامہ میں یہ بات سکھائی جاتی رہی کہ جو مسیح مَوعُود کو قبول کریں گے، اُن کو بھی برکت ملے گی اور وُہ دُوسروں کے لئے بھی برکت کا باعث ہوں گے (مثلاً یسعیاہ ۵۵: ۱)۔ "اُس کے اندر سے ... زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ اُس شخص کے باطن سے، یا باطنی زندگی سے وُہ ندیاں جاری ہوں گی جن سے دُوسروں کی مدد ہو۔ سٹاٹ کہتا ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے گھونٹوں یا چُسکیوں سے پیتے ہیں لیکن یہ بڑھ کر بہتی ندیوں کا ایک زبردست بہاؤ بن جاتا ہے ٹمپل خبردار کرتا ہے کہ "ممکن نہیں کہ کسی کے اندر خُدا کا رُوح سکُونت کرتا ہو اور وُہ اُسے اپنے ہی اندر محدُود رکھ سکے۔ جہاں بھی رُوح ہوتا ہے، وُہ بہہ نکلتا ہے۔ اگر بہاؤ نہیں ہے، تو وہاں رُوح نہیں ہے۔"

۷: ۳۹۔ صاف صاف بتایا گیا ہے کہ "زندگی کے پانی" سے مُراد رُوح القدُس ہے۔ آیت ۳۹ نہایت اہم ہے کیونکہ یہ سکھاتی ہے کہ وُہ سب جو خُداوند یسوؔع مسیح کو قبول کرتے ہیں، اُن کو خُدا کا رُوح بھی حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رُوح القدُس ایمان لانے کے کُچھ عرصہ بعد آکر اندر سکُونت کرتا ہے۔ لیکن یہ بات سچ نہیں۔ یہ آیت بالکل واضح اور صاف طور سے بیان کرتی ہے کہ جتنے مسیح پر ایمان لاتے ہیں، وُہ رُوح پاتے ہیں۔ جس وقت خُداوند یسوؔع نے یہ الفاظ کہے اُس وقت تک "رُوح ... نازل نہ ہُوا تھا"۔ جب تک خُداوند "یسوؔع" واپس آسمان پر نہ گیا اور "اپنے جلال کو نہ پہنچا" اُس وقت تک

رُوحُ القُدس نازِل نہ ہُؤا۔ آخر وہ پینتکُست کے دِن نازِل ہُؤا۔ اُس لمحے سے خُداوند یسُوع مسیح کے ہر سچّے ایماندار کے اندر رُوحُ القُدس سکُونت کر رہا ہے۔

۵- یسُوع کے بارے میں اِختلافِ رائے ۷: ۴۰-۵۳

۷: ۴۰-۴۱- اُس کا کلام سُننے والوں میں سے "بعض" قائِل ہو گئے کہ خُداوند یسُوع "وُہ نبی ہے" جس کا ذِکر مُوسیٰ نے اِستثنا ۱۸: ۱۵، ۱۸ میں کیا ہے۔ "اَوروں" نے اِقرار کیا کہ یسُوع "مسیح" یعنی مسیحِ موعُود" ہے۔ لیکن "بعض" کا خیال تھا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ وُہ یقین رکھتے تھے کہ یسُوع گلیل کے ناصرت سے ہے۔ اور پُرانے عہدنامہ میں کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے کہ "مسیح گلیل سے آئے گا"۔

۷: ۴۲- یہ یہُودی یہ باور کرنے میں حق بجانب تھے کہ "مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا"۔ اگر وُہ تھوڑی سی تفتیش کر لینے کی تکلیف گوارا کر لیتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ یسُوع واقعی بیت لحم میں پیدا ہُؤا تھا اور کہ وُہ مریم کے وسیلے سے براہِ راست داؤد کی نسل سے تھا۔

۷: ۴۳- اپنی عام ناواقفیت اور الگ الگ سوچ کے باعث مسیح کے بارے میں اُن "لوگوں میں ... اِختلاف ہُؤا"۔ آج بھی یہی حال ہے۔ یسُوع مسیح کے موضُوع پر عام لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ باقی اِنسانوں کی طرح وُہ بھی محض اِنسان تھا۔ بعض صِرف یہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں کہ وُہ تاریخ کا عظیم ترین انسان تھا۔ لیکن جِتنے خُدا کے کلام پر ایمان رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ "مسیح ... سب کے اُوپر اور ابد تک خُدائے محمُود ہے" (رومیوں ۹: ۵)۔

۷: ۴۴- خُداوند یسُوع کو گرفتار کرنے کی کوششیں ابھی تک جاری تھیں۔ "مگر کِسی نے اُس پر ہاتھ نہ ڈالا"۔ جب تک کوئی آدمی خُدا کی مرضی کے مُطابق چلتا ہے دُنیا کی کوئی طاقت اُس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ "جب تک ہمارا کام پُورا نہیں ہو جاتا، ہم غیرفانی ہیں"۔ خُداوند کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ اِس لئے اِنسان اُسے کوئی نقصان نہیں پُہنچا سکتے تھے۔

۷: ۴۵- "سردار کاہنوں اور فریسیوں" نے یسُوع کو پکڑنے کے لئے "پیادے" بھیجے تھے۔ یہ "پیادے" واپس آئے، مگر خُداوند کو ساتھ لے کر نہیں۔ "سردار کاہنوں اور فریسیوں" کو بہُت تاؤ آیا۔ وُہ پیادوں سے پُوچھنے لگے کہ "تُم اُسے کیوں نہ لائے؟"

۷: ۴۶ - یہ ایک ایسا موقع ہے کہ گناہ آلودہ اِنسان بھی نجات دِہندہ کے بارے میں اچھی بات کہنے پر مجبور ہو گئے تھے حالانکہ وُہ خُود اُسے نہیں مانتے تھے - اُن کے ناقابلِ فراموش الفاظ یہ تھے "کہ اِنسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا"- بلاشُبہ اُن پیادوں نے اپنے زمانے میں بہُت سے آدمیوں کو کلام کرتے سُنا تھا مگر کِسی کو ایسے اختیار، ایسی خوبصُورتی، ایسی حکمت اور ایسے پُرفضل طریق سے بولتے نہیں سُنا تھا -

۷: ۴۷، ۴۸ - اُن کو ہراساں کرنے کی کوشش میں "فریسیوں" نے اُن پر اِلزام لگایا کہ یسوعؔ نے تُم کو بھی "گمراہ" کر دیا ہے - اُنہوں نے پیادوں کو یاد دِلایا کہ "سرداروں اور فریسیوں" میں سے تو کوئی بھی اُس پر ایمان نہیں لایا - یہ کیسی خوفناک دلیل تھی! یہ تو اُن کے لئے شرمناک بات تھی کہ یہُودی قوم کے سرکردہ افراد مسیحِ موعُود کو پہچاننے سے قاصر رہے -

یہ فریسی نہ صِرف خُداوند یسوعؔ پر ایمان لانے پر آمادہ نہیں تھے، بلکہ چاہتے تھے کہ کوئی دُوسرا بھی اُس پر ایمان نہ لائے - آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے - بہُت سے لوگ جو خُود نجات پانا نہیں چاہتے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ اپنے عزیز واقارب کو بھی مسیح کے پاس آنے سے روکیں -

۷: ۴۹ - فریسیوں نے عام یہُودی لوگوں کو ناواقف اور "لعنتی" ٹھہرایا - اُن کی دلیل یہ تھی کہ عام آدمی صحائف کا کُچھ علم رکھتے تو جان لیتے کہ یسوعؔ مسیحِ موعود نہیں ہے - یہ فریسیوں کی کتنی بڑی بے سمجھی تھی!

۷: ۵۰ - اِس موقع پر "نیکدیمسؔ" اُن سے مخاطب ہُؤا - یہ وُہی شخص ہے جو "پہلے رات کے وقت "اُس کے پاس آیا تھا" اور جِس نے سیکھا تھا کہ نئے سرے سے پَیدا ہونا ضرور ہے - ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ نیکدیمسؔ مسیح پر ایمان لاکر نجات پاچکا تھا - وُہ یہُودی سرداروں میں سے تھا - وُہ اپنے خُداوند کے حق میں بولا -

۷: ۵۱ - نیکدیمسؔ کا نکتہ یہ تھا کہ یہُودی "شریعت" اُس وقت تک "کسی شخص کو مجرم نہیں ٹھہراتی" جب تک اُس کا نُقطۂ نظر سُن نہ لے - لیکن یہُودی سردار اِس کے بالکل برعکس کر رہے تھے - کیا وُہ حقائق سے خوفزدہ تھے؟ واضح جواب یہی ہے کہ وُہ خوفزدہ تھے -

۷: ۵۲ - اب یہ سردار اپنے ہی ایک ساتھی یعنی نیکدیمسؔ کے پیچھے پڑ گئے - وُہ تیکھی طنز کے ساتھ اُس سے پُوچھنے لگے کہ "کیا تُو بھی گلیل کا ہے؟" کیا تُجھے معلُوم نہیں کہ گلیل میں سے

"کوئی نبی برپا نہیں ہونے کا؟" بلاشُبہ یہاں یہ سردار اپنی ناواقفیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کیا اُنہوں نے یُوناہ نبی کے بارے میں کبھی نہیں پڑھا تھا؟ وُہ گلیل سے برپا ہُوا تھا۔

۷: ۵۳۔ اَب عیدِ خیام ختم ہو چُکی تھی۔ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعض لوگوں کی نجات دہندہ سے رُوبرُو مُلاقات ہُوئی تھی اور وُہ اُس پر ایمان لے آئے تھے۔ لیکن اکثریت نے اُسے ردّ کر دیا تھا۔ سرداروں کے ارادے پہلے سے بھی پُختہ ہو چُکے تھے کہ یسُوع کا کام تمام کر دیا جائے۔ وُہ اُس کو اپنے مذہب اور طرزِ زندگی کے لئے زبردست خطرہ سمجھتے تھے۔

۹۔ زناکاری میں پکڑی گئی عورت ۸: ۱-۱۱

۸: ۱۔ یہ آیت باب ۷ کی آخری آیت سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ دونوں آیات کو ایک ساتھ رکھنے سے یہ تعلق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ دیکھئے: "پھر اُن میں سے ہر ایک اپنے گھر کو چلا گیا۔ مگر یسُوع زیتون کے پہاڑ کو گیا"۔ خُداوند نے بالکل دُرست کہا تھا کہ "لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہَوا کے پرندوں کے گھونسلے، مگر ابنِ آدم کے لئے سَر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔

۸: ۲۔ زیتون کا پہاڑ ہیکل سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ "صُبح سویرے" ہی خُداوند زیتون کے پہاڑ سے اُترا، قِدرون کی وادی کو پار کیا اور پھر پہاڑ پر چڑھ کر شہر میں آیا جہاں "ہیکل" واقع تھی "اور سب لوگ اُس کے پاس آئے اور وُہ بیٹھ کر اُنہیں تعلیم دینے لگا"۔

۸: ۳۔ "فقیہ" وُہ لوگ تھے جو پاک صحائف کی نقول تیار کرتے اور تعلیم دِیا کرتے تھے۔ "فقیہ اور فریسی" اِسی فکر میں رہتے تھے کہ خُداوند یسُوع کو کسی نہ کسی طرح پھنسائیں تاکہ اُس پر اِلزام لگا سکیں۔ وُہ "ایک عورت کو لائے جو" ابھی ابھی "زِنا میں پکڑی گئی تھی"۔ اُنہوں نے اُس عورت کو لوگوں کے "بیچ میں" کھڑا کر دیا۔ غالباً اُس کا مُنہ خُداوند کی طرف کیا گیا تھا۔

۸: ۴۔ اُس عورت پر زِنا کا اِلزام لگایا۔ بلاشُبہ یہ اِلزام درست تھا۔ شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ وُہ "عین فعل کے وقت" پکڑی گئی تھی۔ لیکن اُس کا ساتھی آدمی کہاں تھا؟ اکثر ایسا ہوتا آیا ہے کہ عورتوں کو تو سزا مل جاتی ہے لیکن اُن کے ساتھی مَرد بچ جاتے ہیں حالانکہ وُہ بھی برابر کے مجرم ہوتے ہیں۔

۸: ۵۔ اُن کی چال صاف نظر آ رہی تھی۔ وُہ چاہتے تھے کہ خُداوند "مُوسیٰ کی توریت" کے خلاف فیصلہ دے۔ اگر وُہ کامیاب ہو جاتے تو عام لوگوں کو خُداوند کے خلاف اُبھار سکتے تھے۔

اُنہوں نے اُس کو یاد دِلایا کہ "توریت میں مُوسیٰ نے ہم کو حُکم دِیا ہے" کہ جو شخص زِنا میں پکڑا جائے اُسے "سنگسار کریں"۔ فریسیوں کو اُمید تھی کہ خُداوند اِس حُکم سے اِختلاف کرے گا تو اُن کے شرارت آمیز مقاصد پُورے ہوں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے پُوچھا کہ "تُو اِس عَورت کی نِسبت کیا کہتا ہے؟" اُن کا خیال تھا کہ اِنصاف اور مُوسیٰ کی شریعت تقاضا کرتی ہے کہ اِس عَورت کو ایک مثال بنا دیا جائے۔ ڈاربی کہتا ہے:

> "اگر اِنسان کو اپنے سے بدتر شخص مِل جائے تو اُس کے بگڑے ہُوئے دِل کو تسلّی اور سکُون مِل جاتا ہے۔ وُہ سوچتا ہے کہ دُوسرے کے نسبتاً بڑے گُناہ سے مَیں معذُور ٹھہرتا ہُوں۔ دُوسرے پر اِلزام لگاتے ہُوئے اور سرگرمی سے اُسے قصُوروار ثابت کرتے ہُوئے وُہ اپنی بدی کو بھُول جاتا ہے۔ یُوں وُہ گُناہ میں خوشی محسوس کرتا ہے۔"

۸:۶ - اُن کے پاس مسیح پر لگانے کو کوئی اِلزام نہیں تھا۔ وہ کوئی اِلزام گھڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وُہ جانتے تھے کہ اگر اُس نے عَورت کو بے سزا جانے دِیا تو یہ مُوسیٰ کی شریعت کے خِلاف ہوگا۔ اور ہم اُس پر بے اِنصاف ہونے کا اِلزام لگا سکیں گے۔ اور اِس کے برعکس اگر اُس نے عَورت پر سزا کا فتویٰ لگایا تو ہم ثابت کر سکیں گے کہ یہ رُومی حکُومت کا دُشمن ہے۔ نیز یہ بھی کہہ سکیں گے کہ یہ بے رحم شخص ہے۔ "مگر یسُوع جُھک کر اُنگلی سے زمین پر لکھنے لگا۔" قطعاً کوئی طریقہ نہیں جس سے جان سکیں کہ اُس نے کیا لکھا۔ کئی لوگ بڑے اعتماد سے دعویٰ کرتے ہیں کہ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بائبل مُقدّس اِس بارے میں کُچھ نہیں بتاتی۔

۸:۷ - یہُودی بے صبر ہو کر جواب کے لئے اِصرار کرتے رہے۔ اِس لئے یسُوع نے صِرف اِتنا کہا کہ شرعی سزا دی جائے۔ لیکن یہ سزا صِرف وُہ افراد دیں جنہوں نے خُود کوئی گُناہ نہ کیا ہو۔ اِس طرح خُداوند نے مُوسیٰ کی شریعت کو سربُلند رکھا۔ مگر ایک اور کام بھی کیا۔ اُس نے سارے لوگوں کو گنہگار قرار دیا۔ جو دُوسروں پر اِلزام لگانا چاہتے ہیں اُن کو خُود بے داغ ہونا چاہئے۔ کئی دفعہ اِس آیت کو گُناہ کے اِلزام سے معذُور رکھنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ رویّہ یہ ہوتا ہے کہ مَیں اِلزام سے اِس لئے مُبرّا ہُوں کہ دُوسروں نے بھی غلط کام کئے ہیں لیکن یہ آیت اِلزام سے معذُور نہیں رکھتی بلکہ اُن کی مذمّت کرتی ہے جو کہ قصُوروار تو ہیں مگر کبھی پکڑے نہیں گئے۔

۸:۸- مُنجّی "پھر جُھک کر زمین پر ... لکھنے لگا"- خُداوند کے کُچھ لکھنے کے بارے میں صِرف یہ واحد تحریری شہادت ہے- اور جو کُچھ اُس نے لکھا اُسے زمین پر سے مٹے ہُوئے مُدتیں گزر گئی ہیں-

۹:۸- جو لوگ عَورت پر اِلزام لگا رہے تھے اُن کے ضمیر نے اُن کو مُجرم ٹھہرا دیا- اُن کے پاس کہنے کو کُچھ نہیں رہا تھا- وُہ سب "ایک ایک کر کے نِکل گئے"- "بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک" وُہ سب قصُور وار تھے- "یسوع اکیلا رہ گیا"- اور وُہ عَورت قریب ہی کھڑی "رہ گئی"-

۱۰:۸- خُداوند یسوع نے نہایت پُرفضل انداز میں عَورت کو بتایا کہ "تجھ پر حُکم لگانے والے سب غائب ہو گئے ہیں- کہیں دِکھائی نہ دیتے تھے- پُوری بِھیڑ میں ایک بھی فرد نہ تھا جو اُس "پر حُکم لگانے" کی ہمّت کرتا-

۱۱:۸- یہاں لفظ "خُداوند" کا مطلب "جناب" ہے- جب عَورت نے کہا "کِسی نے نہیں" تو خُداوند نے یہ عجیب بات کہی "مَیں بھی تجھ پر حُکم نہیں لگاتا- جا- پھر گُناہ نہ کرنا"- یسوع نے ایسے مُعاملے میں دیوانی اِختیار رکھنے کا دعویٰ نہیں کیا- یہ اِختیار رُومی حکُومت کو حاصِل تھا اور اُس نے اُسے وُہیں رہنے دیا- اُس نے عَورت کو نہ مُجرم ٹھہرایا، نہ مُعاف کیا- ابھی یہ کام کرنے کا اُس کا وقت نہیں آیا تھا- مگر اُس نے اُس کو خبردار ضرُور کر دیا کہ اُسے گُناہ سے دُور رہنا ہو گا- یُوحنّا کی اِنجیل کے پہلے باب میں ہم نے دیکھا تھا کہ "فضل اور سچّائی یسوع مسیح کی معرفت پُہنچی"- یہاں اُس کی مثال ہے- اِن الفاظ میں کہ "مَیں بھی تجھ پر حُکم نہیں لگاتا" ہمیں فضل کی مثال مِلتی ہے اور "جا، پھر گُناہ نہ کرنا" سچّائی کے الفاظ ہیں- خُداوند نے یہ نہیں کہا کہ "جا، جِتنا کم سے کم ہو سکے گُناہ کرنا"- خُداوند یسوع مسیح کا معیار مُطلق کاملیت ہے- وُہ کِسی بھی سطح کے گُناہ کی منظُوری نہیں دے سکتا- چنانچہ وُہ اُس عَورت کے سامنے خُود خُدا کا کامِل معیار رکھتا ہے-

ز- یسوع - دُنیا کا نُور ۸ : ۱۲-۲۰

۱۲:۸- اَب منظر بدل کر ہیکل کا خزانہ سامنے آتا ہے (دیکھئے آیت ۲۰)- بِھیڑ ابھی تک اُس کے پیچھے پیچھے تھی- اُس نے اُن سے مُخاطب ہو کر اپنے مسیحِ موعُود ہونے کا ایک زبردست دعویٰ کِیا- اُس نے کہا "دُنیا کا نُور مَیں ہُوں"- "دُنیا" گُناہ، جہالت اور بے مقصدیت کی تارِیکی میں

ہے۔ "دُنیا کا نُور" یسوعؔ ہے۔ اُس کے سوا گُناہ کی سیاہی سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اُس کے سوا زِندگی کی راہ میں راہنمائی نہیں ہے۔ زِندگی کے حقیقی مفہُوم کا علم نہیں، اور ابدیت کا عرفان نہیں ہے۔ یسوعؔ نے وعدہ کیا کہ "جو میری پیروی کرے گا وُہ اندھیرے میں نہ چلے گا"۔

یسوعؔ کی پیروی کرنے کا مطلب اُس پر ایمان لانا ہے۔ بہُت سے لوگ اِس غلط فہمی میں مُبتلا ہیں کہ نئے سِرے سے پیدا ہُوئے بغیر ہم یسوعؔ کی طرح زِندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یسوعؔ کی پیروی کرنے کا مطلب ہے توبہ کر کے اُس کے پاس آنا، اور ایمان لانا کہ وُہ خُداوند اور منجّی ہے، اور پھر اپنی ساری زندگی اُس کے سپُرد کر دینا۔ جو ایسا کرتے ہیں اُن کو زِندگی میں راہنمائی اور قبر سے آگے واضح اور روشن اُمید حاصل ہوتی ہے۔

۸:۱۳۔ اب "فریسیوں نے" یسوعؔ کو ایک شرعی نکتے پر چیلنج کیا۔ اُنھوں نے اُسے یاد دِلایا کہ تُو اپنے حق میں خود گواہی دیتا ہے۔ چونکہ ہر انسان فِطرتاً اپنی طرف داری کرتا ہے اِس لئے کِسی کی اپنے حق میں گواہی مُعتبر نہیں مانی جاتی۔ فریسیوں کو یسوعؔ کی بات پر بے اعتباری کا اِظہار کرنے میں کوئی باک نہیں تھا بلکہ وُہ صاف کہتے تھے "تیری گواہی سچّی نہیں"۔

۸:۱۴۔ خُداوند جانتا تھا کہ عمُوماً دو۲ یا تین۳ گواہوں کا ہونا ضرُوری ہوتا ہے۔ لیکن اُس کے اپنے مُعاملے میں اُس کی اپنی گواہی "مُطلقاً" "سچّی" تھی کیونکہ وُہ الٰہی ذات ہے۔ وہ جانتا تھا کہ مَیں آسمان سے آیا ہُوں اور آسمان پر واپس جاتا ہُوں۔ مگر فریسیوں کو علم نہیں تھا کہ وہ "کہاں سے" آیا تھا اور "کہاں کو" جائے گا۔ وُہ اُس کو اپنی طرح کا ایک اور اِنسان ہی سمجھتے تھے۔ وُہ ایمان لانے کو تیار نہ تھے کہ یسوعؔ خُدا کا ازلی بیٹا ہے۔

۸:۱۵۔ فریسی دُوسروں کا فیصلہ ظاہر کے مُطابق اور اِنسانی معیار کے مُطابق کرتے تھے۔ وُہ یسوعؔ کو ناصرت کا بڑھئی ہی مانتے تھے اور ہمیشہ یہی سوچتے تھے کہ وُہ کسی طرح بھی دُوسرے اِنسانوں سے مختلف نہیں۔ خُداوند یسوعؔ نے کہا کہ "مَیں کسی کا فیصلہ نہیں کرتا"۔ اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ یسوعؔ اِنسانوں کا فیصلہ دُنیاوی معیار کے مُطابق نہیں کرتا جیسا کہ فریسی کرتے تھے۔ لیکن زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ وُہ اُن پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ وُہ دُنیا میں اِنسانوں پر فیصلہ صادر کرنے نہیں بلکہ اُن کو نجات دینے آیا تھا۔

۸:۱۶۔ "اگر مَیں فیصلہ کروں بھی تو میرا فیصلہ سچّا ہے"۔ جو کچھ بھی وُہ کرتا ہے "باپ" کے ساتھ جِسے اُس نے "بھیجا ہے" مِل کر کرتا ہے۔ خُداوند بار بار زور دے کر فریسیوں کو بتاتا ہے

کہ مَیں اور "باپ" ایک ہیں ۔ اور یہی بات ہے جس نے اُن کے دِلوں میں تلخ ترین عداوت بھڑکائی تھی ۔

۸ : ۱۷ – ۱۸ – خُداوند نے تسلیم کیا کہ مُوسیٰ کی "توریت" کے مُطابق "دو آدمیوں کی گواہی مِل کر سچّی ہوتی ہے"۔ خُداوند نے جو کُچھ کہا تھا اُس کا مقصد شریعت کی اِس بات سے انکار کرنا نہیں تھا ۔

اگر فریسی اِصرار کرتے ہیں کہ دو ہی گواہ ہونے چاہئیں تو خُداوند کے لئے ایسا کرنا مُشکل نہیں ۔ سب سے پہلے تو "مَیں خُود اپنی گواہی دیتا ہُوں"۔ اُس کی بے گُناہ اور بے داغ زِندگی اور اُس کے مُنہ کی باتیں اُس کی "اپنی گواہی" تھیں ۔ دُوسرے "باپ" خُداوند یسوؔع کی گواہی دیتا ہے ۔ خُدا نے آسمان سے علانیہ گواہی دی اور اُس تے خُداوند کو مُعجزے دِیئے ۔ مسیح پُرانے عہدنامہ میں مسیحِ موعُود کے بارے میں پیشین گوئیوں کو پُورا کرتا ہے ۔ لیکن اِتنی زبردست شہادتوں کے باوجُود یہُودی لیڈر اُس پر ایمان لانے کو تیار نہ تھے ۔

۸ : ۱۹ – بلاشُبہ فریسیوں کا اگلا سُوال شدید طَنز سے بھرا ہُوا تھا ۔ شاید یہ کہتے ہوئے کہ "تیرا باپ کہاں ہے" اُنہوں نے بھیڑ پر بھی بھرپُور نظر ڈالی ہو ۔ "یسوؔع نے جواب دیا ۔ نہ تُم مُجھے جانتے ہو نہ میرے باپ کو"۔ یعنی وُہ نہیں سمجھتے تھے کہ حقیقت میں یسوؔع کون ہے اور نہ اُس کے باپ کو جانتے تھے ۔ بے شک اُنہوں نے خُدا کو نہ جاننے کے بارے میں اُس کی پُرزور تردید کی ہوگی ۔ مگر بات بالکُل دُرست تھی ۔ اگر وُہ خُداوند یسوؔع کو قبول کرتے، اُس پر ایمان لاتے تو اُس کے "باپ کو بھی جانتے"۔ لیکن سوائے یسوؔع مسیح کے وسیلے کے کوئی بھی خُدا باپ کو جان نہیں سکتا ۔ اور چونکہ اُنہوں نے مُنجیؔ کو رَدّ کر دیا تھا اِس لئے وُہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ ہم خُدا کو جانتے اور اُس سے محبّت رکھتے ہیں ۔

۸ : ۲۰ – گُزشتہ باتیں ہیکل کے "بیت المال" میں کہی گئی تھیں ۔ یہاں خُداوند پھر اِلٰہی حفاظت میں ہے ۔ لِہٰذا کوئی اُس کو پکڑنے یا قتل کرنے کے لئے اُس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا ۔ اُبھی تک اُس کا وقت نہ آیا تھا"۔ "وقت" کا اِشارہ اُس وقت کی طرف ہے جب اُس کو دُنیا کے گُناہوں کی خاطر کلوریؔ پر مصلُوب کیا جانا تھا ۔

ح۔ یہُودی یسوؔع سے بحث کرتے ہیں ۸: ۲۱- ۵۹

۸: ۲۱- یسوؔع نے ثابت کر دیا کہ مُجھے مُستقبل کا کامِل علم ہے۔ وُہ اپنے مُعترضین کو بتاتا ہے کہ “مَیں جاتا ہُوں”۔ یہ اِشارہ صِرف اُس کی مَوت اور تدفین کی طرف نہیں، بلکہ اُس کے جی اُٹھنے اور صعُود کی طرف بھی ہے۔ یہُودی قوم مسیحِ موعُود کو “ڈھونڈتی” رہے گی مگر اُسے عِلم نہ ہوگا کہ وُہ تو ہمارے پاس آیا تھا اور ہم نے اُسے رَدّ کر دیا۔ اُسے رَدّ کرنے کے باعث “وُہ اپنے گناہ میں مریں گے”۔ (یہاں “گُناہ” صِیغہ واحد میں اِستعمال ہُوا ہے)۔ مطلب یہ ہُوا کہ وُہ آسمان میں کبھی داخِل نہ ہو سکیں گے جہاں خُداوند جا رہا تھا۔ کیسی سنجیدہ سچائی ہے! جو خُداوند یسوؔع کو رَدّ کر دیتے ہیں، اُن کے لئے آسمان کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی۔ گُناہوں میں مرنا کیسی ہولناک بات ہے! ہمیشہ کے لئے خُدا سے دُور، مسیح سے دُور، اُمید سے دُور!!

۸: ۲۲- “یہُودیوں” کی سمجھ میں نہ آیا کہ وُہ آسمان پر واپس جانے کی بات کر رہا ہے۔ “جہاں مَیں جاتا ہُوں، تُم نہیں آ سکتے”۔ اِس بات کا مطلب کیا ہے؟ کیا اِس کا مطلب ہے کہ وُہ خُودکُشی کر کے تمُہاری اِس سازِش سے بچ جائے گا؟ اگر وُہ خُودکُشی کرتا ہے تو یہُودیوں کو کوئی بات نہیں روک سکتی تھی کہ وُہ بھی اُس کے پیچھے چلیں اور خُودکُشی کر لیں۔ لیکن یہ بھی بے اعتقادی کے اندھیرے کی ایک اَور مثال ہے۔ حَیرت ہوتی ہے کہ وُہ بات سمجھنے میں اِتنے کُند ذہن تھے۔

۸: ۲۳- بے شک خُداوند نے اُن کے خُودکُشی کے بیوقوفانہ خیال کے بارے میں سوچتے ہُوئے اُن سے کہا کہ “تُم نیچے کے ہو”۔ مُراد یہ ہے کہ اُن کا نقطۂ نظر بہُت گھٹیا تھا۔ وُہ وَقت اور مفہُوم کے لحاظ سے لفظی معنوں سے اُوپر نہیں اُٹھ سکتے تھے۔ وُہ رُوحانی سمجھ بُوجھ سے یکسر محرُوم تھے۔ اِس کے برعکس مسیح “اُوپر کا” تھا۔ اُس کی سوچ، بات اور کام آسمانی تھے۔ اُن کے ہر کام میں “دُنیا کا” رنگ اور ذائقہ تھا جبکہ یسوؔع کی پُوری زِندگی کہہ رہی تھی کہ مَیں اِس دُنیا کی نِسبت نہایت ہی پاکیزہ وطن سے ہُوں۔

۸: ۲۴- تاکید اور زور کی خاطر یسوؔع اکثر بات کو دُہراتا تھا۔ یہاں وُہ بڑی سنجیدگی سے اُنہیں دوبارہ خبردار کرتا ہے کہ “تُم ... اپنے گُناہوں میں مروگے”۔ اگر وُہ اُس پر ایمان لانے سے ہٹ دھرمی سے اِنکار کرتے رہے تو پھر کوئی متبادل بات باقی نہ رہے گی۔

خُداوند یسوع کے سِوا گُناہوں سے مُعافی حاصِل کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں ۔ اور جو لوگ گُناہوں کی مُعافی حاصِل کِئے بغیر مَر جاتے ہیں، آسمان میں کبھی داخل نہیں ہو سکتے ۔ اصل مَتن میں لفظ ”وُہی“ نہیں ہے، مُضمر ضرُور ہے ۔ لفظی ترجمہ یُوں ہونا چاہئے ”اگر تُم ایمان نہ لاؤ گے کہ مَیں ہُوں، تو اپنے گُناہوں میں مَرو گے“ ۔ اور ”مَیں ہُوں“ کے اَلفاظ میں ہمیں خُداوند یسوع کا اُلُوہیّت کا ایک اَور دعویٰ نظر آتا ہے ۔

۸ : ۲۵ ۔ یہُودی خُداوند یسوع کی تعلیمات سے بالکُل گھبرا گئے اور اُلجھن میں پڑ گئے تھے ۔ اُنہوں نے اُس سے دو ٹوک پُوچھا کہ ”تُو کَون ہے؟“ ہوسکتا ہے اِس سوال میں طنز بھی ہو کہ تُو اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے کہ اِس طرح بات کرتا ہے؟ اور شاید وُہ سچّے دِل سے سُننے کے مُشتاق تھے کہ وُہ اپنے بارے میں کیا کہتا ہے ۔ اُس کا جواب نہایت قابِلِ غور ہے ۔ ”وُہی ہُوں جو شرُوع سے تُم سے کہتا آیا ہُوں“ ۔ وُہ مسیحِ موعُود تھا ۔ یہُودیوں نے اُس کو کئی دفعہ یہ کہتے سُنا تھا لیکن اُن کے ضِدّی اور اکھڑ دِل سچّائی کے سامنے جُھکنے کو تیار نہ ہُوئے ۔ لیکن اُس کے جواب کا ایک اَور مطلب بھی ہوسکتا ہے ۔ خُداوند یسوع بالکُل وُہی تھا جس کی تعلیم دیتا تھا ۔ یہ نہیں کہ کہتا ایک بات اور کرتا دُوسری بات تھا ۔ وُہ اپنی تعلیمات کا جیتا جاگتا نمونہ تھا ۔ اُس کی زِندگی اُس کی تعلیمات سے مکمّل مُطابقت رکھتی تھی ۔

۸ : ۲۶ ۔ اِس آیت کا مطلب واضح نہیں ہے ۔ معلُوم ہوتا ہے کہ خُداوند کہہ رہا ہے کہ اِن ایمان نہ لانے والے یہُودیوں کی نِسبت اَور بھی بہُت سی باتیں کہہ سکتا ہُوں ۔ وُہ اُن کے دِلوں کے بُرے خیالوں، اِرادوں اور منصُوبوں کو بے نقاب کر سکتا تھا ۔ لیکن وُہ نہایت فرمانبرداری کے ساتھ صرف وُہی باتیں کہہ رہا تھا جو باپ نے اُسے بتائی تھیں ۔ اور چونکہ باپ ”سچّا“ ہے اِس لئے یسوع کی باتیں ایسی ہیں جن پر کان دھرنا چاہئے ۔

۸ : ۲۷ ۔ اِس موقع پر یہُودی ”نہ سمجھے کہ ہم سے باپ کی نِسبت کہتا ہے“ یعنی خُدا کے بارے میں کہتا ہے ۔ یُوں لگتا ہے کہ اُن کے ذہنوں پر پڑا ہُوا پردہ مزید گہرا ہوتا جا رہا ہے ۔ اِس سے پہلے جب خُداوند یسوع نے خُدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو وُہ سمجھ گئے تھے کہ وُہ خُدا باپ کے برابر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے ۔ مگر اب اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ۔

۸ : ۲۸ ۔ ”یسوع“ نے پھر نبوّت کی کہ کیا کچھ ہونے والا ہے ۔ اوّل یہ کہ یہُودی ”ابنِ آدم“ کو اُونچے پر چڑھائیں گے ۔ اِشارہ اُس کی صلیبی موت کی طرف ہے ۔ یہ اِقدام

کر چکنے کے بعد وہ جانیں گے کہ وہ مسیحِ موعود ہے۔ زلزلے اور تاریکی سے یہ حقیقت اُن پر ظاہر ہو گی۔ لیکن سب سے بڑی وضاحت اور ثبوت یہ ہو گا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ خداوند کے الفاظ پر خاص غور کریں "... تو جانو گے کہ مَیں وہی ہوں"۔ یہاں بھی اصل متن میں لفظ "وہی" موجود نہیں۔ اس کا گہرا مطلب یہ ہے کہ "... تو جانو گے کہ مَیں خدا ہوں"۔ اُس وقت وہ جانیں گے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا تھا یعنی اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرتا تھا بلکہ وہ اِس دنیا میں ایک ایسی ہستی کے طور پر آیا تھا جس کا مکمل انحصار خدا پر تھا۔ اِسی لئے وہ کہتا ہے کہ "جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اُسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں"۔

۸: ۲۹-۳۰۔ خدا باپ کے ساتھ خداوند کا تعلق نہایت قریبی اور گہرا تھا۔ یہاں خداوند نے جتنے بھی دعوے کئے ہیں، دراصل خدا کے ساتھ برابری کے دعوے ہیں۔ اُس کی زمینی خدمت میں شروع سے آخر تک باپ اُس کے "ساتھ" تھا۔ باپ نے کسی لمحہ بھی اُس کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ وہ ہمیشہ وہ کام کرتا رہا جو باپ کو "پسند آتے ہیں"۔ یہ باتیں صرف ایک بے گناہ ہستی ہی کہہ سکتی ہے۔ انسانی والدین سے پیدا ہونے والا کوئی شخص بھی اِس قسم کی باتیں زبان پر نہیں لا سکتا کہ "مَیں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اُسے پسند آتے ہیں"۔ بسا اوقات ہم صرف وہ کام کرتے ہیں جو ہمیں پسند آتے ہیں۔ بعض اوقات ہم اپنے ساتھی انسانوں کو خوش کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ صرف خداوند کو یہ کامل خواہش تھی کہ وہ کام کرے جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔

جب خداوند "یہ باتیں کہہ رہا تھا" تو اُسے معلوم ہوا کہ "بہتیرے اُس پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ بے شک بہت سے لوگ سچے دل سے ایمان لائے ہوں گے۔ بعض فقط زبانی تعریف کرتے ہوں گے۔

۸: ۳۱۔ اب یسوع نے "شاگردوں" اور "حقیقی شاگردوں" میں فرق بیان کیا۔ شاگرد ہر وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مَیں سیکھنے والا ہوں۔ مگر "حقیقت میں ... شاگرد" وہ ہے جس نے خود کو قطعی طور پر خداوند یسوع مسیح کے سپرد کر دیا ہو۔ جو سچے ایمان دار ہوتے ہیں اُن میں اُس کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ وہ اُس کے "کلام پر قائم" رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مسیح کی تعلیمات کو ماننا اور اُن پر عمل کرنا جاری رکھتے ہیں۔ سچے ایمان میں ہمیشہ "ثبات" یا "استقلال" کی صفت ہوتی ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنے کی ہے۔ وہ نجات اِس لئے نہیں پاتے کہ اُس کے کلام پر قائم

رہتے ہیں بلکہ "کلام پر قائم" اِس لئے رہتے ہیں کہ اُن کو نجات ملی ہے۔

۸ : ۳۲ - تمام سچّے ایمان داروں سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ تُم "سچّائی سے واقِف ہو گے اور سچّائی تُم کو آزاد کرے گی"۔ یہُودی سچائی سے واقِف نہ تھے۔ اِس لئے وُہ ہولناک اسیری کے بندھنوں میں تھے۔ وُہ جہالت، غلطی، گناہ، شریعت اور اوہام پرستی کے بندھنوں میں جکڑے ہُوئے تھے۔ جو لوگ خُداوند یسوؔع کو واقعی جان لیتے ہیں وہ گُناہ سے آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ وُہ نُور میں چلتے ہیں اور خُدا کا رُوحُ القُدس اُن کی راہنمائی کرتا ہے۔

۸ : ۳۳ - بعض قریب کھڑے یہُودیوں نے خُداوند کی "آزاد" کرنے والی بات سُنی۔ اُنہوں نے فوراً بُرا مانا۔ اُن کو فخر تھا کہ ہم "ابرہاؔم کی نسل سے ہیں اور کبھی کِسی کی غلامی میں نہیں رہے"۔ لیکن یہ بات درُست نہیں کیونکہ بنی اِسرائیل مِصؔر، اسوؔر، بابؔل، فارؔس اور یونؔان کی غلامی میں رہے تھے۔ اور فی الحال رومیوں کے غلام تھے۔ لیکن اِس سے بھی بڑھ کر جبکہ وُہ خُداوند یسوؔع سے بات کر رہے تھے وہ گُناہ اور شیطان کی غلامی میں تھے۔

۸ : ۳۴ - صاف نظر آتا ہے کہ خُداوند "گُناہ" کی غلامی کی بات کر رہا تھا۔ اُس نے اپنے یہُودی سامعین کو یاد دِلایا کہ "جو کوئی گُناہ کرتا ہے گُناہ کا غلام ہے"۔ یہ یہُودی ظاہر کرتے تھے کہ ہم بہُت مذہبی لوگ ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وُہ بد دیانت اور بے اِیمان تھے بلکہ بہُت جلد قاتِل بھی بننے والے تھے کیونکہ عین اُس وقت وُہ مسیح کو قتل کرنے کے منصُوبے بنا رہے تھے۔

۸ : ۳۵ - اَب خُداوند نے گھر کے اندر بیٹے اور غلام کے مرتبے میں تقابُل پیش کیا۔ "غلام" کو کبھی یقین نہیں ہو سکتا کہ مَیں "اَبد تک" اِس گھر میں رہوں گا۔ جبکہ "بیٹا" گھر میں آزاد اور بے تکلّف رہتا ہے۔ لفظ "بیٹا" کا اِطلاق "خُدا کے بیٹے" پر ہو خواہ اُن پر جو مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے خُدا کے فرزند بن جاتے ہیں۔ ایک بات واضح ہے کہ خُداوند یہُودیوں کو بتا رہا تھا کہ تُم بیٹے نہیں ہو، بلکہ غلام ہو جن کو کسی وقت بھی بے دخل کِیا جا سکتا ہے۔

۸ : ۳۶ - کوئی شک نہیں کہ اِس آیت میں لفظ "بیٹا" خُود مسیح کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ جن کو وُہ "آزاد کرتا ہے"، وُہ "واقعی آزاد" ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص نجات دہندہ کے پاس آتا اور اُس سے ابدی زِندگی حاصِل کرتا ہے تو وُہ شخص گُناہ، رسم پرستی، اوہام پرستی اور بدرُوحوں پر اِعتقاد اور شریعت پرستی کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۸ : ۳۷ - خُداوند نے تسلیم کیا کہ جہاں تک جسمانی نسب کا تعلق ہے یہُودی "ابرہام

کی نسل" (لغوی معنی بیج/ تخم) سے تھے۔ مگر صاف نظر آ رہا تھا کہ وُہ اُس کے رُوحانی تخم (نسل) سے نہیں تھے۔ وُہ ابرہام کی طرح خُدا پرست لوگ نہیں تھے۔ وُہ خُداوند یسوع کو "قتل" کرنے کی کوشش میں تھے۔ اِس لئے اُس "کا کلام" اُن کے "دِل میں جگہ نہیں پاتا" تھا یعنی وُہ مسیح کی باتوں کو اپنی زِندگیوں میں اثر نہیں کرنے دیتے تھے۔ وُہ اُس کی تعلیمات کی مزاحمت کرتے تھے اور اُس کی نہیں مانتے تھے۔

۸:۳۸۔ جن باتوں کی تعلیم اُن کو یسوع دیتا تھا، وُہ باتیں تھیں جن کی تعلیم دینے کا حُکم اُس کو "اپنے باپ" سے مِلا تھا۔ وُہ اور اُس کا باپ اِس طرح کامِل طور سے ایک ہیں کہ مسیح کی باتیں خُدا باپ کی باتیں تھیں اور ہیں۔ جب خُداوند یسوع یہاں دُنیا میں تھا تو کامِل طور سے اپنے باپ کی نمائندگی کرتا تھا۔ اِس کے برعکس یہودی وُہ کام کرتے تھے جو انہوں نے "اپنے باپ" سے سُنے تھے۔ خُداوند کا مطلب لُغوی معنوں میں زمینی یا دُنیوی باپ نہیں بلکہ "ابلیس" تھا۔

۸:۳۹۔ یہودی ایک دفعہ پھر "ابرہام" سے قرابت داری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وُہ فخر کرتے ہیں کہ "ہمارا باپ تو ابرہام ہے"۔ مگر خُداوند یسوع واضح کرتا ہے کہ اگرچہ وُہ ابرہام کی نسل سے تھے (آیت ۳۷) لیکن اُس کے "فرزند" نہیں تھے۔ عموماً بچّے اپنے والدین سے مُشابہت رکھتے، اُن کی طرح بولتے چالتے اور چلتے پھرتے ہیں، لیکن یہودیوں کی حالت ایسی نہ تھی۔ اُن کی زِندگیاں ابرہام کی زِندگی سے بالکل اُلٹ تھیں۔ اگرچہ جِسم کے اِعتبار سے وُہ ابرہام کی نسل سے تھے، لیکن اخلاقی اعتبار سے وُہ اِبلیس کے فرزند تھے۔

۸:۴۰۔ خُداوند نے اُن کے اور ابرہام کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال پیش کی۔ یسوع نے دُنیا میں آ کر اُن کو سوائے "حق بات" کے کُچھ نہیں بتایا تھا۔ وُہ اُس کی تعلیم سے ناراض ہو گئے اور ٹھوکر کھائی۔ اِس لئے اُس کے "قتل کی کوشش" کرنے لگے۔ "ابرہام نے تو یہ نہیں کیا تھا"۔ وُہ تو حق اور راستی کا ساتھ دیتا تھا۔

۸:۴۱۔ بالکل صاف نظر آتا تھا کہ اُن کا باپ کون ہے کیونکہ وُہ "اپنے باپ کے سے کام کرتے" تھے، یعنی اِبلیس کے سے کام۔ یہودی یسوع پر "حرام سے پیدا" ہونے کا اِلزام لگاتے ہوں گے لیکن بائبل کے بہُت سے عُلما کو "حرام سے پیدا" کے الفاظ میں زناکاری کا مفہُوم نظر آتا ہے۔ یہودی کہہ رہے تھے کہ ہم کبھی رُوحانی زِناکاری کے مُرتکب نہیں ہُوئے۔ ہم ہمیشہ "خُدا" کے وفادار رہے ہیں۔ صِرف وُہی واحد ہستی ہے جس کو وُہ اپنا

"باپ" مانتے ہیں۔

۸: ۴۲ - خُداوند اُن کے دعوے کی قلعی کھول کر اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ اگر وُہ خُدا سے محبّت رکھتے تو جِس کو خُدا نے بھیجا ہے اُس سے بھی محبّت رکھتے۔ خُداوند یسوؔع مسیح سے نفرت رکھنا اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنا کہ مَیں خُدا سے محبّت رکھتا ہُوں خلافِ عقل ہے۔ یسوؔع نے کہا کہ "مَیں خُدا سے نِکلا اور آیا ہُوں"۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ خُدا کا ازلی بیٹا ہے۔ کوئی خاص وقت نہیں آیا تھا جب کہ وُہ بطور خُدا کا بیٹا پَیدا ہُؤا ہو بلکہ بیٹے اور باپ کا رِشتہ ازل سے موجُود ہے۔ اُس نے یہُودیوں کو یہ بھی یاد دلایا کہ "مَیں خُدا ۔۔۔ سے ۔۔۔ آیا ہُوں"۔ صاف ظاہر ہے کہ وُہ اپنی ازلیت کا بیان کر رہا تھا۔ وُہ زمین پر ظاہر ہونے سے کہیں پہلے آسمان میں باپ کے ساتھ تھا۔ لیکن باپ نے اُس کو دُنیا میں "بھیجا" تاکہ دُنیا کا مُنجّی ہو۔ اور وُہ فرمانبردار بن کر آ گیا۔

۸: ۴۳ - اِس آیت میں "باتیں" اور "کلام" میں فرق ہے۔ "کلام" سے مُراد اُس کی تعلیمات ہے جبکہ "باتیں" کا مطلب وُہ الفاظ ہیں جن سے وُہ اپنی سچائیوں کا بیان کرتا تھا۔ جب اُس نے روٹی کی بات کی تو وُہ لفظی معنوں میں روٹی سمجھے۔ جب اُس نے پانی کی بات کی تو اُنہوں نے کبھی اِس کا تعلق رُوحانی پانی سے نہ جوڑا۔ کیا وجہ تھی کہ وُہ اُس کی "باتیں" نہیں سمجھ سکتے تھے؟ وجہ یہ تھی کہ وُہ اُس کی تعلیمات کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔

۸: ۴۴ - اب خُداوند یسوؔع نے کُھل کر بات کی کہ "تم اپنے باپ اِبلیس سے ہو"۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ ابلیس سے اُسی طرح پَیدا ہُوئے تھے جِس طرح ایماندار خُدا سے پَیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ بقول اوگسطین اِس سے مُراد یہ ہے کہ وُہ "تقلید" کے لحاظ سے ابلیس کے فرزند تھے۔ وُہ ابلیس کی سی زندگی بسر کرنے سے اُس کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کرتے تھے۔ "تم ۔۔۔ اپنے باپ کی خواہشوں کو پُورا کرنا چاہتے ہو"۔ اِس سے اُن کے دِلوں کے رُجحان اور ارادوں کا پتہ چلتا ہے۔

ابلیس "شرُوع ہی سے خُونی ہے"۔ وُہ آدم پر اور کُل نسلِ اِنسانی پر موت لایا۔ وُہ صرف "خُونی" ہی نہیں بلکہ "جھُوٹا" بھی ہے۔ "وُہ سچّائی پر قائم نہیں رہا کیونکہ اُس میں سچّائی ہے نہیں۔ جب وُہ جھُوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے"۔ جھُوٹ اُس کے وجُود کا ایک حصّہ ہے۔ "وُہ جھُوٹا ہے، بلکہ جھُوٹ کا باپ ہے"۔ یہُودی اِن دو طریقوں سے ابلیس کی

تقلید کرتے تھے۔ وہ خونی تھے کیونکہ اُن کے دلوں میں خدا کے بیٹے کو قتل کرنے کا ارادہ تھا۔ وہ جھوٹے تھے کیونکہ کہتے تھے کہ خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ خدا پرست اور رُوحانی لوگ ہونے کا دِکھاوا کرتے تھے۔ لیکن اُن کی زندگیاں بدی اور بُرائی کی پوٹ تھیں۔

۸ : ۴۵۔ جو لوگ جھوٹ بولنے کو اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں اُن میں سچّائی کو پہچاننے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ یہاں خداوند یسوع اُن کے سامنے کھڑا تھا اور وہ ہمیشہ "سچ بولتا" تھا۔ لیکن وہ اُس کا یقین نہیں کرتے تھے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی سرِشت بُری تھی۔ لینسکی اس بات کو یُوں بیان کرتا ہے:

> "جب سچّائی کا سامنا ہوتا ہے تو بگڑا ہوُا ذہن صرف اعتراضات تلاش کرتا ہے۔ جب سامنا ایسی بات سے ہو جو سچائی سے ہٹ کر ہو تو اُس کو قبول کرنے کے لئے دلیلیں ڈھونڈتا ہے۔"

۸ : ۴۶۔ صرف خُدا کا بے گُناہ بیٹا مسیح ہی یہ بات کہہ سکتا تھا۔ ساری دُنیا میں ایک بھی اِنسان نہ تھا (اور نہ ہے) جو اُس پر ایک بھی "گُناہ ثابت" کر سکتا۔ اُس کی سرشت میں کوئی خامی نہ تھی۔ وہ ساری باتوں میں کامِل ہے۔ اُس نے صرف سچائی کی باتیں بیان کیں تو بھی اُنھوں نے اُس کا "یقین نہ کیا"۔

۸ : ۴۷۔ اگر انسان خُدا سے واقعی محبّت کرتا ہو تو وہ "خُدا کی باتیں سُنتا ہے" اور اُن پر عمل کرتا ہے۔ یہودی مُنجّی کے پیغام کو ردّ کر کے ثابت کر رہے تھے کہ دراصل وہ "خُدا سے نہیں"۔ آیت ۴۷ سے بالکُل ثابت ہو جاتا ہے کہ خُداوند یسوع "خُدا" کی باتیں کرتا تھا۔ اِس سِلسلے میں کسی غلط فہمی کا اِمکان نہیں۔

۸ : ۴۸۔ یہودی ایک دفعہ پھر بدزُبانی پر اُتر آئے کیونکہ اُن کے پاس خُداوند یسوع کی باتوں کا کوئی اور جواب نہیں تھا۔ اُس کو "سامری" کہنے میں یہودی نسلی حقارت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ گویا وہ کہہ رہے تھے کہ تُو خالِصُ النسل یہودی نہیں۔ بلکہ اِسرائیلیوں کا دشمن ہے۔ اِس کے ساتھ ہی یہ الزام بھی لگایا کہ "تجھ میں بدرُوح ہے"۔ اُن کے مُطابق صرف ایسا شخص ہی جس کا دِماغ چل گیا ہو، وہ دعویٰ کر سکتا ہے جو یسوع کرتا تھا۔

۸ : ۴۹۔ غور کریں کہ یسوع نے اپنے دشمنوں کو کیسے آرام سے جواب دِیا۔ اُس کی تعلیمات کسی ایسے آدمی کی باتیں نہ تھیں جس میں "بدرُوح" ہو بلکہ اُس شخص کی باتیں تھیں

جو "اپنے باپ کی عزّت کرتا" ہے، یعنی خُدا کی عزّت کرتا ہے۔ وُہ اِسی بات کے لئے اُس کی بے عزّتی کرتے تھے۔ اِس لئے نہیں کہ اُس کا دِماغ خراب تھا بلکہ اِس لئے کہ اُسے صِرف اپنے آسمانی باپ کے مفادات کی فِکر رہتی تھی۔

۸: ۵۰۔ اُن کو معلُوم ہونا چاہئے تھا کہ وُہ کِسی وقت بھی "اپنی بزُرگی نہیں چاہتا" تھا۔ اُس کا ہر کام اپنے باپ کو بزُرگی دینے کے لئے ہوتا تھا۔ اگرچہ اُس نے اُن پر اِلزام لگایا کہ "تُم میری بے عزّتی کرتے ہو"۔ مگر اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وُہ "اپنی بزُرگی" چاہتا تھا۔ تب خُداوند نے یہ بھی کہا کہ "ہاں، ایک ہے جو اُسے چاہتا اور فیصلہ کرتا ہے"۔ یہ "ایک" بلاشُبہ خُدا ہے۔ خُدا باپ اپنے عزیز بیٹے کی بزُرگی چاہتا ہے اور اُن سب کا فیصلہ کرے گا جو اُسے بزُرگی دینے سے قاصر رہتے ہیں۔

۸: ۵۱۔ یہاں ہمیں پھر خُداوند یسوؔع کی شاندار بات نظر آتی ہے، یعنی وُہ الفاظ جو صِرف وُہی ہستی کہہ سکتی ہے جو خُود خُدا ہو۔ شرُوع میں مانُوس تاکیدی الفاظ کہے گئے ہیں کہ "مَیں تُم سے سچ سچ کہتا ہُوں ..." یسوؔع نے وَعدہ کیا کہ "اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی مَوت کو نہ دیکھے گا"۔ اِس کا اِطلاق جِسمانی مَوت پر نہیں ہو سکتا کیونکہ خُداوند یسوؔع پر ایمان رکھنے والے کِتنے ہی لوگ ہر روز مَرتے ہیں۔ یہاں اِشارہ رُوحانی "مَوت" کی طرف ہے۔ خُداوند کہہ رہا تھا کہ جو مُجھ پر ایمان لاتے ہیں وُہ اَبدی "مَوت" سے چھُوٹ جاتے ہیں۔ وُہ جہنم کا عذاب کبھی نہیں چکھیں گے۔

۸: ۵۲۔ اب "یہُودیوں" کو اَور بھی یقین ہو گیا کہ یسوؔع دیوانہ ہے۔ اُنہوں نے اُسے یاد دِلایا کہ "ابرہاؔم ... اور" دُوسرے بھی سب "نبی مَر گئے" ہیں، مگر تُو پھر بھی کہہ رہا ہے کہ "اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا تو اَبد تک کبھی مَوت کا مزہ نہ چکھے گا"۔ اِن ساری باتوں کو کِس طرح باہم مِلایا جا سکتا ہے؟

۸: ۵۳۔ اُن کا خیال تھا کہ دراصل خُداوند اپنے آپ کو "ابرہاؔم" اور "نبیوں" سے بڑا ٹھہرا رہا ہے۔ ابرہاؔم نے تو کِسی کو کبھی مَوت سے نہیں چھُڑایا تھا بلکہ وُہ اپنے آپ کو بھی مَوت سے نہیں چھُڑا سکا تھا۔ نہ نبی اپنے آپ کو مَوت سے چھُڑا سکے تھے۔ مگر یہاں وُہ شخص تھا جو دعوٰی کر رہا تھا کہ مَیں اپنے ساتھی اِنسانوں کو مَوت سے چھُڑا سکتا ہُوں۔ چنانچہ ضرُور ہے کہ وُہ اپنے آپ کو اُن باپ دادا سے بڑا اور بزُرگ تر ٹھہرا رہا ہے۔

۸: ۵۴۔ یہُودیوں کا خیال تھا کہ یسوؔع لوگوں کو اپنی طرف مُتوجہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "یسوؔع"

نے اُن کو بتایا کہ بات یُوں نہیں ہے بلکہ "میری بڑائی میرا باپ کرتا ہے" یعنی وُہ ہستی جِس کو تُم "ہمارا خُدا" کہتے ہو اور جِس سے محبّت کرنے اور جِس کی عبادت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔

۸: ۵۵ - یہُودی کہتے تھے کہ خُدا ہمارا باپ ہے لیکن درحقیقت اُس کو جانتے نہ تھے۔ اور یہاں وُہ اُس ہستی سے بات کر رہے تھے جو خُدا باپ کو واقعی "جانتا" تھا۔ وُہ چاہتے تھے کہ یسوع خُدا کے ساتھ اپنی برابری کا اِنکار کرے ۔ مگر اُس نے کہا کہ اگر مَیں ایسا کروں تو "جھُوٹا ہُوں گا"۔ وُہ خُدا باپ کو جانتا اور "اُس کے کلام پر عمل کرتا" تھا۔

۸: ۵۶ - چونکہ یہُودی ابرہام کو بار بار بحث میں لا رہے تھے اِس لئے خُداوند نے اُن کو یاد دِلایا کہ "ابرہام" مسیحِ مَوعُود کے "دِن" کو دیکھنے کی اُمید رکھتا تھا۔ اور ایمان کے وسیلے سے اُس نے "میرا دِن ... دیکھا اور خُوش ہُؤا"۔ خُداوند یسوع کہہ رہا تھا کہ "مَیں" ہی تھا جِس کو دیکھنے کی اُمید ابرہام کر رہا تھا، جِس کا وُہ اِنتظار کر رہا تھا۔ چُنانچہ ابرہام کا ایمان مسیح کی آمد پر تھا۔ ابرہام نے مسیح کا دِن کب دیکھا؟ شاید اُس وقت جب وُہ اضحاق کو سوختنی قُربانی کے طور پر چڑھانے کے لئے کوہِ موریاہ پر گیا تھا۔ اُس وقت مسیحِ مَوعُود کی مَوت اور قیامت کا پُورا منظر دِکھایا گیا۔ اور عین مُمکن ہے کہ ابرہام نے ایمان کے وسیلے سے اُسے دیکھا۔ یُوں خُداوند یسوع نے دعویٰ کیا کہ پُرانے عہدنامہ میں مسیحِ مَوعُود کے بارے میں ساری پیشین گوئیوں کی تکمیل مَیں ہُوں۔

۸: ۵۷ - "یہُودیوں" نے ایک دفعہ پھر یہ ثبوت دیا کہ ہم الٰہی سچائیوں کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یسوع نے کہا تھا کہ "ابرہام نے میرا دِن دیکھا اور خُوش ہُؤا"۔ مگر اُنہوں نے ایسا جواب دیا گویا یسوع نے کہا تھا کہ مَیں نے ابرہام کو دیکھا تھا۔ اِن دونوں باتوں میں بہُت فرق ہے۔ یسوع نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا رُتبہ ابرہام سے بڑا ہے، کہ مَیں ابرہام کی سوچ اور اُمید کا موضُوع تھا۔ اور ابرہام ایمان کے وسیلے سے مسیح کے دِن کا مُنتظِر تھا۔

یہُودی اِس بات کو نہ سمجھ سکے ۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ "تیری عُمر تو ابھی پچاس ۵۰ برس کی نہیں" (حقیقتاً اُس وقت یسوع کی عُمر تقریباً تینتیس ۳۳ برس تھی)۔ تو اُس نے کِس طرح "ابرہام کو دیکھا"؟

۸: ۵۸ - یہاں خُداوند یسوع نے اِلٰہی ذات ہونے کا ایک اَور واضح دعویٰ کیا ہے ۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ "پیشتر اِس سے کہ ابرہام پیدا ہُؤا" مَیں تھا۔ اِس کا مطلب صِرف یہ ہوتا کہ وُہ ابرہام سے پہلے وجُود میں آیا تھا بلکہ اُس نے خُدا کا نام "مَیں ہُوں" اِستعمال کِیا۔ خُداوند یسوع اَزل

سے خُدا کے ساتھ ہے۔ کوئی ایسا وقت نہیں جب وُہ وجُود میں آیا ہو، یا اُس کا وُجُود نہ تھا۔ اِسی لئے اُس نے کہا کہ "پیشتر اُس سے کہ ابرہام پَیدا ہُؤا، مَیں ہُوں"۔

۸:۵۹۔ یہُودیوں نے اُسے فوراً مار ڈالنے کی کوشِش کی۔ "مگر یسوع چُھپ کر ہیکل سے نکل گیا"۔ یہُودی پُورے طور پر سمجھتے تھے کہ جب یسوع کہتا ہے کہ "پیشتر اُس سے کہ ابرہام پَیدا ہُؤا، مَیں ہُوں" تو اِس کا اصل مطلب کیا ہے؟ وُہ یہوواہ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ اُسے سنگسار کرنے کی کوشِش کرنے لگے کیونکہ اُن کے نزدیک یہ بات کُفر تھی۔ وُہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ مسیحِ موعُود ہمارے درمیان کھڑا ہے۔ وُہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ شخص ہم پر حُکمرانی کرے!

ط۔ چھٹا نِشان —— جنم کے اَندھے کو اچّھا کرنا ۹:۱-۱۲

۹:۱۔ ہوسکتا ہے یہ واقعہ اُس وَقت ہُؤا ہو جب "یسوع" ہیکل سے باہر جا رہا تھا۔ یا مُمکِن ہے کہ باب ۸ کے واقعات کے کُچھ دیر بعد ہُؤا ہو۔ یہ بات لِکھ دی گئی ہے کہ وُہ آدمی "جنم کا اندھا تھا"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ کِس قدر بے اُمیدی کی حالت میں تھا۔ اور وہ مُعجزہ کِتنا عظیم تھا جس کے باعث اُسے بینائی مِلی۔

۹:۲۔ "شاگردوں" نے بہُت عجیب سُوال "پُوچھا"۔ وُہ حیران ہو رہے تھے کہ یہ اَندھا پن اُس آدمی کے اپنے گُناہ کا نتیجہ ہے یا اُس کے والدین کے گُناہ کا؟ اُس کے اپنے گُناہ سے یہ اندھا پن کیسے ہو سکتا تھا جبکہ وُہ "اندھا پَیدا ہُؤا" تھا؟ کیا وُہ کِسی قسم کے تناسُخ (دوبارہ جنم لینا) کو مانتے تھے؟ یا اُن کا خیال تھا کہ وُہ اُن گُناہوں کے باعِث اَندھا پَیدا ہُؤا ہے جو خُدا جانتا تھا کہ پَیدا ہونے کے بعد وُہ کیا کرے گا؟ اِتنی بات ضرُور ہے کہ اُن کے خیال میں اندھے پن کا براہِ راست تعلق خاندان میں گُناہ کے ساتھ تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ لازمی بات نہیں۔ اگرچہ یہ درُست ہے کہ دُنیا میں ہر قِسم کی بیماری، دُکھ، مُصیبت اور مَوت گُناہ کے نتیجے میں آئی لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو تو یہ ضرُور ہی اُس کے کسی گُناہ کے باعث ہے۔

۹:۳۔ یسوع کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اُس آدمی نے یا اُس کے والدین نے کوئی گُناہ نہیں کِیا تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ اندھا پن گُناہ کا براہِ راست نتیجہ نہیں تھا۔ خُدا نے اجازت دی

تھی کہ یہ شخص اندھا پَیدا ہو تاکہ وُہ "خُدا کے کاموں" کو ظاہر کرنے کا وسیلہ بنے۔ اُس آدمی کے پَیدا ہونے سے پہلے ہی یسوؔع جانتا تھا کہ مَیں اُن اندھی آنکھوں کو بینائی دُوں گا۔

۹:۴۔ مُنجیؔ کو اِحساس تھا کہ مصلُوب ہونے سے پہلے میرے پاس علانیہ خدمت کرنے کے لئے تقریباً تِینؔ برس ہیں، اور اُس وقت کا ایک ایک لمحہ خُدا کے لئے کام کرنے میں صَرف کر رہا تھا۔ یہاں ایک شخص ہے جو جنم کا اندھا ہے۔ ضرُور ہے کہ خُداوند یسوؔع اُس کو شِفا دینے کا مُعجزہ کرے، حالانکہ یہ سبت کا دِن تھا۔ عام خِدمت کا وقت بہُت جلد ختم ہو جائے گا۔ پھر وُہ اِس زمین پر نہیں رہے گا۔ یہ بات ہر سچّے مسیحی کو بڑی سنجیدگی سے یاد دِلاتی ہے کہ اِس زِندگی کا دِن بڑی تیزی سے گزُرے جاتا ہے۔ اور "وُہ رات آنے والی ہے" جب اِس دُنیا میں ہماری خِدمت ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گی۔ اِس لئے جو وقت ہمیں دِیا گیا ہے، ضرُور ہے کہ اُسے خُداوند کی مقبول خِدمت میں صَرف کریں۔

۹:۵۔ جب تک یسوؔع اِنسانی صُورت میں اِس "دُنیا میں" تھا وُہ "دُنیا کا نُور" تھا، یعنی ایک خاص اور بلاواسطہ طریقے سے دُنیا کا نُور تھا۔ جب وُہ مُعجزے دِکھاتا اور لوگوں کو تعلیم دِیتا پھرتا تھا تو وُہ اپنی آنکھوں کے سامنے "دُنیا کا نُور" دیکھتے تھے۔ خُداوند یسوؔع اب بھی دُنیا کا نُور ہے۔ اور وَعدہ کیا گیا ہے کہ جو کوئی اُس کے پاس آئے گا وُہ اندھیرے میں نہ چلے گا۔ مگر اِس آیت میں خُداوند خاص اپنی زمینی خِدمت کی بات کر رہا ہے۔

۹:۶۔ ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ یسوؔع نے کیوں "تھُوک سے مِٹّی سانی اور وُہ مِٹّی اندھے کی آنکھوں پر لگا" دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس آدمی کی آنکھوں میں ڈھیلے نہیں تھے، اور خُداوند یسوؔع نے ڈھیلے بنائے۔ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اندھے کو آنکھیں دینے میں خُداوند یسوؔع نے وُہ عام طریقے اِستعمال کِئے جن کو لوگ حقیر اور قابِلِ نفرین سمجھتے تھے۔ وُہ اپنے ارادوں کو پُورا کرنے کے لئے کمزور اور غیر اہم اور حقیر چیزیں اِستعمال کرتا ہے۔ آج بھی رُوحانی اندھوں کو بینائی دینے کے لئے وُہ زمین کی مِٹّی سے بنے ہُوئے مَرد و زَن کو اِستعمال کرتا ہے۔

۹:۷۔ خُداوند نے اُس آدمی سے کہا "جا، شِیلوؔخ کے حَوض میں دھو لے"۔ اِس طرح اُس نے اُس آدمی کے ایمان کو عملی کام کرنے کا موقع دِیا۔ اگرچہ وُہ اندھا تھا، مگر غالباً جانتا تھا کہ شیلوؔخ کا حوض کہاں ہے۔ چنانچہ کہنے کے مُطابِق کر سکتا تھا۔ پاک کلام بیان کرتا ہے کہ لفظ "شیلوؔخ" کا مطلب ہے "بھیجا ہُوا"۔ شاید یہ مسیحِ مَوعُود کی طرف اِشارہ ہے۔ جو ہستی یہ

مُعجزہ کر رہی تھی وُہ خُدا باپ کی طرف سے اِس دُنیا میں "بھیجی ہُوئی" تھی۔ اندھے آدمی نے "جا کر دھویا" تو اُس کو بینائی مِل گئی۔ یہ نہیں کہ اُس کی بینائی بحال ہُوئی تھی، کیونکہ اُسے تو جنم سے بینائی حاصل ہی نہ تھی۔ اُس نے زِندگی میں اپنی آنکھوں سے کبھی کُچھ نہیں دیکھا تھا۔ یہ مُعجزہ فوری تھا۔ وُہ آدمی فوراً آنکھیں اِستعمال کرنے لگا۔ اُس کے لئے کیسی مسرت آمیز حیرت ہو گی کہ جس دُنیا میں وُہ جی رہا تھا اُسے اُس نے پہلی بار دیکھا۔

۹: ۸، ۹۔ اُس آدمی کے "پڑوسی" چوکنے ہو گئے۔ اُنہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہ وُہی ہے "جو بیٹھا بھیک مانگا کرتا تھا"۔ (جب کوئی شخص نجات پاتا ہے تب بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ہمارے پڑوسیوں کو ہمارے اَندر فرق نظر آنا چاہیئے)۔ "بعض" زور دے کر کہتے تھے کہ یہ وہی ہے۔ "اَوروں" کو شک تھا۔ وُہ صِرف اِتنا کہنے کو تیار تھے کہ "یہ کوئی اُس کا ہم شکل ہے"۔ لیکن اُس آدمی نے یہ کہہ کر تمام شکوک رفع کر دِئے کہ "مَیں وہی ہُوں" جو اندھا پَیدا ہُؤا تھا۔

۹: ۱۰۔ یسوؔع جب بھی کوئی مُعجزہ کرتا تھا لوگوں کے دِلوں میں طرح طرح کے سوال اُٹھنے لگتے تھے۔ اکثر اوقات اِن سوالات سے ایمان لانے والے کو خُداوند کے لئے گواہی دینے کا موقع مِل جاتا تھا۔ یہاں لوگ اِس آدمی سے پُوچھنے لگے کہ یہ سب کُچھ "کیونکر" ہُؤا؟

۹: ۱۱۔ اُس کی گواہی سادہ لیکن مُؤثر تھی۔ اُس نے اپنے بینائی پانے کے واقعہ کا بیان کیا اور اُس ہستی کی تعریف کی جس نے یہ مُعجزہ کیا تھا۔ اِس موقع پر اُس آدمی کو معلُوم نہیں تھا کہ خُداوند یسوؔع کون ہے۔ وُہ صِرف اِتنا کہتا ہے کہ "اُس شخص نے جس کا نام یسوؔع ہے"۔ لیکن بعد میں اُس کی سمجھ میں اِضافہ ہُؤا اور وُہ جان گیا کہ یسوؔع کون ہے۔

۹: ۱۲۔ جب ہم خُداوند یسوؔع مسیح کی گواہی دیتے ہیں تو بسا اوقات دُوسروں کے دِل میں بھی اُسے جاننے کی خواہش پَیدا ہوتی ہے۔

ی - یہُودیوں کی مخالِفت شِدت اِختیار کرتی ہے

۹ : ۱۳ — ۱۴

۹: ۱۳۔ اِس مُعجزہ سے یہُودیوں میں اچھا خاصا جوش پَیدا ہو گیا۔ بعض لوگ "اُس شخص کو جو پہلے اندھا تھا، فریسیوں کے پاس لے گئے"۔ غالباً اُن کو معلُوم نہیں تھا کہ مذہبی لیڈر اِس حقیقت پر ناراض ہو جائیں گے کہ اِس آدمی کو شِفا مِلی ہے۔

۹:۱۴- یسوع نے یہ معجزہ "سبت کے دن" کیا تھا۔ اِن نکتہ چین فریسیوں کو کبھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ خدا کا ارادہ کبھی یہ نہیں تھا کہ سبت کا دن بھلائی اور رحم کے کسی کام میں رکاوٹ بن جائے۔

۹:۱۵- اُس آدمی کو یسوع کے بارے میں گواہی دینے کا ایک اور موقع مل گیا۔ جب "فریسیوں نے بھی اُس سے پوچھا تو کس طرح بینا ہؤا؟" تو اُنہوں نے بھی وُہ سیدھی صاف کہانی سُن لی۔ یہاں اُس آدمی نے یسوع کا نام نہیں لیا۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ ایسا کرتے ہوئے ڈرتا تھا بلکہ غالباً اِس لئے کہ اُسے اِحساس تھا کہ سب کو علم ہے کہ یہ معجزہ کس نے کیا ہے۔ اب تک خداوند یسوع یروشلیم میں بہت مشہور ہو چکا تھا۔

۹:۱۶- اب یہودیوں میں یسوع کے بارے میں "اِختلاف ہؤا"۔ "بعض فریسی" بڑی دلیری سے کہنے لگے کہ یسوع خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ "سبت کے دِن کو نہیں مانتا"۔ مگر "بعض" یہ دلیل دیتے تھے کہ کوئی گنہگار اِنسان کس طرح "ایسے معجزے دِکھا سکتا ہے؟" اِنسان مجبور ہو گئے کہ یا تو اُس کی طرف ہوں، یا اُس کی مخالفت کریں۔

۹:۱۷- فریسیوں نے اُس سابق "اندھے" سے یسوع کے بارے میں اُس کی رائے پوچھی۔ ابھی تک اُسے سمجھ نہ تھی کہ یسوع کون ہے۔ لیکن اُس کا ایمان بڑھ کر اِس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ وُہ اُسے "نبی" ماننے کو تیار تھا۔ وُہ یقین رکھتا تھا کہ جس نے میری آنکھیں کھولی ہیں وُہ خدا کا "بھیجا ہؤا" ہے اور خدا کا پیغام دیتا ہے۔

۹:۱۸-۱۹- بہت سے "یہودیوں کو یقین نہ آیا" کہ معجزہ کیا گیا ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے اُس آدمی کے والدین کو بُلا لیا کہ دیکھیں کہ وُہ کیا کہتے ہیں۔

والدین سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ بچہ اندھا پیدا ہؤا تھا یا نہیں؟ بے شک اُن کی گواہی فیصلہ کُن ہو گی۔ چنانچہ فریسیوں نے اُن سے پوچھا کہ "کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟" ... اور یہ بھی کہ "اب وُہ کیونکر دیکھتا ہے؟"

۹:۲۰، ۲۱- "اُس کے ماں باپ" کی گواہی بالکل صاف تھی کہ "یہ ہمارا بیٹا ہے اور اندھا پیدا ہؤا تھا"۔ اُس کے اندھے پن کا غم اُنہیں کھائے جا رہا تھا۔

وُہ اِس سے زیادہ بات کرنے کو تیار نہ تھے۔ وُہ نہیں جانتے تھے کہ "کس نے اُس کی آنکھیں کھولیں"۔ اُنہوں نے فریسیوں کو ہدایت کی کہ اُسی سے پوچھیں۔ "وُہ تو بالغ ہے ...

وُہ اپنا حال آپ کہہ دے گا"۔

۹:۲۲، ۲۳- آیت ۲۲ سے اُس کے والدین کی بُزدلی آشکارا ہوتی ہے۔ اُنہوں نے سُن رکھّا تھا کہ "اگر کوئی اُس کے مسیح ہونے کا اقرار کرے تو عبادت خانہ سے خارج کیا جائے"۔ کسی یہُودی کے لئے یہ اخراج بہُت ہی سنگین بات ہوتی تھی۔ وُہ یہ قیمت ادا کرنے کو تیار نہ تھے۔ اِس طرح وُہ نہ صِرف یہُودی مذہب کی تمام مراعات اور اِستحقاق سے محرُوم ہو جاتے، بلکہ اُن کی روزی بھی ماری جاتی۔

اُس کے ماں باپ نے "یہُودیوں کے ڈر سے" گواہی کی ساری ذمّہ داری اپنے بیٹے پر ڈال دی۔

۹:۲۴- "خُدا کی تمجید کر"۔ اِس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ قسم ہو سکتی ہے۔ فریسی کہہ رہے تھے کہ اب سچ بتاؤ۔ "ہم تو جانتے ہیں کہ یہ آدمی گنہگار ہے"۔ دُوسرے۔ فریسی مُطالبہ کرتے ہیں کہ اِس مُعجزہ کے لئے خُدا کی تمجید کرو اور یسوؔع کی کوئی تعریف نہ کرو کیونکہ فریسی اُس کو گنہگار گردانتے ہیں۔

۹:۲۵- فریسیوں کو قدم قدم پر مُنہ کی کھانی پڑتی ہے۔ وُہ خُداوند یسوؔع کو رُسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسے زیادہ تعریف اور عزت مِلتی ہے۔ یہاں اُس آدمی کی گواہی بہُت شاندار ہے۔ وُہ یسوؔع کی ذات کے بارے میں کُچھ زیادہ "نہیں جانتا تھا"۔ مگر اِتنا ضرور جانتا تھا کہ "مَیں اندھا تھا، اب بینا ہُوں"۔ کوئی شخص اِس حقیقت کو جُھٹلا نہیں سکتا تھا۔

جو نئے سِرے سے پَیدا ہوتے ہیں اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ دُنیا بے شک شک کرے، مذاق اُڑائے اور ناک بھوں چڑھائے لیکن کوئی ہماری اِس گواہی کی تردید نہیں کر سکتا کہ ہم کھوئے ہُوئے تھے اور اب خُدا کے فضل سے ہمیں نجات مِلی ہے۔

۹:۲۶-۲۷- اُنہوں نے "پھر" تفتیش شرُوع کرتے ہُوئے ساری تفصیل دُہرانے کو کہا۔ مگر اَب وُہ آدمی تنگ آ چُکا تھا۔ وُہ اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ "مَیں تو تُم سے کہہ چُکا اور تُم نے نہ سُنا"۔ وُہ "دوبارہ کیوں سُننا چاہتے" تھے؟ کیا وُہ بھی "یسوؔع کے شاگرد ہونا چاہتے" تھے؟ صاف نظر آتا ہے کہ اُس آدمی نے یہ بات طنزاً پُوچھی تھی۔ وُہ اچھّی طرح جان گیا تھا کہ یہ لوگ یسوؔع سے عداوت رکھتے ہیں اور اُس کی پَیروی کرنے کا اِرادہ نہیں رکھتے۔

۹:۲۸- مقُولہ ہے کہ "دلائل نہ ہوں تو مُدعی کو مُوردِ اِلزام کر دینا"۔ یہاں بھی یہی ہُوا۔ فریسی اُس آدمی کی شہادت کو غلط ثابت کرنے میں قطعی ناکام ہو گئے۔ چنانچہ وُہ اُسی کو "بُرا بھلا کہنے

لگے ۔ اُس پر یسوعؔ کا "شاگرد" ہونے کا اِلزام لگایا ۔ جیسے یہ دُنیا کا سنگین ترین جُرم ہو ۔ اور کہنے لگے کہ "ہم تو مُوسیٰ کے شاگرد ہیں" جیسے یہ سب سے بڑی بات ہو ۔

۹:۲۹ ۔ فریسی کہتے ہیں کہ "خُدا نے مُوسیٰ کے ساتھ کلام کیا" ۔ مگر وُہ یسوعؔ کے بارے میں بڑی حقارت آمیز باتیں کہتے ہیں ۔ اگر وُہ مُوسیٰ کے نوشتوں کا یقین کرتے تو یسوعؔ کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ مان لیتے ۔ علاوہ ازیں اگر تھوڑا سا غور کرتے تو اُن کو احساس ہوتا کہ مُوسیٰ نے کبھی کسی جنم کے اندھے کی آنکھیں نہ کھولیں ۔ اُن کے درمیان مُوسیٰ سے بھی بڑا اور بزرگ تر شخص موجُود تھا، مگر اُن کو احساس تک نہیں ہو رہا تھا ۔

۹:۳۰ ۔ اب اُس آدمی کے طنز کی کاٹ تیز ہو جاتی ہے ۔ فریسیوں کو ایسی بات کی توقع نہ تھی ۔ اُس نے گویا یہ کہا کہ "آپ بنی اِسرائیل کے سردار ہیں، آپ یہُودی قوم کے اُستاد ہیں ۔ اور یہاں آپ کے درمیان ایک شخص ہے جو اندھوں کو آنکھیں دینے کی قُدرت رکھتا ہے ۔ مگر آپ "نہیں جانتے کہ وُہ کہاں کا ہے" ۔ آپ کو شرم آنی چاہئے ۔

۹:۳۱ ۔ وُہ آدمی گواہی دینے میں دلیر ہوتا جا رہا ہے ۔ اُس کا ایمان بڑھ رہا اور پُختہ ہو رہا ہے ۔ وُہ اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ عام اصُول کے مُطابق "خُدا گنہگاروں کی نہیں سُنتا" نہ اُن کے وسیلے سے مُعجزے کرتا ہے ۔ خُدا بُرے اِنسانوں کی منظُوری نہیں دیتا ۔ وُہ اُن کو ایسے بڑے اور عجیب کام کرنے کی اِجازت نہیں دیتا ۔ "لیکن اگر کوئی خدا پرست ہو" تو خُدا کے نزدیک مقبُول ہے ۔

۹:۳۲، ۳۳ ۔ اُس آدمی کو احساس تھا کہ تمام اِنسانی تاریخ میں مَیں پہلا آدمی ہُوں جسے اندھا پیدا ہونے کے بعد بینائی عطا ہُوئی ۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ فریسی ایسا مُعجزہ دیکھیں، اور مُعجزہ کرنے والے کو قصُوروار ٹھہرائیں ۔

"اگر یہ شخص خُدا کی طرف سے نہ ہوتا تو کُچھ نہ کر سکتا" یعنی اِس قسم کا مُعجزہ نہ کر سکتا ۔

۹:۳۴ ۔ فریسی پھر بُرا بھلا کہنے پر اُتر آئے ۔ اُنہوں نے اپنے دِلوں میں فیصلہ کیا کہ اِس شخص کا اندھا پن "گناہوں" کا براہِ راست نتیجہ ہے ۔ رائیل کہتا ہے "پاک رُوح کی تعلیم اکثر بُلند درجہ اور تعلیم یافتہ لوگوں کی نسبت کم درجے کے لوگوں میں زیادہ نظر آتی ہے" ۔

"اُنہوں نے اُسے باہر نِکال دیا" ۔ اِس کا مطلب صِرف یہی نہیں کہ اُنہوں نے اُسے ہیکل سے باہر کر دیا بلکہ غالباً یہ اشارہ بھی موجُود ہے کہ اُسے یہُودی مذہب سے خارج کر دیا ۔ لیکن اِس اخراج کی بُنیاد کیا تھی ؟ ایک جنم کے اندھے آدمی کو سبت کے دِن بینائی

عطا کی گئی۔ چونکہ وُہ مُعجزہ کرنے والے کے خِلاف کوئی بُری بات کہنے کو تیار نہ تھا اِس لئے اُس کو "باہر نکال دِیا گیا"۔

۹: ۳۵ ۔ اب "یسوع" اُس آدمی سے "مِلا"۔ گویا وُہ کہہ رہا ہے کہ اگر وُہ تجھے قبول نہیں کرتے، تو مَیں قبول کرتا ہُوں"۔ جن لوگوں کو یسوع کی خاطر نِکال دِیا جاتا ہے، وُہ کِسی صُورت گھاٹے میں نہیں رہتے۔ بلکہ اُن کو بڑی برکت مِلتی ہے کیونکہ خُداوند خُود اُن کو اپنی رفاقت میں خوش آمدید کہتا ہے۔ غور کریں کہ خُداوند یسوع نے کِس طرح اُس کی شخصی ایمان کی طرف راہنمائی کی۔ اُس نے صِرف یہ سُوال پُوچھا کہ "کیا تُو خُدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے؟"

۹: ۳۶ ۔ اگرچہ اُس کو جسمانی بینائی مِل گئی تھی ابھی اُسے رُوحانی بصارت کی ضرورت تھی۔ اُس نے خُداوند سے پُوچھا کہ خُدا کا بیٹا "کون ہے کہ مَیں اُس پر ایمان لاؤں؟"۔ اُس آدمی نے اُسے "اے خُداوند" کہا۔ اِس کا عام مطلب ہے "جناب"۔

۹: ۳۷ ۔ اب "یسوع" نے اپنا تعارف کرایا کہ مَیں ہی خُدا کا بیٹا ہُوں۔ جس نے اُسے بینائی دی تھی اور اُس کی زِندگی میں ایک ناممکن کام کیا تھا وُہ محض اِنسان نہ تھا۔ وُہ خُدا کا بیٹا تھا جس کو اُس نے دیکھا تھا اور جو اُس وقت اُس سے باتیں کر رہا تھا۔

۹: ۳۸ ۔ یہ بات سُن کر وُہ آدمی نہایت پیارے انداز میں خُداوند یسوع پر ایمان لے آیا۔ اُس کے سامنے گر کر "اُسے سجدہ کیا"۔ اب وُہ شِفا یافتہ ہی نہیں بلکہ نجات یافتہ اِنسان بھی تھا۔ یہ اُس کی زِندگی کا کیسا عظیم دِن تھا! اُس کو جسمانی اور رُوحانی دونوں قِسم کی بینائی مِل گئی تھی۔ غور کریں کہ اُس آدمی نے اُس وقت تک خُداوند کو سجدہ نہیں کیا جب تک اُسے معلُوم نہیں ہو گیا کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے۔ وُہ ایک سمجھدار یہُودی تھا۔ وُہ ایسے شخص کو سجدہ نہیں کر سکتا تھا جو محض اِنسان ہو۔ مگر جُونہی اُسے معلُوم ہُوا کہ مُجھے شِفا دینے والی ہستی خُدا کا بیٹا ہے تو فوراً "سجدہ کیا"۔ اُس نے مُعجزے کی بِنا پر نہیں بلکہ مسیح کی ذات کی بِنا پر اُسے سجدہ کیا۔

۹: ۳۹ ۔ پہلی نظر میں یہ آیت یُوحنّا ۳: ۱۷ کی تردید کرتی ہُوئی معلُوم ہوتی ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ "خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اِس لئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حُکم کرے۔۔۔" مگر کوئی تضاد ہے نہیں۔ مسیح کا دُنیا میں آنے کا مقصد الزام لگانا نہیں بلکہ بچانا تھا۔ البتہ سزا اُن سب کے لئے اٹل نتیجہ ہے جو اُسے قبول نہیں کرتے، یعنی اُس پر ایمان نہیں لاتے۔

انجیل کی منادی کا اثر دُہرا ہوتا ہے۔ جو لوگ اِقرار کرتے ہیں کہ ہم "نہیں دیکھتے" اُن کو

بینائی عطا کی جاتی ہے لیکن جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خُداوند یسوع کے بغیر بالکل صحیح "دیکھتے ہیں" اُن کے اندھے پن کو پکّا کر دیا جاتا ہے۔

۹: ۴۰۔ بعض فریسیوں کو احساس ہو گیا کہ خُداوند یسوع ہماری اور ہمارے اندھے پن کی بات کر رہا ہے۔ چنانچہ وُہ اُس کے پاس آ کر بڑی ڈھٹائی سے پُوچھنے لگے کہ کیا تُو سمجھتا ہے کہ "ہم بھی اندھے ہیں"؟ وُہ توقع کرتے تھے کہ جواب نفی میں ہو گا۔

۹: ۴۱۔ خُداوند کے جواب کو سلیس انداز میں یُوں پیش کیا جا سکتا ہے۔ "اگر" تُم مان لو کہ ہم "اندھے" اور گُناہ آلُودہ ہیں اور ہمیں مُنجی کی ضرُورت ہے تو تمہارے گُناہ مُعاف کئے جا سکتے ہیں اور تُم نجات پا سکتے ہو۔ مگر تُم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں کسی چیز کی ضرُورت نہیں، ہم راستباز ہیں اور ہم میں گُناہ نہیں "پس" تمہارے لئے گُناہوں کی کوئی مُعافی نہیں۔ جب "یسوع نے کہا کہ اگر تُم اندھے ہوتے تو گنہگار نہ ٹھہرتے" تو مُراد یہ نہیں تھی کہ وُہ "مُطلقاً" بے گُناہ ہوتے بلکہ اِس کا مطلب تھا کہ "مُقابلتاً" بے گُناہ ہوتے۔ اگر وُہ اُسے مسیحِ موعُود کے طور پر نہ پہچان سکتے پر اپنے اندھے پن کو تسلیم کر لیتے تو مقابلتاً اُن کا گُناہ کم ہوتا۔ کیونکہ اَب وُہ بُہت بڑا دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم دیکھتے ہیں، مگر یسوع کو بطور خُدا کا بیٹا نہیں پہچانتے تھے۔

ک۔ یسوع۔ بھیڑوں کا دروازہ ۱۰: ۱—۱۰

۱۰: ۱۔ یہ آیات باب ۹ کے آخری حِصّے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ وہاں خُداوند یسوع فریسیوں سے مخاطب تھا جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم لوگوں کے جائز چرواہے ہیں۔ یہاں خُداوند خاص طور پر اُن ہی کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ جو کُچھ وُہ کہنے کو ہے وُہ بُہت سنجیدہ باتیں ہیں۔ اور یہ سنجیدگی اِن الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے کہ "مَیں تُم سے سچ سچ کہتا ہُوں"۔

"بھیڑ خانہ" ایک احاطہ اور چھپر وغیرہ ہوتا ہے جہاں بھیڑوں کو رات کو حِفاظت کی خاطر رکھا جاتا ہے۔ اِس احاطے کے گِرد ایک باڑ ہوتی ہے اور ایک طرف تھوڑا سا حِصّہ کھُلا ہوتا ہے جس کو دروازہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں "بھیڑ خانہ" سے مُراد یہُودی قوم ہے۔

یہُودی قوم میں بہُت سے لوگ ہُوئے جو اُن کے رُوحانی سردار اور راہنما ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وُہ خُود ہی قوم کے مسیحِ موعُود بن بیٹھے تھے، لیکن وُہ اُس طریقے سے نہیں آئے تھے جس کی نبوّت پُرانے عہدنامے نے کی ہے۔ وُہ "اَور کسی طرف سے چڑھ" کر آئے تھے۔ وُہ

اپنے آپ کو اپنے ہی طریقوں کے مُطابق اِسرائیلی قوم کے سامنے پیش کرتے تھے۔ یہ لوگ حقیقی چرواہے نہیں بلکہ چور اور ڈاکو تھے۔ چور وُہ شخص ہوتے ہیں جو وُہ چیزیں لے لیتے ہیں جو اُن کی نہیں ہوتیں۔ اور ڈاکو وُہ ہوتے ہیں جو ایسا کرنے میں تشدد بھی اِستعمال کرتے ہیں۔ فریسی چور اور ڈاکو تھے۔ وُہ یہُودیوں پر حکُومت چلانے کی کوشش کرتے تھے، مگر حتیٰ المقدُور کوشش کرتے تھے کہ لوگ حقیقی مسیحِ موعُود کو قبول نہ کریں۔ اُن کو روکتے تھے جو یسوؔع کی پَیروی کرنے لگتے تھے۔ یہ فریسی اُن پر ظُلم وسِتم ڈھاتے تھے۔ اور بِالآخر اُنہوں نے یسوؔع کو بھی مَوت کے گھاٹ اُتار دیا۔

۱۰:۲۔ یہ آیت خُود یسوؔع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وُہ اِسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں کے پاس آیا۔ وُہ بھیڑوں کا حقیقی چرواہا تھا۔ وُہ "دروازہ سے" داخل ہُوا تھا۔ یعنی وُہ مسیحِ موعُود کے بارے میں پُرانے عہد نامہ کی پیشین گوئیوں کی تکمیل کرتا ہُوا آیا۔ وُہ اپنی طرف سے نجات دہندہ نہیں بن بیٹھا تھا، بلکہ اپنے باپ کی مرضی کی کامِل فرمانبرداری کرتے ہُوئے آیا تھا۔ وُہ تمام شرائط پُوری کرتا ہے۔

۱۰:۳۔ اِس آیت میں "دربان" کی شناخت کے بارے میں بہُت اِختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ "دربان" سے مُراد پُرانے عہد نامہ کے انبیا ہیں، جنہوں نے مسیح کے آنے کی نبوّت کی تھی۔ بعض عُلما کے مُطابق یہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا ہے، اِس لئے کہ وُہ حقیقی چرواہے کا پیشرَو اور نقیب تھا۔ اور بعض عُلما تو پُورے یقین سے کہتے تھے کہ اِس آیت کا "دربان" رُوحُ القُدس ہے جو خُداوند یسوؔع کے زِندگیوں اور دِلوں میں داخلے کے لئے دروازہ کھولتا ہے۔

"بھیڑوں" نے چرواہے کی "آواز سُنی"۔ اُنہوں نے پہچان لیا کہ یہ حقیقی چرواہے کی آواز ہے۔ جس طرح اصلی بھیڑیں اپنے چرواہے کی آواز پہچانتی ہیں، اُسی طرح یہُودی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے مسیحِ موعُود کو (جب وُہ آیا) پہچان لیا۔ پُوری انجیل میں ہم نے چرواہے کو "اپنی بھیڑوں کو نام بنام" بُلاتے سُنا ہے۔ پہلے باب میں اُس نے کئی شاگردوں کو بُلایا۔ اُنہوں نے اُس کی آواز سُنی اور اِس کا جواب دیا۔ باب ۹ میں اُس نے ایک اندھے آدمی کو بُلایا۔ خُداوند یسوؔع آج بھی اُن لوگوں کو بُلا رہا ہے جو اُس کو مُنجّی قبول کرنے کو تیار ہیں۔ یہ بُلاہٹ شخصی اور انفرادی ہوتی ہے۔

"باہر نِکال چُکتا ہے"۔ یہ الفاظ اِس حقیقت کا بیان کرتے ہیں کہ جِنہوں نے خُداوند یسوؔع

کی آواز سُنی اُس نے اُن کو اسرائیل کے بھیڑ خانے سے باہر نِکال لیا ۔ وہاں وُہ بند اور گھیرے میں تھیں ۔ خُداوند اپنی بھیڑوں کو فضل کی آزادی میں لے "چلتا ہے"۔ گزشتہ باب میں یہُودیوں نے اُس آدمی کو عبادت خانے سے خارج کر دیا تھا ۔ ایسا کرنے میں وُہ انجانے میں خُداوند کے کام میں مَدد کر رہے تھے ۔

۱۰ : ۴ ۔ حقیقی چرواہا "جب ۔۔۔ اپنی سب بھیڑوں کو نِکال چکتا ہے" تو اُن کو ہانکتا نہیں بلکہ "اُن کے آگے آگے چلتا ہے"۔ وُہ اُن کو کسی ایسی جگہ جانے کو نہیں کہتا جہاں پہلے وُہ خُود نہ گیا ہو ۔ وُہ بحیثیت "مُنجی"، رہبر اور نمونہ ہمیشہ بھیڑوں کے "آگے" ہوتا ہے ۔ اور جو مسیح کی حقیقی "بھیڑیں" ہیں وُہ "اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیتی ہیں"۔ وُہ اُس کے نمونے کی پیروی کرنے سے نہیں، بلکہ نئے سرے سے پیدا ہونے کے وسیلے سے اُس کی بھیڑیں "بنتی ہیں"۔ اور جب وُہ نجات پا لیتی ہیں تو اُن کے دِل میں خواہش ہوتی ہے کہ جہاں وُہ "آگے آگے" جائے وہاں اُس کے "پیچھے پیچھے" جائیں ۔

۱۰ : ۵ ۔ جو جبلّت بھیڑوں کو حقیقی چرواہے کی آواز پہچاننے کی صلاحیّت بخشتی ہے وُہی اُن کو "غیر شخص" سے بھاگنے پر اُبھارتی ہے ۔ یہ غیر شخص فریسی اور یہُودی قوم کے دُوسرے لیڈر تھے جو صرف اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اِن بھیڑوں میں دِلچسپی رکھتے تھے ۔ جس شخص کو بینائی حاصل ہُوئی تھی وُہ اِس بات کی عُمدہ مثال ہے ۔ اُس نے خُداوند یسوع کی آواز پہچانی، مگر جانتا تھا کہ یہ فریسی "غیر شخص" ہیں، اِس لئے اُس نے اُن کی ماننے سے اِنکار کیا حالانکہ اِس کا نتیجہ عبادت خانے سے اخراج تھا ۔

۱۰ : ۶ ۔ یہاں صاف صاف بیان ہُوا ہے کہ "یسوع نے ۔۔۔ یہ تمثیل" فریسیوں پر کہی تھی ۔ "لیکن وُہ نہ سمجھے کہ یہ کیا باتیں ہیں"۔ وجہ یہ تھی کہ وُہ حقیقی بھیڑیں نہ تھے ۔ اگر ہوتے تو اُس کی آواز سُنتے اور پیروی کرتے ۔

۱۰ : ۷ ۔ اب "یسوع" نے ایک نئی مثال اِستعمال کی ۔ اب وُہ آیت ۲ کی طرح بھیڑ خانہ کے دروازہ کی بات نہیں کر رہا ۔ وُہ اپنے آپ کو "بھیڑوں کا دروازہ" کی حیثیت سے پیش کرتا ہے ۔ اب اِسرائیل کے بھیڑ خانے میں داخل ہونے کی بات نہیں ہو رہی ۔ بلکہ تصویر یہ منظر پیش کرتی ہے کہ اِسرائیل کی برگزیدہ بھیڑیں یہُودیت سے نِکل کر "دروازہ" یعنی مسیح میں داخل ہو رہی ہیں ۔

۱۰ : ۸ ۔ مسیح سے "پہلے" دُوسرے افراد آئے تھے ۔ وُہ بھی اپنے اِختیار اور مرتبے کا دعویٰ کرتے تھے ۔ لیکن اسرائیل کی برگزیدہ بھیڑوں نے اُن کی نہ سُنی کیونکہ وُہ جانتی تھیں کہ یہ لوگ اُن باتوں کا دعویٰ کر رہے ہیں جن کے وُہ مجاز نہیں، جو اِن کے پاس ہیں نہیں ۔

۱۰:۹ ۔ یہ اُن مسرت بخش آیات میں سے ہے جو اِتنی سادہ اور صاف ہیں کہ سنڈے سکُول کا بچّہ بھی سمجھ سکتا ہے ۔ اور اگر اِن کی تشریح و تفسیر کرنے لگیں تو بڑے سے بڑا عالم بھی پُورا اِنصاف نہ کر سکے ۔ مسیح "دروازہ" ہے ۔ مسیحیت کسی عقیدہ یا مذہبی گروہ یا فرقے کا نام نہیں بلکہ ایک شخص، ایک ہستی ہے ۔ اور اُس ہستی کا نام خُداوند یسوؔع مسیح ہے ۔ "اگر کوئی مُجھ سے داخل ہو" ۔ نجات صِرف مسیح کے وسیلے سے مِل سکتی ہے، بپتسمہ سے نہیں مِل سکتی، عشائے ربّانی سے نہیں مِل سکتی ۔ ضرُور ہے کہ ہم مسیح کے وسیلے سے اور اُس قُوّت سے اُس میں داخل ہوں جو وُہ دیتا ہے ۔ دعوت ہر ایک کے لئے ہے ۔ مسیح یہُودی اور غیر قوم دونوں کا یکساں نجات دہندہ ہے ۔ لیکن نجات پانے کے لئے ضرُوری ہے کہ اِنسان اَندر داخل ہو ۔ ضرُور ہے کہ ایمان سے مسیح کو قبُول کرے ۔ یہ ایک ذاتی فعل ہے ۔ اِس کے بغیر نجات مُمکن نہیں ۔ جو داخل ہوتے ہیں وُہ گُناہ کی سزا، گُناہ کی قدُرت اور بالآخر گُناہ کی موجودگی سے یقیناً "نجات" پاتے ہیں ۔

نجات کے بعد وُہ "اندر باہر آیا جایا" کرتے ہیں ۔ شاید یہاں خیال یہ ہے کہ وُہ ایمان کی رُو سے خُدا کی حضُوری میں "آتے ہیں" تاکہ اُس کی پرستش کریں ۔ اور پھر خُداوند کی گواہی دینے کے لئے دُنیا میں "جاتے ہیں" ۔ کُچھ بھی ہو، یہ خُداوند کی خِدمت اور عبادت میں کامل تحفّظ اور آزادی کی تصویر ہے ۔ جو داخل ہوتے ہیں، وُہ "چارا پاتے" ہیں ۔ مسیح صِرف نجات دہندہ ہی نہیں، وُہ صِرف آزاد کرنے والا ہی نہیں بلکہ وُہ قائم رکھنے والا اور آسُودگی دینے والا بھی ہے ۔ اُس کی بھیڑوں کو "خُدا کے کلام سے چارا" مِلتا ہے ۔

۱۰:۱۰ ۔ "چور" کا مقصد "چُرانا، مار ڈالنا اور ہلاک کرنا" ہوتا ہے ۔ وُہ صِرف خُود غرضی کے مقصد اور ارادہ سے آتا ہے ۔ اپنے ارادہ اور خواہش کو پُورا کرنے کے لئے وُہ بھیڑوں کو "مار ڈالنے" سے بھی نہیں چُوکتا ۔ لیکن خُداوند یسوؔع کسی خُود غرضی کے باعث اِنسانی دِل کے پاس نہیں آتا ۔ وُہ کُچھ لینے نہیں بلکہ دینے آتا ہے ۔ وُہ اِس لئے آتا ہے کہ لوگ "زِندگی پائیں اور کثرت سے پائیں" ۔ جس لمحہ ہم اُسے "مُنجی" قبول کرتے ہیں، اُسی لمحہ ہمیں زِندگی مِل جاتی ہے ۔ البتہ نجات پانے کے بعد ہمیں معلُوم ہوتا ہے کہ اِس زِندگی سے محظُوظ ہونے کے مُختلف درجات ہیں ۔

ہم اپنے آپ کو جس قدر رُوح القُدس کے سپُرد کرتے جائیں گے، اُسی قدر اِس زِندگی سے زیادہ لُطف اندوز ہوں گے ۔ پھر ہمارے پاس "زِندگی" ہی نہیں بلکہ "کثرت کی زِندگی" ہو گی ۔

ل۔ یسوع —— اچھّا چرواہا ۱۰: ۱۱-۱۸

۱۰: ۱۱- خُداوند یسوع بہت دفعہ "مَیں ہوں" کے الفاظ اِستعمال کرتا ہے۔ یہ ذاتِ اِلٰہی کا لقب ہے۔ اور ہر دفعہ وُہ خُدا باپ سے برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہاں وُہ کہتا ہے "اچھّا چرواہا مَیں ہُوں" جو "بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے"۔ عام حالات میں بھیڑوں کو کہا جاتا ہے کہ چرواہے کے لئے اپنی جان دیں۔ لیکن خُداوند یسوع نے گلہ کی خاطر اپنی جان دی۔

۱۰: ۱۲- "مزدُور" وُہ شخص ہوتا ہے، جو اُجرت پر کام کرتا ہے۔ مثلاً کوئی چرواہا کسی دُوسرے شخص کو اُجرت دے کر بھیڑوں کی دیکھ بھال کا کام سپرد کر سکتا ہے۔ فریسی ایسے ہی اُجرتی تھے۔ اُن کی لوگوں میں دِلچسپی کا اِنحصار اُن پیسوں پر تھا جو اُن کو ملتے تھے۔ "مزدُور" بھیڑوں کا مالک نہیں ہوتا۔ جب خطرہ ہوتا ہے، وُہ بھاگ جاتا اور بھیڑوں کو "بھیڑئے" کے رحم وکرم پر چھوڑ جاتا ہے۔

۱۰: ۱۳- ہم جو کُچھ کرتے ہیں اپنی سرشت کے مُطابق کرتے ہیں۔ مزدُور اُجرت کی خاطر کام کرتا ہے۔ "اُس کو بھیڑوں کی فکر نہیں" ہوتی۔ آج کلیسیا میں بہت سے مزدُور (اُجرتی) موجُود ہیں۔ یہ ایسے افراد ہیں جو دینی خدمت اِس لئے اِختیار کرتے ہیں کہ اِسے آرام دِہ پیشہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے دِلوں میں خُدا کی بھیڑوں کے لئے کوئی محبّت نہیں ہوتی۔

۱۰: ۱۴- خُداوند پھر اپنے بارے میں کہتا ہے کہ "اچھّا چرواہا مَیں ہوں"۔ "اچھّا" کے لئے یُونانی میں لفظ "کالوس" آیا ہے جس کا مطلب ہے مثالی، قابل، چُنیدہ، عُمدہ ترین۔ مسیح یہ سبھی کُچھ ہے۔ اِس کے ساتھ ہی وُہ اُس گہرے اور قریبی تعلق کا ذِکر کرتا ہے جو خُود اُس کے اور اُس کی "بھیڑوں" کے درمیان پایا جاتا ہے۔ وُہ اپنوں کو جانتا ہے اور اُس کے اپنے "(میری بھیڑیں)" اُس کو جانتے ہیں۔ یہ ایک عجیب وغریب حقیقت ہے۔

۱۰: ۱۵- کیسی وَلولہ انگیز سچّائی ہے! خُداوند بھیڑوں کے ساتھ اپنے تعلق کا مقابلہ اپنے اور اپنے باپ کے باہمی تعلق سے کرتا ہے۔ یہ دونوں طرح کے تعلق ایک دُوسرے کے مشابہ ہیں۔ وہی یگانگت، وہی رفاقت، وُہی قربت اور وُہی عِرفان، جو باپ اور بیٹے کے درمیان ہے، چرواہے اور اُس کی بھیڑوں کے درمیان بھی ہے۔ "اور مَیں بھیڑوں

کے لئے اپنی جان دیتا ہوں"۔ یہ بھی اُن بیانات میں سے ہے جب خُداوند بیان کرتا ہے کہ وُہ صلیب پر گنہگاروں کے عوضی کے طور پر اپنی جان دے گا۔

۱۰: ۱۶- یہ آیت پُورے باب کے لئے چابی کی حیثیّت رکھتی ہے۔ "اَور بھی بھیڑیں"۔ اِن سے مُراد غیر اسرائیلی ہیں۔ اُس کا دُنیا میں آنا خاص اِسرائیل کی بھیڑوں کے لئے تھا لیکن اُسے غیر اقوام کی نجات کا بھی خیال تھا۔ غیر اقوام بھیڑیں یہُودی "بھیڑخانہ" کی نہیں تھیں۔ لیکن خُداوند یسُوعؔ کا دِل رحم اور مہربانی سے بھرا ہؤا تھا۔ اُس کو اُن بھیڑوں پر بھی رحم اور ترس آتا تھا جو اِس "بھیڑخانہ" سے باہر تھیں اور اُسے اُن کو بھی اپنے پاس "لانا" تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ یہ بھیڑیں "میری آواز" سُننے کو یہُودی قوم کی نسبت زیادہ تیار ہوں گی۔

آیت کے آخری حِصّے میں یہودیت کے "بھیڑخانہ" سے مسیحیت کے "گلّہ" کی طرف بڑی اہم تبدیلی ہے۔ یہ آیت ہمیں اُس حقیقت کی ایک پیشگی جھلک دِکھاتی ہے کہ مسیح میں یہُودی اور غیر قوم ایک ہو جاتے اور اُن میں پائے جانے والے اِمتیازات خَتم ہو جاتے ہیں۔

۱۰: ۱۷- آیات ۱۷ اور ۱۸ میں خُداوند یسوؔع بیان کرتا ہے کہ برگُزیدہ یہُودیوں اور غیر قوموں کو اپنے پاس لانے کے لئے وُہ کیا کُچھ کرے گا۔ وُہ اُس وقت کی طرف دیکھتا ہے جب وُہ مرے گا، دفن ہوگا اور پھر جی اُٹھے گا۔ اگر خُداوند یسوؔع صِرف اِنسان ہوتا تو یہ الفاظ بالکُل بے موقع ہوتے۔ وُہ کہتا ہے کہ "مَیں اپنی جان دیتا ہُوں تاکہ اُسے پھر لے لُوں"۔ اَیسا وُہ اپنی قُدرت سے کرے گا اور اَیسا اِس لئے کر سکتا ہے کہ وُہ خُدا ہے۔ "باپ" خُداوند یسوؔع سے "اِس لئے محبّت رکھتا ہے" کہ وُہ اپنی جان دینے اور دوبارہ جی اُٹھنے پر رضامَند ہے تاکہ کھوئی ہُوئی بھیڑیں بچ جائیں۔

۱۰: ۱۸- "کوئی" یسوؔع کی جان اُس سے نہیں لے سکتا تھا۔ چونکہ خلقت اُس کے وسیلے سے وجُود میں آئی اِس لئے وُہ اپنی مخلُوق کے تمام قاتلانہ منصُوبوں سے عظیم ہے۔ اُس کو "اپنی جان" دینے کا "اِختیار" اور "اُسے پھر لینے کا بھی اِختیار ہے"۔ لیکن کیا اِنسانوں نے خُداوند یسوؔع کو قتل نہیں کیا تھا؟ ہاں، ایسا تو ہؤا۔ اعمال ۲: ۲۳ اور ۱- تھسلُنیکیوں ۲: ۱۵ میں یہ بات بالکُل صاف طور سے بیان ہُوئی ہے۔ خُداوند یسوؔع نے اِنسانوں کو اَیسا کرنے کی اِجازت دِی۔ یہ ثبوت تھا کہ اُسے "اپنی جان" "دینے کا بھی اِختیار ہے"۔ اُس نے اپنی "جان دے دی" (یُوحنّا ۱۹: ۳۰)۔ یہ اُس کے اپنے اختیار اور مرضی کا فعل تھا۔

"یہ حُکم میرے باپ سے مجھے مِلا"۔ باپ نے خُداوند کو مُقرر کیا تھا یا اُسے ہدایت کی تھی

کہ اپنی جان دے اور پھر مُردوں میں سے جی اُٹھے۔ مَوت اور قیامت خُدا کی مرضی کو پُورا کرنے کے بُنیادی اور لازمی فعل تھے۔ اِسی لئے وُہ مرنے تک فرمانبردار رہا اور پاک نوِشتوں کے مُطابق تیسرے دن جی اُٹھا۔

م۔ یہُودیوں میں اِختلاف ۱۰: ۱۹-۲۱

۱۰: ۱۹۔ خُداوند یسوؔع کی باتوں کے باعِث "یہُودیوں میں پھر اختلاف ہُوا"۔ خُداوند کا دُنیا میں، گھروں میں اور دِلوں میں داخِل ہونا صُلح نہیں بلکہ تلوار پَیدا کرتا ہے۔ اِنسانوں کو صِرف اُس وقت خُدا کے اِطمینان کا تجربہ ہوتا ہے جب وُہ یسوؔع کو خُداوند اور مُنجی مان لیتے ہیں۔

۱۰: ۲۰، ۲۱۔ خُداوند یسوؔع بنی نوعِ اِنسان کی تاریخ میں واحِد کامِل اِنسان ہُوا ہے۔ اُس نے نہ کبھی کوئی غلط بات کہی نہ بُرا کام کیا۔ لیکن اِنسانی دِل کی بَدی اور خباثت اِتنی زیادہ ہے کہ جب یسوؔع محبّت اور حِکمت کی باتیں کرتا ہُوا آیا تو اِنسان کہنے لگے کہ "اُس میں بَدرُوح ہے اور وُہ دِیوانہ ہے"۔ وُہ اِس لائِق نہیں کہ اُس کی باتیں سُنی جائیں۔ بے شک یہ نسلِ اِنسانی کی تاریخ پر ایک سیاہ دھبّا ہے، لیکن "اَوروں" کا خیال فرق تھا۔ وُہ تسلیم کرتے تھے کہ خُداوند یسوؔع کی "باتیں" اور کام اَیسے شخص کے نہیں جِس میں بَدرُوح ہو۔ صِرف نیک شخص ہی اَیسی باتیں اور اَیسے کام کر سکتا ہے۔

ن۔ یسوؔع کے کام ثابت کرتے ہیں کہ وُہ مسیح ہے ۱۰: ۲۲-۳۹

۱۰: ۲۲۔ یہاں بیان میں کُچھ وقفہ آجاتا ہے۔ اَب خُداوند یسوؔع فریسیوں سے نہیں بلکہ عام یہُودیوں سے مخاطب ہے۔ ہمیں پتہ نہیں کہ آیت ۲۱ اور ۲۲ کے درمیان وقت کے لحاظ سے کِتنا وقفہ ہے۔ اِتفاق کی بات ہے کہ یہ واحِد موقع ہے جب بائبلِ مُقدّس میں "عیدِ تجدید" کا ذِکر آتا ہے۔ عبرانی میں اِس عید کو ہنوکّہ (Hanukkah) کہا گیا ہے۔ عام خیال ہے کہ یہ عید یہُوداہ مکابی نے شرُوع کی تھی۔ انطاکُس اپفینیس نے ہیکل کو ناپاک کر دیا تھا۔ ۱۶۵ ق م میں ہیکل کو دوبارہ پاک کر کے اِس کی تقدیس کی گئی۔ اِس موقع پر عیدِ تجدید کا آغاز ہُوا تھا۔ یہ خُداوند کی عیدوں میں شامِل نہ تھی بلکہ یہُودیوں کی مُقرر کردہ سالانہ عید ہوتی تھی۔ سالانہ موسموں کے اعتبار ہی سے "جاڑے کا موسم" نہ تھا بلکہ رُوحانی طور سے بھی قوم

"جاڑے کے موسم" سے دوچار تھی۔

۱۰:۲۳، ۲۴۔ خُداوند کی علانیہ خِدمت کا عرصہ ختم ہونے کو تھا۔ وُہ صلیب پر اپنی موت سے ثابت کرنے والا تھا کہ مَیں کامِل طور پر خُدا باپ کے لئے وقف اور مخصُوص ہُوں۔ "سلیمانی برآمدہ" ہیرودیس کی ہیکل سے مُلحق چھت دار جگہ تھی۔ خُداوند وہاں "ٹہل رہا تھا"۔ وہاں بہُت جگہ تھی جہاں یہُودی اُس کے گِرد جمع ہو سکتے تھے۔ "یہُودیوں نے اُس کے گِرد جمع ہو کر اُس سے کہا تُو کب تک ہمارے دِل کو ڈانواں ڈول رکھے گا؟ اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے"۔ وہ زیادہ دیر تک شک یا تجسُّس میں نہیں رہنا چاہتے تھے۔

۱۰:۲۵، ۲۶۔ "یسوع" نے پھر اُن کو اپنی باتیں اور اپنے "کام" یاد دلائے۔ اُس نے اُن کو کئی دفعہ بتایا تھا کہ مَیں مسیحِ موعُود ہوں اور کہ جو مُعجزے وُہ کرتا تھا ثابت کرتے تھے کہ اُس کا دعویٰ سچّا ہے۔ اُس نے یہُودیوں کو یہ بھی یاد دلایا کہ مَیں مُعجزے اپنے باپ کے اختیار سے اور اُسی کے جلال کے لئے کرتا ہُوں۔ ایسا کرنے سے وُہ ثابت کرتا تھا کہ مَیں واقعی وُہ ہستی ہُوں جس کو باپ نے دُنیا میں بھیجا ہے۔

یہُودی اُس کو مسیحِ موعُود ماننے کو تیار نہ تھے۔ اِس طرح وُہ ثابت کرتے تھے کہ وُہ اُس کی "بھیڑوں میں سے نہیں" ہیں۔ اگر اِنہیں الگ کیا گیا ہوتا کہ وُہی اُس کے (بھیڑیں) ہوں تو وُہ اُس پر ایمان لانے کی آمادگی ظاہر کرتے۔

۱۰:۲۷۔ اگلی چند آیات صاف لفظوں میں سکھاتی ہیں کہ مسیح کی حقیقی بھیڑوں میں سے کوئی ہلاک یا تباہ نہیں ہوگی۔ ایمان دار کو ابدی تحفّظ حاصِل ہے۔ یہ کیسی جلالی اور شاندار حقیقت ہے۔ مسیح کی حقیقی "بھیڑیں" اُس کی "آواز سُنتی ہیں"۔ جب انجیل کی منادی ہوتی ہے تو وُہ سُنتی ہیں اور ایمان لانے سے اِس کا جواب دیتی ہیں۔ اِس کے بعد وُہ ہر روز اُس کی آواز "سُنتی" اور اُس کے کلام کی فرمانبرداری کرتی تھیں۔ خُداوند یسوع اپنی بھیڑوں کو جانتا ہے۔ ایک بھی اُس کی توجہ سے محرُوم نہیں رہتی۔ ایک بھی گُم نہیں ہو سکتی کہ اُس نے بے پروائی کی تھی یا اُس کی نگہداشت نہیں کی تھی۔ مسیح کی بھیڑیں اُس کے "پیچھے پیچھے چلتی ہیں"۔ اوّل تو وُہ اُس پر نجات بخش ایمان کو بروئے کار لاتی ہیں۔ پھر فرمانبرداری سے اُس کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

۱۰:۲۸۔ مسیح اپنی بھیڑوں کو "ہمیشہ کی زِندگی" بخشتا ہے۔ مُراد ہے وُہ زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ یہ زِندگی اُن کے کِردار یا چال چلن سے "مشرُوط" نہیں۔ یہ "ہمیشہ کی زِندگی" یعنی

دائمی زندگی ہے۔ مگر "ہمیشہ کی زندگی" کی ایک خاصیت بھی ہے۔ یہ خداوند یسوع کی اپنی زندگی ہے۔ یہ وہ زندگی ہے جو اس دنیا میں خدا کی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور یہ زندگی ہمارے آسمانی وطن کے لئے بھی بالکل موزوں ہوگی۔ اگلے الفاظ پر احتیاط سے غور کریں "وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گی"۔ اگر مسیح کی ایک بھیڑ بھی ہلاک ہو جاتی ہے تو وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے سے قاصر رہنے کا قصوروار ٹھہرتا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں۔ یسوع مسیح کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں اس نے وعدہ کیا ہے کہ میری کوئی بھیڑ ابدیت کو جہنم میں نہیں گزارے گی۔

کیا اس کا مطلب ہے کہ جو شخص نجات پالیتا ہے وہ جیسے چاہے زندگی بسر کر سکتا ہے؟ کیا ممکن ہے کہ وہ نجات پانے کے بعد اس دنیا کی گناہ آلودہ خوشیوں کے مزے لوٹتا رہے؟ نہیں۔ اسے ان باتوں اور ایسے کاموں کی خواہش ہی نہیں ہوتی۔ اب وہ اپنے چرواہے کے پیچھے پیچھے جاتا چاہتا ہے۔ ہم اس لئے مسیحی زندگی بسر نہیں کرتے کہ مسیحی بن جائیں یا ہماری نجات بنی رہے۔ ہم مسیحی زندگی اس لئے بسر کرتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں۔ ہم پاک زندگی بسر کرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ ڈر یا نجات کھو دینے کے خوف سے نہیں، بلکہ اس کے لئے شکرگزاری کے باعث جس نے ہماری خاطر اپنی جان دی۔ ابدی تحفظ کا عقیدہ ہمیں بے پروائی سے زندگی بسر کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ پاک زندگی بسر کرنے کی تحریک دیتا ہے۔

کوئی بھی ایماندار کو مسیح کے "ہاتھ سے چھین" نہیں سکتا۔ اس کا ہاتھ قادرِ مطلق ہے۔ اس نے دنیا کو خلق کیا، اور اب دنیا کو سنبھالتا اور قائم بھی رکھتا ہے۔ کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کی گرفت سے کسی بھیڑ کو "چھین" سکے۔

۲۹:۱۰۔ ایمان دار نہ صرف مسیح کے ہاتھ میں ہوتا ہے بلکہ وہ "باپ کے ہاتھ" میں بھی ہوتا ہے۔ یہ تحفظ کی دہری ضمانت ہے۔ خدا باپ "سب سے بڑا ہے، اور کوئی ۔۔۔ ایمان دار کو "باپ کے ہاتھ سے نہیں چھین سکتا"۔

۳۰:۱۰۔ اَب خداوند یسوع نے خدا کے برابر ہونے کا ایک اور دعویٰ کیا کہ "میں اور باپ ایک ہیں"۔ یہاں غالباً تصور یہ ہے کہ مسیح اور باپ "قدرت (اختیار) میں "ایک ہیں"۔ ابھی ابھی یسوع اس قدرت کی بات کر رہا تھا جو مسیح کی بھیڑوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اسی

لئے اُس نے وضاحت کی کہ میری قدرت وُہی ہے جو خُدا باپ کی ہے۔ بے شک یہی بات ذاتِ الٰہی کی دِیگر صِفات پر بھی صادق آتی ہے۔ خُداوند یسوؔع مسیح ہر لحاظ سے باپ کے برابر ہے۔

۱۰: ۳۱ - "یہُودیوں" کے ذہنوں میں شک کا شائبہ تک نہ تھا کہ مُنجّی کا مطلب کیا تھا۔ اُنہوں نے جان لیا کہ وُہ صاف صاف اپنی اُلوہیّت کو پیش کر رہا ہے۔ اِس لئے "اُنہوں نے اُسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتّھر اُٹھائے"۔

۱۰: ۳۲ - اِس سے پیشتر کہ وُہ پتھر مارتے "یسوؔع" نے اُن کو "بہتیرے اچّھے کام" یاد دلائے جو وُہ اپنے "باپ" کے حُکم سے کرتا تھا۔ پھر اُن سے پُوچھا کہ "اِن میں سے کِس کام کے سبب سے مُجھے سنگسار کرتے ہو؟"

۱۰: ۳۳ - "یہُودیوں" نے اِنکار کیا کہ ہم تیرے مُعجزوں کے سبب سے تُجھے قتل کرنا چاہتے ہیں بلکہ وُہ اُسے اِس لئے سنگسار کرنا چاہتے تھے کہ اُن کے خیال کے مُطابق اُس نے "کُفر" بکا تھا کہ "خُدا" باپ کے برابر ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ وُہ اُسے انسان سے بڑھ کر ماننے سے اِنکاری تھے۔ لیکن اُن کو صاف معلُوم ہوگیا تھا کہ وُہ "اپنے آپ کو خُدا بناتا ہے"۔ اُس کے دعوؤں کا یہی مَطلب ہے اور وُہ ایسی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

۱۰: ۳۴ - یہاں خُداوند یسوؔع نے یہُودیوں کے سامنے زبُور ۸۲ : ۶ سے اقتباس کیا۔ وُہ اِس حِصّہ کو "تمہاری شریعت" کہتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ یہ پُرانے عہدنامہ سے لیا گیا ہے جِس کو خُدا کا اِلہامی کلام مانتے تھے۔ پُوری آیت یُوں ہے کہ "مَیں نے کہا کہ تُم اِلٰہ ہو۔ اور تُم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو"۔ یہ زبُور اِسرائیل کے "قاضیوں کو مخاطب کرتا ہے۔ ان کو "اِلٰہ" کہا گیا۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ اِلٰہی ذات تھے بلکہ اس لئے کہ جب وُہ لوگوں کا اِنصاف کرتے تھے تو خُدا کی نمائندگی کرتے تھے۔ "اِلٰہ" کے لئے عِبرانی لفظ (الوہیم) کا لغوی مطلب ہے "سُورما، زور آور ہستیاں" اور اِس کا اِطلاق اہم افراد مثلاً "قاضیوں پر ہوسکتا ہے (زبُور کے بقیہ حِصّہ سے واضح ہوتا ہے کہ وُہ الٰہی ہستیاں نہیں بلکہ اِنسان تھے۔ کیونکہ وُہ بے اِنصافی سے عدالت کرتے، دُوسروں کی طرفداری کرتے اور کئی طریقوں سے عدل کو بگاڑتے تھے)۔

۱۰: ۳۵ - خُداوند اِس آیت میں واضح کرتا ہے کہ خُدا نے اُن اِنسانوں کے لئے "خُدا (اِلٰہ)" کا لفظ اِستعمال کیا "جِن کے پاس خُدا کا کلام آیا" تھا۔ خُدا نے اِسرائیلی قوم سے ان کے وسیلہ سے کلام کیا۔

اُنہوں نے دِکھایا کہ خُدا اپنے اِختیار اور عدالت کی جگہ پر ہے۔ وُہ اَیسے بااِختیار انسان تھے جن کو خُدا نے مُقدّس ٹھہرایا اور مخصُوص کیا تھا۔ "کتابِ مُقدّس کا باطل ہونا مُمکن نہیں"۔ اِن اَلفاظ سے خُداوند نے اپنے اِس ایمان کا اظہار کیا کہ پُرانا عہد نامہ اِلہامی کلام ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ یہ نوِشتے بے خطا ہیں اور اِن کا پُورا ہونا ضرُور ہے۔ اِن کا اِنکار مُمکن نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نوِشتوں کے خیال یا تصوُّر ہی نہیں بلکہ الفاظ بھی اِلہامی ہیں۔ اُس کی ساری بحث کی بنیاد لفظ "خُدا" (اِلٰہ) پر ہے۔

۱۰: ۳۶۔ خُداوند کی دلیل کم تر سے اعلیٰ تر کی طرف تھی۔ اگر پُرانے عہد نامہ میں بے اِنصاف قاضیوں کو "خُدا" (اِلٰہ) کہا گیا ہے تو مجھے کِتنا زیادہ حق ہے کہ اپنے آپ کو خُدا کا بیٹا کہوں۔ خُدا کا کلام اُن کے پاس آیا تھا جبکہ وُہ خُود خُدا کا کلام تھا اور ہے۔ اُن کو تو "خُدا" کہا گیا، اور خُداوند تو خُود خُدا ہے۔ اُن کے بارے میں تو کبھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ "باپ" نے اُن کو "مُقدّس کر کے دُنیا میں بھیجا تھا"۔ وُہ دُنیا میں آدم کے سارے گُناہ آلُودہ فرزندوں کی طرح پیدا ہُوئے تھے۔ لیکن یسوع کو خُدا "باپ" نے ازل سے مُقدّس کر کے دُنیا کا مُنجّی کیا تھا۔ اُسے آسمان سے "دُنیا میں بھیجا" تھا اور وُہ اَزل سے باپ کے ساتھ آسمان میں سکُونت کرتا تھا۔ اِس لئے یسوع کو ہر حق حاصل تھا کہ خُود کو خُدا کے برابر ٹھہرائے۔ اور جب اُس نے "خُدا کا بیٹا" یعنی باپ کے برابر ہونے کا دعویٰ کیا تو کوئی کُفر نہیں تھا۔ یہُودی خُود لفظ "خُدا" اِستعمال کرتے اور اُن بگڑے ہُوئے اور گُناہ آلُودہ اِنسانوں کے لئے اِستعمال کرتے تھے جو خُدا کی طرف سے بولتے یا اُس کی طرف سے قاضی تھے تو یسوع تو اِس لقب کو اپنے لئے اِستعمال کرنے کا کہیں زیادہ حق رکھتا تھا کیونکہ وُہ واقعی خُدا کا بیٹا ہے۔ سموئیل گرین اِس نکتے کو نہایت عُمدگی سے بیان کرتا ہے:

> "یہُودی یسوع پر اِلزام لگاتے تھے کہ یہ اپنے آپ کو خُدا بناتا ہے۔ یسوع اِنکار نہیں کرتا کہ مَیں اپنی باتوں سے خُود کو خُدا بناتا ہُوں۔ لیکن اِس بات سے ضرُور اِنکار کرتا ہے کہ مَیں نے کُفر بکا ہے۔ اور یہ اَیسی بُنیاد ہے جو اُسے ذاتِ اِلٰہی کی تعظیم کا دعویٰ کرنے کا حق دار بناتی ہے یعنی یہ دعویٰ کہ مَیں مسیحِ موعُود، خُدا کا بیٹا، عمانوایل ہُوں۔ یہُودی سمجھتے تھے کہ وُہ اپنے بلند بانگ دعوے سے دستبردار نہیں ہو رہا، اور یہ بات یہُودیوں کی اُس کے ساتھ مسلسل عداوت اور دُشمنی سے ثابت ہوتی ہے۔ دیکھئے آیت ۳۹"۔

۱۰: ۳۷ - مُنجی ایک دفعہ پھر اپنے مُعجزوں کی بُنیاد پر ثابت کرتا ہے کہ مُجھے خُدا نے مُقرر کیا اور بھیجا ہے - البتہ اِن الفاظ پر غور کریں کہ "اپنے باپ کے کام" - اپنی ذات میں مُعجزات الوہیّت کا ثبوت نہیں - ہم بائبل مُقدّس میں پڑھتے ہیں کہ بعض اَوقات بَدرُوحوں کو بھی مُعجزے کرنے کی قُدرت حاصل ہوتی ہے - لیکن جو مُعجزے خُداوند نے کئے وُہ "اُس کے باپ کے کام" تھے - وُہ دو طرح سے ثابت کرتے ہیں کہ وُہ مسیح مَوعُود تھا - اوّل، یہ وُہ مُعجزے تھے جن کی پُرانے عہد نامہ نے نبوّت کی تھی کہ مسیح مَوعُود یہ مُعجزے کرے گا - دُوسرے یہ رحم اور ترس کے مُعجزے تھے - یہ ایسے کام تھے جن سے بنی نوع اِنسان کا فائدہ ہوتا تھا - کوئی بُرا شخص ایسے مُعجزے نہیں کرتا -

۱۰: ۳۸ - اِس آیت کو رائیل نے بہُت عُمدگی سے سلیس انداز میں پیش کیا ہے:

> "اگر مَیں اپنے باپ کے کام کرتا ہُوں، تو میری باتوں سے قائل نہیں ہوتے تو نہ ہو، مگر میرے اِن کاموں سے تو قائل ہو جاؤ - اگرچہ تُم میری باتوں کی شہادت کی مزاحمت کرتے ہو، میرے کاموں کی شہادت کے سامنے تو سرِ تسلیم خم کرو - اِس طرح یہ جاننا اور ماننا سیکھو کہ مَیں اور میرا باپ واقعی ایک ہیں - وُہ مُجھ میں ہے اور مَیں اُس میں ہُوں - چُنانچہ جب مَیں اُس کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہُوں تو کوئی کُفر نہیں بکتا -"

۱۰: ۳۹ - یہُودیوں نے پھر جان لیا کہ اپنے گزشتہ دعوؤں کا اِنکار کرنے کی بجائے خُداوند یسُوع نے اُن کو مزید مضبُوط کر دیا ہے - اِس لئے اُنہوں نے اُسے گرفتار کرنے کی ایک اَور کوشش کی - مگر وُہ ایک دفعہ پھر بچ کر نکل گیا - اَب وُہ وقت دُور نہیں تھا جب وُہ اُنہیں اُسے پکڑنے کی اجازت دے گا - لیکن فی الحال وُہ گھڑی نہیں آئی تھی -

۶ - خُدا کے بیٹے کی خدمت کا تیسرا سال — پیریہ

۱۰: ۴۰ — ۱۱: ۵۷

ا - یسُوع کا یردن کے پار چلے جانا ۱۰: ۴۰ - ۴۲

۱۰: ۴۰ - خُداوند "پھر یردن کے پار اُس جگہ چلا گیا" جہاں اُس نے اپنی علانیہ خدمت کا آغاز کیا تھا - اُس کی حیرت افزا باتوں اور کاموں کے تین سال اختتام پذیر ہو رہے تھے -

اُس نے اُن کو وہیں ختم کیا جہاں شروع کیا تھا، یعنی یہودیت کے جمے جمائے نظام سے باہر۔ یہ تنہائی اور رد کئے جانے کی جگہ تھی ۔

۱۰: ۴۱ - جو لوگ اَب "اُس کے پاس آئے" وہ غالباً سچّے ایماندار تھے ۔ وہ اُس کے ردّ کئے جانے کو برداشت کرنے کو تیار اور اسرائیل کی لشکرگاہ کے باہر اُس کے ساتھ رہنے پر آمادہ تھے ۔ اِن پیروکاروں نے "یوحنا" بپتسمہ دینے والے کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا تھا ۔ اُن کو یاد تھا کہ یوحنا کی خدمت سنسنی خیز اور بظاہر پُرشکوہ نہیں تھی ۔ لیکن تھی وہ "سچ" ۔ اُس نے خداوند یسوع کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ مُنجّی کی خدمت میں پورا ہُوا تھا ۔ اِس سے ہر مسیحی کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے ۔ ہوسکتا ہے ہم بڑے بڑے معجزے نہ دِکھا سکیں ، یا عوام کی توجّہ حاصل نہ کرسکیں لیکن کم سے کم اپنے خداوند اور نجات دہندہ یسوع مسیح کے لئے سچّی گواہی تو دے سکتے ہیں ۔ خدا کی نظر میں یہ بات گراں قدر ہے ۔

۱۰: ۴۲ - اگرچہ اِسرائیلی قوم نے خداوند یسوع کو ردّ کر دیا تھا لیکن یہ کتنی خوش آئند بات ہے کہ "بہتیرے اُس پر اِیمان لائے" ۔ ابھی بہت سے فروتن اور قبول کرنے والے دِل موجود تھے ۔ ہر زمانے میں ایسا ہوتا ہے ۔ ہمیشہ لوگوں کا کچھ بقیہ ہوتا ہے جو خداوند یسوع کے ساتھ آ کھڑا ہونے کو تیار ہوتا ہے، خواہ دُنیا اُن کو نکال باہر کرے، اُن سے عداوت رکھّے، اُن کو لعن طعن کرے مگر وہ خدا کے بیٹے کی دِلکش اور خوش کُن رفاقت میں مسرور رہتے ہیں ۔

ب ۔ لعزر کی بیماری ۱۱: ۱-۴

۱۱: ۱ - اب ہم خداوند کی علانیہ خدمت کے دوران اُس کے آخری عظیم معجزے تک پہنچتے ہیں۔ کئی لحاظ سے یہ سب سے بڑا معجزہ تھا یعنی ایک مُردہ کو زندہ کرنا ـــــ "لعزر" ایک چھوٹے سے گاؤں "بیت عنیاہ" کا باشندہ تھا ۔ یہ گاؤں یروشلیم کے مشرق میں کوئی تین[۳] کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا ۔ "بیت عنیاہ" کو "مریم اور اُس کی بہن مرتھا کا گاؤں" بھی کہا گیا ہے ۔ بشپ رائیل سے اقتباس کرتے ہوئے پنک کہتا ہے کہ

> یہ بات یاد رکھنے اور غور کرنے کے لائق ہے کہ جن قصبوں اور مُلکوں میں خدا کے برگزیدہ فرزند ہوتے ہیں وہ قصبے اور مُلک خدا کی نظروں میں نامور ہوتے ہیں ۔ مرتھا اور مریم کا گاؤں تو خدا کی نظروں میں ہے جبکہ میمفس اور تھیبس کا نئے عہدنامہ میں ذِکر تک نہیں۔

۱۱: ۲۔ یوحنا بیان کرتا ہے کہ "یہ وُہی مریم تھی جس نے خُداوند پر عِطر ڈال کر اپنے بالوں سے اُس کے پاؤں پونچھے" تھے۔ یہ عقیدت اور محبّت کا انوکھا اور نمایاں فعل تھا۔ چنانچہ رُوح اُلقُدس نے اِس کا تاکیدی ذِکر کیا ہے۔ خُداوند اپنے لوگوں کی محبّت کی بے حد قدر کرتا ہے۔

۱۱: ۳۔ جب لعزر بیمار پڑا تو خُداوند یسوع دریائے یردن کے مشرق میں تھا۔ لعزر کی "بہنوں نے" فوراً خُداوند کو پیغام بھیجا کہ "جسے تُو عزیز رکھتا ہے وُہ بیمار ہے"۔ جس انداز سے اِن بہنوں نے مُعاملہ خُداوند کے سامنے پیش کیا، اِس میں بڑی تاثیر نظر آتی ہے۔ اُنھوں نے اپنے بھائی کے لئے اُس کی محبّت کو اپیل کی۔ یہ خاص دلیل تھی کہ اُسے لعزر کی مدد کو آنا چاہیئے۔

۱۱: ۴۔ "یسوع نے سُن کر کہا کہ یہ بیماری موت کی نہیں"۔ اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ لعزر نہیں مرے گا بلکہ یہ کہ "موت" اُس کی "بیماری" کا آخری نتیجہ نہ ہوگی۔ دراصل یہ بیماری "خُدا کے جلال کے لئے ہے تاکہ اُس کے وسیلہ سے خُدا کے بیٹے کا جلال ظاہر ہو"۔ خُدا نے لعزر کو بیمار ہونے دِیا، بلکہ اُسے مرنے دِیا تاکہ یسوع آکر اُسے مُردوں میں سے جِلائے اور ایک دفعہ پھر دکھا دے کہ مَیں حقیقی مسیحِ موعُود ہُوں۔ اور اِس عظیم مُعجزے کے وسیلے سے لوگ "خُدا" کو جلال دیں۔

یہاں قطعاً کوئی اِشارہ نہیں مِلتا کہ لعزر کی بیماری اُس کے کِسی خاص گُناہ کا نتیجہ تھی بلکہ اُس کو ایک جاں نثار شاگرد کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کو خُداوند خاص پیار کرتا تھا۔

ج۔ یسوع بیت عنیاہ کو جاتا ہے ۱۱: ۵-۱۶

۱۱: ۵۔ جب ہمارے گھروں میں بیماری آ داخل ہوتی ہے تو ہمیں یہ نتیجہ نہیں نِکال لینا چاہیئے کہ خُدا ہم سے ناراض ہوگیا ہے۔ یہاں بیماری کا براہِ راست تعلق اُس کی محبّت سے دِکھایا گیا ہے، اُس کی ناراضی سے نہیں۔ "جس سے خُداوند محبّت رکھتا ہے اُسے تنبیہ بھی کرتا ہے" (عبرانیوں ۱۲: ۶)۔

۱۱: ۶، ۷۔ ہم سوچ سکتے ہیں کہ اگر خُداوند اِن تینؔ ایمان داروں سے واقعی محبّت

رکھتا تھا تو اُسے سب کُچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً اُن کے گھر کی راہ لینی چاہئے تھی۔ لیکن اِس کے برعکس "جب اُس نے سُنا کہ وُہ بیمار ہے تو جس جگہ تھا وہیں دو دِن اَور رہا"۔ خُدا جب تاخیر کرتا ہے تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس نے مدد کرنے سے اِنکار کر دیا ہے۔ اگر ہماری دُعاؤں کا فوری جواب نہیں مِلتا تو شاید وُہ ہمیں اِنتظار کرنا سکھاتا ہے۔ اگر ہم صبر سے انتظار کریں تو دیکھیں گے کہ وُہ ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر شاندار جواب دیتا ہے۔ مرتھا، مریم اور لعزر کی محبّت بھی یسوؔع کو مجبُور نہ کر سکی کہ وُہ وقت سے پہلے اِقدام کرے۔ خُداوند جو کُچھ کرتا ہے خُدا باپ کی مرضی کی کامل فرمانبرداری کرتے ہُوئے کرتا تھا۔ وُہ خُدا کے نظامِ اوقات کو مدِنظر رکھتے ہُوئے سب کُچھ کرتا تھا۔

لگتا ہے کہ دو دن ضائع گئے۔ اِن دو دِنوں کے "بعد" خُداوند یسوؔع نے "شاگردوں سے کہا آؤ پھر یہودیہ کو چلیں"۔

۱۱: ۸۔ "شاگردوں" کو دُکھ بھرا احساس تھا کہ جب مسیح نے جنم کے اندھے کو بینائی عطا کی تھی تو "یہودی اُسے سنگسار" کرنے پر تُل گئے تھے۔ وُہ حیران تھے کہ ہمارا آقا ایسے خطرے کے باوجُود پھر وہاں جانے کی سوچ رہا ہے۔

۱۱: ۹۔ "یسوؔع نے جواب دیا" تمام حالات واقعات کے مُطابق "دِن کے" روشنی کے "بارہ گھنٹے" ہوتے ہیں جن کے دَوران اِنسان کام کاج کر سکتا ہے۔ جب تک اِنسان اِس مُقررہ وقت میں کام کرتا ہے، اُس کے ٹھوکر کھانے اور گرنے کا اِمکان نہیں ہوتا کیونکہ "وُہ دُنیا کی روشنی دیکھتا ہے"۔ اُسے نظر آتا ہے کہ مَیں کہاں جا رہا اور کیا کر رہا ہُوں۔ "دُنیا کی روشنی" یا دِن کی روشنی اُسے ٹھوکر کھا کر حادثاتی مَوت مرنے سے بچاتی ہے۔

خُداوند کی بات گہرا رُوحانی مطلب بھی رکھتی ہے۔ یسوؔع خُدا کی مرضی کی کامل فرمانبرداری میں چلتا تھا۔ اِس لئے کوئی خطرہ نہیں تھا کہ اُسے مقررہ وقت سے پہلے قتل کر دیا جائیگا۔ جب تک اُس کا کام پُورا نہیں ہو جاتا وُہ محفوظ رہے گا۔

ایک مفہوم میں یہ بات ہر ایمان دار کے بارے میں سچ ہے۔ اگر ہم خُداوند کی رفاقت میں چلتے اور اُس کی مرضی پُوری کرتے ہیں تو دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں مُقررہ وقت سے پہلے نہیں مار سکتی۔

۱۱: ۱۰- جو شخص "رات کو چلے"۔ مُراد ہے وُہ شخص جو خُدا کا وفادار نہیں بلکہ اپنی مرضی کے مُطابق چلتا ہے، ایسا شخص بڑی آسانی سے "ٹھوکر کھاتا ہے" "کیونکہ" اُسے وُہ اِلٰہی ہدایت اور راہنمائی حاصِل نہیں ہوتی جو اُس کی راہ کو روشن کرے۔

۱۱: ۱۱- خُداوند نے لعزر کی مَوت کو "نیند" کہا۔ یہاں ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ نئے عہد نامہ میں نیند یا سونے کا اِطلاق ہمیشہ بَدن پر ہُؤا ہے، رُوح پر کبھی نہیں ہُؤا۔ پاک کلام میں کہیں یہ تعلیم نہیں مِلتی کہ مَوت کے وقت رُوح نیند کی حالت میں چلی جاتی ہے، بلکہ یہ کہ ایمان دار کی رُوح مسیح کے پاس چلی جاتی ہے۔ اور یہ بہُت ہی بہتر حالت ہے۔ اس بیان سے خُداوند یسوع نے دِکھا دِیا کہ وُہ عالِمِ کُل ہے۔ وُہ جانتا تھا کہ لعزر مَر چُکا ہے حالانکہ اُسے صِرف اِتنی خبر مِلی تھی کہ وُہ بیمار ہے۔ جسمانی نیند سے تو ایک شخص دُوسرے کو جگا سکتا ہے، لیکن لعزر کی مَوت کی نیند سے صِرف خُداوند ہی جگا سکتا تھا۔ یہاں یسوع نے ایسا ہی کرنے کی نیت کا اظہار کیا۔

۱۱: ۱۲- سونے اور جگانے کی یہ بات خُداوند کے "شاگردوں" کی سمجھ میں نہ آئی۔ اُن کو اِحساس تک نہ ہُؤا کہ وُہ مَوت کی بات کر رہا ہے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ سونا صحت یاب ہونے کی علامت ہے۔ چُنانچہ وُہ اِسی نتیجے پر پُہنچے کہ اگر لعزر گہری نیند سو گیا ہے تو بیماری کی شِدت اور خطرناک مرحلہ گُزر گیا ہے۔ اِس لئے وُہ "بچ جائے گا" یعنی صحت یاب ہو جائے گا۔ اِس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر لعزر کا مسئلہ صِرف جسمانی نیند ہی تھا تو پھر اُس کی مَدد کے لئے بیت عنیاہ جانے کی کوئی ضرُورت نہ تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاگرد اپنی حفاظت کے بارے میں فِکرمند ہوں اور اِسی بات کو مریم اور مرتھا کے گھر نہ جانے کا بہانہ بنا رہے ہوں۔

۱۱: ۱۳، ۱۴- یہاں صاف بیان ہُؤا ہے کہ جب یسوع نے "نیند" کا ذِکر کیا تو دراصل "مَوت" کی بات کی تھی۔ لیکن شاگرد نہیں سمجھے تھے۔ اب کِسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ "یسوع نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ لعزر مر گیا"۔ شاگردوں نے اِس خبر کو کیسے سکُون سے سُنا! اُنہوں نے خُداوند سے نہیں پُوچھا کہ "تجھے کیسے پتہ ہے؟" اُس نے پُورے اختیار سے بات کی تھی۔ اِس لئے اُنہوں نے اُس کے عِلم پر کوئی سوال نہیں اُٹھایا۔

۱۱: ۱۵- یسوع اِس لئے خُوش نہیں تھا کہ لعزر مَر گیا بلکہ وُہ اِس بات پر "خُوش" تھا کہ اُس وقت وُہ "وہاں نہ تھا" یعنی بیت عنیاہ میں نہ تھا۔ اگر وُہ وہاں ہوتا تو لعزر نہ مرتا۔

نئے عہدنامہ میں کہیں درج نہیں کہ خُداوند کی مَوجودگی میں کوئی شخص مَرا ہو۔ شاگرد مَوت سے بچانے سے بھی بڑا مُعجزہ دیکھیں گے۔ وُہ دیکھیں گے کہ ایک مُردہ کو زِندہ کِیا گیا ہے۔ اِس طرح اُن کا ایمان مضبُوط ہو گا۔ اِسی لئے خُداوند یسُوع نے کہا کہ "مَیں تمہارے سبب سے خوش ہُوں کہ وہاں نہ تھا"۔

اُس نے یہ بھی کہا کہ "تاکہ تُم ایمان لاؤ"۔ یسُوع یہ اِشارہ نہیں کر رہا تھا کہ شاگرد پہلے اُس پر ایمان نہیں لا چُکے تھے۔ بے شک لا چُکے تھے، لیکن جو مُعجزہ وُہ اب دیکھنے کو تھے، وُہ اُن کے ایمان کو بہُت مضبُوط کر دے گا۔ اِسی وجہ سے اُس نے اُن کو اپنے ساتھ چلنے پر اُبھارا۔

۱۱: ۱۶۔ "توما" اِس نتیجے پر پُہنچا کہ خُداوند یسُوع اگر اُس عِلاقے میں گیا تو یہودی اُسے قتل کر ڈالیں گے۔ اُسے یقین تھا کہ اگر ہم یسُوع کے ساتھ ہُوئے تو ہم بھی مارے جائیں گے۔ اِس لئے وہ قنوطیت اور اُداسی کی رُوح میں اپنے ساتھیوں کو یسُوع کا ساتھ دینے پر اُبھارتا ہے۔ اُس کے الفاظ بڑے ایمان اور جُرأت کا مظاہرہ نہیں بلکہ مایُوسی کی جھلک پیش کرتے ہیں۔

د۔ یسُوع قیامت اور زِندگی ہے ۱۱: ۱۷-۲۷

۱۱: ۱۷، ۱۸۔ لعزر کو قبر میں رکھّے "چار دِن" ہو چُکے تھے۔ اِس حقیقت کا بیان اِس لئے کِیا گیا ہے کہ اُس کی مَوت کی حقیقت ثابت ہو جائے۔ غور کریں کہ رُوح القُدس ساری تفاصیل کِس احتیاط سے بیان کرتا ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ لعزر کا جِلایا جانا واقعی ایک مُعجزہ ہے۔ جب لوگ یسُوع کو اُس کی بیماری کا پیغام دینے کو نِکلے تھے، لعزر اِس کے تھوڑی ہی دیر بعد مَر گیا ہو گا۔ لعزر کی بیماری کی خبر سُننے کے بعد یسُوع دو دِن وہیں رہا۔ پھر وہاں سے بیت عنیاہ تک کی ایک دِن کی مُسافت کی۔ اِس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ لعزر کو قبر میں رکھّے چار دِن ہو چُکے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہُوا "بیت عنیاہ یروشلیم کے نزدیک قریباً دو میل (۳ کلومیٹر) کے فاصلہ پر تھا"۔ بیت عنیاہ یروشلیم کے مشرق میں واقع تھا۔

۱۱: ۱۹۔ چونکہ بیت عنیاہ یروشلیم کے نزدیک تھا اِس لئے یہ مُمکن ہُوا کہ "بہُت سے یہودی مرتھا اور مریم کو اُن کے بھائی کے بارے میں تسلّی دینے آئے تھے"۔ اُن کو خیال تک نہ تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں ہماری یہ تسلّی بالکل غیر ضروری ہو کر رہ جائے گی اور یہ ماتم کدہ، مسرت کدہ بن جائے گا۔

۱۱ : ۲۰ ۔ "مرتھا یسوع کے آنے کی خبر سُن کر اُس سے ملنے کو گئی"۔ اُن کی مُلاقات گاؤں سے باہر ہُوئی۔ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ "مریم" کیوں "گھر میں بیٹھی رہی"۔ شاید اُسے یسوع کے آنے کی خبر نہ ہُوئی تھی۔ شاید وُہ غم کے مارے گھر سے نکلنا نہ چاہتی تھی۔ یا شاید دُعا اور ایمان کی رُوح میں گھر میں اِنتظار کرتی رہی۔ وُہ خُداوند کے بہُت قریب تھی۔ کیا اُسے اِحساس ہو گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے؟ ہم کُچھ نہیں جانتے۔

۱۱ : ۲۱ ۔ یہ حقیقی اور سچّا ایمان تھا جس کی بِنا پر "مرتھا" کو یقین تھا کہ یسوع لعزر کو مرنے سے بچا سکتا تھا۔ تو بھی اُس کا اِیمان ناقِص تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ یسوع اِس صُورت میں ایسا کر سکتا تھا اگر وُہ جِسمانی طور پر موجُود ہوتا۔ اُسے شعُور نہیں تھا کہ وُہ دُور سے بھی کِسی کو شِفا دے سکتا ہے، اور یہ شعُور تو اَور بھی کم تھا کہ وُہ مُردوں کو بھی زِندہ کر سکتا ہے۔ اکثر اوقات غم اور دُکھ کے موقعوں پر بھی ہم مرتھا کی سی باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اگر فُلاں فُلاں دَوا دریافت ہو چُکی ہوتی تو ہمارا فُلاں عزیز مَوت کے مُنہ میں نہ جاتا۔ لیکن یہ ساری باتیں خُداوند کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جو اُس کے ہیں اُن میں سے کِسی پر اُس کی اجازت کے بغیر کُچھ نہیں گُزرتا۔

۱۱ : ۲۲ ۔ اُس وفادار بہن کا اِیمان پھر چمکتا ہُوا دِکھائی دیتا ہے۔ اُسے عِلم نہیں تھا کہ خُداوند یسوع کِس طرح مَدد کرے گا۔ مگر اُس کا اِیمان تھا کہ وُہ ضرُور مَدد کرے گا۔ اُسے یقین تھا کہ "خُدا" یسوع کی درخواست قبول کرے گا، اور وُہ اِس بظاہر اَلمیہ سے بھلائی پَیدا کرے گا۔ تو بھی ابھی وُہ اِتنا اِیمان رکھنے کا حَوصلہ نہیں رکھتی کہ اُس کا بھائی مُردوں میں سے جِلایا جائے گا۔ مرتھا نے "مانگے گا" کے لئے جو لفظ اِستعمال کیا ہے وُہ لفظ ہے جو عمُوماً مخلُوق اپنے خالِق سے اِلتماس کرنے یا دُعا مانگنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔ اِس سے معلُوم ہوتا ہے کہ مرتھا ابھی تک خُداوند یسوع کی اُلوہیّت کا اِحساس نہیں رکھتی۔ اُسے اِتنا احساس تو تھا کہ یہ ایک عظیم اور غیر معمُولی آدمی ہے۔ شاید وُہ اُسے قدیم اَنبیا سے زیادہ بڑا نہ سمجھتی تھی۔

۱۱ : ۲۳ ۔ مرتھا کے ایمان کو زیادہ بلندی تک پُہنچانے کے لئے خُداوند یسوع نے چونکا دینے والا اِعلان کیا کہ لعزر "جی اُٹھے گا"۔ خُداوند کِتنے پیارے طریقے سے اُس غمزدہ عَورت کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ وُہ قدم بقدم اُسے اِس اِیمان تک لاتا ہے کہ مَیں خُدا کا بیٹا ہُوں۔

۱۱ : ۲۴ ۔ "مرتھا" کا یہ ایمان تھا کہ لعزر "آخری دِن" مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ مگر اُسے خیال تک نہیں تھا کہ آج ہی ایسا ہو جائیگا۔ وُہ مُردوں کی "قیامت" پر ایمان رکھتی

تھی اور جانتی تھی کہ "آخری دِن" ایسا ہوگا۔

۱۱: ۲۵۔ غور کریں تو لگتا ہے جیسے خداوند کہہ رہا ہے "مرتھا، تُو میری بات نہیں سمجھی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ لعزر آخری دِن جی اُٹھے گا۔ "قیامت اور زِندگی" کا اِختیار میرے ہاتھ میں ہے۔ مَیں لعزر کو مُردوں میں سے ابھی زِندہ کر سکتا ہُوں اور کرُوں گا۔"

پھر خداوند نے اُس وقت پر نظر کی جب تمام سچّے ایماندار زِندہ کئے جائیں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا جب خداوند یسوع اپنے لوگوں کو آسمانی وطن میں لے جانے کے لئے دوبارہ آئے گا۔

اُس وقت اِیمان داروں کے دو۲ گروہ ہوں گے۔ اوّل وُہ جو ایمان میں مَرے تھے، دُوسرے وُہ جو مسیح کی آمد کے موقع پر جیتے ہوں گے۔ پہلے گروہ کے لئے وُہ "قیامت" کے طور پر اور دُوسرے گروہ کے لئے وُہ "زِندگی" کے طور پر آئے گا۔ پہلے گروہ کا بیان آیت ۲۵ کے پہلے حِصّے میں ہُوا ہے کہ "جو مجھ پر اِیمان لاتا ہے گو وُہ مَر جائے تو بھی زِندہ رہے گا"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو ایماندار مسیح کی آمد سے پہلے مَر چکے ہیں وُہ مُردوں میں سے زِندہ کئے جائیں گے۔ بُورکٹ کہتا ہے کہ

> "اے محبّت! تُو مَوت سے بھی زبردست ہے۔ قبر بھی مسیح کو اُس کے دوستوں سے جُدا نہیں رکھ سکتی۔ دُوسرے دوست قبر کے کنارے تک ہمارے ساتھ جاتے ہیں، پھر ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن مسیح کی محبّت سے نہ مَوت جُدا کر سکتی ہے نہ زِندگی"۔

بینگل اِس پر یُوں تبصرہ کرتا ہے۔ "یہ بات اِلٰہی کردار کے ساتھ کیسی مُناسبت رکھتی ہے کہ ہم کہیں نہیں پڑھتے کہ زِندگی کے شہزادے کی موجُودگی میں کوئی مَرا ہو"۔

۱۱: ۲۶۔ ایمان داروں کے دُوسرے گروہ کا بیان آیت ۲۶ میں ہُوا ہے۔ جو لوگ مُنجّی کی آمد پر جیتے ہوں گے اور اُس پر ایمان رکھتے ہوں گے، وُہ "کبھی نہ مَریں گے"۔ وُہ ایک لمحہ بھر میں، آنکھ جھپکنے میں تبدیل ہو جائیں گے اور اُن کے ساتھ جو مُردوں میں سے زِندہ کئے گئے ہیں آسمانی وطن کو لے جائے جائیں گے۔ لعزر کی مَوت کے نتیجے میں ہمیں کیسی انمول سچائیاں حاصِل ہُوئی ہیں! خدا "راکھ کے بدلے سہرا اور ماتم کی جگہ خوشی کا روغن اور اُداسی کے بدلے ستائش کا خلعت" بخشتا ہے (یسعیاہ ۶۱: ۳)۔ اب خدا نے مرتھا سے

صاف صاف پُوچھ کر اُس کے ایمان کا اِمتحان لِیا کہ "کیا تُو اِس پر ایمان رکھتی ہے؟"

۱۱: ۲۷- مرتھا کا ایمان دوپہر کے سُورج کی طرح چمکنے لگا۔ اُس نے اِقرار کیا کہ یسُوع "خُدا کا بیٹا مسیح" ہے جو نبیوں کی نبوّتوں کے مُطابق "دُنیا میں آنے والا تھا"۔ غور کریں کہ یہ اِقرار اُس نے پہلے کیا! ابھی یسُوع نے اُس کے بھائی کو مُردوں میں سے نہیں جلایا تھا۔

۵- لعزر کی قبر پر یسُوع روتا ہے ۱۱: ۲۸-۳۷

۱۱: ۲۸، ۲۹- یہ اِقرار کرنے کے فوراً بعد مرتھا بھاگی بھاگی گاؤں میں گئی اور پھُولی سانسوں کے ساتھ "مریم" کو یہ خبر سُنائی کہ "اُستاد یہیں ہے اور تجھے بُلاتا ہے"۔ کائنات کا خالق اور دُنیا کا نجات دہندہ بیت عنیاہ میں آیا تھا اور مریم کو "بُلاتا" تھا۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ یہ عجیب شخص کھڑا ہو کر اِنجیل کے الفاظ میں لوگوں کو بُلاتا ہے۔ ہر ایک کو دعوت ہے کہ اپنے دِل کا دروازہ کھولے اور نجات دہندہ کو اندر داخل ہونے دے۔ مریم کا ردِّ عمل فوری تھا۔ اُس نے کوئی وقت ضائع نہیں کیا۔ "وُہ سُنتے ہی جلد اُٹھ کر اُس کے پاس آئی"۔

۱۱: ۳۰، ۳۱- اب "یسُوع" بیت عنیاہ گاؤں کے باہر مرتھا اور مریم سے مِلا۔ چونکہ مرتھا نے مریم کو "چُپکے سے" خبر دی تھی اِس لئے "یہُودی" نہیں جانتے تھے کہ یسُوع نزدیک ہی ہے۔ اُن کا یہ خیال کرنا فِطری بات تھی "کہ وُہ قبر پر رونے جاتی ہے"۔

۱۱: ۳۲- "مریم" "مُنجی" کے "قدموں پر گری"۔ یہ تعظیم اور سجدہ کا اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ مُمکن ہے کہ غم نے اُسے بے دَم کر دیا تھا۔ مرتھا کی طرح اُس نے بھی افسوس کا اظہار کیا کہ یسُوع بیت عنیاہ میں نہیں تھا۔ ورنہ "میرا بھائی نہ مرتا"۔

۱۱: ۳۳- مریم اور اُس کے ہمدردوں کا غم دیکھ کر "یسُوع دِل میں نہایت رنجیدہ ہُوا اور گھبرایا"۔ بے شک وُہ دیکھ رہا تھا کہ اِنسان کے گُناہ کے باعث دُنیا میں کس قدر غم و اندوہ، دُکھ اور مُصیبت اور موت آئی ہے۔ اِس حقیقت سے اُسے دِلی رنج ہُوا۔

۱۱: ۳۴- بے شک خُداوند جانتا تھا کہ لعزر کو کہاں دفن کیا گیا تھا۔ لیکن اُس نے یہ سوال اِس لئے پُوچھا کہ اُن کی توقعات بیدار ہو جائیں۔ اُن کے ایمان کی حوصلہ افزائی ہو اور اُسے اُن کا تعاون حاصل ہو۔ بے شک گہری دِل سوزی اور مُخلصانہ خواہش کے ساتھ یہ ماتم

کرنے والے خُداوند کو قبر کے پاس لائے۔

۱۱: ۳۵ - یہ کلامِ مُقدّس کی ایک بہُت ہی چھوٹی آیت ہے۔ نئے عہد نامہ میں تین۳ موقعوں کا ذِکر ہے جب خُداوند "رویا" (وُہ یروشلیم شہر پر افسوس کرتے ہُوئے رویا، اور گتسمنی باغ میں رویا)۔ یسوؔع کا آنسُو بہانا اُس کی حقیقی بشریت کا ثبوت ہے۔ جب اُس نے نسلِ اِنسانی پر گُناہ کے ہولناک اثرات دیکھے تو غم سے حقیقی آنسُو بہائے۔ یسوؔع مَوت کی موجُودگی میں رویا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی عزیز اِنتقال کر جاتا ہے تو رونا اور آنسُو بہانا مسیحیوں کے لئے کوئی نامُناسب بات نہیں۔ البتہ مسیحی نااُمیدوں کی طرح غم نہیں کرتے۔

۱۱: ۳۶ - ابنِ آدم کے آنسُوؤں میں "یہُودیوں" کو ثبوُت مِل گیا کہ لعؔزر "اُس کو کیسا عزیز تھا"۔ بے شک وُہ اِیسا سمجھنے میں بالکُل درُست تھے۔ لیکن وُہ اُن سے بھی گہری اور اَن مِٹ محبّت رکھتا تھا لیکن اُن میں سے بہُت سے لوگ اِس حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔

۱۱: ۳۷ - خُداوند یسوؔع کی موجُودگی سے ایک دفعہ پھر لوگوں میں سُوال اُٹھنے لگے۔ بعض نے پہچان لیا کہ یہ وُہی ہے "جس نے اندھے کی آنکھیں کھولی تھیں"۔ وُہ حیران ہو رہے تھے کہ یہ لعؔزر کو مَرنے سے کیوں نہ بچا سکا؟ بے شک وُہ اِیسا کر سکتا تھا لیکن اِس کی بجائے وُہ اِس سے بھی زبردست مُعجزہ کرنے کو تھا جس سے اِیماندار رُوحوں کو اَور بھی بڑی اُمید حاصِل ہوگی۔

و۔ ساتواں نشان —— لعؔزر کو مُردوں میں سے جِلانا

۱۱: ۳۸-۴۴

۱۱: ۳۸ - لگتا ہے کہ لعؔزر کی "قبر" زمین کے نیچے "ایک غار تھا" جس میں لکڑی کی سیڑھی یا پتھروں کی بنی ہُوئی سیڑھی سے اُترنا پڑتا تھا۔ اِس غار کے مُنہ پر ایک "پتھر" رکھا ہُوا تھا۔ یہ قبر خُداوند یسوؔع کی قبر کی مانند نہیں تھی۔ وُہ قبر چٹان کو کھود کر بنائی گئی تھی۔ اِنسان سیدھا چل کر اُس میں داخل ہو سکتا تھا، جَیسے پہاڑی کے پہلُو میں بنی ہو اور چڑھنے اُترنے کی ضرورت نہ ہو۔

۱۱: ۳۹ - یسوؔع نے پاس کھڑے لوگوں کو حُکم دیا کہ قبر کے مُنہ سے "پتھر کو ہٹاؤ"۔ وُہ تو زُبان سے کہہ کر خُود اَیسا کر سکتا تھا۔ لیکن خُدا آدمیوں کے لئے عمُوماً وُہ کام نہیں کرتا جسے

وُہ خُود کر سکتے ہوں۔

"مرتھا" نے قبر کو کھولنے کے خیال پر ہیبت کا اِظہار کیا۔ اُسے اِحساس تھا کہ میرے بھائی کی لاش "چار دِن" سے یہاں پڑی ہے۔ اُسے ڈر تھا کہ لاش سے "بدبُو آتی ہے"۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ لعزر کی لاش کو خُوشبوئیں لگانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اُس وقت کے دستُور کے مُطابق اُس کو اُسی دِن دفن کر دیا گیا تھا جس دِن وفات ہُوئی تھی۔ یہ حقیقت بہُت اہم ہے کہ لعزر کو قبر میں رکھے "چار دِن ہو گئے" تھے۔ اُس کے بے ہوشی یا نیند میں ہونے کا کوئی اِمکان باقی نہیں رہا تھا۔ سارے یہُودی جانتے تھے کہ وُہ مر چُکا ہے۔ اُس کے جی اُٹھنے کو صِرف مُعجزہ ہی کہا جا سکتا تھا۔

۱۱ : ۴۰۔ یہ بات واضح نہیں کہ "یسوع" نے یہ بات کب کہی تھی۔ آیت ۲۳ میں اُس نے مرتھا سے کہا تھا کہ "تیرا بھائی جی اُٹھے گا"۔ بے شک اِس آیت کے الفاظ اُس ساری گفتگو کا لبِ لُباب پیش کرتے ہیں جو پہلے ہُوئی تھی۔ اِس آیت کی ترتیب پر غور کریں۔ "ایمان لائے گی ... دیکھے گی"۔ گویا خُداوند یسوع کہہ رہا ہے کہ "اگر تُو ایمان لائے گی تو مُجھے ایک ایسا مُعجزہ کرتے دیکھے گی جو صِرف خُدا کر سکتا ہے۔ تُو مُجھ میں خُدا کا جلال آشکار دیکھے گی۔ مگر ضرُور ہے کہ پہلے تُو ایمان لائے۔ پھر یہ سب کُچھ دیکھے گی"۔

۱۱ : ۴۱۔ اب "پتھر" کو قبر سے "ہٹا دیا" گیا۔ مُعجزہ کرنے سے پہلے "یسوع نے" اپنے "باپ" کا شُکر ادا کیا کہ "تُو نے میری سُن لی ہے"۔ اِس باب میں پہلے خُداوند یسوع کی کوئی دُعا مرقوم نہیں۔ مگر بے شک اِس پُورے وقت کے دَوران وُہ اپنے باپ سے مُسلسل گفتگو کرتا رہا تھا اور دُعا مانگتا رہا تھا کہ لعزر کے زِندہ کئے جانے سے خُدا کا نام جلال پائے۔ یہاں وُہ اِس واقعہ سے بیشتر باپ کا شُکر ادا کرتا ہے۔

۱۱ : ۴۲۔ یسوع نے بُلند آواز سے دُعا مانگی تاکہ "لوگ ایمان لائیں کہ تُو (باپ) ہی نے مُجھے بھیجا ہے"۔ اور باپ ہی نے اُسے بتایا ہے کہ کیا کہنا اور کیا کرنا ہے۔ اور کہ وُہ ہمیشہ خُدا باپ پر پُورا اور کامل اِنحصار کرتے ہُوئے سب کام کرتا ہے۔ یہاں بھی تاکیدی طور پر ظاہر کیا گیا ہے کہ خُدا باپ اور خُداوند یسوع میں کامل یکتائی ہے۔

۱۱ : ۴۳۔ یہ نئے عہد نامہ کے اُن معدُودے چند واقعات میں سے ایک ہے جہاں بیان ہُوا ہے کہ "اُس نے بُلند آواز سے پُکارا"۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وُہ "لعزر" کو بنام نہ پُکارتا تو

قبروں کے اندر سے سارے مُردے زِندہ ہو اُٹھتے !

۱۱ : ۴۴ ۔ لعزر کس طرح "نِکل آیا"؟ بعض کا خیال ہے کہ وُہ دونوں پاؤں پر اُچھلتا ہُؤا آیا۔ دُوسروں کا خیال ہے کہ وُہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بَل رینگ کر باہر نِکلا۔ کُچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کا بدن کفن میں کس کر لپیٹا ہُؤا تھا اِس لئے اُس کا اپنی طاقت سے باہر نِکل آنا ممکن نہ تھا۔ اُن کا خیال ہے کہ اُس کا بدن ہَوا میں اُڑتا ہُؤا قبر سے نِکلا اور خُداوند یسوؔع کے سامنے آ کر اُس کے پاؤں زمین پر ٹِک گئے۔ ایک اَور حقیقت بیان ہُوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ واقعی مَر چُکا تھا۔ اور وُہ یہ ہے کہ "اُس کا چہرہ رُومال سے لپٹا ہُؤا تھا"۔ کوئی شخص بھی چہرے پر رُومال لپٹا ہونے کے ساتھ چار دِن تک زِندہ نہ رہ سکتا تھا۔ ایک دفعہ پھر خُداوند نے لوگوں سے مَدد لی۔ اُس نے اُن سے کہا "اُسے کھول کر جانے دو"۔ صِرف مسیح ہی مُردوں کو زِندہ کر سکتا ہے۔ لیکن وُہ ٹھوکر کھِلانے کے پتھروں کو ہٹانے، اور تعصّبات اور توہم پرستی کے کفن کو کھولنے کا کام ہمیں سونپتا ہے۔

ز۔ ایمان لانے والے اور ایمان نہ لانے والے یہُودی

۱۱ : ۴۵ ۔ ۵۷

۱۱ : ۴۵، ۴۶ ۔ دیکھنے والوں میں سے "بہتیروں" کے لئے یہ مُعجزہ خُداوند یسوؔع مسیح کی اُلوہیّت کا لاجواب ثبوت تھا۔ چُنانچہ وُہ "اُس پر ایمان لائے"۔ سوائے خُدا کے کون ہے جو چار دِن کے مُردہ کو قبر سے زِندہ بُلا لے؟

لیکن کسی شخص پر مُعجزہ کے اثرات کا اِنحصار اُس کی اخلاقی حالت پر ہوتا ہے۔ اگر کسی کا دِل بُرا، باغی اور ایمان نہ لانے والا ہو، تو وُہ کسی کو مُردوں میں سے زِندہ ہوتے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہُؤا۔ جن یہُودیوں نے مُعجزہ دیکھا اُن میں سے "بعض" ایسا ناقابلِ تردید ثبوت دیکھنے کے بعد بھی خُداوند یسوؔع کو اپنا مسیحِ موعود ماننے کو تیار نہ تھے۔ چُنانچہ اُنہوں نے "فریسیوں کے پاس جا کر اُنہیں یسوؔع کے کاموں کی خبر دی" کہ بَیت عنیاہ میں کیا ہُؤا ہے۔ کیا وُہ اِس لئے فریسیوں کے پاس گئے تاکہ وُہ بھی آ کر یسوؔع پر ایمان لائیں؟ نہیں بلکہ اُن کا مقصد یہ تھا کہ فریسی یسوؔع کے خِلاف اَور بھڑکیں اور اُسے مار ڈالنے کی کوشش کریں۔

۱۱: ۴۷۔ اَب "سردار کاہنوں اور فریسیوں نے" اپنی باضابطہ "صَدر عدالت کے لوگوں کو جمع" کیا۔ تاکہ مشورہ کریں کہ اَب کیا اِقدام کِئے جائیں۔ "ہم کرتے کیا ہیں؟" اِس سُوال کا مطلب ہے کہ اِس شخص یسُوع کے بارے میں ہمارا لائحۂ عمل کیا ہو؟ ہم کُچھ کرنے میں اِتنی تاخیر کیوں کر رہے ہیں؟ "یہ آدمی" تو بہُت مُعجزے دِکھاتا ہے اور ہم اِسے روکنے کے لئے کُچھ بھی نہیں کر رہے۔ یہُودی لیڈر اِن الفاظ سے اپنے آپ کو مُلزم ٹھہرا رہے تھے۔ اُنہوں نے اِقرار کیا کہ خُداوند یسُوع "بہُت مُعجزے" دِکھاتا ہے تو پھر وُہ اُس پر ایمان کیوں نہیں لاتے تھے؟ وُہ اِس لئے ایمان نہیں لانا چاہتے تھے کیونکہ وُہ منجّی پر اپنے گناہوں کو ترجیح دیتے تھے۔ رائیل کیا خُوب کہتا ہے:

> "یہ نہایت حیرت افزا اِقرار ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے خُداوند کے بدترین دُشمن بھی اِقرار کرتے ہیں کہ ہمارا خُداوند مُعجزے، بلکہ بہُت مُعجزے دِکھاتا تھا۔ کیا اِس میں کوئی شک ہے کہ اگر وُہ کر سکتے تو اُس کے مُعجزوں کی حقیقت سے اِنکار کرتے؟ لیکن لگتا ہے کہ اُنہوں نے اِنکار کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔ مُعجزے اِتنے زیادہ تھے، اِتنے علانیہ کئے جاتے تھے اور اُن کے بارے میں گواہیاں اِتنی ٹھوس تھیں کہ یہُودی لیڈر اُن سے اِنکار کرنے کی جُرأت بھی نہیں کر سکتے تھے ۔۔۔۔"

۱۱: ۴۸۔ یہُودی لیڈر سوچتے تھے کہ اب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہ سکتے۔ اگر ہم نے مُداخلت نہ کی تو عوام یسُوع کے مُعجزوں سے قائل ہو جائیں گے۔ اور اگر لوگوں نے اِس طرح یسُوع کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تو رومؔ کے ساتھ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ رُومی سمجھیں گے کہ یسُوع رُومی سلطنت کا تختہ اُلٹنے آ گیا ہے، چنانچہ وُہ یہُودیوں کو سزا دیں گے۔ "رومی آ کر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کر لیں گے"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ رومی آ کر ہیکل کو برباد کر دیں گے اور یہُودی قوم کو تتر بتر کر دیں گے۔ بعینہٖ یہی باتیں سنہ ۷۰ء میں وقوع پذیر ہُوئیں۔ لیکن اِس وجہ سے نہیں کہ یہُودیوں نے خُداوند کو قبول کر لیا تھا بلکہ اِس لئے کہ اُسے رَدّ کیا تھا۔ الیف۔ بی۔ مائیر کیا خوب بیان کرتا ہے:

> "مسیحیّت کاروبار کے لئے خطرہ پیدا کرتی ہے۔ بُرائی پر مبنی منافع بخش تجارت کو جڑ سے اکھاڑتی ہے، اِبلیس کے روضوں اور مقبروں سے گاہک چھین

لیتی ہے، پوشیدہ ذاتی مفادات پر ضرب لگاتی ہے اور دُنیا کو تہ و بالا کر دیتی ہے ۔ یہ تکلیف دِہ اور منافع کو تباہ کرنے والی چیز ہے"۔

۱۱: ۴۹، ۵۰ - کائِفا "سنہ ۲۶ء تا سنہ ۳۶ء "سردار کاہن" تھا ۔ اُس نے خُداوند کے مُقدمے سے مذہبی حِصّے کی صدارت کی ۔ اور جب اعمال ۴: ۶ میں پطرس اور یُوحنّا کو سنہیڈرن (مذہبی عدالت/ صدر عدالت) کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس وقت بھی حاضر تھا ۔ اِس کے باوجُود کہ اُس نے وُہ بات کہی جو یہاں درج ہے ۔ وُہ خُداوند یسوع پر ایمان نہیں رکھتا تھا ۔

کائفا کے مُطابق سردار کاہن اور فریسی یہ سوچنے میں غلطی پر تھے کہ یسوع کی خاطر یہُودی مارے جائیں گے بلکہ اُس نے پیشین گوئی کی کہ یسوع یہُودی قوم کی خاطر مَرے گا ۔ اُس نے کہا کہ "بہتر ہے کہ ایک آدمی (یسوع) اُمّت کے واسطے مَرے" بجائے اِس کے کہ "ساری قوم" رومیوں کے ہاتھوں مُصیبت میں پھنسے ۔ سرسری نظر سے یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ کائفا یسوع کے دُنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھتا اور کہ اُس نے مسیحیت کے مرکزی عقیدے کو کہ یسوع گنہگاروں کا عِوضی ہے مان لیا تھا ۔ مگر بدقسمتی سے مُعاملہ ایسا نہیں ۔ جو کُچھ اُس نے کہا وُہ تو سچ ہے ۔ مگر وُہ خُود یسوع پر ایمان نہیں رکھتا تھا کہ اُس کی رُوح بچ جاتی ۔

۱۱: ۵۱، ۵۲ - یہاں وضاحت ہوتی ہے کہ کائفا نے جو کُچھ کہا وُہ کیوں کہا تھا ۔ "اُس نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا" تھا یعنی کہ یہ اُس کی اپنی سوچ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اُس نے جو پیغام دیا دراصل وُہ اُسے خُدا نے دیا تھا ۔ اِس کا مطلب اُس کے خیال سے کہیں گہرا تھا ۔ یہ خُدا کی طرف سے نبوّت تھی کہ "یسوع اُس (اسرائیلی) قوم کے واسطے مرے گا" ۔ یہ نبوّت کائفا کو اِس لئے دی گئی کہ وُہ "اُس سال سردار کاہن" تھا ۔ خُدا نے اُس کے منصب کے باعث اُس کے وسیلے سے کلام کیا ۔ اِس میں اُس کی اپنی راستبازی کا کُچھ عمل دخل نہ تھا کیونکہ وُہ گنہگار آدمی تھا ۔

کائفا کی نبوّت یہ تھی کہ خُداوند "نہ صِرف اُس (اسرائیلی) قوم کے واسطے بلکہ اِس واسطے بھی (مرے گا) کہ خُدا کے پراگندہ فرزندوں کو جمع کر کے ایک کر دے" ۔ مُراد ہے کہ زمین پر کی غیر اقوام میں جو اُس کے برگزیدہ ہیں اُن کو بھی جمع کرے گا ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کائفا کا اِشارہ اُن یہُودیوں کی طرف تھا جو ساری زمین پر تتر بتر تھے ۔ لیکن زیادہ قرینِ قیاس بات یہ ہے کہ وُہ اُن غیر اقوام کی طرف اِشارہ کر رہا تھا جو انجیل کی

منادی سے مسیح پر ایمان لائیں گے۔

۱۱: ۵۳، ۵۴۔ فریسی بیت عنیاہ میں ہونے والے مُعجزہ سے قائل نہیں ہُوئے تھے بلکہ اِس کے باعث خُدا کے بیٹے کے خِلاف اُن کی عداوت میں شِدت آ گئی تھی۔ "وُہ اُسی روز سے اُسے قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے"۔ یعنی اُن کی کوششوں میں تیزی اور شِدّت آ گئی۔ یہُودیوں کی عداوت کی شِدت کو دیکھ کر خُداوند یسوع "اِفرائیم نام ایک شہر کو چلا گیا"۔ آج ہمیں عِلم نہیں کہ اِفرائیم کہاں واقع تھا۔ صِرف اِتنا جانتے ہیں کہ یہ "جنگل کے نزدیک" ایک الگ تھلگ اور خاموش جگہ تھی۔

۱۱: ۵۵۔ "اور یہُودیوں کی عیدِ فَسح نزدیک تھی"۔ اِس اِعلان سے ہمیں یاد آتا ہے کہ خُداوند کی علانیہ خِدمت قریبُ الاِختتام ہے۔ یہی عیدِ فَسح تھی جب اُسے مصلُوب ہونا تھا۔ لوگوں پر لازم تھا کہ "فَسح سے پہلے دیہات سے یروشلیم" جا کر "اپنے آپ کو پاک کریں"۔ مثال کے طور پر کوئی یہُودی اگر لاش کو چھُو لیتا تو اِس شرعی ناپاکی سے صاف ہونے کے لئے اُسے مخصُوص رسمیں ادا کرنی پڑتی تھیں۔ اِس مقصد کے لئے مُختلِف قسم کی طہارت کرنی اور نذریں اور قُربانیاں چڑھانی پڑتی تھیں۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ یہُودی ایک طرف تو یُوں پاک صاف ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور ساتھ ہی فَسح کے اصل بَرّے کو قتل کرنے کے منصُوبے بھی بنا رہے تھے۔ اِنسانی دِل کی بَدی اور شرارت کا کیسا ہولناک مظاہرہ ہے!

۱۱: ۵۶، ۵۷۔ جب لوگ "ہیکل میں" جمع تھے وُہ اُس مُعجزے کرنے والے کا ذِکر کرنے لگے۔ اُن میں بحث ہونے لگی کہ "کیا وُہ عید میں نہیں آئے گا؟" اُس کے نہ آنے کی وجہ آیت ۵۷ میں دی گئی ہے۔

"سردار کاہنوں اور فریسیوں نے" یسوع کی گرفتاری کا باضابطہ "حُکم دے رکھا تھا"۔ حُکم تھا کہ جِس کسی کو یسوع کا پتہ ہو کہ کہاں ہے وُہ سرداروں کو "اِطلاع دے تاکہ اُسے پکڑ لیں" اور قتل کریں۔

۷- خُدا کے بیٹے کی اپنوں کے لئے خِدمت

باب ۱۲-۱۷

ا- بیت عنیاہ میں یسوع پر عطر ڈالا جانا

۱۲: ۱-۸

۱۲: ۱- "بیت عنیاہ" کا یہ گھر وُہ جگہ تھی جہاں "یسوع" آنا بہت پسند کرتا تھا۔ وہاں "لعزر"، مریم اور مرتھا کے ساتھ بہت خوشگوار رفاقت ہوتی تھی۔ اِنسانی نقطۂ نِگاہ سے اِس موقع پر "بیت عنیاہ" آ کر یسوع خُود کو خطرے میں ڈال رہا تھا کیونکہ یروشلیم نزدیک ہی تھا جہاں اُس کی مخالف قوتوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

۱۲: ۲- بہت سے لوگ یسوع کے مخالِف تھے، مگر پھر بھی کُچھ دِل اَیسے تھے جو سچے طور سے اُس کے لئے دھڑکتے تھے۔ "لعزر اُن میں سے تھا جو اُس (خُداوند) کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے" اور "مرتھا خِدمت کرتی تھی"۔ پاک کلام یہ نہیں بتاتا کہ مرنے اور زِندہ کِئے جانے کے درمیانی عرصے کے دَوران لعزر نے کیا دیکھا یا سُنا۔ شاید خُدا نے اُسے ایسی کوئی معلُومات بتانے سے منع کر دیا تھا۔

۱۲: ۳- اناجیل میں کئی واقعات مرقُوم ہیں جب کِسی عَورت نے خُداوند یسوع پر عطر ڈالا۔ کوئی دو واقعات بھی یکساں نہیں۔ لیکن زیرِ نظر واقعے کو مرقس ۱۴: ۳-۹ کے متوازی سمجھا جاتا ہے۔ مریم خُداوند سے اِتنی عقیدت رکھتی تھی اور اَیسی جاں نثار تھی کہ اُس نے "جٹاماسی کا آدھ سیر خالِص اور بیش قیمت عطر لے کر یسوع کے پاؤں پر ڈالا"۔ اِس سے وُہ کہہ رہی تھی کہ مسیح اِس لائق ہے کہ اُس پر قیمتی سے قیمتی چیز نثار کر دی جائے۔ وُہ ہم اور ہماری ہر چیز کے لائق ہے۔

ہم مریم سے جب بھی مِلتے ہیں اُسے یسوع کے پاؤں کے پاس ہی دیکھتے ہیں۔ یہاں وُہ "اَپنے بالوں سے اُس کے پاؤں پونچھ" رہی ہے۔ چونکہ عَورت کے بال اُس کی زینت ہوتے ہیں اِس لئے وُہ اپنی زینت خُداوند کے پاؤں پر رکھ رہی ہے۔ یہ کہنے کی ضرُورت نہیں کہ کُچھ دیر تک مریم بھی وُہ خوشبو لئے پھرتی رہی۔ چنانچہ جب مسیح کو سجدہ کیا جاتا ہے تو

اُس لمحے کی مہک سجدہ کرنے والے کے بھی ساتھ رہتی ہے ۔ جس گھر میں یسوؔع کو اُس کا جائز مقام دیا جاتا ہے ، وُہ "خوشبُو سے مہک" اُٹھتا ہے ۔

۱۲: ۴، ۵ ۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ "جسمانیت" اِس نہایت مُقدّس موقع پر در آرہی ہے ۔ "یہُوؔداہ اسکریوتی جو اُسے پکڑوانے کو تھا" نے یہ قیمتی "عطر" یُوں اِستعمال ہوتے تو دیکھا گیا ۔ "یہُوؔداہ" کی نظر میں یسوؔع "تین سَو دِینار" قیمت بھی نہیں رکھتا تھا ۔ اُس کا خیال تھا کہ اِس عطر کو "بیچ کر غریبوں کو" دے دینا چاہیئے تھا ۔ یہ بالکُل ریاکاری تھی ۔ اُس کو نہ خُداوند کی پروا تھی نہ غریبوں کی ۔ وُہ تو اُسے دھوکے سے پکڑوانے کو تھا ، اور وُہ بھی "تین سَو دِینار" کے لئے نہیں بلکہ اِن کے صِرف دسویں حِصّے کے عِوض ۔ رائیؔل کیا خُوب کہتا ہے :

> "کوئی شخص مسیح کا شاگرد بن کر تین سال تک اُس کے پیچھے پیچھے چلتا رہے ، اُس کے سارے مُعجزے دیکھے ، اُس کی ساری تعلیم سُنے ، اُس کے ہاتھوں کئی برکتیں حاصِل کرے ، رسُولوں میں شمار کیا جائے ، اور پھر باطن میں گلا سڑا نکلے ، پہلی نظر میں یہ بات ناقابِلِ یقین اور ناممکن نظر آتی ہے ! لیکن یہُوؔداہ کا مُعاملہ بالکل ثابت کر دیتا ہے کہ یہ بات ممکن ہے ۔ شاید اور باتوں کا اندازہ لگایا جا سکے لیکن اِس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اِنسان کس حد تک گر سکتا ہے ۔"

۱۲: ۶ ۔ یُوحنّا جلدی سے اضافہ کرتا ہے کہ "یہُوؔداہ نے یہ اِس لئے نہ کہا کہ اُس کو غریبوں کی فکر تھی بلکہ اِس لئے کہ چور تھا" ۔ وُہ لالچی اور خُود غرض تھا ۔ "یہُوؔداہ کے پاس اُن کی تھیلی رہتی تھی ۔ اُس میں جو کُچھ پڑتا وُہ نکال لیتا تھا" ۔

۱۲: ۷ ۔ یسوؔع کے جواب کا مفہُوم یہ تھا کہ "مریؔم کو ایسا کرنے سے نہ روکو ۔ اِس نے "یہ عطر میرے دفن کے دِن کے لئے" رکھا ہے ۔ اب جو کُچھ وُہ عقیدت اور عبادت کی رُوح میں مُجھ پر نچھاور کر رہی ہے ، اُسے ایسا کرنے دو ۔"

۱۲: ۸ ۔ کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا جب "غریب غُربا" نہ ہوں گے کہ لوگ اُن پر مہربانی نہ کر سکیں مگر خُداوند کی زمینی خِدمت تیزی سے اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ مریؔم کو "ہمیشہ" موقع نہیں مِل سکتا تھا کہ خُداوند پر عِطر ڈالے ۔ اِس سے ہمیں یاد آنا چاہیئے کہ رُوحانی مواقع گُزرتے جا رہے ہیں ۔ ہم مُنجّی کے لئے جو کُچھ کر سکتے ہیں اِس کے کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے ۔

ب۔ لعزر کے خلاف سازش ۱۲: ۹-۱۱

۱۲: ۹۔ بہت جلد یہ خبر پھیل گئی کہ یسوع یروشلیم کے نزدیک ہے۔ اُس کی موجودگی کو چھپائے رکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ "بہت سے یہودی" اُسے ملنے بیت عنیاہ گئے۔ دوسرے لوگ اِس لئے آئے کہ "لعزر کو دیکھیں جسے اُس نے مُردوں میں سے جلایا تھا"۔

۱۲: ۱۰، ۱۱۔ اِس آیت میں اِنسانی دِل کی جنونی نفرت کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ "سردار کاہنوں نے مشورہ کیا کہ لعزر کو بھی مار ڈالیں"۔ کیا خیال ہے؟ اُس نے بڑی غداری کی تھی کہ مُردوں میں سے جلایا گیا تھا! یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اُسے اِختیار تھا۔ تو بھی سردار کاہن اُسے واجب القتل سمجھتے تھے۔

"لعزر کے باعث بہت سے یہودی ... یسوع پر ایمان لائے"۔ چنانچہ لعزر کو یہودی اہلکار دشمن سمجھتے تھے۔ جو لوگ دوسروں کو خداوند کے پاس لاتے ہیں اُن کو ہمیشہ اذیت یہاں تک کہ شہادت کا نشانہ بھی بنایا جاتا رہا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ چونکہ سردار کاہن صدوقی تھے جو قیامت کا انکار کرتے تھے اس لئے وہ قیامت کے ثبوت کو ختم کر دینے کی غرض سے لعزر کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔

ج۔ یروشلیم میں فاتحانہ داخلہ ۱۲: ۱۲-۱۹

۱۲: ۱۲، ۱۳۔ اب ہم "یسوع" کے "یروشلیم" میں فاتحانہ داخلے کے واقعہ تک پہنچتے ہیں۔ یہ اُس کے مصلوب کئے جانے سے پہلے کا اتوار تھا۔

یہ جاننا بے حد مشکل ہے کہ یہ "بہت سے لوگ" یسوع کے بارے میں حقیقتاً کیا سوچتے تھے۔ کیا وہ واقعی سمجھ گئے تھے کہ یہ خدا کا بیٹا اور اسرائیل کا مسیح موعود ہے؟ یا اُس کو صرف ایک بادشاہ سمجھتے تھے جو اُن کو رومی جبر و استبداد سے چھڑائے گا؟ یا اُس گھڑی کے جذبات میں بہہ گئے تھے؟ بے شک اِس گروہ میں کچھ سچے ایماندار بھی تھے۔ لیکن عام تاثر یہی ہے کہ اکثریت کو خداوند کے ساتھ کوئی دِلی دلچسپی نہ تھی۔

"کھجور کی ڈالیاں" غم کے بعد آرام اور چین کی علامت ہیں (مکاشفہ ۷: ۹)۔ لفظ "ہوشعنا" کا مطلب ہے "ابھی نجات دے، ہم تیری منت کرتے ہیں"۔ اِن خیالات کو ایک

ساتھ رکھیں تو معلُوم ہوتا ہے جیسے لوگ تسلیم کر رہے ہیں کہ یسُوعؔ ہی وُہ ہستی ہے جس کو خُدا نے بھیجا ہے کہ اُنھیں رُومیوں کے ظلم سے چھُڑائے اور غیر قوموں کے برسوں پر محیط طویل غم کے بعد آرام اور چین دے۔

۱۲: ۱۴، ۱۵۔ یسُوعؔ "گدھے کے بچّے" پر سُوار ہو کر شہر میں داخل ہُوا۔ یہ نقل و حمل کا عام طریقہ تھا۔ علاوہ ازیں اِس طرح سُوار ہو کر خُداوند نبوت کو پُورا کر رہا تھا۔

یہ حوالہ زکریاہ ۹: ۹ سے لیا گیا ہے۔ وہاں نبی نبوّت کرتا ہے کہ جب اِسرائیل کا "بادشاہ آئے گا تو "جوان گدھے پر سُوار" ہوگا۔ "صیّون کی بیٹی" (دُخترِ صیّون) یہُودی قوم کا اِستعارہ ہے۔ "صیّون" یروشلیم شہر میں ایک پہاڑی تھی۔

"اُس کے شاگرد" نہ سمجھے کہ یہ زکریاہ کی نبوّت بالکُل پُوری ہو رہی ہے۔ یسُوعؔ اسرائیل کے جائز بادشاہ کی حیثیّت سے یروشلیم میں داخل ہو رہا تھا۔ لیکن جب خُداوند واپس آسمان پر جا کر باپ کے دہنے ہاتھ "اپنے جلال کو پہُنچا" تو اُس وقت شاگردوں پر روشن ہُوا کہ یہ واقعات پاک نوشتوں کی تکمیل تھے۔

۱۲: ۱۷، ۱۸۔ جو بھیڑ یسوعؔ کو یروشلیم میں داخل ہوتے دیکھ رہی تھی، اُن میں ایسے افراد بھی تھے جنھوں نے دیکھا تھا کہ یسوعؔ نے "لعزرؔ کو قبر سے باہر بُلایا اور مُردوں میں سے جِلایا تھا۔" اُنھوں نے آس پاس کے لوگوں کو بتایا کہ یہ جو جوان گدھے پر سُوار چلا آتا ہے وُہی ہے جس نے لعزرؔ کو دوبارہ زندہ کیا تھا۔ جب اِس قابلِ توجّہ "مُعجزہ" کی خبر پھیلی تو لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ "اُس کے استقبال کو" نکلی۔ بدقسمتی سے اُن کی نیّت سچّا ایمان لانے کی نہیں بلکہ اپنے تجسّس کی تسکین کرنا تھی۔

۱۲: ۱۹۔ جب بھیڑ زیادہ ہوتی گئی اور مُنجّی میں لوگوں کی دِلچسپی بڑھتی گئی تو "فریسی" آپے سے باہر ہو گئے۔ وُہ جو کُچھ کہتے اور کرتے تھے اِس کا کُچھ اثر نہیں ہُوا تھا۔ وُہ باؤلا گئے اور مبالغہ آرائی سے کہنے لگے "دیکھو، جہان اِس کا پیرو ہو چلا"۔ اُن کو خیال نہ آیا کہ لوگوں کا یہ جوش اور یہ دِلچسپی عارضی ہے اور کہ جو دِل سے یسوعؔ کو خُدا کا بیٹا مان کر اُس کی پرستش کرنے والے ہیں اُن کی تعداد بہُت تھوڑی ہے۔

د۔ بعض یُونانی یسوؔع سے مِلنا چاہتے ہیں

۱۲: ۲۰-۲۶

۱۲: ۲۰- جو "یُونانی" یسوؔع سے مِلنے آئے، وُہ غیر قوم تھے، جنھوں نے یہُودی مذہب قبول کر لیا تھا۔ وُہ "عید میں پرستش کرنے آئے تھے"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اَب وُہ اپنے آبا و اَجداد کی مذہبی رسموں پر کاربند نہیں تھے۔ اُن کا اِس موقع پر یسوؔع کے پاس آنا اِس بات کی علامت تھا کہ جب یہُودیوں نے خُداوند یسوؔع مسیح کو ردّ کر دِیا تو غیر قومیں خوشخبری سُنیں گی اَور اُن میں سے بہُتیرے ایمان لائیں گے۔

۱۲: ۲۱- یہ نہیں بتایا گیا کہ وُہ کیوں "فلپّسؔ کے پاس آئے"۔ شاید چُونکہ اُس کا نام یُونانی تھا اور "بیت صَیدای گلیل کا تھا" اِس لئے اُن غیر قوم نَومُریدوں نے اُس کے لئے کشش محسُوس کی۔ اُن کی درخواست واقعی بہُت عالیشان تھی کہ "جناب، ہم یسوؔع کو دیکھنا چاہتے ہیں"۔ کوئی ایسا شخص نہیں جس کے دِل میں یہ سچّی خواہش ہو، اور اُسے خالی ہاتھ لَوٹا دیا جائے۔

۱۲: ۲۲- شاید فلپّسؔ کو پُورا یقین نہیں تھا کہ خُداوند اِن یُونانیوں سے مِلنا پسند کرے گا۔ اِس سے پہلے ایک موقع پر مسیح نے اُن سے کہا تھا کہ خوشخبری لے کر غیر قَوموں کے پاس نہ جانا۔ اِس لئے "فلپّسؔ نے آکر اِندریاؔس سے کہا"۔ پھر دونوں نے آکر "یسوؔع کو خبر دی"۔

۱۲: ۲۳- یہ یُونانی یسوؔع سے کیوں مِلنا چاہتے تھے؟ اگر بینَ السُّطور دیکھیں تو ہم اِس نتیجے پر پہُنچیں گے کہ اُن کو یسوؔع کی حِکمت بہُت پسند آئی تھی۔ شاید وُہ اُس کو ایک ہر دِلعزیز فلسفی کی حیثیّت سے عزّت دینا چاہتے تھے۔ وُہ جانتے تھے کہ یہُودی لیڈروں کے ساتھ اُس کا ٹکراؤ جاری ہے۔ شاید وُہ چاہتے تھے کہ اُس کی جان بچ جائے، اِس مقصد کے لئے اگر ممکن ہو تو اُسے اپنے ساتھ یُوناؔن لے جائیں۔ اُن کا فلسفہ یہ تھا کہ "خُود کو بچائے رکھو"۔ لیکن "یسوؔع نے" اُن کو بتا دیا کہ وُہ پُر آسائش اور آرام دِہ زِندگی سے نہیں بلکہ قُربانی کی مَوت کے وسیلے سے "جلال" پانے کو تھا۔

۱۲: ۲۴- بیج اُس وقت تک دانے پیدا نہیں کرتا "جب تک" پہلے "زمین میں گِر کر مَر نہیں جاتا"۔ یہاں خُداوند یسوؔع نے خُود کو "گیہوں کا دانہ" ٹھہرایا ہے۔ اگر وُہ مرتا نہیں تو "اکیلا" رہے گا۔ وُہ خُود ہی آسمان کے جلال سے لُطف اندوز ہو گا۔ کوئی نجات یافتہ گُنہگار

وہاں نہیں ہوگا کہ اُس کے جَلال میں شریک ہو۔ لیکن اگر وُہ مَرتا ہے تو نجات کا ایسا راستہ مُہیّا کرے گا جس سے بہُت سے لوگ مخلصی پائیں گے۔

ہم پر بھی اِسی بات کا اِطلاق ہوتا ہے۔ ٹی۔ جی۔ ریگلینڈ اِس سِلسلے میں کہتا ہے:

> ”اگر ہم گندم کی بالیں بننے سے اِنکار کریں، زمین میں گِرنے اور مَرنے سے اِنکار کریں، اگر ہم نہ تو اپنی مُتوقع کامیابیوں کی قُربانی دیں، نہ اپنے کردار، مال ودَولت، جائیداد اور صحت کو خطرے میں ڈالیں اور جب بُلاہٹ ہو تو مسیح کی خاطر نہ گھر چھوڑیں، نہ خاندانی رِشتے توڑیں“ تو ہم اکیلے رہیں گے“۔ لیکن اگر ہم پَھلدار بننا چاہتے ہیں، تو ضرُور ہے کہ اپنے مُبارک خُداوند کی پَیروِی کریں۔ گیہوں کا دانہ بن جائیں اور مَر جائیں۔ پھر ہم بہُت پھل لائیں گے“۔

۱۲:۲۵۔ بہُت سے لوگ سوچتے ہیں کہ زندگی میں اہم چیزیں کھانا، پوشاک اور آرام وآسائش ہیں۔ وُہ اِنہی کے لئے جِیتے ہیں۔ لیکن اِس انداز سے زِندگی بسر کرنے میں وُہ یہ شعُور حاصل کرنے سے محرُوم رہتے ہیں کہ رُوح بدن سے زیادہ اہم ہے۔ وُہ اپنی رُوح کی بھلائی اور فلاح کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اور یُوں جان کھو دیتے ہیں۔ دُوسری طرف وُہ لوگ ہیں جو مسیح کی خاطر ساری چیزوں کا نُقصان اُٹھاتے ہیں۔ اُس کی خِدمت کرنے کی خاطر وُہ اُن ساری چیزوں سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں جنہیں اِنسان گراں قدر سمجھتے ہیں۔ یہی ہیں وُہ لوگ جو اپنی جانوں کو ”ہمیشہ کی زندگی کے لئے محفُوظ رکھیں“ گے۔ اپنی جان سے عداوت رکھنے کا مطلب ہے کہ اپنے عزیزوں اور اپنے مفادات سے بڑھ کر مسیح سے محبّت رکھنا۔

۱۲:۲۶۔ مسیح کی خِدمت کرنے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان اُس کے ”پیچھے ہو لے“۔ وُہ چاہتا ہے کہ میرے خادِم میری تعلیمات پر عمل کریں اور اخلاقی لحاظ سے میرے مُشابہ ہوں۔ ضرُور ہے کہ وُہ اُس کی مَوت کے نمُونے کا اطلاق اپنے اُوپر کریں۔ تمام خادِموں کے ساتھ وَعدہ ہے کہ اُن کا آقا ہمیشہ اُن کے ساتھ ہوگا اور اُن کی حفاظت کرے گا۔ اور اِس کا اطلاق صِرف اِس زِندگی پر نہیں بلکہ ابدیت پر بھی ہوتا ہے۔ آج کی خِدمت کا کل کو خُدا کی طرف سے اجر ملے گا۔ اِس جہان میں اُس کی خاطر جو دُکھ تکلیف اور لعن طعن برداشت کی جاتی ہے، وُہ اُس جلال کے پاسنگ بھی نہیں جو آسمان میں خُدا ”باپ“ سب کے سامنے ”عزّت“ دینے اور تعریف کرنے

کے وسیلے سے بخشے گا۔

ہ۔ یسوع قریبی موت کا سامنا کرتا ہے ۱۲: ۲۷-۳۶

۱۲: ۲۷۔ خداوند کی سوچ بار بار اُن واقعات کی طرف جاتی تھی جو اُسے عنقریب پیش آنے کو تھے۔ وُہ صلیب کے بارے میں سوچ رہا اور اُس گھڑی پر غور کر رہا ہے جب وُہ "گُناہ بردار" (گُناہ اُٹھانے والا) بن جائے گا۔ اور ہمارے گُناہوں کے بارے میں خُدا کا غضب برداشت کرے گا۔ وُہ اِس "دِل ٹُوٹ جانے کی گھڑی" کا سوچتا ہے تو اُس کی "جان گھبراتی ہے"۔ ایسے وقت وُہ کیسے دُعا مانگے؟ کیا اپنے "باپ" سے کہے کہ "مجھے اِس گھڑی سے بچا"؟ وُہ یہ دُعا نہیں مانگ سکتا تھا کیونکہ اُس کے اِس دُنیا میں آنے کا "سبب" یہی تھا کہ صلیب پر چڑھے۔ وُہ مرنے کے لئے پیدا ہُوا تھا۔

۱۲: ۲۸۔ خُداوند نے صلیب سے بچنے کی دُعا نہیں مانگی بلکہ یہ کہ اُس کے باپ کے "نام" کو جلال ملے۔ اُس کو اپنے آرام اور حِفاظت کا خیال نہیں تھا بلکہ چاہتا تھا کہ خُدا کو عزّت اور جَلال ملے۔ اَب خُدا آسمان سے بولا کہ "مَیں نے اُس (خُدا کے نام) کو جَلال دِیا ہے اور پھر بھی دُوں گا"۔ یسوع کی زمینی خِدمت کے دوران خُدا کے نام کو جلال مِلا تھا۔ ناصرت میں خاموشی کے تیس ۳۰ سال، علانیہ خِدمت کے تین ۳ سال، نجات دِہندہ کے حَیرت افزا کام اور پُرفضل باتیں۔۔ اِن سب سے باپ کے نام کو بے حَد جَلال مِلا۔ لیکن مسیح کی مَوت، دفن، قیامت اور صعُود سے خُدا کو اَور بھی زیادہ جَلال مِلنے کو تھا۔

۱۲: ۲۹۔ جو پاس کھڑے تھے اُنہوں نے خُدا کی آواز کو غَلطی سے بادل کی گرج سمجھا۔ ایسے لوگ رُوحانی باتوں کی ہمیشہ کوئی طبعی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ مُعجزوں کی حقیقت کو ماننے پر آمادہ نہیں ہوتے وُہ اِن کی وضاحت کسی طبیعی اصُول یا قانُونِ فطرت سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دُوسرے لوگ جانتے تھے کہ یہ بادل کی گرج کی آواز نہیں، مگر تو بھی پہچان نہ سکے کہ یہ خُدا کی آواز ہے۔ وُہ صِرف اِسی نتیجے پر پُہنچے کہ یہ "فرِشتہ" کی آواز ہے۔ خُدا کی آواز صِرف وُہی سُن اور سمجھ سکتے ہیں جن کی مَدد رُوحُ القُدس کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ انجیل کی خُوشخبری بار بار سُنتے رہیں مگر جب تک رُوحُ القُدس اُن سے ہمکلام نہ ہو، ساری خوشخبری اُن کے لئے بے معنی رہے۔

۱۲ : ۳۰ - خُداوند نے اُن کو بتایا کہ یہ آواز اِس لئے بُلند نہ تھی کہ وُہ خُود اُسے سُن سکے بلکہ اِس لئے کہ پاس کھڑے لوگ سُن سکیں -

۱۲ : ۳۱ - "اَب دُنیا کی عدالت کی جاتی ہے" - دُنیا جَلال اور زندگی کے مالک کو مصلُوب کرنے کو تھی - اَیسا کرنے پر دُنیا خُود کو مُلزِم ٹھُہرائے گی - مسیح کو اَیسے ہَیبت ناک طریقے سے رَدّ کرنے کے باعث دُنیا کو سَزا کا حُکم ہو جائے گا - اِن الفاظ سے مُنجّی کا یہی مطلب تھا - خطا کار نسلِ اِنسانی پر سَزا کا حُکم ہونے کو تھا - اِس "دُنیا کا سردار" شیطان ہے - کلوری پر شیطان کو نہایت حقیقی معنوں میں شکست ہُوئی - اُس کا خیال تھا کہ مَیں نے ہمیشہ کے لئے خداوند یسوؔع کا قِصّہ تمام کر دیا ہے - لیکن اِس کے برعکس مُنجّی نے اِنسانوں کے لئے نجات کا ایک راستہ مُہیّا کر دِیا ، اور ساتھ ہی شیطان اور اُس کے سارے لشکروں کو شکستِ فاش دے دی - ابلیس پر سَزا کا حُکم ہو گیا ہے مگر ابھی تک اِس حُکم پر عمل درآمد نہیں ہُوا ہے - مگر اُس کے انجام پر مُہر لگ گئی ہے - وُہ آج بھی دُنیا میں اپنا بُرا کاروبار کر رہا ہے ، مگر صِرف وقت کی بات ہے کہ وہ آگ کی جھِیل میں ڈالا جائے گا -

۱۲ : ۳۲ - اِس آیت کے پہلے حِصّے کا تعلق مسیح کی صلیبی مَوت سے ہے - اُسے لکڑی کی صلیب پر کیلوں سے جڑ دیا گیا اور "زمین سے اُونچے پر چڑھایا" گیا - خُداوند نے کہا کہ اگر مَیں اِس طرح صلیب دیا گیا "تو سب کو اپنے پاس کھینچُوں گا" - اِس کی کئی تفسیریں کی جاتی ہیں - بعض کا خیال ہے کہ مسیح سب لوگوں کو یا تو نجات کے لئے یا عدالت کے لئے کھینچتا ہے - بعض کا خیال ہے کہ اگر اِنجیل کی منادی میں مسیح کو بُلند کِیا جائے ، تو پیغام میں زیادہ قُوّت ہو گی اور رُوحیں اُس کے پاس کھینچی جائیں گی - لیکن غالباً درُست تفسیر یہ ہے کہ خُداوند یسوؔع کے مصلُوب ہونے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ "سب" قِسم کے لوگ اُس کے پاس کھِنچے چلے آتے ہیں - اِس کا یہ مطلب نہیں کہ سَب کے سب اِنسان آ جائیں گے ، کوئی رہ نہیں جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر قوم ، ہر قبیلہ اور ہر زُبان کے لوگوں میں سے آئیں گے -

۱۲ : ۳۳ - جب خُداوند یسوؔع نے اُونچے پر چڑھائے جانے کی بات کی تو اُس نے واضح کیا کہ "مَیں کِس مَوت سے مرنے کو ہُوں" یعنی صلیبی مَوت - یہاں ہمیں پھر ثبوت مِلتا ہے کہ یسوؔع عالِمِ کُل ہے - اُس کو پہلے ہی عِلم تھا کہ مَیں بِستر میں ، یا حادِثے میں نہیں مرُوں گا -

بلکہ کیل ٹھونک کر صلیب پر لٹکا دیا جاؤں گا اور یُوں اپنی جان دُوں گا۔

۱۲: ۳۴۔ لوگ خُداوند کی "اُونچے پر چڑھائے جانے" کی بات نہ سمجھ سکے۔ وُہ جانتے تھے کہ یہ مسیحِ موعُود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وُہ پُرانے عہد نامہ سے یہ بھی جانتے تھے کہ "مسیح اَبد تک رہے گا" (دیکھئے یسعیاہ ۹: ۷؛ زبُور ۱۱۰: ۴؛ دانی ایل ۷: ۱۴؛ میکاہ ۴: ۷)۔ غور کریں کہ لوگوں نے یسوؔع کے الفاظ یُوں دُہرائے کہ "ابنِ آدم کا اُونچے پر چڑھایا جانا ضرُور ہے" جبکہ دراصل اُس نے کہا تھا کہ "مَیں اگر زمین سے اُونچے پر چڑھایا جاؤں گا ..." — خُداوند یسوؔع نے بار بار اپنے آپ کو "ابنِ آدم" کہا تھا۔ اور غالباً اِس سے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ ابنِ آدم کو اُونچے پر چڑھایا جائے گا۔ چُنانچہ لوگوں کے لئے اِن دونوں تصوّرات کو یکجا کرنا کُچھ مشکِل نہ تھا۔

۱۲: ۳۵۔ جب لوگوں نے یسوؔع سے پُوچھا کہ "یہ ابنِ آدم کون ہے؟" تو اُس نے اپنے آپ کو "نُور" کہا اور اُن کو یاد دِلایا کہ "نُور" اُن کے پاس تھوڑی ہی دیر کے لئے ہے۔ اِس لئے چاہیئے کہ وُہ نُور کے پاس آئیں اور نُور میں چلیں۔ ورنہ "تاریکی" بہُت جلد اُنہیں "آپکڑے گی اور وُہ جہالت میں ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔

لگتا ہے کہ خُداوند نے اپنے آپ کو سُورج اور اُس کی روشنی کے مُشابہ ٹھہرایا۔ سُورج صُبح کو طلُوع ہوتا، دوپہر کو انتہائی بُلندی پر پُہنچتا اور شام کو اُفق کے پیچھے اُتر جاتا ہے۔ وُہ ہمارے پاس صِرف محدُود گھڑیوں تک رہتا ہے۔ چنانچہ جب تک وُہ ہمارے پاس ہو ہمیں اُس سے فائِدہ اُٹھانا چاہیئے کیونکہ جب رات ہو جاتی ہے تو پھر ہم اُس سے مُستفید نہیں ہو سکتے۔ رُوحانی اعتبار سے جو شخص خداوند یسوؔع پر ایمان لاتا ہے وُہ نُور میں چلتا ہے۔ مگر جو کوئی یسوؔع کو رَد کر دیتا ہے، وُہ "تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ کِدھر جاتا ہے" ایسا شخص الٰہی راہنمائی اور ہدایت سے محرُوم رہتا اور زِندگی بھر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

۱۲: ۳۶۔ یسوؔع نے سُننے والوں کو پھر خبردار کیا کہ ابھی موقع ہے، مُجھ پر "ایمان لاؤ" ایسا کرنے سے تُم "نُور کے فرزند" بن جاؤ گے۔ اور تُمہیں اِس بات کی تسلّی ہو جائے گی کہ تُمہیں اِس زِندگی اور ابدیت میں ہدایت اور راہنمائی مِلے گی۔ یہ باتیں کہتے کے بعد خُداوند لوگوں کے پاس سے "چلا گیا" اور کُچھ دیر تک اَپنے آپ کو چھپائے رکھّا۔

و۔ بہُت سے یہُودی اِیمان نہ لائے ۱۲: ۳۷-۴۳

۱۲: ۳۷۔ یہاں یُوحنّا تعجُّب کا اِظہار کرنے کے لئے رُکتا ہے کہ "اگرچہ اُس نے اُن کے سامنے اِتنے معُجزے دِکھائے تو بھی وُہ اُس پر ایمان نہ لائے"۔ جَیساکہ ہم پہلے بتا چُکے ہیں، اُن کے ایمان نہ لانے کی وجہ ثبُوتوں کی کمی نہ تھی۔ خُداوند نے اپنی اُلوہیّت کے نہایت قائِلیّت انگیز ثبُوت دِیئے تھے لیکن لوگ ایمان لانا نہیں چاہتے تھے۔ وُہ چاہتے تھے کہ ایک بادشاہ ہو جو ہم پر حُکمرانی کرے۔ لیکن وُہ توبہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

۱۲: ۳۸۔ یہُودیوں کا ایمان نہ لانا یسعیاہ ۵۳: ۱ کی تکمیل تھی۔ یہ سُوال کہ "اے خُداوند، ہمارے پیغام کا کِس نے یقین کیا ہے؟" اِس جواب کا تقاضا کرتا ہے کہ "یقین کرنے والے کوئی بہُت زیادہ نہیں"۔ چونکہ پاک نوشتوں میں ہاتھ (بازُو) قُوّت یا طاقت کی نمائِندگی کرتا ہے اِس لئے "خُداوند کا ہاتھ" کا مطلب ہے خُدا کی قُدرت۔ خُدا کا ہاتھ صِرف اُن افراد پر "ظاہر" ہوتا ہے جو خداوند یسُوعؔ مسیح کے بارے میں خبر پر ایمان لے آتے ہیں۔ چونکہ مسیحِ مَوعُود کے بارے میں خبر پر بہُت سے لوگ اِیمان نہ لائے اِس لئے بہُتوں پر خُدا کی قُدرت ظاہر نہ ہُوئی۔

۱۲: ۳۹۔ جب خُداوند یسُوعؔ نے خُود کو اِسرائیل قَوم کے سامنے پیش کیا تو اُنہوں نے اُسے رَدّ کر دیا۔ وُہ نجات کی پیش کش لے کر بار بار اُن کے پاس آیا لیکن وُہ اُسے "نہ" ہی کہتے رہے۔ اِنسان جِتنا زیادہ خُوشخبری کو رَدّ کرتے ہیں، اُس پر ایمان لانا اُتنا ہی مُشکِل ہو جاتا ہے۔ جب لوگ نُور کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو خُدا اُن کے لئے نُور کو دیکھنا اِتنا ہی مُشکل کر دیتا ہے۔ جو آنکھیں اُنہوں نے اپنی طرف سے بند کر لیں، وُہ اب خُدا کے غضب کے باعث کھول نہیں سکتے۔

۱۲: ۴۰۔ یہ اِقتباس یسعیاہ ۶: ۹، ۱۰ سے ہے۔ خُدا نے اِسرائیلی قَوم کی "آنکھوں کو اندھا اور اُن کے دِل کو سخت کر دیا"۔ اُس نے پہلے تو ایسا نہیں کیا تھا، بلکہ اُس کے بعد جب اُنہوں نے خُود اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دِلوں کو سخت کر لیا تھا۔ اسرائیل نے ہٹ دھرمی سے اور جان بُوجھ کر مسیحِ موعُود کو رَدّ کر دیا۔ اِس لئے وُہ دیکھنے، سمجھنے، رجُوع لانے اور شِفا پانے سے کٹ گئے۔

۱۲: ۴۱۔ یسعیاہ باب ۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی نے "خُدا کا جلال" دیکھا۔ یہاں یُوحنّا اِس

وضاحت کا اضافہ کرتا ہے کہ یسعیاہ نے جو "دیکھا" وہ مسیح کا "جلال" تھا اور مسیح ہی کے جلال کے بارے میں "کلام کیا"۔ چنانچہ یہ آیت شہادتوں کے اِس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جو ثابت کرتا ہے کہ مسیح خُدا ہے۔

۱۲: ۴۲ - یہودیوں کے "سرداروں میں سے بھی بہتیرے" قائل ہو گئے کہ یسوع مسیحِ موعود ہے۔ لیکن وہ اِس ڈر سے اپنی قائلیت کا اِقرار کرنے کی جُرأت نہ کر سکے کہ "عبادت خانہ سے خارج کئے جائیں" گے۔ شاید یہ لوگ خُداوند یسوع پر سچا ایمان رکھتے تھے۔ مگر یہ بات مشکوک ہے۔ جہاں سچا ایمان ہوتا ہے وہاں جلد یا بدیر مسیح کا اِقرار بھی ہوتا ہے۔ جب مسیح کو سچے دِل سے نجات دہندہ قبول کر لیا جاتا ہے تو اِنسان دُوسروں کو بتانے سے نہیں ہچکچاتا۔ پھر وہ نتائج کی پروا نہیں کرتا۔

۱۲: ۴۳ - صاف ظاہر ہے کہ "وہ خُدا سے عزّت حاصِل کرنے کی نسبت اِنسان سے عزّت حاصِل کرنا زیادہ چاہتے تھے"۔ اُن کو خُدا کی نسبت اِنسان کی منظوری کا زیادہ خیال تھا۔ کیا ایسا آدمی مسیح پر سچا ایمان رکھتا ہے؟ جواب کے لئے ملاحظہ کریں ۵: ۴۴۔

ز۔ ایمان نہ لانے کا خطرہ ۱۲: ۴۴-۵۰

۱۲: ۴۴ - اِس آیت کو سلیس زبان میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے، دراصل صِرف مجھ پر ایمان نہیں لاتا بلکہ میرے باپ پر بھی جس نے مجھے بھیجا ہے"۔ یہاں پھر خُداوند اپنے خُدا باپ کے ساتھ اپنی کامِل یکتائی کی تعلیم دیتا ہے۔ دُوسرے پر ایمان لائے بغیر ایک پر ایمان لانا ممکن ہی نہیں۔ مسیح پر ایمان لانا خُدا باپ پر ایمان لانا ہے۔ اِنسان اُس وقت تک باپ پر ایمان لا نہیں سکتا جب تک بیٹے کو برابر کی عزّت نہ دے۔

۱۲: ۴۵ - ایک لحاظ سے کوئی اِنسان خُدا باپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ رُوح ہے، اِس لئے نادیدنی ہے۔ لیکن خُداوند یسوع دُنیا میں اِس لئے آیا کہ ہم جانیں کہ خُدا کیسا ہے۔ مُراد یہ نہیں کہ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ خُدا جسمانی لحاظ سے کیسا ہے بلکہ یہ کہ اخلاقی لحاظ سے کیسا ہے۔ اُس نے خُدا کا کِردار ہم کو دکھایا ہے۔ اِس لئے جس نے مسیح کو دیکھا اُس نے خُدا باپ کو دیکھا ہے۔

۱۲: ۴۶۔ "نُور" کی مثال دینا ہمارے خُداوند کو غالباً سب سے زیادہ پسند تھا۔ وُہ اپنے بارے میں پھر کہتا ہے کہ "مَیں نُور ہو کر دُنیا میں آیا ہُوں تاکہ جو کوئی مُجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے"*۔ مسیح کے بغیر انسان گہری تاریکی میں رہتے ہیں۔ اُن کو زِندگی، مَوت اور ابدیت کا صحیح شعور نہیں ہوتا۔ لیکن جو ایمان میں مسیح کے پاس آجاتے ہیں اُن کو سچّائی کے لئے ٹامک ٹوئیاں نہیں مارنی پڑتیں کیونکہ اُنہیں اُس میں سچائی مِل جاتی ہے۔

۱۲: ۴۷۔ مسیح کی پہلی آمد کا مقصد "دُنیا کو مُجرم ٹھہرانا" نہیں، بلکہ "نجات دینا" تھا۔ جن لوگوں نے اُس کی باتوں کا یقین کرنے یا اُس پر ایمان لانے سے اِنکار کیا، وُہ اُن کی عدالت کرنے (اُن پر فردِ جُرم عائد کرنے) نہیں بیٹھا۔ مگر اِس کا مطلب یہ نہیں کہ آنے والے دِن میں اِن بے ایمانوں کو مُجرم نہیں ٹھہرائے گا۔ البتہ اُس کی پہلی آمد کا مقصد ایسی عدالت کرنا نہیں تھا۔

۱۲: ۴۸۔ اب خُداوند آنے والے اُس دِن کی طرف دیکھتا ہے جب اُس کے کلام کو رَدّ کرنے والے خُدا کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ اُس وقت اُن کو مُجرم ٹھہرانے کے لئے خُداوند یسوؔع کا "کلام" یعنی اُس کی تعلیمات ہی کافی ہوں گی۔

۱۲: ۴۹۔ جو باتیں خُداوند سکھاتا تھا، وُہ اُس نے خُود نہیں گھڑی تھیں، نہ اِنسانی مدرسوں میں سیکھی تھیں بلکہ وُہ فرمانبردار خادِم اور بیٹا تھا۔ اِس لئے صِرف وُہی باتیں کہتا تھا جن کا "حُکم" اُس کے باپ نے دیا تھا۔ یہ حقیقت ہے جو آخری دِن اِنسانوں کو مُجرم ٹھہرائے گی۔ جو کلام یسوؔع نے سُنایا، وُہ خُدا کا کلام تھا۔ مگر لوگوں نے اُس کی سُننے سے اِنکار کیا۔ باپ نے اُسے سِکھایا تھا کہ 'کیا کہے' اور 'کیا بولے'۔ اِن دونوں میں فرق ہے۔ یعنی "کیا کہوں" پیغام کے 'جوہر' کو ظاہر کرتا ہے۔ اور "کیا بولوں" اُن الفاظ کو ظاہر کرتا ہے جو خُداوند کو خُدا کی سچائی کی تعلیم دینے کے لئے اِستعمال کرنے تھے۔

۱۲: ۵۰۔ یسوؔع جانتا تھا کہ باپ نے اُسے اُن لوگوں کو "ہمیشہ کی زندگی" دینے کا حُکم دِیا ہے جو اُس پر ایمان لائیں گے۔ اِس لئے اُس نے پیغام اُسی طرح دِیا جس طرح "باپ" نے اُسے دیا تھا۔

یہاں بیان میں واضح وقفہ ہے۔ اب تک خُداوند خُود کو اِسرائیل کے سامنے پیش کرتا رہا ہے۔ ساؔت نمایاں نشان یا مُعجزے درج کئے گئے ہیں۔ ہر مُعجزہ اُس تجربے کی مثال

پیش کرتا ہے، جو اُس وقت پیش آتا ہے جب کوئی گنہگار مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ اِن نشانوں کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ قانائے گلیل میں پانی کو مے بنانا (۲: ۱- ۱۲)۔ یہ اُس گنہگار کی تصویر ہے جو الٰہی خُوشی اور شادمانی سے واقف نہیں ہوتا۔ مسیح کی قدرت اُسے تبدیل کر دیتی ہے۔

۲۔ بادشاہ کے مُلازم کے بیٹے کو شفا دینا (۴: ۴۶- ۵۴)۔ یہ تصویر ہے کہ گنہگار رُوحانی طور پر بیمار اور صحت پانے کا حاجت مند ہے۔

۳۔ بیت حسدا کے حوض پر معذُور کو شفا دینا (باب ۵)۔ بے چارہ گنہگار بےبس اور بے یار و مددگار ہوتا ہے۔ وُہ اپنی حالت کو بدلنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ یسوع اُسے اِس "مرض" سے شفا دیتا ہے۔

۴۔ پانچ ہزار کو کھلانا (باب ۶)۔ گنہگار بھُوکا ہوتا ہے۔ اُس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ اُسے کسی ایسی چیز (خوراک) کی ضرُورت ہے جو طاقت اور قوت دے سکے۔ خُداوند رُوح کے لئے ایسی خوراک مہیّا کرتا ہے کہ اُسے دوبارہ بھُوک نہ لگے۔

۵۔ گلیل کی جھیل پر طُوفان کو تھما دینا (۶: ۱۶- ۲۱)۔ گنہگار خطرے کی جگہ پر ہے۔ خُداوند اُسے طوفان سے بچا لیتا ہے۔

۶۔ جنم کے اندھے کو بینائی دینا (باب ۹)۔ یہ آدمی اِنسان کے دِل کے اندھے پن کی تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ اندھا پن اُس وقت دُور ہو جاتا ہے جب مسیح کی قدرت اُسے چھُوتی ہے۔ اِنسان اپنی گناہ آلُودہ حالت کو دیکھ نہیں سکتا، نہ وُہ مُنجّی کے حُسن کو دیکھ سکتا ہے۔ جب رُوح القدس اُسے بینائی بخشتا ہے تو یہ اندھا پن دُور ہو جاتا ہے۔

۷۔ لعزر کو مُردوں میں سے جلانا (باب ۱۱)۔ یہ ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ گنہگار اپنی خطاؤں اور گناہوں میں مُردہ ہوتا ہے۔ اُس کو اُوپر سے زِندگی پانے کی ضرُورت ہے۔

اِن تمام معجزوں کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یسوع خُدا کا بیٹا مسیح ہے۔

ح۔ یسوع اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوتا ہے ۱۳: ۱- ۱۱

باب ۱۳ میں بالاخانے کی باتیں شرُوع ہوتی ہیں۔ اب یسوع مخالف یہُودیوں کے درمیان

نہیں چل پھر رہا۔ وُہ اپنے شاگِردوں کے ساتھ یروشلیم میں ایک بالاخانے میں چلا گیا تاکہ پیشی اور صلیب دِئے جانے سے پہلے اُن کے ساتھ رفاقت کی آخری گھڑیاں گزارے۔ یُوحنّا باب ۱۳ سے ۱۷ نئے عہدنامہ کے نہایت پسندیدہ حِصّوں میں سے ایک حِصّہ ہے۔

۱۳: ۱ - مصلُوب ہونے سے ایک دِن پہلے "یسوؔع نے جان لیا" تھا کہ "میرا وُہ وقت آ پُہنچا" ہے جب مجُھے مرنا، دوبارہ جی اُٹھنا اور آسمان پر واپس جانا ہے۔ وُہ "اپنے لوگوں" یعنی سچّے ایمان داروں سے محبّت رکھتا تھا۔ وُہ اپنی زمینی خِدمت کے "آخر تک" اُن سے "محبّت رکھتا رہا" اور ساری ابدیت میں محبّت رکھتا رہے گا۔ مگر اُس کی محبّت لامحدُود بھی تھی جیسا کہ وُہ ثبوت دینے کو تھا۔

۱۳: ۲ - یُوحنّا نہیں بتاتا کہ یہ کون سا "شام کا کھانا" تھا ـــ فسح کا کھانا، عشائے ربّانی یا معمُول کا شام کا کھانا ـــ "اِبلیس" نے یہوداہ اسکریوتی کے دِل میں بیج بو دِیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تُو "اُسے پکڑوائے"۔ یہُوداہ اِس سے بہُت پہلے خُداوند کے خِلاف سازش کر رہا تھا۔ لیکن اب اُس کو اِشارہ مِل گیا کہ اپنے گھِنونے منصُوبوں کو عملی جامہ پہنائے۔

۱۳: ۳ - آیت ۳ اِس بیان پر زور دیتی ہے کہ کون ہستی غُلام کا کام کر رہی تھی۔ محض کوئی ربّی یا اُستاد نہیں بلکہ یسوؔع کر رہا تھا جسے حاکمِ کُل ہونے کا پُورا شعُور تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ کونسا کام میرے سپُرد ہؤا ہے۔ وُہ جانتا تھا کہ "مَیں خُدا کے پاس سے آیا اور خُدا ہی کے پاس جاتا ہوں"۔ واپسی کا یہ سفر شرُوع ہو چُکا تھا۔

۱۳: ۴ - چونکہ وُہ جانتا تھا کہ مَیں کَون ہُوں، میرا مقصد اور میری منزل کیا ہے۔ اِس لئے وُہ اپنے شاگِردوں کے پاؤں دھونے کو جُھک گیا۔ "دسترخوان سے اُٹھ کر" خُداوند نے اپنا اُوپر کا لمبا چوغہ اُتارا۔ پھر ایک "رُومال" یا تولیہ ایپرن کے طور پر باندھا اور یُوں غلام کا مقام اِختیار کِیا۔ ہم توقع کر سکتے تھے کہ یہ بیان مرقس کی اِنجیل میں ہو گا جو یسوؔع کو کامِل خادم کے طور پر پیش کرتی ہے۔ لیکن یہ حقیقت کہ یہ واقعہ اُس انجیل میں مرقُوم ہے جو اُسے خُدا کے بیٹے کے طور پر پیش کرتی ہے اِس کی اہمیّت کو اَور بڑھا دیتی ہے۔

یہ ایک علامتی فعل تھا اور ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ خُداوند نے شاندار آسمانی محلات کو چھوڑا اور خادم کی صُورت میں اِس دُنیا میں آ گیا تاکہ اُن کی خِدمت کرے جن کو اُس نے خلق کِیا تھا۔

۱۳: ۵ - مشرقی ممالِک میں کُھلی سینڈلیں پہنی جاتی ہیں۔ اِس لئے پاؤں گردوغُبار سے

اَٹ جاتے ہیں۔ لِہٰذا پاؤں دھونا ضرُوری ہو جاتا ہے۔ عام ادب آداب میں شامِل تھا کہ میزبان بندوبست کرے کہ کوئی غلام مہمانوں کے پاؤں دھوئے۔ یہاں اِلٰہی میزبان نے غلام بن کر یہ حقیر خِدمت کی۔ غور کریں "یسُوعؔ، غدار کے پاؤں دھوتا ہے۔ یہ کیسا منظر ہے! ہمارے لئے اِس میں کیسے کیسے سبق ہیں!"

۱۳: ۶۔ "پطرؔس" کو اِس بات سے بہت دھچکا لگا کہ خُداوند "میرے پاؤں دھوتا ہے"۔ اُس نے ناپسندیدگی کا اِظہار کیا کہ خُداوند جیسی عظیم ہستی میرے جیسے نالائق شخص کے لئے یہاں تک جُھک جائے۔ "خُدا کو خادِم کے رُوپ میں دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے"۔

۱۳: ۷۔ اب "یسُوعؔ" نے پطرؔس کو سِکھایا کہ مَیں جو کُچھ کر رہا ہُوں، اِس میں رُوحانی معنی ہیں۔ پاؤں دھونا رُوحانی دُھلائی کی ایک مثال تھا۔ پطرؔس جان گیا کہ خُداوند ایک جسمانی کام کر رہا ہے۔ لیکن وُہ رُوحانی اہمیّت اور مفہوم نہ سمجھا۔ مگر بہُت جلد "سمجھے گا"۔ اِس لئے کہ خُداوند خُود اِس کی وضاحت کر رہا تھا۔ اور وُہ تجربے سے "سمجھے گا" جب بعد میں وُہ خُداوند کا اِنکار کرنے کے بعد بحال کیا جائے گا۔

۱۳: ۸۔ "پطرؔس" اِنسانی فِطرت کی اِنتہاؤں کی مثال پیش کرتا ہے۔ اُس نے قسم کھائی کہ خُداوند "میرے پاؤں اَبد تک کبھی دھونے نہ پائے گا"۔• لفظ "اَبد تک . . . نہ" پر غور کریں۔ خُداوند نے پطرؔس کو جواب دِیا کہ "اگر مَیں تُجھے نہ دھوؤں تو تُو میرے ساتھ شریک نہیں"۔ اَب پاؤں دھونے کا مطلب واضح ہوتا ہے۔ جب مسیحی اِس دُنیا میں سے گُزرتے ہیں تو کسی حد تک ناپاک ہو جاتے ہیں۔ گندی باتیں سُنتے ہیں، ناپاک چیزیں دیکھتے ہیں، بے خُدا لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہیں، ایسے میں ایمانداروں کا ناپاک ہو جانا ناگزیر ہے۔ ضرُور ہے کہ وُہ مُسلسل دھویا جاتا رہے۔

دھونے اور صاف کرنے کا عمل کلام کے پانی سے ہوتا ہے۔ جب ہم بائبل مُقدّس پڑھتے اور اِس کا مُطالعہ کرتے ہیں، جب ہم بائبل مُقدّس کی تشریح سُنتے ہیں، جب ایک دُوسرے کے ساتھ اِس کی باتوں پر تبادلۂ خیال کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں آس پاس کے بُرے اثرات سے صاف کرتی ہے۔ دُوسری طرف ہم بائبل مُقدّس کو جتنا نظر انداز کریں گے، اُتنا ہی یہ بُرے اثرات ہمارے دِماغوں اور زِندگیوں سے چمٹے رہیں گے اور ہمیں اُن کی کوئی فکر نہ ہوگی۔ جب یسوعؔ نے کہا کہ "تُو میرے ساتھ شریک نہیں" تو اِس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جب تک خُداوند اُسے نہ دھوئے پطرؔس نجات نہیں پائے گا بلکہ یہ کہ خُداوند کے ساتھ رفاقت و شراکت اِسی صُورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ پاک نوِشتوں کے وسیلے سے مُسلسل دُھلتا رہے۔

۱۳: ۹، ۱۰- اب "پطرس" دُوسری اِنتہا پر جا پہنچا۔ ایک مِنٹ پہلے وُہ کہہ رہا تھا "... کبھی ... نہ ..."۔ اب کہتا ہے کہ "مُجھے پُوری طرح دھو دے"۔

حمام پر غُسل کر کے واپس آتے ہُوئے آدمی کے پاؤں دوبارہ گندے ہو جاتے ہیں۔ اُسے دوبارہ نہانے کی نہیں بلکہ پاؤں دھونے کی ضرُورت ہوتی ہے۔ "جو نہا چُکا ہے اُس کو پاؤں کے سوا اَور کُچھ دھونے کی حاجت نہیں"۔ حمام اور برتن (باسن) میں فرق ہوتا ہے۔ حمام یا نہانا اُس صفائی کا بیان کرتا ہے جو اِنسان کو نجات پاتے مِلتی ہے۔ مسیح کے خُون کے وسیلے سے گُناہ کی سزا سے صفائی صِرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔ برتن گُناہ کی ناپاکی اور پلیدی سے صفائی کا بیان کرتا ہے اور ضرُور ہے کہ خُدا کے کلام کے وسیلے سے یہ دھونے کا سِلسلہ مُسلسل جاری رہے۔ غُسل ایک ہی ہے، پاؤں دھونا بار بار ہوتا ہے۔ "تُم پاک ہو، لیکن سب کے سب نہیں"۔ اِس کا مطلب ہے کہ شاگِردوں کو نئی پیدائش کا غُسل مِل چُکا تھا ــــ مُراد ہے سوائے یہُوداہ کے سارے شاگِردوں کو۔ یہُوداہ کو کبھی نجات کا تجربہ نہیں ہُوا تھا۔

۱۳: ۱۱- خُداوند عالِمِ کُل ہے۔ وُہ جانتا تھا کہ یہُوداہ مُجھے دھوکے سے پکڑوائے گا۔ اِس لئے اُس نے ایک اُس شخص کو الگ کر دیا جِس کو نجات کا غُسل کبھی حاصِل نہیں ہُوا تھا۔

ط۔ یسُوع شاگِردوں کو اپنے نمُونے کی پیروی کرنا سِکھاتا ہے۔ ۱۳: ۱۲-۲۰

۱۳: ۱۲- لگتا ہے کہ مسیح نے اپنے "سارے" شاگِردوں کے "پاؤں دھوئے"۔ اِس کے بعد "اپنے کپڑے پہن کر پھر بیٹھ گیا" تاکہ جو کُچھ اُس نے کِیا تھا اُس کے رُوحانی معنی اُن کو سمجھائے۔ اُس نے بات کا آغاز ایک سُوال سے کیا۔ خُداوند کے سُوالات کا مُطالعہ بھی بہت دِلچسپ ہے۔ سُوالات تعلیم دینے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔

۱۳: ۱۳، ۱۴- شاگِردوں نے یسُوع کو اپنا "خُداوند اور اُستاد" مان لیا تھا اور ایسا کرنے میں حق بجانب تھے۔ مگر اُس کے نمُونے نے ثابت کر دیا کہ خُدا کی بادشاہی میں سب سے اُونچا

رُتبہ خادم کا ہے ۔

"اگر اُستاد اور خُداوند" نے اپنے شاگردوں کے "پاؤں دھوئے" تو اُن کے پاس کیا عُذر رہ جاتا ہے کہ "ایک دُوسرے کے پاؤں" نہ دھوئیں ۔ کیا خداوند کا مطلب تھا کہ وُہ لفظی معنوں میں ایک دُوسرے کے پاؤں پانی سے دھویا کریں؟ کیا وُہ کلیسیا کے لئے کوئی رسُوماتی ضابطہ مُقرر کر رہا تھا؟ نہیں، یہاں مُطلب رُوحانی ہے ۔ وُہ اُن سے کہہ رہا تھا کہ کلام میں ایک دُوسرے کے ساتھ متواتر رفاقت کے وسیلے سے ایک دُوسرے کو پاک رکھیں ۔ اگر کوئی دیکھتا ہے کہ میرا بھائی رُوحانیت میں ٹھنڈا اور دُنیاداری میں سرگرم ہوتا جا رہا ہے تو لازم ہے کہ وُہ بائبل مُقدّس میں سے اور محبّت کی رُوح میں اُسے نصیحت کرے ۔

۱۳: ۱۵، ۱۶ - خُداوند نے اُن کو "ایک نمُونہ دِکھایا" تھا کہ وُہ رُوحانی طور پر ایک دُوسرے سے کیا سلُوک کیا کریں ۔ اگر غرُور اور ذاتی دُشمنیاں ہمیں اپنے بھائیوں کی خِدمت کے لئے جُھکنے سے روکتی ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم "اپنے مالک سے بڑے" نہیں ہیں ۔ اُس نے اِنکساری اِختیار کرکے اُن کے پاؤں دھوئے جو ناشکرے اور نالائق تھے ۔ اور وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ اِن میں سے ایک مُجھے دھوکے سے پکڑوائے گا ۔ کیا آپ بھی اِنکساری سے کِسی ایسے آدمی کی خِدمت کریں گے جس کے بارے میں جانتے ہوں کہ روپے پیسے کے مُعاملے میں آپ کو دھوکا دے گا؟ "بھیجے ہُوؤں" کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم "بھیجنے والے" سے اِتنے بُلند و بالا ہیں کہ وُہ کام نہیں کر سکتے جو اُس نے کیا تھا ۔

۱۳: ۱۷ - اِنکساری، بے غرضی اور خِدمت کے بارے میں جاننا ایک بات ہے لیکن اِن پر عمل کرنا اَور بات ہے ۔ اصل برکت تو "عمل" میں ہے ۔

۱۳: ۱۸ - خِدمت گزاری کے بارے میں خُداوند جو باتیں ابھی ابھی سِکھا رہا تھا، اُن کا اِطلاق یہوداہ پر "نہیں" ہوتا تھا ۔ وُہ اُن میں سے نہیں تھا جن کو خُداوند اِنجیل کی خوشخبری سونپ کر ساری دُنیا میں بھیجنے کو تھا ۔ یسوع جانتا تھا کہ میرے پکڑوائے جانے کے بارے میں "نوِشتہ کا پُورا ہونا" ضرُور ہے ۔ مثلاً زبور ۴۱: ۹ ۔ یہوداہ وُہ شخص تھا جو تین سال سے خُداوند کے ساتھ "روٹی" کھا رہا تھا ۔ تو بھی اُس نے خُداوند پر "لات اُٹھائی" ۔ اِس اِصطلاح کا مُطلب ہے اُس نے خُداوند کو دھوکے سے پکڑوا دیا ۔ زبور ۴۱ میں خُداوند نے ایسے دھوکے باز کو "دِلی دوست" (آیت ۹) کے لقب سے بیان کیا ہے ۔

۱۳ : ۱۹- خُداوند نے شاگِردوں کو پیشتر ہی بتا دیا کہ مجُھے پکڑوایا جائے گا تاکہ "جب ہو جائے تو تُم ایمان لاؤ"۔ آیت کے آخری حِصّے میں لفظ "وُہی" کو ترجمہ سے حذف کِیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ نکتہ واضح ہو جاتا ہے "تو تُم اِیمان لاؤ کہ مَیں ہُوں"۔ نئے عہدنامہ کا یسوؔع پُرانے عہدنامہ کا یہوؔواہ ہے۔ اِس طرح یہ پُوری ہونے والی نبوّت مسیح کی اُلوہیّت کا ثبوت ہے اور ساتھ ہی نوِشتوں کے اِلہامی ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

۱۳ : ۲۰- مسیح جانتا تھا کہ میرے پکڑوائے جانے سے شاگِرد ٹھوکر کھا سکتے یا شک میں پڑ سکتے ہیں۔ اِس لئے اُس نے اُن کی دِلجمعی کے لئے یہ بات کہی۔ اُن کو یاد ہونا چاہئے کہ اُنہیں ایک اِلٰہی مقصد اور کام کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اُن کو خُداوند کے اِتنا مشابہ ہونا چاہئے کہ "اُن کو" قبول کرنا ایسا ہی ہو جَیسے "خُداوند" کو قبول کرنا۔ عِلاوہ ازیں جو مسیح کو قبول کرتے ہیں، وُہ خُدا باپ کو قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ خُدا بیٹے اور خُدا باپ کے ساتھ اِس قریبی تعلق کے باعث اُن کو تسلّی اور حوصلہ حاصِل ہو سکتا تھا۔

ی۔ یسوؔع اپنے پکڑوائے جانے کی نبوّت کرتا ہے

۱۳ : ۲۱-۳۰

۱۳ : ۲۱، ۲۲- خُداوند اِس عِلم سے گھبرا اُٹھا کہ میرے شاگِردوں میں سے "ایک شخص مجُھے پکڑوائے گا"۔ لگتا ہے یہاں یسوؔع اپنے پکڑوانے والے کو ایک آخری موقع دے رہا تھا کہ وُہ اپنے گِھنونے منصُوبے سے باز آ جائے۔ مگر خُداوند نے اُسے براہِ راست بے نقاب نہیں کِیا۔ لیکن اِتنا ضرُور کہہ دِیا کہ "مَیں جانتا ہُوں" کہ اِن بارہ ۱۲ میں سے "ایک شخص" مجُھے دھوکے سے پکڑوائے گا۔ مگر غدار کا اِرادہ نہ بدلا۔

باقی شاگِردوں کو یہوؔداہ پر شک نہ ہُؤا۔ وُہ حیران رہ گئے کہ ہم میں سے ایک ایسا گِھنونا کام کرے گا۔ مگر اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وُہ شخص کون ہو سکتا ہے۔

۱۳ : ۲۳- اُس زمانے میں لوگ کھانا کھانے کے لئے میز پر سیدھے نہیں بیٹھا کرتے تھے بلکہ نیچی چوکیوں پر نیم دراز ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔ وُہ شاگِرد "جِس سے یسوؔع محبّت رکھتا تھا" یُوحنّا تھا جِس نے یہ انجیل لِکھی ہے۔ وُہ اپنا نام نہیں لِکھتا۔ لیکن یہ حقیقت بیان کرنے میں تامل نہیں کرتا کہ وُہ منجّی کے دِل میں محبّت کا خاص مقام رکھتا تھا۔ خُداوند اپنے سارے

شاگِردوں سے محبّت رکھتا تھا لیکن یُوحنّا کو خاص قُربت حاصِل تھی۔

۱۳: ۲۴، ۲۵۔ چنانچہ "شمعون پطرس نے اُس سے اِشارہ کر کے کہا" یعنی بولا نہیں، آواز بُلند نہیں کی۔ شاید پطرس نے سر کے اشارہ سے یُوحنّا سے کہا کہ غدار کا نام معلُوم کرو۔

"یسوع کی چھاتی کا سہارا لے کر" یُوحنّا نے سرگوشی کر کے وُہ منحُوس سُوال پُوچھا۔ اور غالباً ویسی ہی مدّھم آواز میں اُسے جواب بھی دیا گیا۔

۱۳: ۲۶۔ "یسوع نے جواب دِیا کہ جِسے مَیں نوالہ ڈبو کر دے دُوں گا، وُہی ہے"۔ یعنی مَے میں یا شوربے میں ڈبو کر دُوں گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رواج تھا کہ میزبان کھانے کے وقت مُعزز مہمان کو روٹی پیش کیا کرتا تھا۔ اور کہ خُداوند نے "یہوداہ" کو مُعزز مہمان کا رُتبہ دے کر اپنی پُرفضل محبّت سے اُسے ترغیب دی کہ توبہ کرے۔ دُوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ عیدِ فسح کے موقع پر اِسی طرح روٹی ایک دُوسرے کو دی جاتی تھی۔ اگر یہ بات دُرست ہے تو یہوداہ فسح کے کھانے کے دوران مگر عشائے ربّانی کے مُقرر کئے جانے سے پہلے باہر نکل گیا۔

۱۳: ۲۷۔ ابلیس پہلے ہی یہُوداہ کے دِل میں ڈال چُکا تھا کہ وُہ خُداوند کو پکڑوائے۔ اب "شیطان اُس میں سما گیا"۔ پہلے یہ بات صِرف ایک مشورہ تھی۔ لیکن یہُوداہ نے اِسے دِل میں چھپائے رکھا، اِسے پسند کیا اور رضامند ہو گیا۔ اب اِبلیس نے اُسے اپنے اختیار میں لے لیا۔ یہ جانتے ہُوئے کہ اُس نے پُختہ ارادہ کر لیا ہے، خُداوند نے اُس سے کہا کہ "جو کُچھ تُو کرتا ہے جلد کر لے"۔ بے شک وُہ بُرائی کرنے میں اُس کی حوصلہ افزائی نہیں کر رہا تھا بلکہ افسوس کے ساتھ ظاہر کر رہا تھا کہ مَیں اِس مُعاملے میں بے تعلق ہُوں۔

۱۳: ۲۸، ۲۹۔ یہاں تصدِیق ہوتی ہے کہ نوالہ دینے کے بارے میں یُوحنّا اور یسوع کے درمیان جو بات چیت پہلے ہُوئی تھی وُہ کِسی دُوسرے نے نہیں سُنی تھی۔ اُن کو ابھی تک خبر نہ تھی کہ یہُوداہ ہمارے خُداوند کو پکڑوانے کو ہے۔

"بعض نے سمجھا" کہ یسوع نے یہوداہ سے کہا ہے کہ "عید کے لئے" کُچھ "خرید لے"۔ یا چونکہ یہوداہ خزانچی تھا اِس لئے اُسے ہدایت کی ہے کہ "مُحتاجوں کو کُچھ دے"۔

۱۳: ۳۰۔ یہوداہ نے "نوالہ لیا"۔ یہ خصُوصی شفقت کی علامت تھی۔ "نوالہ لے کر" وُہ خُداوند اور دُوسرے شاگِردوں کی صُحبت سے نِکل گیا۔ پاک کلام نہایت معنی خیز الفاظ کا اِضافہ کرتا ہے کہ "اور رات کا وقت تھا"۔ لفظی معنی ہی میں رات نہ تھی بلکہ یہُوداہ کے لئے رُوحانی

لحاظ سے بھی "رات تھی" اور یہ اُداسی اور پچھتاوے کی کبھی نہ ختم ہونے والی رات تھی۔ جب لوگ خُداوند سے مُنہ موڑ لیتے ہیں تو رات ہی رات ہوتی ہے۔

ک۔ نیا حُکم دیا جاتا ہے ۱۳: ۳۱-۳۵

۱۳: ۳۱۔ جُونہی یہوداہ چلا گیا "یسوع" شاگردوں کے ساتھ زیادہ آزادی اور بےتکلفی سے باتیں کرنے لگا۔ تناؤ ختم ہو چُکا تھا۔ اُس نے کہا "اب ابنِ آدم نے جلال پایا"۔ خُداوند کفّارہ کے اُس کام کے بارے میں سوچ رہا تھا جسے وُہ پُورا کرنے کو تھا۔ اُس کی مَوت شکست معلُوم ہوتی تھی، لیکن یہ مَوت کھوئے ہُوئے گُنہگاروں کی نجات کا وسیلہ ہے۔ اِس کے بعد خُداوند کی قیامت اور صعُود ہُوا اور اِن ساری باتوں میں اُس نے بڑی عزّت پائی۔ مُنجّی کے کام سے "خُدا نے ... جلال پایا"۔ اِس کام نے ثابت کر دیا کہ وُہ پاک خُدا ہے جو گُناہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ لیکن وُہ محبّت کرنے والا خُدا بھی ہے جو کسی گُنہگار کی مَوت نہیں چاہتا۔ اُس نے ثابت کر دیا کہ وُہ کِس طرح ایک عادل خُدا بھی ہے جو گُنہگاروں کو راستباز ٹھہرا سکتا ہے۔ خُدا کی ہر صِفت کلوری پر اِنتہائی اعلیٰ طور پر سامنے آئی۔

۱۳: ۳۲۔ خُداوند نے کہا "اور خُدا بھی اُسے (یسوع کو) اپنے میں جلال دے گا"۔ یعنی اگر "خُدا نے اُس میں جلال پایا" (آیت ۳۱) تو خُدا بھی اُسے اپنے میں جلال دے گا۔ خُدا اِس کا خیال کرے گا کہ میرے پیارے بیٹے کو مُناسب عزّت مِلے۔ "بلکہ اُسے فی الفور جلال دے گا"۔ کوئی تاخیر نہ ہو گی۔ خُدا باپ نے خُداوند یسوع کی یہ پیشین گوئی اُس کو مُردوں میں سے جِلانے اور آسمان پر اُسے اپنے دہنے ہاتھ بٹھانے سے پُوری کی۔ خُدا اُس وقت تک اِنتظار کرنے کو تیار نہ تھا جب بادشاہی کا آغاز ہو گا۔ وُہ اپنے بیٹے کو "فی الفور جلال دے گا"۔

۱۳: ۳۳۔ یہ پہلا موقع ہے کہ خُداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو "اے (چھوٹے) بچّو" کہہ کر مخاطب کِیا۔ یہ نہایت اُلفت اور پیار کے الفاظ ہیں۔ خُداوند نے اِنہیں صِرف اُس وقت اِستعمال کیا جب یہُوداہ چلا گیا تھا۔ اُس نے مزید کہا کہ "مَیں اَور تھوڑی دیر تمہارے ساتھ ہُوں"۔ پھر اُسے صلیب پر مَرنا تھا۔ پھر وُہ اُس کو "ڈھونڈیں گے" مگر اُس کے پیچھے نہیں جا سکیں گے کیونکہ وُہ واپس آسمان پر چلا جائے گا۔ خُداوند نے یہی بات "یہُودیوں" سے بھی کہی تھی، مگر اُس وقت مطلب فرق تھا۔ شاگِردوں کے لئے اُس کی جُدائی عارضی ہو گی۔

وُہ اُنہیں لینے کو دوبارہ آئے گا (باب ۱۴) ۔ لیکن "یہُودیوں" کے لئے اُس کا جانا حتمی اور ہمیشہ کے لئے ہوگا ۔ وُہ آسمان پر واپس جا رہا تھا ۔ اور یہُودی اپنی بے اِعتقادی کے باعث اُس کے پیچھے نہ جا سکیں گے ۔

۱۳ : ۳۴ ۔ اُس کی غیر حاضری میں وہ "محبّت" کے "حُکم" کے ماتحت ہوں گے ۔ وقت کے لحاظ سے یہ حُکم نیا نہیں کیونکہ دس احکام خُدا کی محبّت اور اپنے پڑوسی سے محبّت رکھنا سِکھاتے ہیں ۔ لیکن دُوسرے لحاظ سے یہ "نیا حُکم" تھا ۔ یہ اِس لئے "نیا" ہے کہ رُوحُ القُدس ایمانداروں کو اِس کی تعمیل کرنے کی توفیق دے گا ۔ یہ اِس لئے "نیا" ہے کہ یہ پُرانے حُکم سے اعلیٰ تر ہے ۔ پُرانا حُکم کہتا ہے کہ "اپنے پڑوسی سے محبّت رکھّو" ۔ نیا حُکم کہتا ہے کہ "اپنے دشمنوں سے محبّت رکھّو" ۔

کِسی نے کیا خُوب کہا ہے کہ دُوسروں سے محبّت کے قانُون کی اَب صاف صاف وضاحت ہُوئی ہے ، اب اِس کا نفاذ نئے محرِکات اور نئے فرائض کے ساتھ ہُوا ، اِس کی تشریح نئی مثال سے ہُوئی ، اور نئے انداز سے اِس کی تعمیل ہوتی ہے ۔

اور جَیسا کہ آیت میں کہا گیا ہے یہ حُکم اِس لئے بھی نیا تھا کہ یہ اعلیٰ درجے کی محبّت کا تقاضا کرتا ہے ۔ "جَیسے مَیں نے تُم سے محبّت رکھّی ، تُم بھی ایک دُوسرے سے محبّت رکھّو" ۔

۱۳ : ۳۵ ۔ مسیحی شاگردیت کا نِشان وُہ صلیب نہیں جو ہم گردن میں لٹکا لیتے یا کالر پر سجا لیتے ہیں ۔ نہ مخصُوص قِسم کی پوشاک ہی شاگردیت کا نِشان ہے ۔ کوئی شخص بھی اِن علامات سے مسیح کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے ۔ ایک مسیحی کا اصلی اور حقیقی نشان وُہ "محبّت" ہے جو وُہ ساتھی مسیحیوں سے رکھتا ہے ۔ اِس کے لئے اِلٰہی توفیق کی ضرُورت ہے ۔ اور یہ توفیق صِرف اُن کو حاصِل ہوتی ہے جِن کے اندر رُوحُ القُدس سکونت کرتا ہے ۔

ل ۔ یسوع پطرس کے اِنکار کرنے کی پیشینگوئی کرتا ہے

۱۳ : ۳۶ - ۳۸

۱۳ : ۳۶ ۔ "شمعون پطرس" نہ سمجھا کہ خُداوند یسوع نے اپنی مَوت کی بات کی ہے ۔ وُہ سمجھا کہ یسوع کِسی زمینی سَفر پر جا رہا ہے ۔ شمعون پطرس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم ساتھ کیوں نہیں جا سکتے ۔ خُداوند نے بتایا کہ پطرس ، "بعد میں میرے پیچھے آئے گا" یعنی جب مرے گا مگر اب ایسا نہیں کر سکتا ۔

۱۳: ۳۷۔ مثالی جاں نثاری اور جوش و ولولہ کے ساتھ "پطرس" نے اِظہار کیا کہ "مَیں تو تیرے لئے اپنی جان دُوں گا"۔ اُس کا خیال تھا کہ وُہ اپنی طاقت سے شہادت برداشت کر سکتا ہے۔ بعد میں وُہ خُداوند کی خاطر واقعی مَرا۔ لیکن اِس کے لئے خُدا نے اُسے خصُوصی ہمّت اور طاقت عطا کی تھی۔

۱۳: ۳۸۔ یسوؔع نے پطرؔس کو ٹوکا کیونکہ اُس کا جوش اور ولولہ بے جا نے بُوجھے کا جوش اور ولولہ تھا۔ اُس نے پطرؔس کو وُہ بات بتائی جس کا پطرؔس کو کُچھ عِلم نہ تھا کہ رات ختم ہونے سے پہلے وُہ خُداوند کا "تین۳ بار" اِنکار کرے گا۔ یُوں پطرؔس کو اُس کی کمزوری اور بُزدِلی یاد دلائی گئی۔ اور اُسے بتایا گیا کہ وُہ اپنی طاقت سے چند گھڑیاں بھی خُداوند کے پیچھے نہیں چل سکتا۔

م۔ یسوؔع —— راہ اور حق اور زِندگی ۱۴: ۱-۱۴

۱۴: ۱۔ بعض لوگ اِس پہلی آیت کا تعلق باب ۱۳ کی آخری آیت سے قائم کر کے خیال کرتے ہیں کہ یہ الفاظ پطرس سے کہے گئے تھے۔ اگرچہ وُہ خُداوند کا اِنکار کرے گا، مگر اُس کے لئے تسلّی کی بات بھی تھی۔ لیکن یُونانی میں اور اُردو ترجمہ میں بھی جمع کا صیغہ "تُم" اِستعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے شاگِردوں کو مُخاطب کیا گیا تھا۔ اِس لئے ہمیں باب ۱۳ کے بعد توقّف کرنا ہوگا۔ خیال کُچھ یُوں معلُوم ہوتا ہے کہ "مَیں جا رہا ہُوں، تم مُجھے دیکھ نہیں سکو گے۔ مگر "تمہارا دِل نہ گھبرائے۔ تم خُدا پر ایمان رکھتے ہو" گو اُسے دیکھ نہیں سکتے۔ اب اِسی طرح "مُجھ پر بھی ایمان رکھو"۔ یہاں خُدا کے برابر ہونے کا ایک اَور زبردست دعویٰ ہے۔

۱۴: ۲۔ "باپ کے گھر" سے مُراد آسمان (بہشت) ہے جہاں "بہت سے مکان ہیں"۔ "اگر نہ ہوتے تو خُداوند اپنے شاگِردوں سے کہہ دیتا"۔ وُہ اُن کو جھُوٹی اُمّیدیں نہ دِلاتا۔ "مَیں جاتا ہُوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کرُوں"۔ اِس کے دو۲ مطلب ہو سکتے ہیں۔ خُداوند یسوؔع اپنے لوگوں کے لئے جگہ تیار کرنے کی خاطر کلوری پر گیا۔ اُس کی فِدیہ کی مَوت ہی کے وسیلے سے ایمان داروں کو یقین ہوتا ہے کہ وہاں جگہ مِلے گی۔ عِلاوہ ازیں خُداوند جگہ تیار کرنے کے لئے واپس آسمان پر بھی گیا۔ ہمیں اُس جگہ کے بارے میں کوئی خاص عِلم نہیں۔ لیکن اِتنا ضرُور جانتے ہیں کہ خُدا کے ہر فرزند کے لئے

وہاں بندوبست کیا جا رہا ہے ——— "تیار لوگوں کے لئے تیار جگہ"۔

۱۴: ۳- یہ آیت اُس وقت کا پتہ دیتی ہے جب خُداوند ہوا میں "پھر" یعنی دُوسری دفعہ آئے گا۔ اُس وقت وُہ جو ایمان میں مُوئے زِندہ کئے جائیں گے، جو زِندہ ہوں گے وُہ بدل جائیں گے۔ اور ساری خون خریدی بھیڑ آسمانی وطن میں لے جائی جائے گی (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۵۱-۵۸)۔ یہ مسیح کی شخصی اور لغوی معنوں میں آمد ہوگی۔ جیسے وُہ گیا تھا، اِسی طرح اُس کا دوبارہ آنا یقینی ہے۔ اُس کی خواہش ہے کہ اپنے لوگوں کو تا ابد اپنے ساتھ رکھے۔

۱۴: ۴، ۵- خُداوند آسمان پر جا رہا تھا اور شاگرد "وہاں کی راہ جانتے" تھے کیونکہ وُہ اُن کو کئی دفعہ بتا چُکا تھا۔ صاف نظر آتا ہے کہ "توما" خُداوند کی بات نہیں سمجھا۔ پطرس کی طرح غالباً وُہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ دُنیا ہی میں کِسی جگہ کے سفر کی بات ہے۔

۱۴: ۶- یہ نہایت خوبصورت آیت ہے۔ یہ واضح کرتی ہے کہ خُداوند یسوع مسیح خود آسمان کی "راہ" ہے۔ وُہ صِرف راہ دِکھاتا ہی نہیں وُہ خُود "راہ" ہے۔ نجات ایک شخص میں ہے۔ اُس شخص کو اپنا مان لو اور تمہیں نجات مِل گئی۔ مسیح ہی مسیحیت ہے۔ خُداوند یسوع بہت سی راہوں میں سے ایک راہ نہیں ہے بلکہ وہی واحد راہ ہے۔ "کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا"۔ دس حکم خُدا کے پاس پہنچنے کی راہ نہیں ہیں۔ سُنہری اصُول، شرعی ضابطے، کلیسیا کی رُکنیت، غرض کوئی اَور چیز وُہ راہ نہیں، مسیح اور صِرف مسیح ہی وُہ وسیلہ ہے جِس سے اِنسان باپ کے پاس آ سکتا ہے۔ آج کل بہت سے لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ اگر آپ مخلص ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کیا ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یسوع کہتا ہے کہ "کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا"۔

پھر خُداوند "حق" (سچّائی) ہے۔ وُہ صِرف ایک شخص نہیں جو سچّائی (حق) کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ وُہ خُود "حق" ہے۔ وُہ مجسّم سچّائی ہے۔ جن کے پاس مسیح ہے، اُن کے پاس سچّائی ہے۔ یہ سچّائی کِسی اَور جگہ نہیں مِلتی۔

یسوع مسیح "زِندگی" ہے۔ وُہ رُوحانی اور ابدی زندگی کا منبع ہے۔ جو اُسے قبول کرتا ہے اُس کے پاس ابدی زِندگی ہے۔ کیونکہ وُہ ہی زِندگی ہے۔

۱۴: ۷- ایک دفعہ پھر خُداوند نے اُس پُراسرار یکتائی کی تعلیم دی جو اُس میں اور باپ میں پائی جاتی ہے۔ اگر شاگردوں کو عرفان ہوتا کہ حقیقت میں یسوع کون ہے تو وُہ "باپ

کو بھی جانتے" کیونکہ خُداوند نے باپ کو اِنسانوں پر ظاہر کیا۔ "اب" سے، اور خصُوصاً مسیح کی قیامت کے بعد سے شاگرد سمجھیں گے کہ یسُوع خدا کا بیٹا ہے۔ اُس وقت وُہ جانیں گے کہ مسیح کو جاننا "باپ کو جاننا" ہے اور خُداوند یسُوع کو دیکھنا خُدا کو دیکھنا ہے۔ یہ آیت یہ تعلیم نہیں دیتی کہ خُداوند یسُوع اور خُدا ایک ہی اقنُوم ہیں۔ ذاتِ اِلٰہی میں تین الگ الگ شخص (اقانیم) ہیں لیکن خُدا صِرف ایک ہے۔

۱۴:۸۔ "فلپّس" چاہتا تھا کہ "خُداوند" اُن کو "باپ" کا خاص مکاشفہ دے۔ اُن کے لئے "یہی" "کافی" تھا۔ وُہ اور کوئی درخواست نہ کریں گے۔ وُہ نہیں سمجھتا تھا کہ جو کُچھ خُداوند تھا، جو کُچھ وُہ کرتا اور کہتا تھا، وُہ سب باپ کا مُکاشفہ تھا۔ یعنی اِس طرح وُہ اُن کو "باپ" دِکھاتا تھا۔

۱۴:۹۔ "یسُوع" نے بڑے تحمّل سے فلپّس کی تصیحح کی۔ فلپّس ایک طویل عرصے سے خُداوند کے "ساتھ" تھا۔ وُہ اُن شاگردوں میں سے تھا جو دُوسروں سے پہلے بُلائے گئے تھے (یُوحنّا ۱:۴۳)۔ لیکن مسیح کی اُلوہیّت اور باپ کے ساتھ اُس کی یکتائی کی پُوری حقیقت ابھی تک اُس پر واضح نہیں ہُوئی تھی۔ وُہ نہیں جانتا تھا کہ جب مَیں مسیح پر نظر کرتا ہُوں تو اُس ہستی کو دیکھتا ہوں جس نے "باپ" کو کامل طور پر دِکھا دیا ہے۔

۱۴:۱۰، ۱۱۔ "مَیں باپ میں ہُوں اور باپ مُجھ میں ہے"۔ یہ الفاظ اُس گہری یکتائی کو بیان کرتے ہیں جو "باپ" اور بیٹے میں ہے۔ وُہ الگ الگ اقنوم ہیں۔ لیکن صِفات اور ارادے میں ایک ہیں۔ اگر ہم اِس بھید کو سمجھ نہیں سکتے تو بے دِل نہ ہوں۔ کوئی فانی اور محدُود ذِہن ذاتِ الٰہی کو سمجھ نہیں سکتا۔ ہمیں خُدا کی تعریف کرنی چاہیئے کہ وہ، وُہ باتیں جانتا ہے جو ہم کبھی نہیں جان سکتے۔ اگر ہم اُس کو سمجھ جائیں تو اُس کی مانند عظیم ہو جائیں گے! ۔ یسُوع کو کلام کرنے اور مُعجزے کرنے کی قُدرت حاصِل تھی لیکن وُہ یہوواہ کا خادِم بن کر اِس دُنیا میں آ گیا اور باپ کی کامِل فرمانبرداری میں کلام اور کام کرتا رہا۔ شاگردوں کو "یقین کرنا" چاہیئے تھا کہ مسیح "باپ" کے ساتھ ایک ہے کیونکہ وُہ خُود اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر اُن کو اُن "کاموں" کے سَبب سے "یقین کرنا" چاہیئے تھا جو خُداوند کرتا تھا۔

۱۴:۱۲۔ خُداوند نے پیشین گوئی کی کہ "جو مُجھ پر ایمان رکھتا ہے" وُہ اُسی کی طرح مُعجزے کرے گا "بلکہ اِن سے بھی بڑے کام کرے گا"۔ اعمال کی کتاب میں ہم پڑھتے ہیں

کہ شاگردوں نے جسمانی طور پر شِفا دی۔ یہ مُنجّی ہی کی طرح کے مُعجزے تھے۔ لیکن اِن سے بھی بڑے مُعجزوں کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ مثلاً پِنتِکُست کے دِن تین ہزار کا ایمان لانا۔ جب خُداوند نے ”اِن سے بھی بڑے کاموں“ کی بات کی تو اِشارہ بلاشُبہ ساری دُنیا میں انجیل کی منادی، بے شمار لوگوں کی نجات اور کلیسیا کی تعمیر کی طرف تھا۔ جب خُداوند آسمان پر واپس چلا گیا تو اُس نے جلال پاکر رُوحُ القُدس کو دُنیا میں بھیجا اور رُوح کی قُدرت سے رسُولوں نے یہ زیادہ بڑے مُعجزے کِئے۔

۱۴: ۱۳۔ شاگردوں کو یہ جان کر کیسی تسلّی مِلی ہوگی کہ اگرچہ خُداوند اُن کو چھوڑ رہا تھا، مگر وُہ اُس کے نام سے باپ سے دُعا مانگ سکتے اور اپنی درخواستیں پا سکتے تھے۔ یہ آیت یہ تعلیم نہیں دیتی کہ ایماندار جو چاہے خُدا سے لے سکتا ہے۔ اِس وَعدے کو سمجھنے کی کلید ”میرے نام سے“ کے الفاظ میں ہے۔ ”جو کچھ تُم میرے نام سے چاہو گے ....“ یسوع کے نام سے مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ دُعا کے آخر میں اُس کا نام لگا دِیا بلکہ مطلب ہے اُس کی سوچ اور اِرادہ کے مُطابق مانگنا۔ وُہ چیزیں مانگنا جن سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔ وُہ چیزیں جن سے بنی نوعِ اِنسان کو برکت مِلے اور ہماری اپنی رُوحانی بہتری ہو۔

مسیح کے نام سے مانگنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم اُس کی گہری رِفاقت میں زِندگی بسر کریں۔ ورنہ ہمیں اُس کے اندازِ فِکر کا پتہ نہیں لگ سکے گا۔ ہم جِتنا اُس کے قریب ہوں گے اُتنی ہی ہماری خواہشات اُس کی خواہشات کی مانند ہوں گی۔ ”باپ بیٹے میں جلال پائے“۔ باپ بیٹے میں اِس لئے جلال پاتا ہے کہ بیٹا صِرف اُن چیزوں کی خواہش کرتا ہے جو باپ کو پسند آتی ہیں۔ جب اِس قِسم کی دُعائیں مانگی جاتی اور منظُور ہوتی ہیں تو اِن سے خُدا کو زیادہ جلال مِلتا ہے۔

۱۴: ۱۴۔ تاکید کی خاطر وَعدے کو دُہرایا گیا ہے۔ نیز اِس لئے بھی کہ خُدا کے لوگوں کی زبردست حوصلہ افزائی ہو۔ آپ اُس کی مرضی کو مرکزیت دیں، خُدا کی رِفاقت میں چلیں، ہر وُہ چیز ”مانگیں“ جو خُداوند چاہتا ہے تو آپ کی دُعائیں قبُول ہوں گی۔ اُن کا جواب مِلے گا۔

ن۔ دُوسرے مددگار کا وعدہ ۱۴: ۱۵-۲۶

۱۴: ۱۵۔ خُداوند یسوع اپنے شاگردوں کو چھوڑ کر جانے کو تھا۔ اِس کے باعث وُہ

نہایت غمگین ہوں گے۔ پھر وُہ اُس پر اپنی "محبّت" کیسے ظاہر کر سکیں گے؟ جواب ہے کہ اُس کے "حُکموں پر عمل" کر کے۔ اِس محبّت کا اِظہار آنسوؤں سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے ہوگا۔ خُداوند کے "حُکموں" سے مُراد وُہ ہدایات ہیں جو اُس نے اناجیل اور بقیہ نئے عہد نامہ میں ہمیں دی ہیں۔

۱۴:۱۶۔ یہاں جس لفظ کا ترجمہ "درخواست کروں گا" کیا گیا ہے، وُہ لفظ نہیں ہے جو اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی ادنیٰ یا کم درجے کا شخص کسی اعلیٰ یا بُلند درجے کے شخص سے عرض کرتا ہے بلکہ وُہ لفظ ہے جو برابر کے درجے کے افراد میں استعمال ہوتا ہے۔ خُداوند "باپ سے درخواست کرے گا کہ "دُوسرا مددگار" بھیجے۔ لفظ "مددگار" "فارقلیط" کا مطلب ہے جو کسی کی مدد کرنے کے لئے اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ اِس کا ترجمہ "وکیل" یا "شفیع" بھی ہے۔ خُداوند یسوعؔ ہمارا وکیل یا شفیع یا مددگار ہے اور رُوح القُدس "دُوسرا مددگار" ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وُہ فرق قسم کا کوئی دُوسرا ہے بلکہ ایک ہی ذات رکھنے والا دُوسرا ہے۔ رُوح القُدس "ابد تک" اِیمان داروں کے "ساتھ" رہے گا۔ پُرانے عہدنامہ میں مُختلف موقعوں پر رُوح القُدس اِنسانوں پر نازِل ہو جاتا مگر اکثر اُن کو چھوڑ بھی جاتا تھا۔ مگر اب وُہ "ابد تک" ساتھ رہنے کو آئے گا۔

۱۴:۱۷۔ رُوح القُدس کو "سچائی کا رُوح" کہا گیا ہے۔ اِس لئے کہ اُس کی تعلیم سچّی ہے اور وُہ مسیح کو، جو سچّائی ہے، جلال دیتا ہے۔ اُسے "دُنیا حاصِل نہیں کر سکتی"۔ اِس لئے کہ دُنیا رُوح القُدس کو دیکھ نہیں سکتی۔ غیر ایمان دار ایمان لانے سے پہلے دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ وُہ ہوا اور بجلی پر ایمان رکھتے ہیں مگر اُن کو دیکھ نہیں سکتے۔ غیر نجات یافتہ رُوح القُدس کو نہیں جانتے یا نہیں سمجھتے۔ وُہ اُن کو گُناہ کے بارے میں مُجرم ٹھہراتا ہے مگر وُہ نہیں جانتے کہ یہ رُوح القُدس ہے۔ شاگرد رُوح القُدس کو جانتے تھے۔ وُہ اُسے اپنی زِندگیوں میں کام کرنے کی وجہ سے جانتے تھے اور اُنہوں نے اُسے خُداوند یسوعؔ کی معرفت کام کرتے دیکھا تھا۔

"وُہ تُمہارے ساتھ رہتا ہے اور تُمہارے اندر ہوگا"۔ پنتِکُست سے پہلے رُوح القُدس اِنسانوں پر نازل ہوتا تھا اور اُن کے "ساتھ" رہتا تھا۔ لیکن پنتِکُست کے دِن سے لے کر جب کوئی شخص خُداوند یسوعؔ پر ایمان لاتا ہے تو رُوح القُدس ہمیشہ کے لئے اُس کے اندر سکُونت کرتا ہے۔ آج داؤدؔ کی یہ دُعا مُناسب نہیں کہ "اپنی پاک رُوح کو مُجھ سے جُدا نہ کر" (زبور ۵۱:۱۱)۔ رُوح القُدس کو ایمان دار سے کبھی جُدا نہیں کیا جاتا۔ البتہ اُس کو رنجیدہ کیا جا سکتا

ہے، سمجھایا جا سکتا ہے اور روکا جا سکتا ہے۔

۱۴ : ۱۸۔ "مَیں تمہیں یتیم نہ چھوڑُوں گا"۔ یعنی تمہیں تمہارے حال پر نہیں چھوڑوں گا۔ خُداوند اپنے شاگردوں کے "پاس آئے گا"۔ ایک لحاظ سے وُہ جی اُٹھنے کے بعد اُن کے پاس آیا، مگر غالباً یہاں یہ مُراد نہیں۔ دُوسرے لحاظ سے وُہ پنتِکُست کے دِن رُوحُ القدس کی معرفت اُن کے پاس آیا۔ یہاں حقیقی مطلب رُوحانی آمد ہے۔ "پنتِکُست میں کوئی بات تھی جس نے اُسے مسیح کی آمد بنا دیا"۔ تیسرے لحاظ سے وُہ اِس زمانے کے آخر میں لفظی مفہوم میں اُن کے پاس آئے گا، جب وُہ اپنے برگزیدوں کو آسمانی وطن میں لے جائیگا۔

۱۴ : ۱۹۔ خُداوند کی تدفین کے بعد کسی غیر ایماندار نے اُسے نہیں دیکھا۔ اُس کے جِلائے جانے کے بعد صرف اُنہوں نے اُسے دیکھا جو اُس سے محبّت رکھتے تھے۔ لیکن اُس کے صعُود کے بعد بھی اُسکے شاگرد ایمان سے اُسے دیکھتے رہے۔ اور بلاشُبہ "مگر تُم مُجھے دیکھتے رہو گے" کا یہی مطلب ہے۔ جب دُنیا اُسے نہیں دیکھ سکے گی، تب بھی اُس کے شاگرد اُسے دیکھتے رہیں گے۔ "چونکہ مَیں جیتا ہُوں، تُم بھی جیتے رہو گے"۔ یہاں وُہ اپنی اُس زندگی کی طرف دیکھ رہا ہے جو مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد کی زندگی ہے۔ یہ اُن سب کے لئے زندگی کا بیعانہ ہے جو اُس کا یقین کرتے ہیں۔ خواہ وُہ مر بھی جائیں، وُہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اور پھر کبھی نہ مریں گے۔

۱۴ : ۲۰۔ "اُس روز" غالباً یہاں بھی مُراد رُوحُ القدس کے نزُول سے ہے۔ وُہ ایمان داروں کو سچّائی کی تعلیم دے گا کہ جس طرح باپ اور بیٹے کے درمیان گہرا تعلق ہے، اِسی طرح مسیح اور اُس کے مُقدّسین کے درمیان زندگی کی حیرت ناک یگانگت ہوگی۔ اِس بات کی وضاحت کرنا بے حد مُشکل ہے کہ مسیح کس طرح ایمان دار "میں" اور ایماندار اُسی وقت مسیح "میں" ہوتا ہے۔ عام مثال آگ میں سیخ کی ہے۔ نہ صرف سیخ آگ میں ہوتی ہے بلکہ آگ سیخ میں ہوتی ہے۔ لیکن اِس سے مکمّل وضاحت نہیں ہوتی۔ ایمان دار اِس طرح مسیح "میں" ہے کہ مسیح کی زندگی ایمان دار کو منتقل ہوتی ہے۔ وُہ روحُ القدس کے وسیلے سے ایمان دار کے اندر سکونت کرتا ہے۔ اور ایمان دار کے مسیح "میں" ہونے کا مطلب ہے کہ وُہ مسیح کی ذات اور کام سے ملبّس ہوکر خُدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔

۱۴ : ۲۱۔ خُداوند کے ساتھ محبّت کا حقیقی ثبوت "اُس کے حُکموں" کی فرمانبرداری ہے۔ اگر ہم اُس کے حُکموں کو ماننا نہیں چاہتے تو اُس کے ساتھ محبّت رکھنے کی بات کرنا بے معنی

ہے - ایک لحاظ سے باپ ساری دُنیا سے محبّت رکھتا ہے- لیکن اُن سے خاص محبّت رکھتا ہے جو اُس کے بیٹے سے محبّت رکھتے ہیں- مسیح بھی اُن سے محبّت رکھتا اور خاص طریقے سے اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کرتا ہے- ہم مُنجی سے جتنی محبّت رکھیں گے اُتنا ہی زیادہ اُس کو جانیں گے -

۱۴:۲۲- جس ”یہُوداہ“ کا یہاں ذکر ہے بدقسمتی سے اُس شخص کا ہم نام تھا جس نے خُداوند سے غداری کی تھی- مگر خُدا کے رُوح نے بڑے فضل سے اُس کو ”اسکریوتی“ سے الگ کر دیا ہے- وُہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ خُداوند کس طرح شاگردوں پر تو ظاہر ہو گا مگر ”دُنیا“ پر ظاہر نہیں ہو گا- یقیناً وُہ سوچ رہا تھا کہ مُنجی کسی فاتح بادشاہ، یا ہردلعزیز ہیرو کے طور پر آئے گا- وُہ نہیں سمجھتا تھا کہ خُداوند رُوحانی انداز میں اپنے آپ کو اپنے لوگوں ”پر ظاہر کرے“ گا- وُہ ایمان سے خُدا کے کلام کے وسیلے سے اُسے دیکھیں گے-

جب مسیح دُنیا میں تھا تو شاگرد اُس کو جانتے تھے، لیکن آج رُوح القُدس کے وسیلے سے ہم اُسے بہتر طور پر جان سکتے ہیں- جب وُہ دُنیا میں تھا تو بھیڑ میں سامنے کے لوگ، پیچھے کے لوگوں کی نسبت اُس سے زیادہ قریب ہوتے تھے- لیکن آج ایمان کے وسیلے سے ہم میں سے ہر ایک اُس کے ساتھ قریب ترین رفاقت سے محظُوظ ہو سکتا ہے- مسیح نے یہُوداہ کو جو جواب دیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر اُس کے موعُودہ اظہار کا تعلق خُدا کے کلام سے ہے- کلام کی فرمانبرداری کا نتیجہ یہ ہو گا کہ باپ اور بیٹا ایمان دار کے پاس ”آئیں گے اور اُس کے ساتھ سکُونت کریں گے“-

۱۴:۲۳- اگر کوئی شخص خُداوند سے سچّی ”محبّت رکھے“ گا تو اُس کی ساری تعلیمات ”پر عمل کرے گا“- وُہ نہیں چاہے گا کہ چیدہ چیدہ حُکموں پر تو عمل کرے اور باقی چھوڑ دے- باپ اُن لوگوں سے محبّت رکھتا ہے جو بے چُوں و چرا اور بغیر مجبُوری محسُوس کئے اُس کے بیٹے کے حُکموں کو مانتے ہیں- باپ اور بیٹا دونوں ایسے فرمانبردار اور محبّت کرنے والے دِلوں کے بے حد قریب ہوتے ہیں-

۱۴:۲۴- اِس کے برعکس جو خُداوند سے ”محبّت نہیں رکھتا“ وُہ اُس کے ”کلام پر عمل نہیں کرتا“- ایسے لوگ نہ صِرف مسیح کے ”کلام“ کا اِنکار کرتے ہیں بلکہ خُدا کے کلام کا بھی-

۱۴:۲۵- جب تک ہمارا خُداوند اپنے شاگردوں کے ”ساتھ“ تھا تو اُس نے اُن کو ”یہ باتیں“ سکھائیں- وُہ اِس سے زیادہ سچّائی کو اُن پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا- اِس لئے کہ وُہ اِس سے زیادہ سمجھ نہیں سکتے تھے-

۱۴:۲۶ - لیکن بعد میں "رُوحُ القدُس" زیادہ باتوں کو اُن پر کھولے گا - پنتِکُست کے دن "باپ" نے پاک رُوح کو مسیح کے "نام سے" بھیجا - رُوح اِس مفہُوم میں "مسیح کے نام" سے آیا کہ وُہ زمین پر مسیح کی نمائندگی کرتا ہے - رُوح اپنے آپ کو جلال دینے نہیں آیا بلکہ اِس لئے کہ تمام مَرد وزن کو نجات دہندہ کے پاس کھینچ لائے - خُداوند نے کہا "وُہی تمہیں سب باتیں سِکھائے گا" اُس نے یہ کام پہلے تو رسُولوں کی اِس خدمت کے وسیلے سے کِیا جو وُہ زبانی کلام سُنانے سے کرتے تھے - اِس کے بعد خُدا کے تحریری کلام کے وسیلے سے کر رہا ہے - اور یہ تحریری کلام آج ہمارے پاس موجُود ہے - رُوحُ القدُس وہ ساری "باتیں --- یاد دِلاتا" ہے جو مُنجّی نے سِکھائی تھیں - فی الواقع یُوں لگتا ہے کہ خُداوند یسوؔع نے ساری باتیں گویا ایک بیج کی شکل میں پیش کی تھیں - رُوحُ القدُس نے بقیہ نئے عہد نامہ میں اُن کو واضح کِیا ہے -

س - یسوؔع اپنے شاگردوں کو اپنا اطمینان دِئے جاتا ہے

۱۴:۲۷-۳۱

۱۴:۲۷ - بعض اوقات جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہوتا ہے تو اپنی آخری وصیّت لکھتا ہے، جس میں وُہ اپنی جائداد اور وِرثہ اپنے عزیزوں کے لئے چھوڑتا ہے - یہاں خُداوند یسوؔع بھی یہی کُچھ کر رہا ہے - البتہ اُس نے مادی چیزیں نہیں دِیں بلکہ ایک ایسی چیز وراثت میں دی جو پیسے سے خریدی نہیں جا سکتی ——— یہ ہے "اِطمینان" - ضمیر کا باطنی "اِطمینان" جو اِس شعُور سے اُبھرتا ہے کہ میرے گُناہ مُعاف ہوئے اور خُدا کے ساتھ میرا میل ملاپ اور صُلح ہو گئی ہے - مسیح یہ اِس لئے دے سکتا ہے کہ اُس نے اِس کو کلوری پر اپنے خُون سے خریدا ہے - "جس طرح دُنیا دیتی ہے مَیں تمہیں اُس طرح نہیں دیتا" ——— دُنیا تو بے دِلی سے، اور خُود غرضی سے اور تھوڑی دیر کیلئے دیتی ہے لیکن مسیح کے "اطمینان" کا تحفہ ہمیشہ کے لئے ہے - پھر ایک مسیحی کیوں "گھبرائے" یا "ڈرے"؟

۱۴:۲۸ - یسوؔع نے اُن کو پہلے بھی بتایا تھا کہ مَیں تُم کو چھوڑ کر جا رہا ہُوں - اور یہ بھی کہ تمہیں آسمانی وطن میں لے جانے کے لئے پھر آؤں گا - "اگر" شاگرد خُداوند سے "محبّت رکھتے" تو وُہ اِس بات سے "خُوش ہوتے" - بے شک ایک لحاظ سے وُہ خُداوند سے محبّت رکھتے تھے، لیکن اُن کو پُورے طور سے شناسائی نہ تھی کہ وُہ کون ہے - اِس لئے اُن کی محبّت اِتنی

زبردست نہ تھی جِتنی ہونی چاہیئے تھی۔

"تو اِس بات سے کہ مَیں باپ کے پاس جاتا ہُوں خُوش ہوتے کیونکہ باپ مُجھ سے بڑا ہے"۔

پہلی نظر میں لگتا ہے کہ یہ آیت اُن ساری باتوں کی تردید کرتی ہے جو یسوع خُدا کے ساتھ اپنی برابری کے بارے میں سِکھاتا رہا تھا۔ لیکن اصل میں کِسی قِسم کی تردید یا تضاد نہیں ہے اور کلام کا یہ حِصّہ اِس کی پُوری وضاحت کر دیتا ہے۔ جب یسوع یہاں دُنیا میں تھا تو لوگ اُس سے عداوت رکھتے تھے۔ وُہ ہر طرح سے اُس کو اذیت پُہنچاتے اور اُس کا پِیچھا کرتے رہتے تھے۔ لوگ اُس کے خِلاف کُفر بکتے، اُسے ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور اُس پر تُھوکتے تھے۔ اُس نے اپنے مخلُوق اِنسانوں کے ہاتھوں ہولناک ذِلّت برداشت کی۔

خُدا باپ نے اِنسانوں کے ہاتھوں کبھی ایسی بدسلوکی اور گُستاخانہ برتاؤ برداشت نہیں کیا۔ وُہ گُنہگاروں کی بدی اور شرارت سے بہُت دُور آسمان پر رہتا ہے۔ جب خُداوند یسوع واپس آسمان پر گیا تو اُس مقام پر پُہنچا جہاں کوئی ذات کبھی پُہنچ نہیں سکتی۔ اِس لئے جب اُس نے کہا کہ "مَیں باپ کے پاس جاتا ہُوں" تو شاگردوں کو خُوش ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اِس مفہُوم میں "باپ" یسوع مسیح سے "بڑا ہے"۔ باپ، خُدا ہونے میں بڑا نہیں بلکہ اِس بات میں بڑا ہے کہ وُہ اِنسان بن کر اِس دُنیا میں کبھی نہیں آیا۔ اور نہ اُس نے ظُلم و سِتم اور تذلیل برداشت کی۔ جہاں تک اِلٰہی صِفات کا تعلق ہے، بیٹا اور باپ برابر ہیں۔ لیکن جب ہم اُس پست حالی کو دیکھتے ہیں جو یسوع نے اِنسان بن کر اور دُنیا میں آ کر اِختیار کی تو ہم جان لیتے ہیں کہ اِس مفہُوم میں خُدا "باپ" یسوع سے "بڑا ہے"۔ وُہ اپنی ذات میں نہیں بلکہ مقام میں بڑا ہے۔

۱۴:۲۹- شاگرد خوفزدہ تھے۔ یسوع بڑی بے غرضی سے اُن کی فِکر کرتا ہے۔ اِس لئے کہ وُہ آنے والے واقعات اُن پر ظاہر کرتا ہے تاکہ وُہ اُن کو ٹھیس نہ پُہنچائیں۔ وُہ بے دِل نہ ہوں، اور نہ ڈریں بلکہ "یقین کریں"۔

۱۴:۳۰- خُداوند کو معلُوم تھا کہ میرے پکڑوائے جانے کا وقت قریب آ رہا ہے۔ اب میرے پاس اِتنا وقت نہیں ہوگا کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ "باتیں" کر سکُوں۔ اُس لمحے بھی شیطان آگے بڑھتا آ رہا تھا لیکن خُداوند جانتا تھا کہ دُشمن مُجھ میں گُناہ کا شائبہ تک نہیں پا سکتا۔ مسیح میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو ابلیس کی بُری آزمائشوں کا جواب دیتی۔ اگر یسوع کے علاوہ کوئی دُوسرا یہ بات کہتا کہ "دُنیا کا سردار (شیطان) آتا ہے اور مُجھ میں اُس کا کُچھ نہیں" تو نہایت مضحکہ خیز بات ہوتی۔

۱۴ : ۳۱ - ہم اِس آیت کو آسان لفظوں میں یُوں بیان کر سکتے ہیں: "میرے پکڑوائے جانے کا وقت آ پہنچا - مَیں رضا کارانہ صلیب تک جاؤں گا - میرے لئے باپ کی یہی مرضی ہے - اور میرا یہ کام دُنیا کو بتا دے گا کہ "مَیں باپ سے" کتنی "محبّت رکھتا ہُوں" - اِسی لئے مَیں اِس وقت بغیر کوئی مزاحمت کئے جا رہا ہُوں" - اِس کے ساتھ ہی خُداوند نے شاگردوں سے کہا "اُٹھو، یہاں سے چلیں" - وُہ چاہتا تھا کہ شاگرد اُس کے ساتھ چلیں - یہ نہیں بتایا گیا کہ وُہ اُسی وقت بالاخانے سے نکل گئے - غالباً باقی گفتگو اُس وقت ہُوئی جب وُہ گتسمنی باغ کے راستے میں تھے -

ع - یسوعؔ، انگور کا حقیقی درخت ۱۵ : ۱-۱۱

۱۵ : ۱ - پُرانے عہدنامہ میں اِسرائیلی قوم کو اُس تاک سے تشبیہ دی گئی ہے جس کو یہوؔواہ نے لگایا - لیکن قوم بے وفا اور بے پھل ثابت ہُوئی - اِس لئے خُداوند یسوعؔ اب اپنے آپ کو "انگور کا حقیقی درخت" کے طور پر پیش کرتا ہے جو کہ باقی تمام مثیلوں اور عکسوں کی کامِل تکمیل ہے - خُدا "باپ باغبان ہے" -

۱۵ : ۲ - "جو ڈالی مُجھ میں ہے اور پھل نہیں لاتی" - اِس "ڈالی" کے مطلب پر اِختلافِ رائے پایا جاتا ہے - بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس سے مُراد وُہ شخص ہے جو ایمان دار ہونے کا جھُوٹا دعویٰ کرتا ہے - وُہ مسیحی ہونے کا بہانہ کرتا ہے لیکن وُہ ایمان میں مسیح میں کبھی پیوند نہیں ہُوا - جبکہ بعض عُلما کی رائے میں اِس سے مُراد وُہ مسیحی ہے جو پھل نہ لانے کے باعث اپنی نجات کھو دیتا ہے - لیکن یہ بات بالکُل نامُمکن ہے کیونکہ اِس طرح بہت سے ایسے حوالوں کی تردِید ہوتی ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان دار کی نجات محفُوظ ہے - کئی عُلما کہتے ہیں کہ اِس سے مُراد وُہ مسیحی ہے جو برگشتہ ہو جاتا ہے - وُہ خُداوند سے دُور ہو جاتا اور دُنیا کی باتوں میں دِلچسپی لینے لگتا ہے - اُس میں رُوح کا پھل نہیں لگا - رُوح کا پھل محبّت، خُوشی، اِطمینان، تحمّل، مہربانی، نیکی، ایمانداری، حِلم، پرہیزگاری ہے (گلتیوں ۵ : ۲۲-۲۳) -

وُہ بے پھل ڈالی کے ساتھ دراصل کیا کرتا ہے؟ اِس کا انحصار یُونانی فعل "آئرو" (airo) کے ترجمہ پر ہے - اِس کا مطلب "اُٹھا لے جانا" بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ یُوحنّا ۱ : ۲۹

میں ترجمہ ہُوا ہے۔ اِس صُورت میں اِشارہ جسمانی مَوت کی تادیب کی طرف ہوگا (۱-کرنتھیوں ۱۱: ۳۰)۔ اِسی لفظ کا ترجمہ "اُوپر اُٹھانا" بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ یُوحنّا ۸: ۵۹ میں کیا گیا ہے۔ اِس صُورت میں اِشارہ حَوصلہ افزائی کی "مثبت خِدمت" کی طرف ہوگا کہ بے پھل ڈالی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اِس کو روشنی اور ہَوا حاصِل کرنے میں آسانی مُہیّا کی جائے۔ پھر اُمید ہوسکتی ہے کہ وہ پَھل لائے گی۔

"جو ڈالی پھل لاتی ہے"۔ اِس سے مُراد وُہ مسیحی ہے جو زیادہ سے زیادہ خُداوند یسُوع کے مُشابہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن ایسی ڈالیوں کو بھی چھانٹنے اور صاف کرنے کی ضرُورت ہوتی ہے۔ جس طرح انگُور کے اصلی درخت کو کیڑوں مکوڑوں، پھپھُوندی اور کھُمبیوں (کھُمبی نُما چیزیں جو پَودے کی موٹی شاخوں پر اُگ آتی ہیں) وغیرہ سے صاف کرنا پڑتا ہے۔ اِسی طرح ایک مسیحی کو بھی اُن دُنیاوی باتوں سے صاف کرنا پڑتا ہے جو اُسے چمٹ جاتی ہیں۔

۱۵: ۳۔ صاف کرنے والی چیز خُداوند کا "کلام" ہے۔ شاگرد ایمان لاتے وقت "کلام" کے وسیلہ سے پاک کِئے گئے تھے۔ جب مُنجیؔ اُن سے باتیں کر رہا تھا تو اُس کا کلام اُن کی زِندگیوں کو پاک کر رہا تھا۔ اِس طرح یہ آیت راستباز ٹھہرائے جانے اور پاک ٹھہرائے جانے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

۱۵: ۴۔ "قائم" رہنے کا مطلب ہے جہاں تُم ہو وہیں رہنا۔ مسیحی کو مسیح میں رکھا جاتا ہے۔ یہ اُس کا مقام ہے۔ روزمرّہ کے کاموں میں چاہِئے کہ مسیحی خُداوند کی گہری رفاقت میں رہے۔ "ڈالی" انگُور کے درخت سے اپنی نشو و نما کے لئے خوراک اور زِندگی حاصِل کر کے اُس میں قائم رہتی ہے۔ اِسی طرح ہم بھی دُعا میں وقت گُزارنے، اُس کا کلام پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے، اُس کے لوگوں کے ساتھ رفاقت رکھنے اور اُس کے ساتھ یگانگت کو مُسلسل قائم رکھنے کے وسیلے سے مسیح میں قائم رہ سکتے ہیں۔ جب اِس طرح اُس کے ساتھ مُسلسل رابطہ رکھتے ہیں تو ہمیں شعُور ہوتا ہے کہ وُہ ہم میں قائم ہے اور ہمیں رُوحانی قوّت اور وسائل عطا کرتا ہے۔ "ڈالی" صِرف اِسی صُورت میں "پھل لا سکتی ہے" جب وُہ "انگُور کے درخت میں قائم" رہے۔ اگر مسیحی مسیح کے کردار جیسا پَھل لانا چاہتے ہیں تو اِس کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے کہ لمحہ بہ لمحہ اُس کے ساتھ تعلق قائم رکھتے ہُوئے زِندگی بسر کریں۔

۱۵: ۵۔ مسیح "انگُور کا درخت" ہے۔ ایمان دار "ڈالیاں" ہیں۔ سوال یہ نہیں کہ

ڈالی درخت کے لئے اپنی زندگی بسر کرے، بلکہ یہ کہ ڈالیاں درخت کی زندگی کو اپنے میں سے جاری ہونے دیں۔ بعض اوقات ہم دُعا مانگتے ہیں کہ "خُداوند، توفیق دے کہ مَیں تیرے لئے زندگی گزاروں"۔ مگر یہ دُعا مانگنا بہتر ہوگا کہ "خُداوند یسُوع، تُو مجھ میں ہوکر اپنی زندگی گزار"۔ "مسیح سے جُدا ہوکر ہم کچھ نہیں کرسکتے"۔ انگُور کی ڈالی کا ایک بڑا مقصد ہوتا ہے ——— کہ پھل لائے۔ یہ لکڑی فرنیچر یا گھر بنانے کے لئے بے کار ہوتی ہے بلکہ جلانے کے لئے بھی اچھی ثابت نہیں ہوتی، لیکن پھل لانے کے لئے اچھی ہوتی ہے ——— بشرطیکہ درخت میں قائم رہے۔

۱۵:۶ - اِس آیت میں بھی بہت اختلافِ رائے ہے۔ بعض یقین رکھتے ہیں کہ یہاں مُراد اُس ایمان دار سے ہے جو گُناہ میں پڑ جاتا اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ تفسیر پاک کلام کی اُن بہت سی آیات کے سراسر خلاف ہے جو تعلیم دیتی ہیں کہ خُدا کا سچّا فرزند کبھی ہلاک نہ ہوگا۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس سے مُراد وُہ شخص ہے جو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، یعنی مسیحی ہونے کا بہانہ کرتا ہے لیکن نئے سرے سے پیدا نہیں ہوُا۔ اِس سلسلے میں اکثر یہوداہ (اِسکریوتی) کی مثال دی جاتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ یہاں مُراد سچّے ایمان دار سے ہے کیونکہ کلام کا یہ حِصّہ سچّے ایمان داروں سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں مضمون "نجات" نہیں بلکہ "قائم رہنا" اور "پھل لانا" ہے۔ لیکن بے پروائی اور دُعا مانگنا ترک کر دینے کے باعث ایسا ایمان دار خُداوند سے دُور ہوجاتا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وُہ کوئی گُناہ کر بیٹھتا ہے اور اُس کی گواہی برباد ہوجاتی ہے۔ مسیح میں قائم نہ رہنے کے باعث وُہ "ڈالی کی طرح" پھینک دیا جاتا ہے۔ مسیح اُسے نہیں پھینکتا بلکہ لوگ پھینک دیتے ہیں۔ ڈالیاں اِکٹھی کر لی جاتی ہیں اور "آگ میں جھونک" دی جاتی ہیں۔ یہ کام خُدا نہیں کرتا بلکہ لوگ کرتے ہیں۔ اِس کا مطلب کیا ہوُا؟ یہ کہ لوگ برگشتہ مسیحی کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں۔ وُہ اُس کے نام پر کیچڑ اُچھالتے ہیں۔ وُہ اُس کی مسیحی گواہی کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اِس کی وضاحت داؤد کی زندگی سے ہوتی ہے۔ وُہ سچّا ایماندار تھا۔ لیکن جب وُہ خُداوند سے بے پروائی برتنے لگا تو زِنا اور قتل کا گُناہ کیا۔ اُس نے خُداوند کے دُشمنوں کو کُفر بکنے کا موقع دیا۔ آج بھی دہریئے داؤد (اور داؤد کے خُدا) کے نام کو مذاق میں اُڑاتے ہیں۔ گویا وُہ اُسے آگ میں جھونکتے ہیں۔

۱۵:۷ - قائم رہنا کامیاب دُعائیہ زندگی کا راز ہے۔ ہم جس قدر خُداوند کے نزدیک ہوتے

جاتے ہیں، اُتنا ہی اُس کی طرح سوچنا سیکھتے ہیں۔ ہم اُس کے کلام کے وسیلے سے اُس کو جس قدر زیادہ جانتے ہیں اُس قدر اُس کی مرضی کو سمجھنے لگتے ہیں۔ اور جس قدر ہماری مرضی اُس کی مرضی سے مُتفق ہوتی جاتی ہے، اُسی قدر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہماری دُعاؤں کا جواب مِلے گا۔

۸:۱۵۔ جب خُدا کے فرزند دُنیا کے سامنے مسیح کے ساتھ مُشابہت دِکھاتے ہیں تو "باپ کا جلال ... ہوتا ہے"۔ لوگ یہ اِقرار کرنے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ وُہ عظیم خُدا ہے، کہ وُہ ایسے بڑے گنہگار کو بدل کر ایسے خُدا پرست مُقدّسین بنا سکتا ہے۔ اِس باب میں درجہ بدرجہ ترقی پر غور کریں۔ پَھل (آیت ۲)، زیادہ پَھل (آیت ۲)، بُہت سا پَھل (آیت ۸)۔

"جب ہی تُم میرے شاگرد ٹھہرو گے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ جب ہم اُس میں قائم رہتے تھے تو ثابت کرتے ہیں کہ ہم اُس کے "شاگرد" ہیں۔ تب دُوسرے لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم سچّے شاگرد ہیں کیونکہ اپنے خُداوند سے مشابہت رکھتے ہیں۔

۹:۱۵۔ جو محبّت "مُنجی" ہم سے رکھتا ہے، وُہی محبّت "باپ" (خُدا) بیٹے سے رکھتا ہے۔ جب ہم ایسے الفاظ پڑھتے ہیں تو ہمارے دِل سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ یہ محبّت معیار اور درجہ میں یکساں ہے۔ یہ محبّت ناپ تول سے باہر اور سمجھ سے بالاتر ہے۔ اِنسان اِسے کبھی پُورے طور پر جان نہیں سکتا۔ یہ محبّت ایک سمُندر ہے جس میں ہماری ساری سوچ ڈُوب جاتی ہے۔ ہمارے خُداوند نے کہا "تُم میری محبّت میں قائم رہو"۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم اپنی زِندگی میں اُس کی محبّت سے محظُوظ ہوتے جائیں۔

۱۰:۱۵۔ اِس آیت کا پہلا حِصّہ بتاتا ہے کہ ہم کِس طرح اُس کی محبّت میں قائم رہ سکتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ اُس کے "حکموں پر عمل" کریں۔ مسیح میں شادمان رہنے کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اُس پر یقین رکھیں اور فرمانبرداری کریں۔ آیت کا دُوسرا حِصّہ ہمارے کامل نمونہ کو ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ وُہ جو کچھ بھی کرتا تھا خُدا کی مرضی کی فرمانبرداری میں کرتا تھا۔ وُہ متواتر باپ کی "محبّت" میں سرشار رہتا اور اُس سے لُطف اندوز ہوتا تھا۔ اِس محبّت بھری رفاقت کے شیریں اِحساس میں کبھی کوئی بات مُخل نہ ہوتی تھی۔

۱۱:۱۵۔ یسُوع کو اپنے باپ خُدا کے ساتھ رابطہ رکھنے سے گہری "خُوشی" ہوتی تھی۔ وُہ چاہتا تھا کہ میرے شاگردوں کو بھی وُہی خُوشی حاصِل ہو جو اُس پر انحصار رکھنے سے مِلتی

ہے ۔ وُہ چاہتا تھا کہ اُس کی "اپنی خوشی" شاگردوں کی خُوشی بن جائے ۔ اِنسان کا خُوشی کے بارے میں تصوّر یہ ہے کہ خُدا کو اپنی زِندگی سے باہر رکھ کر جتنا خُوش ہو سکتا ہے ہو لے ۔ خُداوند نے سِکھایا کہ حقیقی خُوشی اِس میں ہے کہ اِنسان خُدا کو زیادہ سے زیادہ اپنی زِندگی میں رکھے ۔ "اور تمہاری خُوشی پُوری ہو جائے" یعنی مکمّل ہو جائے ۔ اُن کی خُوشی اُس میں قائم رہنے اور اُس کے حُکموں پر عمل کرنے سے پُوری ہو گی ۔ بہُت سے لوگوں نے یُوحنّا باب ۱۵ کو استعمال کرتے ہُوئے ایماندار کی نجات کے تحفّظ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والی تعلیم دی ہے ۔ وُہ اِس سے پہلی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بالآخر مسیح کی بھیڑ ہلاک ہو سکتی ہے ۔ لیکن خُداوند کا مقصد یہ نہیں تھا کہ "تمہارے شکوک پُورے ہو جائیں" بلکہ یہ کہ "تمہاری خُوشی پُوری ہو جائے" ۔

ف ۔ ایک دُوسرے سے محبّت رکھنے کا حُکم ۱۵: ۱۲-۱۷

۱۵: ۱۲ ۔ خُداوند بہُت جلد شاگردوں کو چھوڑ جانے کو ہے ۔ وُہ ایک مُخالف اور دُشمن دُنیا میں رہ جائیں گے ۔ جب کشیدگی اور کشاکش میں اضافہ ہو گا تو خطرہ ہو گا کہ شاگرد ایک دُوسرے کے مدِمُقابل آ جائیں اور آپس میں مُقابلہ شرُوع ہو جائے ۔ اِس لئے خُداوند یہ مُستقل حُکم دیتا ہے کہ "جیسے مَیں نے تُم سے محبّت رکھّی، تُم بھی ایک دُوسرے سے محبّت رکھو" ۔

۱۵: ۱۳ ۔ اُن کی باہمی محبّت اِس نوعیّت کی ہونی چاہئے کہ وُہ ایک دُوسرے کے لئے جان دینے کو تیار ہوں ۔ جو لوگ ایسا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں، وُہ ایک دُوسرے سے لڑتے جھگڑتے نہیں ۔ اِنسان کے ایثار اور اپنے آپ کو قُربان کرنے کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ "اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دے" ۔ مسیح کے شاگردوں کو اِسی قسم کی جاں نثاری کی بُلاہٹ ہے ۔ بعض لوگ لغوی معنوں میں اپنی جان دے دیتے ہیں ۔ بعض اپنی ساری زِندگی خُدا کے لوگوں کی اَنتھک خِدمت کرتے میں گُزار دیتے ہیں ۔ اِس میں خُداوند یسُوع ہمارا خاص نمُونہ ہے ۔ اُس نے اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دی ۔ بے شک، جب وُہ اُن کے واسطے مُؤا، اُس وقت وُہ دُشمن تھے ۔ مگر جب وُہ نجات پاتے ہیں تو اُس کے دوست بن جاتے ہیں ۔ اِس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ وُہ اپنے دوستوں اور دُشمنوں، سب کے لئے مُؤا ۔

۱۵: ۱۴ ۔ جب ہم اُن باتوں پر عمل کرتے ہیں جن کا اُس نے "حُکم" دِیا ہے تو ثابت کرتے ہیں کہ

ہم اُس کے "دوست" ہیں۔ اِس طریقے سے ہم اُس کے دوست تو نہیں "بنتے" بلکہ دُنیا کے سامنے دِکھا دیتے ہیں کہ ہم اُس کے دوست "ہیں"۔

۱۵ : ۱۵۔ یہاں خُداوند "نوکر" اور "دوست" میں فرق کی وضاحت کرتا ہے۔ "نوکروں" سے صِرف یہ توقع کی جاتی ہے کہ جو کام اُن کو بتائے جاتے ہیں وُہ کریں۔ مگر "دوستوں" کو اِعتماد میں لیا جاتا ہے۔ دوست کو ہم اپنے مُستقبل کے منصُوبے بتاتے ہیں۔ دوست کو رازوں میں شریک کِیا جاتا ہے۔ ایک لحاظ سے شاگرد ہمیشہ خُداوند کے نوکر رہیں گے۔ لیکن اِس سے بڑھ کر بھی ہوں گے ــــ وُہ دوست ہوں گے۔ اُس وقت بھی خُداوند اُن پر وُہ "باتیں" ظاہر کر رہا تھا جو اُس نے اپنے "باپ سے سُنی تھیں"۔ اُس نے اُن کو اپنے جانے کے بارے میں، رُوحُ القُدس کے آنے کے بارے میں اور اِس اثنا میں اپنے مُتعلق اُن کی ذِمّہ داری کے بارے میں بتایا تھا۔ کِسی نے بیان کِیا ہے کہ ڈالیاں ہونے کے باعث ہم اُس سے "پاتے" ہیں (آیت ۵)، شاگِرد ہونے کے باعث ہم اُس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں (آیت ۸) اور دوست ہونے کے باعث ہم اُس کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں (آیت ۱۵)۔

۱۵ : ۱۶۔ یسُوع نے اُن کو یاد دِلایا کہ "مَیں نے تمہیں چُن لیا" مبادا اُن میں بے حوصلہ ہونے اور سب کُچھ چھوڑ دینے کا رُجحان پَیدا ہو جائے۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خُداوند نے اُن کو اَبدی نجات کے لئے چُن لیا، شاگردیت کے لئے چُن لیا یا پھلدار بننے کے لئے چُن لیا۔ اُسی نے شاگِردوں کو اُس کام کے لئے مُقرر کیا جو اَب اُن کے سامنے تھا۔ "جا کر پھل لاؤ"۔ ضرور ہے کہ ہم پھل لائیں۔ پھل سے مُراد مسیحی زِندگی کی خُوبیاں بھی ہو سکتی ہیں مثلاً محبّت، خُوشی، اِطمینان وغیرہ۔ اِن سے مُراد وُہ لوگ بھی ہیں جو ہم خُداوند یسُوع مسیح کے لئے جیتتے ہیں۔ اِن دونوں کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ ہم دُوسرا پھل اُسی صُورت میں لا سکتے ہیں کہ پہلے، پہلی قسم کا پھل دِکھائیں۔ "اور تمہارا پھل قائم رہے"۔ اِن الفاظ سے ہم سوچنے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ "پھل" سے مُراد لوگوں کی نجات ہے۔ خُداوند نے شاگردوں کو چُنا کہ جا کر "دائمی/قائم رہنے والا" پھل لائیں۔ اُسے اِس بات سے دِلچسپی نہ تھی کہ وُہ صرف اُس پر ایمان لانے کا اِقرار کریں بلکہ اصل نجات پانے سے دِلچسپی تھی۔ ایل۔ ایس۔ چیفر توجّہ دِلاتا ہے کہ اِس باب میں مُؤثر دُعا (آیت ۷)، آسمانی خُوشی (آیت ۱۱) اور دائمی پھل (آیت ۱۶) کا بیان ہے۔

"تاکہ میرے نام سے جو کُچھ باپ سے مانگو ۔ ۔ ۔"۔ مُؤثر خدمت کا راز دُعا ہے۔ شاگِردوں کو

اِس ضمانت کے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ جو کچھ وُہ مسیح کے "نام سے" "مانگیں گے" "باپ" اُن کو دے گا۔

۱۵: ۱۷- خُداوند شاگردوں کو دُنیا کی دشمنی کے بارے میں خبردار کرنے کو تھا۔ اِس بات کا آغاز اُس نے یہ بتا کر کیا کہ "تم ایک دُوسرے سے محبّت رکھو"۔ ایک دُوسرے کا ساتھ دو اور دُشمن کے سامنے مُتحد ہو کر کھڑے ہو۔

ص۔ یسُوع دُنیا کی عداوت کی پیشین گوئی کرتا ہے

۱۵: ۱۸- ۱۶: ۴

۱۵: ۱۸، ۱۹- "اگر دُنیا تُم سے عداوت رکھتی ہے"۔ شاگردوں کو اِس بات پر حیران یا بےحوصلہ نہیں ہونا چاہیئے کہ دُنیا ہم سے عداوت رکھتی ہے۔ (یہاں "اگر" کسی شک یا شرط کا بیان نہیں کرتا بلکہ یقینی بات پیش کرتا ہے)۔ دُنیا نے خُداوند سے بھی "عداوت رکھی ہے"۔ اور جتنے خُداوند سے مُشابہ ہیں دُنیا اُن سے بھی عداوت رکھے گی۔

دُنیا کے لوگ اُن سے محبّت رکھتے ہیں جو اُنہی کی مانند زندگی گزارتے ہیں —— گندی اور ذلیل زُبان بولتے اور جسم کی شہوتوں کے پیچھے بھاگتے ہیں —— یا ایسے لوگ جو مُہذب تو ہوں مگر صِرف اپنے لئے جیتے ہوں —— مسیحی اپنی پاکیزہ زندگیوں سے اُن کو مُجرم ٹھہراتے ہیں۔ اِس لئے "دُنیا" اُن سے "عداوت رکھتی ہے"۔

۱۵: ۲۰- یہاں "نوکر" کا اصل مطلب غُلام ہے۔ شاگرد کو دُنیا سے اُس سلُوک سے بہتر کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے جو اُس کے "مالک" سے کیا گیا تھا۔ جس طرح مسیح کو ستایا گیا اُسی طرح شاگرد کو بھی ستایا جائے گا۔ جس طرح مُنجی کی باتوں کو ٹھکرایا گیا اُسی طرح شاگرد کی باتوں کو بھی ردّ کیا جائے گا۔

۱۵: ۲۱- یہ عداوت اور ستم و اِستبداد "میرے نام کے سبب سے" ہے۔ اِس لئے کہ ایمان دار کا تعلق مسیح سے ہے۔ اِس لئے کہ مسیح نے اُس کو دُنیا سے الگ کر دیا ہے۔ دُنیا خُدا کو نہیں جانتی۔ دُنیا نہیں جانتی کہ خُداوند کو باپ نے بھیجا تھا کہ دُنیا کا مُنجی ہو۔ لیکن لاعلمی کوئی عُذر نہیں ہوتا۔

۱۵: ۲۲- یہاں خُداوند یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ اگر مَیں نہ آتا تو اِنسان گنہگار نہ ہوتے۔ آدم سے لے کر سارے اِنسان گُنہگار تھے اور ہیں۔ لیکن اُن کا گُناہ اِتنا بڑا نہ ہوتا جتنا اب

ہوگیا ہے۔ اُن لوگوں نے خُدا کے بیٹے کو دیکھا اور اُس کی باتیں سُنی ہیں۔ اُن کو اُس میں کوئی خامی نہ مل سکی۔ تو بھی اُنہوں نے اُس کو رَدّ کر دِیا۔ اِسی سبب سے اُن کا گُناہ اِتنا بڑا ہوگیا ہے۔ یہاں مُعاملہ مُقابلے کا ہے۔ اُنہوں نے جلال کے خُداوند کو رَدّ کر دیا۔ اِس گُناہ کے مُقابلے میں دُوسرے گُناہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ "اب اُن کے پاس اُن کے گُناہ کا عُذر نہیں"۔ اُنہوں نے دُنیا کے نُور کو رَدّ کر دِیا ہے۔

۱۵: ۲۳۔ مسیح سے عداوت رکھنے میں وُہ اُس کے "باپ سے بھی" عداوت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ("باپ اور بیٹا") ایک ہیں۔ دُنیا کے لوگ نہیں کہہ سکتے کہ ہم خُدا سے محبّت رکھتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وُہ اُس سے بھی محبّت رکھتے، جس کو خُدا نے بھیجا تھا۔

۱۵: ۲۴۔ وُہ صِرف اِس لئے ذِمّہ دار نہیں تھے کہ اُنہوں نے مسیح کی تعلیمات سُنی تھیں بلکہ اُنہوں نے اُس کے مُعجزے بھی دیکھے تھے۔ یُوں اُن کا جُرم اَور بڑھ جاتا ہے۔ اُنہوں نے وُہ کام دیکھے "جو کسی دُوسرے نے نہیں کئے"۔ اِس گواہی کے باوجُود مسیح کو رَدّ کر دینے کا کوئی عُذر پیش نہیں کِیا جا سکتا۔ خُداوند اُن کے باقی سارے گُناہوں کا مُقابلہ اِس ایک گُناہ سے کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اِس گُناہ کے مُقابلے میں وُہ سارے گُناہ کُچھ بھی نہیں۔ چونکہ اُنہوں نے بیٹے سے "عداوت رکھی" اِس لئے اُس کے "باپ" سے عداوت رکھی۔ اور یہی اُن کا ہولناک جُرم تھا۔

۱۵: ۲۵۔ خُداوند جانتا تھا کہ میرے ساتھ اِنسان کا رویّہ نبُوّت کی عین تکمیل ہے۔ زبُور ۶۹: ۴ میں نبوّت کی گئی تھی کہ مسیح سے "بے سبب عداوت" رکھی جائے گی۔ اَب وُہ "قول پُورا ہُوا"۔ اِس لئے خُداوند کہتا ہے کہ وُہی پُرانا عہدنامہ جس کو یہ لوگ اِتنی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، نبوّت کرتا ہے کہ یہ لوگ مُجھ سے احمقانہ عَداوت رکھیں گے۔ بات یہ نہیں کہ اِس نبوّت کی وَجہ سے اُن کو ضرُور ہی مسیح سے عداوت رکھنی تھی بلکہ یہ اُن کا اپنا شعُوری اِنتخاب تھا۔ البتہ خُدا نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ اَیسا ہوگا۔ چنانچہ اُس نے داؤد سے زبُور ۶۹ میں یہ بات لِکھوا دی۔

۱۵: ۲۶۔ اِنسان کے مسیح کو رَدّ کرنے کے باوجُود اُس کے حق میں گواہی کا سِلسلہ جاری رہے گا۔ "مَددگار ... یعنی سچّائی کا رُوح" گواہی کا یہ سِلسلہ جاری رکھے گا۔ یہاں خُداوند کہتا ہے کہ رُوح کو "میں ... باپ کی طرف سے بھیجُوں گا"۔ یُوحنّا ۱۴: ۱۶ میں رُوح کو بھیجنے والا "باپ" ہے۔ کیا یہ باپ اور بیٹے کی برابری کا ایک اَور ثبُوت نہیں۔ جو خُدا ہے، اُس کو سوائے

خُدا کے کون بھیج سکتا ہے؟ "سچّائی کا رُوح --- باپ سے صادر ہوتا ہے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ باپ کی طرف سے مسلسل بھیجا جاتا رہتا ہے اور پنتکُست کے دِن اُس کا نزُول اِسی کا ایک خاص واقعہ تھا۔ رُوحُ القُدس مسیح کی گواہی دیتا ہے۔ یہ اُس کا عظیم مشن ہے۔ وُہ کوشش نہیں کرتا کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوتے رہیں، حالانکہ وُہ تثلیث کا ایک اقنُوم ہے بلکہ وُہ گنہگاروں اور مُقدسِین سب کی توجہ خُداوند کی طرف مبذُول کرتا ہے۔

۲۷:۱۵۔ رُوحُ القُدس شاگردوں کی معرفت براہِ راست گواہی دے گا۔ وُہ "شرُوع سے" خُداوند کے "ساتھ" تھے یعنی جب اُس نے علانیہ خِدمت کی وُہ اُس وقت سے اُس کے ساتھ تھے اور اُس کی ذات اور کاموں کے بارے میں بتانے کے اہل تھے۔ اگر کوئی شخص خُداوند میں کوئی خامی یا نقص پا سکتا تو وہی پا سکتے تھے جو اُس کے قریب تھے اور شرُوع سے ساتھ تھے۔ لیکن اُنہوں نے دیکھا کہ خُداوند نے کبھی کوئی گُناہ نہیں کیا۔ وُہ اِس حقیقت کی گواہی دے سکتے تھے کہ یسوعؔ خُدا کا بے گُناہ بیٹا اور دُنیا کا نجات دہندہ ہے۔

۱:۱۶۔ غالباً شاگردوں کے دِلوں میں بھی وُہی اُمید تھی جو عام یہودی قوم میں تھی کہ مسیحِ موعُود اپنی دُنیاوی سلطنت قائم کرے گا اور رومؔ کی قوّت ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ اِس کے برعکس اُس نے اُن کو بتایا کہ مَیں مرُوں گا، دوبارہ جی اُٹھوں گا اور پھر آسمان پر واپس جاؤں گا، رُوحُ القُدس آئے گا اور تُم میری گواہی دینے کے لئے دُنیا کے کونے کونے میں جاؤ گے۔ دُنیا اُن سے عداوت رکھے گی اور اُنہیں ستائے گی۔ خُداوند نے اُن کو یہ ساری باتیں پیشگی بتا دیں تاکہ وُہ یہ نہ کہیں کہ ہم دھوکے میں رہے۔ وُہ "ٹھوکر نہ کھائیں" یا اُن کو صدمہ نہ ہو۔

۳،۲:۱۶۔ اکثر یہودی سمجھتے تھے کہ "عبادتخانوں سے خارج" کیا جانا سب سے بُری بات ہے جو کسی کو پیش آ سکتی ہے۔ لیکن اُن یہودیوں کو جو اب یسوعؔ کے شاگرد تھے یہی بات پیش آئے گی۔ مسیحی ایمان سے ایسی نفرت اور دُشمنی رکھی جائے گی کہ جو اُس کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کریں گے، وُہ "گمان" کریں گے کہ ہم "خُدا" کو خُوش کر رہے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ مُمکن ہے کہ کوئی شخص بے حد مخلص ہو، بے حد جوشیلا ہو مگر اِس کے ساتھ ہی بے حد غلطی پر ہو۔

اِس سارے مُعاملے کی جڑ یہ ہے کہ اِنسان مسیح کی اُلُوہیّت کو پہچاننے سے قاصر رہتا ہے۔ یہودی اُسے قبول کرنے کو تیار نہ تھے اور اِس طرح "باپ" کو قبول کرنے سے بھی اِنکار کرتے

تھے ۔

۱۶:۴ ۔ خُداوند نے اپنے شاگِردوں کو پھر پیشگی خبردار کیا تاکہ جب تکالیف اور مصائب آئیں تو گھبرا نہ جائیں بلکہ اُن کو "یاد آجائے" کہ خُداوند نے اِس ایذا رسانی کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا ۔ اُن کو معلُوم ہوگا کہ یہ سب کُچھ خُداوند کے ہماری زِندگیوں کے لئے منصُوبے کا حِصّہ ہے ۔ خُداوند نے اُن کو یہ باتیں پہلے اِس لئے نہ بتائی تھیں کہ وُہ اُن کے ساتھ تھا ۔ اُن کو پریشان کرنے اور اُن کے ذہن کو اُن باتوں سے ہٹانے کی کوئی ضرُورت نہ تھی جِن کی تعلیم اُن کو دینی تھی ۔ لیکن اب جبکہ وُہ اُن کو چھوڑ کر جا رہا تھا ، ضرُور تھا کہ اُن کو اُس راہ کے بارے میں بتائے جو اُن کے سامنے تھی ۔

ق ۔ سچّائی کے رُوح کا آنا ۱۶: ۵ - ۱۵

۱۶:۵ ۔ اِس آیت میں ایک طرح کی مایُوسی جھلکتی ہے کہ شاگِردوں کو کوئی دِلچسپی نہ تھی کہ خُداوند کو کیا پیش آنے والا ہے ۔ اگرچہ اُنہوں نے عام سے انداز میں پُوچھا تھا کہ وُہ کہاں جا رہا ہے لیکن لگتا تھا کہ اُنہیں کوئی خاص دِلچسپی نہیں ۔ وُہ خُود کو اُس میں شامِل نہیں سمجھتے تھے ۔

۱۶:۶ ۔ شاگِردوں کو خُداوند کے مُستقبِل کی نِسبت اپنے مُستقبِل کی زیادہ فِکر تھی ۔ اُس کے سامنے تو صلیب اور قبر تھی اور شاگردوں کے سامنے اُس کی خِدمت کے باعث ستایا جانا تھا ۔ اُن کا "دِل غم سے بَھر گیا" تھا ۔ اُس کے مصائب کے باعث نہیں بلکہ اپنے مصائب کے باعث ۔

۱۶:۷ ۔ "لیکن" وُہ بے یار و مددگار اور بغیر تسلّی کے نہیں چھوڑے جائیں گے ۔ مسیح رُوحُ القُدس کو بھیجے گا کہ اُن کا "مددگار" ہو ۔ یہ بات شاگِردوں کے لئے "فائدہ مند" تھی کہ "مددگار" آجائے ، اُن کی حوصلہ افزائی کرے ، اُن کو سِکھائے اور مسیح کے عِلم کو اُن کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ ٹھوس بنائے ۔ یہ "مددگار" اُس وقت تک نہیں آئے گا جب تک خُداوند یسُوعؔ واپس آسمان پر جاکر جلال نہ پائے ۔ بے شک رُوحُ القُدس اِس سے پہلے بھی دُنیا میں موجُود تھا ۔ لیکن اب اُسے ایک نئے انداز میں آنا تھا کہ دُنیا کو مُجرم ٹھہرائے اور جِن کا کفّارہ دِیا گیا ہے ، جو چُھڑائے گئے ہیں ، اُن کی خِدمت کرے ۔

۱۶:۸ ۔ رُوحُ القُدس "آکر دُنیا کو گُناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصُوروار ٹھہرائے گا" ۔ اِس کا اکثر یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ رُوحُ القُدس اِنفرادی طور پر گنہگار کے باطن میں

اِن باتوں کا شعُور یا آگاہی پیدا کر دیتا ہے ۔ یہ بات بے شک درُست ہے ۔ مگر یہاں یہ بتانا مقصُود نہیں ہے ۔ رُوحُ القُدس "دُنیا کو" اِس حقیقت ہی سے "قصُور وار" ٹھہراتا ہے کہ وُہ دُنیا میں ہے ۔ اُسے یہاں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خُداوند یسوؔع کو یہاں ہونا اور دُنیا پر بادشاہی کرنا چاہیئے ۔ لیکن دُنیا نے اُسے ردّ کر دیا ۔ چنانچہ وُہ واپس آسمان پر چلا گیا ۔ رُوحُ القُدس ایک ردّ کِئے گئے مسیح کی جگہ پر یہاں ہے ۔ اِس سے دُنیا کا قصُور ثابت ہوتا ہے ۔

۱۶ : ۹ ۔ رُوحُ القُدس دُنیا کو "گُناہ کے بارے میں" اِس لئے قصُور وار ٹھہراتا ہے کہ وُہ مسیح پر "ایمان" لانے سے قاصِر رہے ۔ اُس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو اِنسانوں کے لِئے اُس پر ایمان لانے کی راہ میں مانع ہوتی ۔ لیکن اُنہوں نے اُس کا اِنکار کیا ۔ چنانچہ دُنیا میں رُوحُ القُدس کی موجُودگی اُن کے قصُور کا ثبُوت ہے ۔

۱۶ : ۱۰ ۔ مُنجّی نے دعویٰ کیا کہ مَیں راستباز ہُوں ۔ مگر لوگ کہتے تھے کہ اُس میں بدرُوح ہے ۔ خُدا نے فیصلہ کُن بات کر کے گویا کہا کہ "میرا بیٹا راستباز ہے ۔ اور اِس بات کو ثابت کرنے کے لئے مَیں اُسے مُردوں میں سے جِلاؤں گا اور واپس آسمان پر لے آؤں گا" ۔ رُوحُ القُدس اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ مسیح درُست تھا اور دُنیا غلط تھی ۔

۱۶ : ۱۱ ۔ رُوحُ القُدس کی موجُودگی دُنیا کو آنے والی "عدالت کے بارے" میں بھی قصُور وار ٹھہراتی ہے ۔ اِس حقیقت کا کہ رُوحُ القُدس دُنیا میں ہے یہ مطلب ہے کہ صلیب پر ابلیس کو سزا ہو چُکی ہے ۔ جتنے لوگ مُنجّی کو ردّ کرتے ہیں، وُہ عدالت کے دِن اُس کی دہشت ناک سزا میں شریک ہوں گے ۔ یہ عدالت کا دِن ابھی آنے والا ہے ۔

۱۶ : ۱۲ ۔ خُداوند کو اپنے شاگِردوں سے ابھی "اَور بھی بہُت سی باتیں کہنا" تھیں ۔ لیکن وُہ اُن کو سمجھ نہیں سکتے تھے ۔ یہ تعلیم دینے کا ایک اہم اصُول ہے ۔ پہلے سیکھنے کے عمل میں کُچھ ترقّی ہو، بعد میں اعلیٰ سچائیاں پیش کی جائیں ۔ خُداوند نے شاگردوں کو کبھی تعلیمات سے دبایا نہیں بلکہ اُن کو ایک ایک سطر اور ایک ایک تصوّر کر کے تعلیم دیتا تھا ۔

۱۶ : ۱۳ ۔ جو کام خُداوند نے شرُوع کیا تھا "سچائی کا رُوح" اُسے جاری رکھے گا ۔ وُہ شاگردوں کو "تمام سچّائی کی راہ دِکھائے گا" ۔ ایک مفہُوم میں "تمام سچّائی" رسُولوں کی زِندگی میں اُن کے سپُرد کی گئی اور اُنہوں نے اُسے تحریری شکل دے دی ۔ اور نئے عہد نامہ میں یہ "تمام سچّائی" اب ہمارے پاس ہے اور پُرانے عہد نامہ کے ساتھ مِل کر یہ انسان کے لئے خُدا کے تحریری مُکاشفہ

کو مکمل کرتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ رُوح تمام زمانوں میں خُدا کے لوگوں کو تمام سچائی کی راہ دکھاتا تھا۔ اور یہ کام وُہ نوِشتوں کے وسیلے سے کرتا ہے۔ "وُہ" صِرف وُہی باتیں "کہے گا" جو باپ اور بیٹا اُسے کہنے کو دے گا۔ وُہ "تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"۔ بلاشُبہ یہ نئے عہدنامہ میں، خصوصاً مُکاشفہ کی کتاب میں کیا گیا ہے جس میں مُستقبل سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔

۱۴:۱۶۔ رُوح کا سب سے اہم کام مسیح کو "جلال دینا" ہے۔ اِسی سے ہم تمام تعلیمات اور منادی کو جانچ سکتے ہیں۔ اگر اِس کے اثر سے مُنجّی کو عِزّت اور جلال مِلتا ہے تو یہ رُوحُ القُدس کا کام ہے "اِس لئے کہ مجُھ ہی سے حاصِل کر کے تمہیں خبریں دے گا"۔ یعنی وُہ عظیم سچائیاں حاصِل کرے گا جو مسیح سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور وُہ اُن کو ایمان داروں پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ایسا موضُوع ہے جس کی گہرائی بے پایاں ہے۔

۱۵:۱۶۔ "باپ" کی ساری صفات بیٹے کی بھی ہیں۔ یہی کمالات ہیں جن کا ذِکر مسیح آیت ۱۴ میں کر رہا تھا۔ رُوحُ القُدس نے یہ جلالی کمالات، خِدمات، مرتبے، فضائل اور مسیح یسُوعؔ کی معمُوری شاگِردوں پر ظاہر کر دی۔

د۔ غم کا خُوشی میں بدلنا ۱۶: ۱۶-۲۲

۱۶:۱۶۔ اِس آیت میں واقعات کے اوقات کا نقشہ معلُوم نہیں۔ مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خُداوند اُن سے تین۳ دِن دُور رہے گا اور پھر مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد اُن پر دوبارہ ظاہر ہو گا۔ اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خداوند واپس آسمان پر باپ کے پاس چلا جائے گا۔ "اور پھر تھوڑی دیر میں" (موجُودہ زمانہ) وُہ اُن کے پاس دوبارہ آئے گا (اُس کی آمدِ ثانی)۔ یا اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ "تھوڑی دیر میں" وُہ اُسے اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے۔ لیکن جب پنتِکُست کے دِن رُوحُ القُدس بخشا جائے گا تو وُہ ایمان سے اُس کو دیکھیں گے یعنی سمجھیں گے۔ اور یہ دیکھنا ایسا ہو گا کہ اُنھوں نے خُداوند کو پہلے کبھی ایسے نہ دیکھا تھا۔

۱۷:۱۶۔ اُس کے شاگِرد اِس بات کو نہ سمجھے۔ اِس اُلجھن کی وجہ یہ ہے کہ آیت ۱۰ میں مُنجّی نے کہا تھا کہ "مَیں باپ کے پاس جاتا ہُوں اور تُم مجُھے پھر نہ دیکھو گے"۔ مگر اب وُہ کہہ رہا ہے کہ "تھوڑی دیر میں تُم مجُھے نہ دیکھو گے اور پھر تھوڑی دیر میں مجُھے دیکھ لو گے"۔ وُہ اِن دونوں بیانوں کو مربُوط نہ کر سکتے تھے۔

۱۸:۱۶ ۔ وہ ایک دُوسرے سے "تھوڑی دیر" کا مطلب پُوچھنے لگے ۔ عجیب بات ہے کہ آج ہمارے سامنے بھی یہی مسئلہ ہے ۔ ہم نہیں جانتے کہ اِس کا اِشارہ جی اُٹھنے سے پہلے کے تین ۳ دِنوں کی طرف ہے ، یا پنتکُست سے پہلے کے چالیس ۴۰ دِنوں کی طرف یا اُس کی دُوسری آمد سے پہلے کے ۱۹۰۰ سالوں سے زیادہ عرصے کی طرف ۔

۱۹:۱۶ - ۲۰ ۔ خُداوند یسوع اُن کے خیالات کو پڑھ سکتا تھا ۔ وُہ سُوالوں کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے کہ مَیں تمہاری اُلجھن سے پُوری طرح واقِف ہُوں ۔

اُس نے اُن کے مسئلے کا براہِ راست جواب نہیں دِیا ۔ البتہ "تھوڑی دیر" کے بارے میں مزید معلُومات فراہم کیں ۔ "دُنیا خُوش ہوگی" کیونکہ خُداوند یسوع کو صلیب پر چڑھانے میں کامیاب ہو جائے گی ۔ لیکن شاگِرد "روئیں گے اور ماتم کریں گے" ۔ مگر یہ صرف تھوڑی دیر کے لئے ہوگا کیونکہ شاگِردوں کا "غم ہی خُوشی بن جائے گا" ۔ اور اَیسا ہی ہُوا ۔ پہلے تو مسیح کے جی اُٹھنے کے باعث دُوسرے رُوح کے آنے کے باعث ۔ پھر جب خُداوند یسوع دوبارہ آئے گا تو سارے زمانوں کے سارے شاگردوں کا غم خُوشی میں بدل جائے گا ۔

۲۱:۱۶ ۔ اِس سے زیادہ عجیب اور قابِلِ غور بات اَور کوئی نہیں کہ جب "بچّہ" پَیدا ہو چُکتا ہے تو ماں جننے کے "دَرد" کو بہُت جَلد بھُول جاتی ہے ۔ شاگِردوں کا حال بھی اَیسا ہی ہوگا ۔ جب وُہ اُس کو دوبارہ دیکھیں گے تو اُس کی غیر حاضری یا جُدائی کے غم کو بہُت جَلد بھُول جائیں گے ۔

۲۲:۱۶ ۔ ہمیں پھر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُن اوقات کا ہمیں کوئی عِلم نہیں جن کا ذِکر خُداوند نے کِیا ہے "مَیں تُم سے پھر مِلوں گا" ۔ کیا اِشارہ اُس کے جی اُٹھنے کی طرف ہے ، یا پِنتکُست پر رُوح القُدس کو بھیجنے کی طرف یا آمدِ ثانی کی طرف ؟ تینوں حالتوں میں نتیجہ خوشی ہے ۔ اور ایسی "خوشی" جو چِھینی نہیں جا سکتی ۔

ش ۔ یسوع کے نام سے باپ سے دُعا مانگنا ۲۳:۱۶ - ۲۸

۲۳:۱۶ ۔ اب تک شاگِرد اپنے سارے سُوال اور درخواستیں لے کر خُداوند کے پاس آتے تھے ۔ "اُس دِن" (وُہ زمانہ جِس کا آغاز پِنتکُست پر رُوح القُدس کے نزُول سے ہُوا) وُہ جسمانی طور سے شاگِردوں کے ساتھ نہ ہوگا ۔ اِس لئے وُہ اَب اُس سے سُوال نہ پُوچھ سکیں گے ۔ لیکن کیا اِس کا مطلب ہے کہ کوئی ہوگا ہی نہیں جِس کے پاس وُہ جا سکیں ؟ ہرگز نہیں ۔ "اُس دِن" اُن کو حق ہوگا کہ "باپ"

سے مانگیں"۔ وُہ یسوع کے نام کی خاطر اُن کی درخواستیں پُوری کرے گا۔ درخواستیں اِس لئے پُوری نہ ہوں گی کہ ہم اِس لائق ہیں، بلکہ اِس لئے کہ خُداوند یسوع اِس لائق ہے۔

۱۶: ۲۴- اِس سے پہلے شاگردوں نے خدا باپ سے مسیح کے "نام سے" کبھی کُچھ نہیں مانگا تھا۔ اَب اُن کو مانگنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ دُعاؤں کا جواب مِلنے سے اُن کی "خُوشی پُوری ہو جائے" گی۔

۱۶: ۲۵- خُداوند کی بُہت سی تعلیمات کا مطلب سطحی طور پر واضح نہیں ہوتا تھا۔ وُہ "تمثیلوں" اور مجازی زُبان میں کلام کرتا تھا۔ زیرِ نظر باب میں بھی کئی وثُوق سے مطلب نہیں بتا سکتے۔ رُوحُ القُدس کے آنے سے "باپ" کے بارے میں تعلیم بُہت واضح ہو گئی۔ اعمال کی کتاب اور خطُوط میں سچّائی تمثیلوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ واضح اور "صاف صاف" بیانات کے وسیلے سے ظاہر کی گئی ہے۔

۱۶: ۲۶- "اُس دِن" —— یہاں "اُس دِن" سے مُراد رُوحُ القُدس کا زمانہ ہے جس میں اب ہم رہ رہے ہیں۔ ہمیں اِعزاز حاصِل ہے کہ باپ سے خُداوند یسوع "کے نام سے" مانگیں۔ "مَیں تُم سے یہ نہیں کہتا کہ باپ سے تمُہارے لئے درخواست کروں گا" یعنی باپ کو اکسانے کی ضرُورت نہیں کہ ہماری دُعاؤں کا جواب دے۔ بیٹے کو اُس سے مِنّت نہیں کرنی پڑے گی۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خُداوند یسوع خُدا اور اِنسان کے بیچ میں درمیانی ہے۔ اور وُہ خُدا کے تخت کے سامنے اپنے لوگوں کی ضرُور شفاعت کرتا ہے۔

۱۶: ۲۷- "باپ" شاگردوں کو اِس لئے عزیز رکھتا ہے کہ اُنہوں نے مسیح کو قبول کیا، اُسے "عزیز رکھا" اور اُس کی اُلوہیت پر "ایمان لائے" تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خُداوند کو باپ سے درخواست کرنے کی ضرُورت نہیں۔ رُوحُ القُدس کے آنے سے شاگردوں کو باپ کے ساتھ قُربت کا خاص اِحساس ہُوا۔ اَب وُہ بڑے اِعتماد کے ساتھ اُس کے پاس آتے ہیں۔ اور یہ سب کُچھ اِس لئے ہے کہ وُہ بیٹے کو "عزیز رکھتے ہیں"۔

۱۶: ۲۸- یہاں خُداوند نے خُدا باپ کے برابر ہونے کے دعوے کو دُہرایا ہے۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ "مَیں خُدا سے آیا ہُوں" جیسے کہ وُہ خُدا کا بھیجا ہُوا محض ایک نبی ہو بلکہ یہ کہ "مَیں باپ میں سے نِکلا ہُوں"۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ ازلی خُدا کا ازلی بیٹا، خُدا باپ کے برابر ہے۔ وُہ اُس شخص کی مانند "دُنیا میں" آیا جو آنے سے پہلے کِسی اَور جگہ رہتا تھا۔ صعُود کے وقت وُہ "دُنیا سے رُخصت" ہو کر "باپ کے پاس" واپس چلا گیا۔ یہ جَلال کے خُداوند کی سوانِح عُمری کا

مختصر خاکہ ہے ۔

ف ۔ مصیبت اور اطمینان ۱۶: ۲۹-۳۳

۱۶: ۲۹- ۳۰ ۔ یسوع کے "شاگردوں" نے سوچا کہ اب ہم پہلی دفعہ اُس کی باتیں سمجھ سکے ہیں ۔ اُنہوں نے کہا کہ اَب تو "کوئی تمثیل نہیں کہتا" یعنی تمثیلوں اور مجازی زبان میں بات نہیں کرتا ۔

اُن کا خیال تھا کہ "اَب" ہم اُس کی ذات کے بھید کو پا گئے ہیں ۔ "اب" اُن کو یقین ہو گیا کہ یسوع "سب کچھ جانتا ہے" اور کہ وُہ "خُدا سے نکلا ہے" ۔ لیکن اُس نے تو کہا تھا کہ "مَیں باپ میں سے نکلا ہُوں" ۔ کیا وُہ اِس بات کا مطلب سمجھتے تھے؟ کیا وُہ سمجھ گئے تھے کہ یسوع ذاتِ الٰہی کا ایک اقنوم ہے ؟

۱۶: ۳۱ ۔ اِس سُوال سے "یسوع" نے اِشارہ کیا کہ اُن کا ایمان ابھی تک نامکمل تھا ۔ وُہ جانتا تھا کہ یہ مجھ سے محبّت رکھتے اور مُجھ پر ایمان رکھتے ہیں ۔ لیکن کیا وُہ واقعی جانتے تھے کہ مسیح میں خُدا جسم میں ظاہر ہُؤا ہے ؟

۱۶: ۳۲ ۔ تھوڑی دیر میں خُداوند گرفتار ہو گا ، اُس پر مُقدمہ چلایا جائے گا اور اُسے مصلُوب کر دیا جائے گا ۔ تمام شاگرد اُس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اپنے اپنے گھر کی راہ لیں گے ۔ لیکن وُہ اکیلا نہیں ہو گا کیونکہ "باپ" اُس کے "ساتھ" ہو گا ۔ خُدا باپ کے ساتھ یہ یکتائی تھی جس کو شاگرد نہیں سمجھتے تھے ۔ اور جب سب اپنی اپنی جانوں کی خاطر بھاگ جائیں گے تو یہی حقیقت خُداوند کو سہارا دیئے رکھے گی ۔

۱۶: ۳۳ ۔ اِس گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ شاگرد "اِطمینان پائیں" ۔ جب لوگ اُن سے نفرت اور عداوت رکھیں گے ، اُن کا تعاقب کریں گے ، اُن پر ظلم و ستم کریں گے ، اُن پر جھُوٹے اِلزام لگائیں گے ، بلکہ اُن پر تشدد کریں گے تو وُہ مسیح میں "اِطمینان" پائیں گے ۔ وُہ کلوری کی صلیب پر "دُنیا پر غالب آیا" ۔ مصیبتوں کے باوجود شاگردوں کو یقین ہونا چاہیئے کہ وہ فاتح اُن کے ساتھ ہے ۔

رُوح القُدس کے آنے کے ساتھ اُن کو خاطر جمعی اور برداشت کی نئی قوّت اور طاقت حاصل ہو گی تاکہ وُہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں ۔

ث۔ یسوعؔ اپنی خدمت کے لئے دُعا مانگتا ہے

۱۷: ۱ - ۵

اَب ہم اُس حِصّے پر پُہنچتے ہیں جِس کو خُداوند کی "سردار کاہن" کی دُعا کہا جاتا ہے۔ اُس نے اپنے لوگوں کے لئے شفاعت کی۔ یہ خُداوند کی اُس خِدمت کی تصوِیر ہے جو وُہ اِس وقت آسمان پر کر رہا ہے۔ وُہ آسمان پر اپنے لوگوں کی شفاعت کرتا ہے۔ مارکس رینز فورڈ نے اِس بات کو نہایت خوبصُورت انداز میں پیش کیا ہے۔

> "یہ پُوری دُعا ہمارے مُبارک خُداوند کی اُس شفاعت کی خُوبصُورت تصوِیر ہے جو وُہ خُدا کے دہنے ہاتھ کر رہا ہے۔ اپنے لوگوں کے خِلاف ایک لفظ نہیں کہتا۔ اُن کی خامیوں اور ناکامیوں کی طرف اِشارہ تک نہیں کرتا . . . ۔ خُداوند اپنے لوگوں کے لئے جِتنی مناجات کرتا ہے اُن سب کا تعلق رُوحانی باتوں سے ہے، سب کا حوالہ آسمانی برکات سے ہے۔ خُداوند اُن کے لئے مال و دولت، عزّت اور ناموری، یا دُنیاوی اثر و رسُوخ (مراعات) نہیں مانگتا بلکہ پُوری دِلسوزی کے ساتھ یہ دُعا مانگتا ہے کہ وُہ بَدی سے بچّے رہیں، دُنیا سے الگ رہیں، فرض کو ادا کرنے کے لائق ہوں، اور بحفاظت آسمانی وطن میں لائے جائیں۔ اِنسانی رُوح کی خُوشحالی بہترین خُوشحالی ہے۔ یہ حقیقی خُوشحالی کا نِشان ہے۔"

۱۷: ۱ - "وُہ گھڑی آ پُہنچی"۔ بہُت دفعہ دُشمن اُس پر ہاتھ ڈالنے اور اُسے پکڑنے میں ناکام رہے تھے کیونکہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا تھا۔ لیکن اَب وقت آ گیا تھا کہ خُداوند مارا جائے۔ "اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کر"۔ مُنجّی نے یہ درخواست کی۔ وُہ صلیب پر اپنی مَوت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اگر وُہ قبر میں رہ گیا تو دُنیا جانے گی کہ وُہ محض ایک اَور اِنسان تھا۔ لیکن اگر خُدا اُسے مُردوں میں سے زِندہ کر کے جلال دے تو یہ ثبوت ہوگا کہ وُہ خُدا کا بیٹا اور دُنیا کو بچانے والا ہے۔ خُدا نے اِس دُعا کا جواب دیتے ہُوئے اُسے تیسرے دِن مُردوں میں سے زِندہ کیا اور بعد میں اُسے واپس آسمان پر اُٹھایا اور اُس کے سر پر جلال اور عزّت کا تاج رکھا۔

"تاکہ بیٹا تیرا جلال ظاہر کرے"۔ خُداوند نے دُعا جاری رکھی۔ اِس کا مطلب اگلی دو

آیات میں واضح کیا گیا ہے۔ یسوع باپ کا جلال اِس طرح ظاہر کرتا ہے کہ جو اُس پر ایمان لاتے ہیں، اُن کو ہمیشہ کی زندگی دیتا ہے۔ جب غیر خُدا پرست لوگ ایمان لاکر اِس دُنیا میں خداوند یسوع کی زندگی کو ظاہر کرتے ہیں تو خُدا کو بہُت جلال مِلتا ہے۔

۱۷: ۲۔ یسوع نے صلیب پر کفّارہ دینے کا کام پُورا کیا۔ اِس کے نتیجے میں خُدا نے اپنے بیٹے کو "ہر بشر پر اختیار دیا ہے"۔ اِس "اختیار" سے وُہ "اُن سب کو ... ہمیشہ کی زندگی" دیتا ہے جن کو باپ نے "اُسے بخشا ہے"۔ یہاں بھی ہمیں یاد دِلایا گیا ہے کہ دُنیا کی بنیادیں رکھنے سے پہلے خُدا نے بعض لوگوں کو الگ کر دیا کہ وُہ مسیح کے ہوں۔ تاہم یاد رکھیں کہ خُدا ہر ایک شخص کو نجات پیش کرتا ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں جو مُنجّی پر ایمان لاکر نجات نہ پا سکے۔

۱۷: ۳۔ یہاں بڑی سادگی سے واضح کیا گیا ہے کہ "ہمیشہ کی زندگی" کیسے حاصل ہوتی ہے۔ یہ "خُدا اور ... یسوع مسیح کو" جاننے سے مِلتی ہے۔ صِرف خُدا ہی "خُدائے واحد و برحق" ہے۔ بُت ہرگز خُدا نہیں۔ اُن میں کوئی حقیقت نہیں۔ اِس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یسوع مسیح "برحق" خُدا نہیں۔ اُس کا نام خُدا باپ کے نام کے ساتھ آیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وُہ ہمیشہ کی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ یہاں خُداوند اپنے آپ کو "یسوع مسیح" کہتا ہے۔ مسیح سے مُراد مسیحِ موعُود ہے۔ یہ آیت اِس دعوے کی تردید کرتی ہے کہ یسوع نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں مسیحِ موعُود ہُوں۔

۱۷: ۴۔ خُداوند نے یہ الفاظ اِس طرح ادا کئے جیسے وُہ مرکر، دفن ہو کر اور دوبارہ زندہ ہو کر سارا کام مکمل کر چکا ہے۔ اُس نے اپنی بے گناہ زندگی سے، معجزات سے، دُکھ اُٹھانے اور مرنے سے اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے باپ کا "جلال" ظاہر کیا تھا۔ اُس نے نجات کا "وُہ کام ... تمام کر دیا تھا جو باپ نے اُسے" کرنے کو دیا تھا"۔ رائیل اِسے یُوں بیان کرتا ہے:

> "تصلیب سے باپ کو جلال مِلا۔ اِس سے باپ کی حکمت، وفاداری، پاکیزگی اور محبّت کو جلال مِلا۔ صلیب نے اُس کی حکمت کو ظاہر کیا کہ اُس نے ایک ایسا منصُوبہ وضع اور مُہیّا کیا جس سے وُہ عادِل ٹھہرا اور ساتھ ہی گنہگاروں کو راست باز ٹھہرانے والا بنا۔ صلیب نے اُس کی وفاداری کو ظاہر کیا کہ اُس نے اپنا وعدہ پُورا کیا کہ عورت کی نسل سانپ کے سر کو کُچلے گی۔ صلیب نے اُس کی پاکیزگی کو ظاہر کیا کہ مُطالبہ کیا کہ ہمارے عظیم عوضی میں اُس کی شریعت کے تمام تقاضے پُورے ہوں۔ صلیب نے اُس کی محبّت کو ظاہر کیا کہ ایسا درمیانی،

ایسا کفّارہ دینے والا اور گنہگار اِنسان کا ایسا دوست بھیجا یعنی اپنا بیٹا جو ازل سے اُس کے ساتھ تھا۔

تصلیب سے بیٹے کو جلال مِلا۔ اِس سے اُس کے ترس، اُس کے صبر و برداشت اور اُس کی قُدرت کو جلال مِلا۔ صلیب نے ظاہر کر دیا کہ وُہ سب سے زیادہ ترس کھانے والا ہے کہ اُس نے ہمارے بدلے دُکھ اُٹھایا، ہماری خاطر مَر گیا۔ وُہ ہماری خاطر گُناہ محسُوب ہُؤا، ہماری خاطر لعنتی بنا۔ اور اپنے خُون کی قیمت ادا کر کے ہماری نجات مول لی۔ صلیب نے ظاہر کیا کہ وُہ سب سے زیادہ صبر اور برداشت کرنے والا ہے، کہ وُہ عام آدمیوں کی طرح عام مَوت نہیں مَرا، بلکہ رضاکارانہ خُود کو ایسے دُکھوں اور جاں کنی کے حوالہ کر دیا جن کا تصوّر کوئی دِماغ نہیں کرسکتا، حالانکہ وُہ ایک لفظ سے اپنے باپ کے فرشتوں کو طلب کر کے آزاد ہوسکتا تھا۔ صلیب نے ظاہر کیا کہ وُہ سب سے زیادہ قُدرت رکھتا ہے، کہ اُس نے دُنیا کی ساری خطا کاریوں کا بوجھ اُٹھالیا۔ اور شیطان کو شکست دے کر اُس کا شِکار چھین لیا۔“

۱۷: ۵۔ دُنیا میں آنے سے پیشتر مسیح باپ کے ساتھ آسمان میں رہتا تھا۔ جب فرِشتے خُداوند پر نظر کرتے تو اُلوہیت کا سارا جلال دیکھتے تھے۔ مگر جب وُہ اِنسانوں کے درمیان آیا تو اُلوہیت کا جلال پردہ کے اندر چلا گیا۔ گو وُہ اَب بھی خُدا تھا مگر اکثر دیکھنے والوں کو وُہ خُدا نظر نہیں آتا تھا۔ اُن کو وُہ صِرف بڑھئی کا بیٹا نظر آتا تھا۔ یہاں مُنجّی دُعا مانگتا ہے کہ اُس کے آسمانی جلال کو دیدنی طور پر بحال اور ظاہر کیا جائے۔ ”مُجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے“۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ مُجھے آسمان میں اپنی حضُوری میں جلال دے۔ وُہ جلال جو مَیں اپنے تجسّم سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا، اُسے بحال کر دے۔ اِس سے مسیح کے ازل سے ہونے کی واضح تعلیم مِلتی ہے۔

خ۔ یسوع اپنے شاگردوں کے لئے دُعا مانگتا ہے

۱۷: ۶۔ ۱۹

۱۷: ۶۔ یسوع نے باپ کا ”نام“ اپنے شاگردوں پر ”ظاہر کیا“۔ پاک کلام میں ”نام“ کا

مطلب "شخص" اُس کی صفات اور سیرت ہوتا ہے ۔ مسیح نے باپ کی حقیقی ذات کو پُورے طور سے ظاہر کر دیا ۔ شاگرد "دُنیا میں سے" بیٹے کو "دِیئے گئے" تھے ۔ وُہ بے ایمان بنی نوع اِنسان سے الگ کر دیئے گئے اور مسیح کی مِلکیت ہونے کے لئے مخصُوص کئے گئے ۔ "وُہ دُنیا کے وجُود میں آنے سے بیشتر چُنے جانے کے باعث باپ کے تھے اور خُدا کی بخشش سے اور خُون سے خریدے جانے کے باعث مسیح کے ہو گئے" (جے ۔ جی ۔ بیلٹ) ۔

"اُنہوں نے تیرے کلام پر عمل کیا ہے" ۔ اُن کی تمام ناکامیوں اور خامیوں کے باوجُود یسوع اُن کی تعریف کرتا ہے کہ وُہ ایمان لائے اور اُس کی تعلیم پر عمل کیا ۔ رینز فورڈ رقمطراز ہے کہ "یسوع اپنے شاگردوں کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتا ۔ اِشارہ تک نہیں کرتا کہ وُہ کیا کرتے رہے اور کیا کرنے کو ـــــ اُسے اکیلا چھوڑ جانے کو ـــــ تھے" ۔

۱۷: ۷، ۸ ۔ مُنجی نے اپنے باپ کو کامل طور پر پیش اور ظاہر کیا تھا ۔ اُس نے شاگردوں پر واضح کر دیا تھا کہ مَیں اپنے اِختیار سے نہ کُچھ کہتا اور نہ کُچھ کرتا ہُوں بلکہ صِرف وُہی کرتا ہُوں جو باپ مجُھے کہتا ہے ۔ اِس لئے وُہ "ایمان لائے" کہ "باپ" ہی نے بیٹے کو "بھیجا" ہے ۔

مسیح نے اپنے مشن کو اپنی طرف سے شرُوع نہیں کیا تھا ۔ وُہ خُدا کی مرضی کی تعمیل کرتے ہُوئے اِس دُنیا میں آیا تھا ۔ وُہ یہوواہ کا کامل خادم تھا ۔

۱۷: ۹ ۔ بحیثیت سردار کاہن اُس نے شاگردوں کے لئے دُعا مانگی ۔ اُس نے "دُنیا کے لئے درخواست نہیں" کی ۔ مگر اِس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس نے دُنیا کے لئے کبھی درخواست نہیں کی ۔ مثلاً صلیب پر اُس نے درخواست کی کہ "اے باپ! اِن کو مُعاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں" ۔

مگر یہاں وُہ خُدا کے تخت کے سامنے ایمان داروں کے نمائندے کے طور پر دُعا مانگتا ہے ۔ یہاں اُس کی دُعا صِرف اُنہی کے لئے ہے ۔ یہاں اُس کی دُعا صِرف اپنوں کے لئے ہو سکتی ہے ۔

۱۷: ۱۰ ۔ یہاں باپ اور بیٹے کی کامل یکتائی نظر آتی ہے ۔ محض اِنسان ایسی بات نہیں کہہ سکتا ۔ ہم خُدا سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ "جو کُچھ میرا ہے وُہ سب تیرا ہے" لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ "جو تیرا ہے، وُہ میرا ہے" ۔ چونکہ وُہ بیٹا ہے، اِس لئے وُہ یہ بات کہہ سکتا ہے ۔ اِن آیات (۶ ۔ ۱۹) میں یسوع اپنے پس ماندہ اور کمزور گلّے کو پیش کرتا

اور اُس کے ایک ایک برّہ کو رنگا رنگ چوغے میں مُلبّس کر کے کہتا ہے کہ "اِن سے میرا جلال ظاہر" ہوتا ہے۔

۱۷:۱۱ - خُداوند دوبارہ اپنی آسمان کو واپسی پر نظر کرتا ہے۔ "قُدّوس باپ" کے لقب پر غور کریں۔ "قُدّوس" کا مطلب ہے لامحدُود طور پر اعلیٰ و ارفع۔ اور "باپ" کا مطلب ہے وُہ ہستی جو نہایت ہی قریب ہو۔

یسوؔع نے دُعا مانگی "تاکہ وُہ ہماری طرح ایک ہوں"۔ یہ مسیحی کردار میں ایک ہونے کی طرف اِشارہ ہے۔ جس طرح باپ اور بیٹا اخلاقی مشابہت میں ایک ہیں، اِسی طرح ایمان داروں کو بھی اُس میں ایک ہونا چاہیے کہ وُہ خُداوند یسوؔع کی مانند ہوں۔

۱۷:۱۲ - "جب تک" یسوؔع اپنے شاگردوں کے "ساتھ رہا" اُس نے باپ کے "نام" سے اُن کی "حفاظت کی" یعنی اُس کی قُدرت اور اختیار سے اُن کی حفاظت کرتا رہا اور اُن کو باپ کا وفادار رکھّا۔ یسوؔع نے کہا "ہلاکت کے فرزند کے سِوا اُن میں سے کوئی ہلاک نہ ہُوا"۔ ہم جانتے ہیں کہ "ہلاکت کا فرزند" یہُوداؔہ اِسکریوتی تھا۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ یہُوداؔہ بھی وُہ تھا جسے باپ نے بیٹے کو بخشا تھا (آیت ۲) یا وُہ کبھی سچّے دِل سے ایمان لایا تھا۔ اِس جُملے کا مطلب یہ ہے کہ "جن کو تُو نے مجھے بخشا مَیں نے اُن کی حفاظت کی۔ اور سوائے ہلاکت کے فرزند کے اُن میں سے کوئی ہلاک نہ ہُوا تاکہ کتابِ مُقدّس کا لکھا پُورا ہو"۔ "ہلاکت کا فرزند"۔ اِس لقب کا مطلب ہے کہ یہُوداؔہ کو ابدی تباہی یا سزا کے حوالے کیا گیا تھا۔ یہُوداؔہ کو مجبُور نہیں کیا گیا تھا کہ مسیح کو پکڑوائے تاکہ نبوّت پُوری ہو جائے بلکہ اُس نے نجات دہندہ کو پکڑوانے کا اِنتخاب خُود کیا۔ اور یُوں "کتابِ مُقدّس کا لکھا" پُورا ہُوا۔

۱۷:۱۳ - خُداوند نے بتایا کہ وُہ شاگردوں کے سامنے کیوں دُعا مانگ رہا تھا۔ گویا وُہ اُن سے کہہ رہا تھا کہ "یہ وُہ شفاعت ہے جو مَیں آسمان میں خُدا کے سامنے پیش کرنے سے کبھی نہیں رُکوں گا۔ لیکن اب یہ شفاعت "دُنیا میں" اور تمہارے سُنتے ہوئے اِس لئے کر رہا ہُوں کہ تُم زیادہ صفائی سے جان لو کہ مَیں وہاں تمہاری بہتری کے فروغ کے لئے کیسے مصرُوف رہُوں گا تاکہ تُم "میری خُوشی" میں زیادہ سے زیادہ شریک ہو جاؤ"۔

۱۷:۱۴ - خُداوند نے "خُدا کا کلام" شاگردوں کو پہنچا دیا اور اُنہوں نے اُسے قبول کر لیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ "دُنیا" اُن کے خلاف ہو گئی اور اُن سے "عداوت" رکھنے لگی۔ اُن

میں خُداوند یسوع کی خصُوصیات تھیں اِس لئے “دُنیا” اُن کو حقیر جانتی تھی۔ وُہ دُنیا کے نظام میں موزُوں نہیں بیٹھتے تھے۔

۱۷:۱۵۔ خُداوند نے “یہ درخواست نہیں” کی کہ باپ ایمان داروں کو فی الفور آسمانی وطن میں واپس بُلالے۔ اُن کو اِس دُنیا میں رہ کر فضل میں بڑھنا اور مسیح کی گواہی دینا ضرُور تھا۔ “بلکہ” مسیح نے یہ دُعا مانگی کہ باپ “اُس شریر سے اُن کی حفاظت کرے”۔ فرار نہیں بلکہ تحفّظ کی دُعا۔

۱۷:۱۶۔ جَیسے مسیح “دُنیا کا نہیں” تھا وَیسے ہی مسیحی بھی “دُنیا کے نہیں” ہوتے۔ جب ہمیں دُنیوی عیش وعِشرت کی آزمائش آئے، یا دُنیاوی تعلقات میں پڑیں جہاں یسوع کے نام کو ناپسند کیا جاتا ہے تو لازم ہے کہ ہم اِس بات کو یاد رکھیں۔

۱۷:۱۷۔ “مُقدّس کر” اِس کا مطلب ہے الگ رکھنا، مخصُوص کرنا۔ خُدا کا کلام ایمان داروں کی تقدِیس کرنے کی تاثیر رکھتا ہے۔ جب ایمان دار اِسے پڑھتے اور اِس پر عمل کرتے ہیں تو وُہ اُن برتنوں کی طرح الگ اور مخصُوص کئے جاتے ہیں جو مالِک کے اِستعمال کے لائِق ہیں۔ خداوند یسوع یہاں بالکل اِسی بات کے لئے دُعا مانگ رہا تھا۔ وُہ اَیسے لوگ چاہتا تھا جو دُنیا سے نکال کر خُدا کے لئے الگ رکھے گئے ہوں اور اِس لائِق ہوں کہ خُدا اُن کو اِستعمال کرے۔ “تیرا کلام سچّائی ہے”۔ الفاظ پر غور کریں۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ “تیرے کلام میں سچّائی ہے” جَیسا کہ آج کل بہُت سے لوگ کہتے ہیں بلکہ یہ کہ “تیرا کلام سچّائی ہے”۔

۱۷:۱۸۔ باپ نے خُداوند یسوع کو “دُنیا میں بھیجا” تاکہ خُدا کی ذات کو اِنسان پر ظاہر کرے۔ جب خُداوند دُعا مانگ رہا تھا تو اُسے اِحساس ہُؤا کہ مَیں تو بہُت جَلد واپس آسمان پر چلا جاؤں گا لیکن آنے والی نسلوں کو تو خُدا کے بارے میں گواہی کی پھر بھی ضرُورت رہے گی۔ ضرُور ہے کہ ایمان دار رُوحُ القُدس کی قُوّت سے اِس کام کو سرانجام دیں۔ بے شک مسیحی خُدا کی نمائندگی مسیح کی طرح کاملیّت سے نہیں کر سکتے۔ لیکن اِیمان دار خُدا کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ہی تو یہاں موجُود ہیں۔ اور اِسی سبب سے یسوع نے “اُنہیں دُنیا میں بھیجا”۔

۱۷:۱۹۔ “مُقدّس کرنا” کا لازمی مطلب “پاک کرنا” نہیں۔ مسیح تو اپنی ذات میں پاک ہے بلکہ یہاں تصوُّر یہ ہے کہ خُداوند خُود کو اُس کام کے لئے الگ یا مخصُوص (دیکھئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ) کرتا ہے جسے کرنے کے لئے باپ نے اُسے بھیجا تھا۔ اور وُہ کام ہے فِدیہ یا قُربانی کی مَوت۔ وائین کہتا ہے کہ “اُس کی تقدیس ہماری تقدیس کے لئے نمُونہ اور قُوّت

ہے"۔ ضرور ہے کہ ہم دُنیا سے الگ کِئے جائیں اور اُس (مسیح) میں اپنا حِصّہ پائیں۔

ذ۔ یسوع تمام ایمان داروں کے لئے دُعا مانگتا ہے

۱۷: ۲۰-۲۶

۱۷: ۲۰۔ اب ہمارا سردار کاہن دُعا کو شاگردوں سے آگے بڑھاتا ہے۔ اُس نے اُن نسلوں کے لئے دُعا کی جن کو ابھی پیدا ہونا تھا۔ درحقیقت اِس آیت کو پڑھنے والا ہر ایمان دار کہہ سکتا ہے کہ "یسوع نے تقریباً دو ہزار سال پہلے میرے لئے دُعا مانگی"۔

۱۷: ۲۱۔ یہ دُعا ایمان داروں میں اِتحاد اور یگانگت کے لئے تھی۔ لیکن اِس دفعہ گُنہگاروں کی نجات بھی نظر میں تھی۔ جس یگانگت کیلئے مسیح نے دُعا مانگی، وُہ کلیسیا کا خارجی اِتحاد نہیں، بلکہ وُہ یگانگت ہے جس کی بُنیاد مُشترکہ اخلاقی مُشابہت ہے۔ اُس نے دُعا مانگی کہ خُدا اور مسیح کی ذات (سیرت/کردار) کا اِظہار کرنے میں ایمان دار "ایک ہوں"۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ "دُنیا ایمان لائے" گی کہ مسیح کو خُدا نے "بھیجا" تھا۔ یہ ایسی یگانگت اور اِتحاد ہے جس کے باعث دُنیا قائل ہو جاتی ہے کہ "اِن مسیحیوں میں مسیح اُسی طرح نظر آتا ہے جیسے باپ مسیح میں نظر آتا تھا"۔

۱۷: ۲۲۔ آیت ۱۱ میں مسیح نے رِفاقت میں یگانگت کی دُعا مانگی تھی۔ آیت ۲۱ میں گواہی دینے میں یگانگت اور اِتحاد کی دُعا تھی۔ یہاں "جلال" میں یکتائی ہے۔ یہاں اُس وقت کی طرف نظریں لگی ہُوئی ہیں جب مُقدّسین کو جلالی بدن ملیں گے۔ "وُہ جلال جو تُو نے مُجھے دیا ہے"۔ یہ قیامت اور صعُود کا جلال ہے۔

ابھی ہم کو یہ جلال نہیں مِلا۔ جہاں تک خُدا کے مقاصد کا تعلق ہے یہ جلال ہم کو "دیا" گیا ہے۔ لیکن یہ واقعةً اُس وقت مِلے گا جب مُنجّی ہمیں آسمان پہ لے جانے کو دوبارہ آئے گا۔ جب مسیح اپنی بادشاہی قائم کرنے کو دُنیا میں دوبارہ آئے گا اُس وقت یہ جلال ظاہر ہوگا۔ اُس وقت دُنیا باپ اور بیٹے کے درمیان جو یکتائی ہے اور بیٹے اور اُس کے لوگوں میں جو یکتائی ہے، اُس کو سمجھے گی اور ایمان لائے گی (جو بعد از وقت ہوگا) کہ یسوع وُہ ہستی ہے جس کو خُدا نے بھیجا تھا۔

۱۷: ۲۳۔ "دُنیا" نہ صرف یہ جانے گی کہ یسوع خُدا کا بیٹا ہے بلکہ یہ بھی جانے گی کہ خُدا

ایمان داروں سے وَیسے ہی محبّت رکھتا ہے جَیسے مسیح سے رکھتا ہے ۔ یہ بات ناقابلِ یقین لگتی ہے کہ ہم سے ایسی محبت رکھّی جائے۔ مگر یہ حقیقت ہے ۔

۱۷: ۲۴ ۔ بیٹا چاہتا ہے کہ اُس کے لوگ جَلال میں اُس کے ساتھ ہوں ۔ جب بھی کوئی ایمان دار مَرتا ہے تو ایک لحاظ سے وُہ اِس دُعا کا ایک جواب ہوتا ہے ۔ اگر ہم اِس حقیقت کو جانیں تو غم میں بہُت تسلّی ہو گی ۔ مَرنے کا مطلب ہے مسیح کے ساتھ جا رہنا اور اُس کا "جلال دیکھنا"۔ یہ "جَلال" صِرف اُس کی اُلوہیّت کا جَلال نہیں جو وُہ بنائے عالم سے پیشتر خُدا کے ساتھ رکھتا تھا بلکہ وُہ جَلال بھی ہے جو اُس کو بحیثیّت نجات دہندہ اور فِدیہ دینے والا حاصِل ہُوا ۔ یہ "جَلال" ثبوت ہے کہ خُدا نے "بنائے عالَم سے پیشتر مسیح سے محبّت رکھی"۔

۱۷: ۲۵ ۔ "دُنیا" یہ دیکھنے سے قاصر رہی کہ خُدا یسوع میں ظاہر ہُوا ہے ۔ لیکن چند شاگردوں نے اِس ظہُور کو دیکھا اور ایمان لائے کہ خُدا نے یسوع کو "بھیجا" تھا ۔ مسیح کے صلیب دِئے جانے سے ایک رات پہلے سارے بنی نوعِ انسان میں صِرف معدُودے چند وفادار دِل تھے ——— اور وُہ بھی بہُت جَلد اُسے چھوڑ جانے کو تھے ۔

۱۷: ۲۶ ۔ خُداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو باپ کے "نام سے واقِف کیا" تھا ۔ وُہ اُن کے ساتھ تھا ۔ مطلب یہ ہے کہ اُس نے باپ کو اُن پر ظاہر کیا ۔ اُس کے کام اور باتیں باپ کے کام اور باتیں تھیں ۔ اُنہوں نے مسیح میں باپ کا کامِل نقش دیکھا ۔ یسوع رُوح القُدس کی خِدمت کی معرفت باپ کے نام سے "واقِف" کرانے کا عمل مُسلسل جاری رکھے ہُوئے ہے ۔ پنتکُست کے دِن سے رُوح ایمان داروں کو خُدا باپ کے بارے میں سکھا رہا ہے ۔ خاص کر خُدا کے کلام کے وسیلے سے ہم جان سکتے ہیں کہ خُدا کیسا ہے ۔ جب لوگ باپ کو جَیسا کہ خُداوند یسوع نے اُسے ظاہر کیا ہے قبول کرتے ہیں تو خُدا اُن سے خاص محبّت رکھتا ہے ۔ چونکہ خُداوند یسوع سارے ایمان داروں کے اندر سکُونت کرتا ہے تو باپ اُن کو بھی اُسی نظر سے دیکھتا اور اُن سے بھی وُہی سلُوک کرتا ہے جَیسا اپنے اِکلوتے بیٹے سے کرتا ہے ۔ رائیس کہتا ہے :

> "اِس طبعی دُنیا کی تخلیق سے پیشتر خُدا کی محبّت بیٹے پر مرکوز تھی (آیت ۲۴)۔ اب نئی رُوحانی دُنیا کی تخلیق کے بعد یہ محبّت اُن سب پر مرکوز ہے جو بیٹے کے ساتھ ایک ہیں"۔

اور گوڈٹ اِس میں یُوں اِضافہ کرتا ہے :

> "اپنے بیٹے کو اِس دُنیا میں بھیجنے میں خُدا کا خاص مقصد یہ تھا کہ وُہ بنی نوع

اِنسان میں اپنے لئے فرزندوں کا ایک ایسا خاندان بنائے جو اُس (بیٹے) کے مُشابہ ہو۔"

چونکہ خُداوند یسوؔع ایمان دار کے اندر رہتا ہے اِس لئے خُدا اُس (ایمان دار) سے وَیسی مَحبّت رکھ سکتا ہے جَیسی مسیح سے۔

رینزؔ فورڈ کے مُطابق جو عرضیں اور درخواستیں مسیح اپنے لوگوں کے لئے کرتا ہے:

"اِن کا تعلق رُوحانی باتوں، آسمانی برکتوں سے ہے۔ وُہ مال وَدولت یا عزّت اور نام یا دُنیوی اثرورسُوخ کے لئے درخواست نہیں کرتا بلکہ بَدی سے چُھٹکارے، دُنیا سے علیحدگی، فرض کی ادائیگی کے لئے توفیق اور آسمان پر بحفاظت پہُنچنے کے لئے درخواست کرتا ہے۔"

۸۔ خُدا کے بیٹے کا دُکھ اور مَوت اَبواب ۱۸، ۱۹

ا۔ یہُوداؔہ خُداوند کو پکڑواتا ہے ۱۸: ۱-۱۱

۱۸: ۱۔ ابواب ۱۳ تا ۱۷ کی باتیں یروشلیمؔ میں کہی گئی تھیں۔ اَب "یسوؔع" یروشلیمؔ شہر سے باہر نِکلا اور مشرق کی طرف زیتُوؔن کے پہاڑ کی طرف چلا۔ اَیسا کرنے میں اُس نے "قِدرُوؔن کے نالہ" کو پار کیا اور گتسمنیؔ باغ میں آیا۔ یہ باغ زیتوؔن کے پہاڑ کی مغربی ڈھلان پر واقع تھا۔

۱۸: ۲، ۳۔ یہُوداؔہ جانتا تھا کہ یسوؔع اِس باغ میں دُعا مانگنے میں بہُت وقت گزارا کرتا ہے۔ وُہ "جانتا تھا" کہ غالباً" وُہ دُعا کی "جگہ" پر مل سکتا ہے۔

"سپاہیوں کی پلٹن" غالباً رومی فوجیوں کا دستہ تھا جبکہ "پیادے" یہُودی سردار تھے جو سردار کاہنوں اور فریسیوں کے نمائندے تھے۔ "وُہ مشعلوں اور چراغوں اور ہتھیاروں کے ساتھ" وہاں آپہُنچے۔ "وُہ مشعلوں کے ساتھ دُنیا کے نُور کو ڈھونڈنے نِکلے"۔

۱۸: ۴۔ یسوؔع نے اِنتظار نہیں کیا کہ اُسے تلاش کرلیں بلکہ آگے بڑھ کر اُن سے مِلا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ صلیب پر چڑھنے کو آمادہ تھا۔ سپاہی اپنے ہتھیار گھر چھوڑ کر

آ سکتے تھے۔ مُنجّی اُن کی مزاحمت نہ کرتا۔

”کِسے ڈھُونڈتے ہو؟“ اِس سُوال کا مقصد اُن کے مُنہ سے کہلوانا تھا کہ اُن کے کام اور مقصد کی نوعیّت کیا تھی۔

۵:۱۸۔ وُہ ”یسُوعؔ ناصری کو“ ڈھونڈ رہے تھے۔ اُن کو قطعاً احساس نہ تھا کہ وُہ اُن کا خالِق اور سنبھالنے والا ہے —— کہ وُہ اُن کا دِلی دوست ہے۔ ”مَیں ہُوں“ (اصل زُبان میں ”ہی“ نہیں ہے۔ البتہ اُردو زُبان میں اِس کی ضرُورت ہے)۔ اُس کا مطلب تھا کہ مَیں صِرف یسُوعؔ ناصری ہی نہیں بلکہ یہوواہ بھی ہُوں۔ جَیسا کہ پہلے ذِکر ہُؤا ”مَیں ہُوں“ پُرانے عہد نامہ میں یہوواہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کیا اِس سے ”یہُوداہ“ نئے سِرے سے حیران نہ ہُؤا جبکہ وُہ باقی ہجُوم ”کے ساتھ کھڑا تھا“؟

۶:۱۸۔ ایک مُختصر لمحے کے لئے خُداوند یسُوعؔ نے اُن پر ظاہر کر دیا کہ مَیں ”مَیں ہُوں“ — قادرِ مُطلق خُدا ہُوں۔ یہ انکشاف (مُکاشفہ) اِتنا زبردست اور غالب تھا کہ ”وُہ پیچھے ہٹ کر زمین پر گِر پڑے“۔

۷:۱۸۔ خُداوند نے اُن سے پھر پُوچھا کہ تُم کِسے ڈھُونڈتے ہو؟ پھر وُہی جواب مِلا، حالانکہ مسیح کے دو لفظوں نے تھوڑی دیر پہلے اُن پر کیا اثر کیا تھا۔

۹، ۸:۱۸۔ ”یسُوعؔ نے“ دوبارہ ”جواب دِیا کہ ... مَیں ہی ہُوں“ اور کہ مَیں یہوواہ ہُوں ”مَیں تُم سے کہہ تو چُکا کہ مَیں ہی ہُوں“۔ چونکہ وُہ اُس کی تلاش میں تھے اِس لئے اُس نے سپاہیوں وغیرہ سے کہا کہ میرے شاگِردوں کو ”جانے دو“ کیسی عجیب اور حیرت ناک بات ہے کہ جِس لمحے اُس کی اپنی جان خطرے میں تھی اُس کو دُوسروں کا خیال تھا۔ یہ مثالی بے لوَثی اور بے غرضی ہے۔ یُوں یُوحنّا ۱۲:۱۷ کی بات بھی پُوری ہُوئی۔

۱۰:۱۸۔ ”شمعُون پطرس“ نے سوچا کہ موقع آ گیا ہے کہ تشدُّد کا اِستعمال کر کے مالک کو بِھیڑ سے بچایا جائے۔ خُداوند سے ہدایت کے بغیر ہی عمل کرتے ہُوئے اُس نے ”تلوار ... کھینچی اور سردار کاہن کے نوکر ... کا دہنا کان اُڑا دِیا“۔ اِس میں شک نہیں کہ پطرس اُس کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک اَن دیکھے ہاتھ نے تلوار کا رُخ بدل دیا تو صِرف اُس کا کان اُڑ گیا۔

۱۱:۱۸۔ ”یسُوعؔ“ نے غلط جوش پر ”پطرس“ کو جِھڑکا۔ ”باپ“ نے اُس کو دُکھوں اور مَوت کا ”پیالہ“ دِیا تھا اور وُہ اُس کو پینے کا مُصمّم اِرادہ رکھتا تھا۔ لُوقا طبیب لِکھتا ہے

کہ خُداوند نے ملخُس کے کان کو چھُو کر ٹھیک کر دیا (لُوقا ۲۲: ۵۱)۔

ب۔ یسُوع کا پکڑا اور باندھا جانا ۱۸: ۱۲-۱۴

۱۸: ۱۲، ۱۳۔ یہ پہلا موقع ہے کہ شریر انسان "یسُوع" کو پکڑ کر اُس کے بازُو باندھنے میں کامیاب ہُوئے۔

"حنّا" پہلے سردار کاہن تھا۔ یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ یسُوع کو "کائفا" کی بجائے "پہلے" حنّا کے پاس کیوں لے گئے، جبکہ اُس کا داماد "کائفا" اُس وقت "سردار کاہن" تھا۔ جس بات پر غور کرنا اہم ہے، وہ یہ ہے کہ یسُوع کو پہلے یہُودیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہاں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ وُہ بدعت اور کُفر کا مجرم ہے۔ اِس کو ہم "مذہبی مُقدمہ" کہہ سکتے ہیں۔ اِس کے بعد اُس کا مُقدمہ رُومی حاکموں کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہاں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ وُہ قیصر کا دُشمن ہے۔ یہ "دیوانی" مقدمہ تھا۔ چونکہ یہُودی رومی حکومت کے ماتحت تھے اِس لئے اُن کو رومی عدالتوں سے رجُوع کرنا ضرُور تھا۔ وُہ موت کی سزا پر عمل درآمد نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کام رُومی حاکم پیلاطُس کو کرنا تھا۔

۱۸: ۱۴۔ انجیل نویس یُوحنّا وضاحت کرتا ہے کہ "یہ کائفا" وہی سردار کاہن تھا جس نے نبوّت کی تھی کہ "اُمّت کے واسطے ایک آدمی کا مرنا بہتر ہے" (دیکھئے یُوحنّا ۱۱: ۵۰)۔ اب وُہ اِس نبوّت کے پُورا ہونے میں حِصّہ ادا کرنے والا تھا۔ جیمز سٹوارٹ لکھتا ہے کہ

> "یہ آدمی تھا جو قوم کی رُوح کا مُستند مُحافظ تھا۔ اُس کو حق تعالیٰ کا اعلیٰ ترین ترجمان اور نمائندہ ہونے کے لئے مخصُوص کیا گیا تھا۔ اُس کو سال میں ایک دفعہ پاک ترین مقام میں داخل ہونے کا شاندار اعزاز و استحقاق دیا گیا تھا۔ تو بھی یہی آدمی تھا جس نے خُدا کے بیٹے پر سزا کا حُکم صادر کیا۔ تاریخ اِس سچائی کی اَور کوئی ایسی چونکا دینے والی مثال پیش نہیں کرتی کہ دُنیا کا بہترین ماحول بھی کسی اِنسان کی نجات کی ضمانت فراہم نہیں کر سکتا۔ جان بنیئن اپنی کتاب کے اختتام پر کہتا ہے 'پھر مَیں نے دیکھا کہ بہشت کے پھاٹکوں سے نِکل کر ایک راستہ دوزخ کو جاتا ہے'۔"

ج۔ پطرس اپنے خُداوند کا اِنکار کرتا ہے ۱۸: ۱۵-۱۸

۱۸: ۱۵۔ بائبل مُقدّس کے اکثر عُلما یقین رکھتے ہیں کہ "ایک اَور شاگرد" جس کا یہاں ذِکر ہے وُہ یُوحنّا تھا۔ وُہ اِنکساری کے باعث اپنا نام نہیں لیتا۔ شاید وُہ پطرس کے شرمناک انکار کے باعث بھی وُہ اپنا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ یُوحنّا "سردار کاہن کا جان پہچان" کیسے تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اُسی کی وجہ سے اُس کو "سردار کاہن کے دِیوان خانہ میں" جانے کی اجازت مِل گئی۔

۱۸: ۱۶-۱۷۔ "پطرس" اُس وقت تک اندر نہ جا سکا جب تک یُوحنّا نے باہر جا کر دربان عَورت سے بات نہ کی۔ جب ہم پیچھے مُڑ کر دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ شاید اچھّا ہوتا اگر یُوحنّا اِس طرح اپنا اثرورسُوخ اِستعمال نہ کرتا۔ یہ بات اہم ہے کہ پطرس کا پہلا اِنکار کِسی طاقتور اور خوفناک سِپاہی کے سامنے نہیں بلکہ ایک سادہ سی "دربان لَونڈی" کے سامنے تھا۔ اُس نے اِنکار کرتے ہُوئے کہا کہ "مَیں یسوع کے شاگردوں میں سے نہیں ہُوں"۔

۱۸: ۱۸۔ اَب پطرس خُداوند کے دشمنوں میں بیٹھ گیا اور اپنی شناخت کو چُھپانے کی کوشش کی۔ کئی دُوسرے شاگردوں کی طرح وُہ بھی دُنیا کی آگ "تاپ رہا تھا"۔

د۔ سردار کاہن کے سامنے یسوع کی پیشی ۱۸: ۱۹-۲۴

۱۸: ۱۹۔ یہ معلُوم نہیں ہوتا کہ یہاں "سردار کاہن" سے مُراد حنّا تھا یا کائفا۔ زیادہ اِمکان یہ ہے کہ حنّا تھا۔ اگر اَیسا ہے تو اُسے محض اخلاقاً سردار کاہن کہا گیا ہے کیونکہ وُہ کائفا سے پہلے اِس منصب پر فائز تھا۔ "پھر سردار کاہن نے یسوع سے اُس کے شاگردوں اور اُس کی تعلیم کی بابت پُوچھا" گویا شاگردوں اور مسیح کی تعلیم سے مُوسوی شریعت اور رومی حکومت کو خطرہ تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کے پاس خُداوند کے خِلاف دراصل کوئی مُقدّمہ تو تھا نہیں، اِس لئے وُہ کچھ نہ کچھ بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

۱۸: ۲۰۔ "یسوع نے اُسے جواب دیا" کہ میری خِدمت تو "علانیہ" رہی ہے۔ اُس کے پاس چُھپانے کو کچھ نہ تھا۔ وُہ "یہُودیوں" کی موجُودگی میں "تعلیم" دیا کرتا تھا۔ وُہ اُن کے "عبادتخانوں اور ہیکل میں" بھی سب کے سامنے علانیہ تعلیم دیتا تھا۔ کِسی قِسم کی کوئی خُفیہ بات نہ تھی۔

۱۸: ۲۱- یہ چیلنج تھا کہ چند اُن یہودیوں کو لایا جائے جنہوں نے اُس کی تعلیم سُنی تھی اور اُن سے یسوع پر اِلزام لگوایا جائے۔ اگر اُس نے کچھ غلط کہا یا کیا تھا تو گواہوں کو پیش کیا جائے۔

۱۸: ۲۲- ظاہر ہے کہ اِس چیلنج سے یہودی چڑ گئے۔ اب اُن کے پاس کوئی مُقدّمہ ہی نہ رہا تھا۔ چنانچہ وُہ بدزبانی پر اُتر آئے۔ ایک پیادے نے "یسوع کے طمانچہ مار کر کہا، تُو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے؟"

۱۸: ۲۳- پُروقار انداز میں اور لاجواب منطق کے ساتھ مسیح اُن کے تعصّب اور بے اِنصافی کو سامنے لے آیا۔ وُہ اُس پر کچھ بُرا کہنے کا اِلزام نہیں لگا سکتے تھے۔ تو بھی سچ کہنے پر اُنہوں نے اُسے مارا تھا۔

۱۸: ۲۴- گزشتہ آیات حنّا کے سامنے اُس کی تفتیش کا بیان کرتی ہیں۔ یُوحنّا کیفا کے سامنے پیشی کا بیان نہیں کرتا۔ وُہ ۱۸: ۲۴ اور ۱۸: ۲۸ کے درمیان آتی ہیں۔

ہ۔ پطرس کا دُوسرا اور تیسرا اِنکار ۱۸: ۲۵-۲۷

۱۸: ۲۵- واقعات کا بیان پھر "شمعون پطرس" کی طرف مُڑتا ہے۔ آدھی رات کے بعد کا وقت ہے۔ ٹھنڈ کافی ہوگئی ہے۔ وُہ کھڑا آگ "تاپ رہا تھا"۔ بے شک اُس کے لباس اور لب ولہجہ سے پتہ چلتا تھا کہ وُہ گلیلی ہے۔ اُس کے پاس کھڑے ایک شخص نے پُوچھا "کیا تُو بھی اُس کے شاگردوں میں سے ہے؟" لیکن پطرس نے پھر خُداوند کا "اِنکار کیا"۔

۱۸: ۲۶- اب ملخس کے "ایک رِشتہ دار نے" پطرس کو مُخاطب کیا۔ اُس نے پطرس کو اپنے رِشتہ دار کا "کان اُڑاتے" ہُوئے دیکھا تھا۔ وُہ بولا "کیا مَیں نے تجھے اُس کے ساتھ باغ میں نہیں دیکھا تھا۔"

۱۸: ۲۷- "پطرس" نے تیسری دفعہ خُداوند کا "اِنکار کیا"۔ اور "فوراً" اُس نے ایک "مُرغ" کی بانگ سُنی تو اُس کو خُداوند کی بات یاد آئی کہ "مُرغ بانگ نہ دے گا جب تک تُو تین بار میرا اِنکار نہ کر لے گا"۔ دُوسری اناجیل سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اِس موقع پر پطرس باہر جا کر زار زار رویا۔

و۔ یسوع کی پیلاطُس کے سامنے پیشی ۱۸: ۲۸-۴۰

۱۸: ۲۸- مذہبی مُقدمہ ختم ہوگیا تو دیوانی مُقدّمہ شروع ہونے کو تھا۔ منظر عدالت کے ہال

یا گورنر کے محل کا ہے۔ یہُودی کسی غیر قوم کے محل کے اندر نہیں جانا چاہتے تھے۔ اُن کو احساس تھا کہ ہم "ناپاک" ہو جائیں گے اور "فسح" نہیں کھا سکیں گے۔ اُن کو اِس بات سے ذرا پریشانی نہ تھی کہ خُدا کے بیٹے کے قتل کی سازِش کر رہے ہیں۔ اُن کے نزدیک کسی غیر قوم کے گھر میں داخل ہونا سخت گُناہ تھا مگر قتل کر دینا بالکُل معمُولی بات تھی۔ اوگسطین کہتا ہے:

> "ہائے بے دینی کا اندھاپن! وُہ کسی دُوسرے کے مکان میں داخل ہو کر تو واقعی ناپاک ہو جاتے، مگر اُس جرم سے ناپاک نہ ہوتے جو اُن کا اپنا تھا۔ وُہ ایک غیر یہُودی جج کی عدالت گاہ میں داخل ہو کر ناپاک ہونے سے تو ڈرتے تھے لیکن ایک بے گُناہ بھائی کے خُون سے ناپاک ہونے سے نہیں ڈرتے تھے"۔

ہال یوُں تبصرہ کرتا ہے:

> "اے کاہنو، فقیہو، بزُرگو، ریاکارو تُم پر افسوس! کیا تُمہارے اپنے سینوں سے بڑھ کر کوئی چھت ناپاک ہو سکتی ہے؟ پیلاطُس کے محل کی دیواریں نہیں، بلکہ تُمہارے اپنے دِل ناپاک ہیں۔ کیا قتل تُمہارا مقصد ہے اور تُم ایک مقامی چھُوت پر رُکتے ہو؟ اے سفید دیوارو، خُدا تُمہیں مارے گا! کیا تُم چاہتے ہو کہ خُون سے —— خُدا کے خُون سے داغدار ہو؟ اور کیا تُم ڈرتے ہو کہ پیلاطُس کے سنگِ فرش کے چھُونے سے تُم ناپاک ہو جاؤ گے؟ کیا اِتنا چھوٹا سا مچھّر تُمہارے حلق میں پھنس جاتا ہے جبکہ اِتنی بڑی گُناہ آلُودہ شراوت کو نِگل جاتے ہو؟ اے بے اعتقادو اگر ناپاک نہیں ہونا چاہتے تو یروشلیم سے نِکل جاؤ! ڈرنا تو پیلاطُس کو چاہئے کہ اُس کے محل کی دیواریں تُم جیسے مہا پاپی اور مُہیب بلاؤں کی بدی سے ناپاک ہو جائیں گی"۔

پُولُس کہتا ہے کہ "اِس سے زیادہ عام بات کوئی نہیں کہ جو افراد شعائر و رسُومات میں حد سے زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں وُہ آداب و اخلاق میں اِتنے ہی ڈھیلے ہوتے ہیں"۔ "بلکہ فسح کھا سکیں"۔ اِس سے مُراد غالباً وُہ ضیافت ہے جو فسح کے بعد ہوتی تھی۔ فسح تو گُزشتہ رات منائی جا چُکی تھی۔

۱۸ : ۲۹ - رومی گورنر "پیلاطُس" نے اُن کے مذہبی عُذر کو مان لیا اور اُن کے پاس "باہر" آ گیا۔ اُس نے مُقدمہ کا آغاز کرنے کے لئے اُن سے پُوچھا کہ قیدی پر "کیا اِلزام" ہے۔

۱۸: ۳۰ - اُن کا جواب دلیرانہ اور گُستاخانہ تھا - گویا وُہ کہہ رہے تھے کہ ہم اِس پر مُقدمّہ چلا چُکے اور اُسے قصور وار پا چکے ہیں - وُہ صِرف اِتنا چاہتے تھے کہ پیلاطُس سزا سُنا دے -

۱۸: ۳۱ - "پیلاطُس" نے ذمّہ داری سے پہلُو بچانے اور اُسے یہُودیوں ہی پر ڈالنے کی کوشش کی - اگر وُہ یسوؔع پر مُقدمّہ چلا چُکے اور اُس کو قصُور وار پا چُکے تھے تو کیوں "شریعت کے مُوافق" فیصلہ نہیں سُنایا؟ یہُودیوں کا جواب بہُت اہم ہے - اِتنے لفظوں میں اُنھوں نے کہہ دیا کہ "ہم خُود مُختار قوم نہیں ہیں - رُومی تسلّط نے ہم پر قبضہ کر رکھا ہے - دِیوانی حکُومت ہمارے ہاتھوں سے لے لی گئی ہے - اب ہمیں اِختیار نہیں رہا کہ کِسی کو جان سے ماریں" - اُن کا جواب غیر قوموں کی غُلامی اور ماتحتی میں ہونے کا ثبوت تھا - علاوہ ازیں وُہ مسیح کی مَوت کا نفرت انگیز الزام پیلاطُس پر ڈالنا چاہتے تھے -

۱۸: ۳۲ - اِس آیت کے دو مُختلِف مطلب ہو سکتے ہیں (۱) متّی ۲۰: ۱۹ میں یسوؔع نے پیشین گوئی کی تھی کہ مجُھے قتل کرنے کے لئے غیر قوموں کے حوالہ کیا جائے گا - یہاں یہُودی بالکُل وُہی کُچھ کر رہے تھے - (۲) بہُت موقعوں پر خُداوند نے کہا کہ مَیں "اُونچے پر چڑھایا جاؤں گا" (یُوحنّا ۳: ۱۴؛ ۸: ۲۸؛ ۱۲: ۳۲، ۳۴) - اِس سے مُراد صلیبی مَوت ہے - یہُودی سزائے مَوت کی صُورت میں مُجرموں کو سنگسار کرتے تھے جبکہ رومی طریقہ صلیب دینا تھا - اِس لئے سزائے مَوت پر عمل کرنے سے اِنکار کر کے یہُودیوں نے اَن جانے میں مسیحِ مَوعُود کے بارے میں یہ دونوں نبوّتیں پُوری کر دیں (زبُور ۲۲: ۱۶ بھی ملاحظہ کریں)-

۱۸: ۳۳ - اب ذاتی مُلاقات کے لئے "پیلاطُس" یسوؔع کو قلعے کے اَندر لے گیا - اور اُس نے سِیدھا سِیدھا سُوال کیا "کیا تُو یہُودیوں کا بادشاہ ہے؟"

۱۸: ۳۴ - "یسوؔع نے جواب دیا" بحیثیت گورنر کیا تُو نے کبھی سُنا کہ مَیں نے کبھی رومی حکُومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی ہے؟ کیا کِسی نے تجُھے کبھی اِطلاع دی ہے کہ مَیں نے بادشاہ ہونے یا قیصر کی سلطنت کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کی ہے؟ کیا یہ اِلزام ہے جِس کو تُو ذاتی تجربے سے جانتا ہے یا صِرف اِن یہُودیوں سے سُنا ہے؟

۱۸: ۳۵ - پیلاطُس کے اگلے سُوال میں سخت تحقیر پائی جاتی ہے "کیا مَیں یہُودی ہُوں؟" مُراد یہ تھی کہ مَیں اِتنا اہم اور اُونچا ہُوں کہ مجُھے اِن یہُودیوں کے مقامی مسئلے سے پریشان ہونے کی کوئی ضرُورت نہیں - لیکن ساتھ ہی اُس کے جواب میں اِقرار بھی پایا جاتا ہے کہ

مُجھے تیرے خِلاف کِسی سچّے اِلزام کا علم نہیں۔ اُسے صِرف اُسی بات کا پتہ تھا جو یہُودی سرداروں نے اُسے بتائی تھی۔

۱۸: ۳۶۔ اِس پر یسُوع نے اِقرار کِیا کہ مَیں واقعی بادشاہ ہُوں۔ لیکن اُس قِسم کا بادشاہ نہیں جِس قِسم کا اِلزام یہُودی مُجھ پر لگاتے ہیں۔ اور نہ اُس قِسم کا بادشاہ ہُوں جِس سے رُوم کو خطرہ محسُوس ہو۔ مسیح کی "بادشاہی" اِنسانی ہتھیاروں سے فروغ نہیں پاتی، ورنہ اُس کے خادِم یہُودیوں کے ہاتھوں اُس کی گرفتاری کو روکنے کیلئے "لڑتے"۔ مسیح کی "بادشاہی یہاں کی نہیں" یعنی اِس دُنیا کی نہیں۔ اُس کو اختیار یا قُوّت دُنیا سے نہیں مِلتا۔ اُس کے اغراض و مقاصد جِسمانی نہیں۔

۱۸: ۳۷۔ جب "پیلاطُس" نے اُس سے پُوچھا "کیا تُو بادشاہ ہے" تو "یسُوع نے جواب دیا تُو خُود کہتا ہے کہ مَیں بادشاہ ہُوں"۔ لیکن اُس کی بادشاہی کا تعلق "حق" سے ہے، تلواروں اور ڈھالوں سے نہیں۔ یسُوع "اِس واسطے دُنیا میں آیا ... کہ حق پر گواہی" دے۔ "حق" کا مطلب ہے خُدا کے بارے میں، خُود مسیح کے بارے میں، رُوح القُدس کے بارے میں اور اِنسان، گُناہ، نجات اور مسیحیت کے تمام دُوسرے عقائد کے بارے میں سچّائی کی گواہی۔ "جو کوئی حق سے ہے میری آواز سُنتا ہے"۔ اِس طرح اُس کی بادشاہی یا سلطنت فروغ پاتی اور بڑھتی ہے۔

۱۸: ۳۸۔ یہ کہنا مُشکل ہے کہ جب "پیلاطُس" نے کہا کہ "حق کیا ہے؟" تو اُس کا مطلب کیا تھا۔ کیا اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، یا وہ طنز کر رہا تھا، یا دِلچسپی کا اِظہار کر رہا تھا۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ مُجسّم حق اُس کے سامنے کھڑا تھا لیکن اُس نے اُسے نہ پہچانا۔ اب پیلاطُس نے جلدی سے یہُودیوں کے پاس آ کر اِقرار کِیا کہ "مَیں اُس کا کُچھ جُرم نہیں پاتا"۔

۱۸: ۳۹۔ یہُودیوں میں "دستُور" تھا کہ "فسح" پر درخواست کرتے تھے کہ رُومی کِسی یہُودی قیدی کو چھوڑ دیں۔ پیلاطُس نے یہُودیوں کو خُوش کرنے اور ساتھ ہی یسُوع کو چھوڑ دینے کے لئے اِس دستُور سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔

۱۸: ۴۰۔ اُس کا منصُوبہ ناکام ہو گیا۔ یہُودی یسُوع کو نہیں چاہتے تھے وہ "برابّا" کو چاہتے تھے۔ "برابّا ایک ڈاکو تھا"۔ اِنسان کے شریر دِل نے ایک ڈاکو کو خالق پر ترجیح دی۔

ز۔ پیلاطُس کا فیصلہ ـــــ بے گُناہ لیکن سزا

۱۹ : ۱ — ۱۶

۱۹ : ۱ - یہ زبردست بے اِنصافی تھی کہ "پیلاطُس" نے ایک بے گُناہ شخص کے کوڑے لگوائے۔ شاید اُسے اُمید تھی کہ اِس طرح یہُودیوں کی تسلّی ہو جائے گی اور وُہ یسوؔع کی موت کا مُطالبہ نہیں کریں گے۔ کوڑے لگانا سزا کا ایک رُومی طریقہ تھا۔ قیدی کو چابک یا قمچی سے مارا جاتا تھا۔ چابک میں دھات یا ہڈی کے ٹکڑے لگے ہوتے تھے اور یہ گوشت میں گہرے گھاؤ پیدا کرتے تھے۔

۱۹ : ۲، ۳ - "سپاہیوں" نے یسوؔع کے بادشاہ ہونے کے دعوے کا مذاق اُڑایا۔ بادشاہ کے لئے تاج! مگر یہ "کانٹوں کا تاج" تھا۔ جب اُسے ماتھے پر رکھ کر دبایا گیا تو سخت درد کا باعث ہُوا۔ کانٹے اُس لعنت کی علامت ہیں جو گُناہ بنی نوع اِنسان کے لئے لایا۔ یہاں ہمارے سامنے خُداوند یسوؔع کی تصویر ہے کہ وُہ ہمارے گُناہوں کی لعنت اُٹھا رہا ہے تاکہ ہم جلال کا تاج پہن سکیں۔ "ارغوانی پوشاک" بھی اُسے ٹھٹھوں میں اُڑانے کے لئے اِستعمال کی گئی۔ "ارغوانی" بادشاہوں کا رنگ تھا۔ یہ بھی ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کِس طرح ہمارے گُناہ یسوؔع پر لادے گئے تاکہ ہم کو خُدا کی راستبازی کی پوشاک پہنائی جائے۔

یہ سوچنا ہی کیسی سنجیدہ بات ہے کہ خُدا کے ازلی بیٹے کو اُس کی مخلُوق کے ہاتھ "طمانچے" مارتے تھے! وُہ مُنہ جو اُس نے بنائے آج اُسی کو ٹھٹھوں میں اُڑانے کے لئے اِستعمال کئے جا رہے تھے۔

۱۹ : ۴ - "پیلاطُس نے پھر باہر جا کر لوگوں سے کہا" کہ مَیں اُسے تُمہارے پاس "باہر" لانے کو ہُوں۔ لیکن وُہ ہے بے گُناہ۔ اِس طرح پیلاطُس نے اَپنے الفاظ سے خُود کو قصُوروار ٹھہرایا۔ اُس نے مسیح میں کوئی جُرم نہ پایا۔ لیکن اُسے آزاد نہیں کیا۔

۱۹ : ۵ - "یسوؔع کانٹوں کا تاج رکھے اور ارغوانی پوشاک پہنے باہر آیا" تو پیلاطُس نے اُس کی طرف توجّہ دِلانے کے لئے اُسے "یہ آدمی" کہا۔ یہ کہنا مُشکل ہے کہ اُس نے یہ الفاظ ٹھٹھا اُڑانے کے لئے کہے، یا ہمدردی دِکھانے کے لئے یا کِسی خاص جذبہ و اِحساس کے بغیر۔

۱۹: ۶ - "سردار کاہنوں" نے دیکھا کہ پیلاطُسؔ ہچکچا رہا ہے اِس لئے وُہ زور زور سے چِلاّنے لگے کہ یسُوعؔ کو صلیب دی جائے۔ یہ مذہبی لوگ تھے جو نجات دہندہ کی مَوت کے لئے آگے لگے ہُوئے تھے۔ صدیوں سے اکثر ہوتا آیا ہے کہ کلیسیا کے عُہدیداران ہی نے سچّے ایمان داروں کو سخت ترین اذیتیں دی ہیں۔ لگتا ہے کہ "پیلاطُسؔ" یہُودیوں سے اور یسُوعؔ کے لئے اُن کی غیر معقُول نفرت سے تنگ آگیا تھا۔ اُس نے کہا کہ "اگر تمہارا یہی خیال ہے تو تُم ہی اُسے لے جاکر کیوں صلیب نہیں دیتے؟ جہاں تک میرا تعلق ہے تو یہ بے گُناہ ہے۔ تو بھی پیلاطُسؔ جانتا تھا کہ یہُودی یسُوعؔ کو قتل نہیں کر سکتے کیونکہ اُس وقت یہ اِختیار صِرف رُومی بروئے کار لا سکتے تھے۔

۱۹: ۷ - جب یہُودیوں نے دیکھا کہ ہم یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ یسُوعؔ رُومی حکُومت کے لئے خطرہ ہے تو اُنہوں نے اُس کے خِلاف اپنے مذہبی اِلزام کو پیش کیا۔ مسیح کہتا تھا کہ مَیں "خُدا کا بیٹا" ہُوں۔ اور اِس طرح خُدا کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ یہُودیوں کے نزدیک یہ بات کُفر تھی۔ اور اِس کی سزا مَوت تھی۔

۱۹: ۸-۹ - پیلاطُسؔ اِس بات کے اِمکان سے گھبرا گیا کہ یسُوعؔ خُدا کا بیٹا ہو۔ وُہ سارے مُعاملے سے پہلے ہی پریشان تھا۔ مگر یہ بات سُنی تو "اَور بھی ڈرا"۔ پیلاطُسؔ یسُوعؔ کو پھر "قلعہ" یا عدالت گاہ میں لے گیا اور پُوچھنے لگا "تُو کہاں کا ہے؟"

اِس سارے مُعاملے میں پیلاطُسؔ ایک نہایت افسوسناک کردار نظر آتا ہے۔ اُس نے اپنی زُبان سے اِقرار کیا تھا کہ یسُوعؔ نے کوئی جُرم نہیں کیا تھا، لیکن اُس میں اِتنی اخلاقی جُرأت نہ تھی کہ اُسے چھوڑ دیتا۔ اِس لئے کہ یہُودیوں سے ڈرتا تھا۔ "یسُوعؔ" نے پیلاطُسؔ کو کوئی "جواب کیوں نہ دیا"؟ غالباً اِس لئے کہ وُہ جانتا تھا کہ پیلاطُسؔ اُس روشنی کے مُطابق قدم اُٹھانے کو تیار نہیں جو اُسے بخشی گئی ہے۔ پیلاطُسؔ کو ایک موقع مِلا تھا۔ لیکن اُس نے اُسے گُناہ میں گنوا دیا۔ جِتنی روشنی اُسے مِلی تھی، اگر اُس نے اُس کا جواب نہیں دیا تو اُسے اَور زیادہ روشنی عطا نہیں کی جائے گی۔

۱۹: ۱۰ - "پیلاطُسؔ" نے خُداوند کو ڈرا دھمکا کر جواب دینے پر مجبُور کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے اُس کو یاد دِلایا کہ رُومی گورنر کی حیثیّت سے "مُجھے تجُھ کو چھوڑ دینے کا بھی اِختیار ہے اور مصلُوب کرنے کا بھی اِختیار ہے"۔

۱۱:۱۹ - یسوع کی خُودضبطی حیران کُن حد تک نُمایاں تھی - وہ پیلاطُس سے زیادہ پُرسکُون تھا - اُس نے بڑے اِطمینان سے جواب دِیا کہ پیلاطُس کو جو "اِختیار" بھی حاصِل تھا وہ خُدا کا دِیا ہُوا تھا - ساری حکُومتیں خُدا کی طرف سے مُقرر ہوتی ہیں - سارا اِختیار خواہ دِیوانی ہو خواہ رُوحانی خُدا سے ہے -

"جس نے مجُھے تیرے حوالہ کیا" - اِس کا اِشارہ (۱) سردار کاہن کائفا (۲) دھوکے سے پکڑوانے والے یہُوداہ یا (۳) عام یہُودی قوم کی طرف ہوسکتا ہے - یہُودی قوم کو بہتر عِلم ہونا چاہیئے تھا - اُن کے پاس پُرانے عہدنامے کے نوِشتے تھے جو مسیحِ موعُود کے آنے کی خبر دیتے تھے - جب وہ آیا تو قوم کو اُسے پہچان لینا چاہیئے تھا - لیکن اُنھوں نے اُس کو رد کر دیا بلکہ اِس وقت اُس کی موت کا مُطالبہ کر رہے تھے - یہ آیت سِکھاتی ہے کہ قصُور کے درجے ہیں - پیلاطُس قصُور وار تھا لیکن کائفا اور یہُوداہ اور شریر یہُودی "زیادہ" قصُور وار تھے -

۱۲:۱۹ - "پیلاطُس" نے یسوع کو "چھوڑ دینے" کا اِرادہ کرلیا - مگر اب یہُودیوں نے اپنی سب سے آخری اور مؤثر دلیل پیش کی کہ "اگر تو اُس کو چھوڑے دیتا ہے تو قیصر کا خیرخواہ نہیں" (قیصر رومی شہنشاہ کا سرکاری لقب تھا) - جیسے اُن کو قیصر کی بڑی فِکر ہو! وہ تو اُس سے نفرت رکھتے تھے - وہ تو اُس کی تباہی کے خواہاں تھے اور اُس کے قبضہ اور تسلّط سے آزاد ہونا چاہتے تھے - لیکن یہاں وہ اُس کی سلطنت کو بادشاہ ہونے کا دعویٰ کرنے والے یسوع کے خطرے سے بچانے کا بہانہ کر رہے ہیں - اُن کو اُس ہولناک ریاکاری کی فصل کاٹنی پڑی، جب ۷۰ء میں رومی فوجیں یروشلیم پر چڑھ دوڑیں اور شہر کو تباہ اور اُس کے باشندوں کو تہ تیغ کر دِیا -

۱۳:۱۹ - "پیلاطُس" گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ یہُودی مجُھ پر قیصر سے بے وفائی کا اِلزام لگائیں - چُنانچہ اُس نے کمزوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بِھیڑ کے آگے گھُٹنے ٹیک دِئے - اب وہ یسوع کو اُس جگہ باہر لے آیا جو "چبُوترہ" اور عبرانی میں گبّتا کہلاتی ہے - یہ عدالت گاہ تھی جہاں اکثر اِس قِسم کے مُعاملے طے کِئے جاتے تھے -

۱۴:۱۹ - اصل میں تو عیدِ فسح گُزشتہ شام کو منائی جا چُکی تھی - "فسح کی تیاری کا دِن" سے مُراد ہے اِس کے بعد کی ضیافت کی تیاری ــــ "چھٹے گھنٹے کے قریب" - غالباً چھ ۶ بجے صُبح کا وقت - لیکن اناجیل میں وقت کا حِساب لگانے میں کئی اَن حل مسائِل حائل ہیں -

"دیکھو یہ ہے تمہارا بادشاہ"۔ پیلاطُس نے یہ بات یہودیوں کو تنگ کرنے اور اِشتعال دِلانے کے لئے کہی۔ بے شک وُہ اُن پر اِلزام لگا رہا تھا کہ تم نے مجھے پھنسا لیا ہے کہ یسوع کو سزا دُوں۔

۱۹: ۱۵۔ یہودی بضد ہونے لگے کہ یسوع کو صلیب دی جائے۔ پیلاطُس نے طنز کرنے کے لئے اُن پر سوال کیا "تمہارا مطلب ہے کہ تُم اپنے "بادشاہ" کو "صلیب دینا" چاہتے ہو؟" اَب یہودی بہت کمینگی پر اُتر آئے اور کہنے لگے "قیصر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں"۔ بے وَفا قوم! خُدا کا اِنکار کر کے ایک شریر اور بُت پرست شخص کو اپنا بادشاہ ماننے لگی۔

۱۹: ۱۶۔ پیلاطُس یہودیوں کو راضی رکھنا چاہتا تھا۔ اِس لئے اُس نے یسوع کو سپاہیوں کے "حوالہ کیا تاکہ مصلُوب کیا جائے"۔ اُس کو خُدا سے تعریف کی بجائے آدمیوں سے تعریف زیادہ مطلوب تھی۔

ح۔ صلیب دِیا جانا ۱۹: ۱۷-۲۴

۱۹: ۱۷۔ جس لفظ کا ترجمہ "صلیب" کیا گیا ہے، اُس کا مطلب لکڑی کا ایک واحد ٹکڑا (بلّی) یا ایک دُوسرے پر آڑے لگائے جانے والے دو ٹکڑے بھی ہو سکتا ہے۔ کچھ بھی ہو، اِس کی جسامت ایسی تھی کہ اِسے عام طور پر اُٹھایا جا سکتا تھا۔ یسوع "اپنی صلیب" اُٹھا کر کچھ دُور تک گیا۔ دُوسری اناجیل کے مُطابق اُس کی صلیب شمعون کرینی نام ایک شخص نے اُٹھائی۔ گلگتا یا "کھوپڑی کی جگہ" کا نام دو وجُوہات میں سے ایک کی بِنا پر پڑ گیا ہو گا۔ (۱) وُہ جگہ شکل میں کھوپڑی کے مُشابہ ہوگی ــ خصُوصاً جبکہ یہ جگہ ایک پہاڑی تھی اور اِس کے کناروں پر غاریں تھیں۔ آج کے اِسرائیل میں ایک ایسی جگہ کو "گورڈن کی کلوری" کہا جاتا ہے۔ (۲) یہ جگہ تھی جہاں مجرموں کی سزائے موت پر عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ غالباً وہاں ہڈیاں اور کھوپڑیاں بِکھری رہتی تھیں۔ البتہ تدفین کے بارے میں مُوسوی شریعت کی روشنی میں یہ ناممکن معلُوم ہوتا ہے۔

۱۹: ۱۸۔ خُداوند یسوع کو ہاتھ اور پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر صلیب پر کس دِیا گیا۔ پھر صلیب کو سیدھی اُوپر اُٹھا کر ٹھک سے ایک گڑھے میں کھڑا کیا گیا۔ وُہ تاریخِ کائنات کا واحد کامِل اِنسان تھا۔ اور اُس کے اپنوں نے اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا! اگر آپ نے آج تک اُس کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ نہیں مانا، اُس پر اِیمان نہیں لائے، اور اَب جبکہ یہ سادہ سا بیان پڑھیں گے کہ وُہ آپ کی خاطر کِس طرح مُؤا تو کیا اَب بھی ایمان نہیں لائیں گے؟ یسوع کے ساتھ دو ڈاکوؤں

کو بھی صلیب دی گئی "ایک کو اِدھر، ایک کو اُدھر اور یسوع کو بیچ میں"۔ یُوں یسعیاہ ۵۳: ۱۲ کی پیشین گوئی پُوری ہُوئی کہ "وُہ خطا کاروں کے ساتھ شمار کیا گیا"۔

۱۹: ۱۹۔ یہ دستُور تھا کہ مصلُوب ہونے والے کے اُوپر ایک "کتابہ" لگایا جاتا تھا جس پر اُس کا جُرم لکھا ہوتا تھا۔ پیلاطُس نے حکم دِیا کہ یسوع کے اُوپر جو کتابہ لگایا جائے اُس پر لکھا ہو "یسوع ناصری، یہُودیوں کا بادشاہ"۔

۱۹: ۲۰۔ ایلیگزینڈر اِسے نہایت فصیح انداز میں یُوں بیان کرتا ہے :

> "عبرانی میں، کہ یہ بزرگانِ قوم اور نبیوں کی مُقدّس زُبان ہے۔ یُونانی میں، کہ یہ مُترنّم اور سُنہری زُبان ہے جس نے محسُوسات کی چیزوں کو رُوح، اور فلسفہ کے دقیق خیالات کو قالب دِیا۔ لاطینی میں، کہ یہ اُس قوم کی زُبان ہے کہ جو اصل میں نسلِ اِنسانی کی طاقتور ترین قوم ہے —— یہ تین زُبانیں تینوں نسلوں اور اُن کے تین تصوّرات کی نمائندگی کرتی ہیں —— مُکاشفہ، فنُون، ادب — ترقی، جنگ اور علمِ قانُون — جہاں کہیں نسلِ اِنسانی کی یہ تین خواہشات موجُود ہوں، جہاں کہیں اِنسانی زُبان میں بشارت دی جا سکتی ہے، جہاں کہیں گُناہ کرنے کے لئے دِل، بولنے کے لئے زبان اور پڑھنے کے لئے آنکھ ہے، وہاں صلیب — نجات کا پیغام — ہے"۔

"وُہ مقام ... شہر کے نزدیک تھا"۔ خُداوند یسوع کو شہر کی حدُود سے باہر صلیب دِی گئی۔ لیکن یقینی طور پر معلُوم نہیں کہ وُہ جگہ کونسی ہے۔

۱۹: ۲۱۔ "سردار کاہنوں" کو کتبہ کی عبارت پسند نہ آئی۔ وُہ چاہتے تھے کہ یہ لکھا جائے کہ یسوع ہی نے ایسا دعوٰی کیا، نہ کہ اِسے حقیقتِ واقعی کے طور پر لکھا جائے۔

۱۹: ۲۲۔ "پیلاطُس" تحریر کو بدلنے پر آمادہ نہ ہُوا۔ وُہ یہُودیوں سے اِنتہائی تنگ آ چُکا تھا۔ اُس کا صبر جواب دے گیا تھا۔ اب وُہ اُن کی کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھا۔ لیکن اُس کو یہ قُوّتِ ارادی پہلے دِکھانی چاہئے تھی!

۱۹: ۲۳۔ اِس قسم کی سزائے مَوت کے موقع پر "سپاہیوں" کو اجازت تھی کہ مَرنے والے کی ذاتی چیزوں کے حِصّے بخرے کر لیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ وُہ مسیح کے "کپڑے" آپس میں بانٹ رہے ہیں۔ بظاہر پانچ چیزیں تھیں۔ اُنہوں نے چار ۴ کو بانٹ لیا لیکن ابھی "کُرتہ"

باقی تھا جو کہ "بِن سِلا، سَراسر بُنا ہؤا تھا"۔ اگر اُس کو کاٹتے پھاڑتے تو وُہ بالکُل بے کار ہو جاتا۔

۱۹: ۲۴- چنانچہ سپاہیوں نے کُرتے کے لئے "قُرعہ" ڈالا، اور یہ کُرتہ جیتنے والے گُمنام شخص کو دے دیا گیا۔ اُن کو کیا خبر تھی کہ اَیسا کرنے میں وُہ ہزار سال پہلے کی گئی نبوّت کو پُورا کر رہے ہیں (زبُور ۲۲: ۱۸)۔ یہ نبُوّتیں جو پُوری ہو چُکی ہیں ہمیں بار بار یاد دِلاتی ہیں کہ یہ کتاب خُدا کا اِلہامی کلام ہے اور یسوؔع مسیح فی الحقیقت مسیحِ موعُود ہے۔

ط۔ یسوؔع اپنی ماں کو یُوحنّاؔ کے سپُرد کرتا ہے

۱۹: ۲۵-۲۷

۱۹: ۲۵- بائبل مُقدّس کے بُہت سے عُلما کا خیال ہے کہ اِس آیت میں چاؔر عورتوں کے نام ہیں (۱) یسوؔع کی "ماں" مریمؔ (۲) مریمؔ کی بہن سلوؔمی جو یُوحنّاؔ کی ماں تھی (۳) کلوپاؔس کی بیوی" مریم (۴) مریم مگدلینی۔

۱۹: ۲۶، ۲۷- اپنے دُکھ کے باوجُود خُداوند نے دُوسروں کے لئے محبّت بھری فِکرمندی کا اظہار کِیا۔ اُس نے "اپنی ماں" اور اپنے "شاگرد" یُوحنّاؔ کو دیکھ کر ماں سے کہا کہ اَب سے میری جگہ یُوحنّاؔ تیرا بیٹا ہو گا۔ اپنی ماں کو "اے عورت!" کہہ کر مُخاطب کرنے میں یسوؔع نے ادب آداب کے فقدان کا مظاہرہ نہیں کِیا بلکہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اُس نے اُسے "ماں" نہیں کہا۔ کیا اِس بات میں اُن لوگوں کے لئے کوئی سبق ہے جن کو یہ آزمائش آتی ہے کہ مریمؔ کو وُہ مقام دیں جہاں اُس کی حمد و ستائش ہوتی ہے؟ یہاں یسوؔع نے یُوحنّاؔ کو ہدایت کی کہ مریمؔ کی ایسے نگہداشت کرے جیسے وُہ اُس کی "ماں" ہو۔ یُوحنّاؔ نے تعمیل کی اور مریمؔ کو "اپنے گھر لے گیا"۔

ی۔ مسیح کا کام پُورا ہوتا ہے ۱۹: ۲۸-۳۰

۱۹: ۲۸- اِس میں شک نہیں کہ آیت ۲۷ اور ۲۸ کے درمیان تین گھنٹوں کی تاریکی کا وقفہ ہے جو دوپہر سے تین بجے بعد دوپہر تک رہا۔ اِسی وَقفے کے دَوران جب یسوؔع ہمارے گُناہوں کی سزا کا دُکھ اُٹھا رہا تھا تو خُدا نے اُس کو چھوڑ دِیا۔ اب یسوؔع نے کہا "مَیں پیاسا ہُوں"! یہ پُکار حقیقی جسمانی پیاس کو ظاہر کرتی ہے جس نے صلیب کی اذیت کو اَور بڑھا دِیا۔

لیکن یہ ہمیں یہ بھی یاد دِلاتی ہے کہ اُس کی جسمانی پیاس سے کہیں بڑھ کر اِنسانوں کی رُوحوں کی نجات کے لئے اُس کی رُوحانی پیاس تھی۔

۱۹ : ۲۹۔ سپاہیوں نے اُس کو "سرکہ" پینے کو دِیا۔ اُنہوں نے "زُوفے کی شاخ" پر ایک "سپنج" کو باندھ کر اور اُسے بُلند کر کے یسُوعؔ کے ہونٹوں سے لگایا (زُوفہ ایک پَودا ہے جو فسح پر بھی اِستعمال ہوتا ہے۔ خرُوج ۱۲ : ۲۲)۔ اِس کو پِت مِلی ہُوئی مَے کے ساتھ گڈ مڈ نہیں کرنا چاہئے جو اُسے پہلے پیش کی گئی تھی (متّی ۲۷ : ۳۴)۔ اُس نے وُہ مَے نہیں پی تھی کیونکہ یہ درد کے احساس کو مار دیتی تھی۔ ضرور تھا کہ وُہ پُورے ہوش وحواس کے ساتھ ہمارے گُناہوں کو اُٹھاتا۔

۱۹ : ۳۰۔ "تمام ہُؤا!" وُہ کام جو باپ نے یسُوعؔ کو کرنے کو دیا تھا! گُناہ کی قُربانی کے لئے اپنی جان کو اُنڈیل دینا۔ مخلصی اور کفّارہ کا کام! یہ درُست ہے کہ ابھی وُہ مَرا نہیں تھا۔ لیکن اُس کی مَوت، تدفین اور صعُود ایسے یقینی تھے جیسے وُہ ہو چُکے ہوں۔ چنانچہ خُداوند یسُوعؔ اعلان کر سکتا تھا کہ وُہ راستہ مُہیّا کیا جا چُکا ہے جس سے گُنہگار نجات پا سکتے ہیں۔ آج ہم خُدا کا شُکر ادا کریں کہ خُداوند یسُوعؔ مسیح نے کلوری کی صلیب پر سارا کام پُورا کر دیا۔

"سر جُھکا کر"۔ بائبل مُقدّس کے بعض عُلما کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس نے اپنا سر پیچھے کی طرف صلیب کی لکڑی سے لگا دیا۔ وائین کہتا ہے کہ "یہ نہیں کہ مَوت کے بعد سر بے بسی کے عالم میں گِر گیا بلکہ اُس نے عمداً اپنا سر آرام دِہ حالت میں رکھا"۔

"جان دے دی"۔ یہ الفاظ اِس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ خُداوند کی مَوت رضاکارانہ تھی۔ اُس نے اپنی موت کے وقت کا خُود تعیّن کیا۔ اُس کو اپنے حَواس اور قوا پر پُورا کنٹرول تھا۔ اُس نے "اپنی جان" کو "برخاست" کیا ـــــ یہ ایسا عمل ہے جو وُہ ہستی نہیں کر سکتی جو محض اِنسان ہو۔

ک۔ منجّی کی پَسلی کا چھیدا جانا ۱۹ : ۳۱-۳۷

۱۹ : ۳۱۔ ایک دفعہ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہ مذہب پرست "یہُودی" بیدردی سے قتل کرتے ہیں تو تفاصیل کے بارے میں کیسے مُحتاط ہیں۔ وُہ مچھر کو تو چھانتے مگر اُونٹ کو نِگل جاتے تھے۔ اُنہوں نے سوچا کہ مُناسب ہے کہ لاشیں "سبت کے دِن صلیب پر نہ رہیں"۔ آج کے حساب سے

"سبت" ہفتہ کا دِن تھا ۔ شہر میں عید ہو رہی تھی ۔ اِس لئے اُنہوں نے پیلاطُس سے درخواست کی کہ صلیب پر لٹکے ہُوئے تینوں اَفراد کی "ٹانگیں توڑ دی جائیں" تاکہ مَوت جلدی واقع ہو جائے اور "لاشیں اُتار لی جائیں" ۔

۱۹ : ۳۲ ۔ پاک کلام بیان نہیں کرتا کہ ٹانگیں کِس طرح توڑی جاتی تھیں ۔ تاہم وُہ کئی مُختلف جگہوں پر توڑی جاتی ہوں گی کیونکہ صِرف ایک جگہ سے توڑنے سے مَوت واقع نہیں ہو سکتی ۔

۱۹ : ۳۳ ۔ اِن سپاہیوں کو اَیسے کاموں کا تجربہ تھا ۔ وُہ جانتے تھے کہ "یسُوع . . . مَر چُکا ہے" ۔ اُس کے بے ہوش ہونے کا کوئی اِمکان نہیں ۔ چنانچہ اُنہوں نے "اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں" ۔

۱۹ : ۳۴ ۔ "ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پَسلی چھیدی" ۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ اُس نے اَیسا کیوں کِیا ۔ شاید اُس کے دِل کی بَدی نے جوش مارا ۔ "یہ جنگ میں شکست خوردہ دشمن کا آخری تلخ و ترش وار تھا جس سے خُدا اور اُس کے مسیح کے خِلاف اِنسانی دِل کے نہاں خانوں میں بیٹھی ہُوئی نفرت کا اظہار ہوتا ہے" ۔ "خُون اور پانی" کی اہمیّت کے بارے میں کوئی اِتفاق رائے نہیں مِلتا ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نشان ہے کہ یسُوع کی مَوت دِل پھٹ جانے سے ہُوئی تھی ۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اُس کی مَوت ایک رضاکارانہ فعل تھا ۔ بعض کے مُطابق یہ بپتسمہ اور عشائے ربّانی کو بیان کرتا ہے ۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس لگتی ہے ۔ "خُون" گناہ سے پاک کرنے کو ظاہر کرتا ہے جبکہ "پانی" پاک کلام کے وسیلے سے گُناہ کی ناپاکی کو صاف کرنے کو ظاہر کرتا ہے ۔

۱۹ : ۳۵ ۔ یہ آیت کئی حقیقتوں کی طرف اِشارہ کرتی ہے، مثلاً یسُوع کی ٹانگوں کا نہ توڑا جانا، یسُوع کی پسلی کا چھیدا جانا، یا صلیب دیئے جانے کا پُورا منظر ۔ "جس نے یہ دیکھا ہے"، بلاشُبہ اِس سے مُراد یُوحنّا ہے جس نے یہ سارا بیان قلم بند کیا ۔

۱۹ : ۳۶ ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت پچھلے آیت ۳۳ کو ساتھ مِلاتے ہُوئے خروج ۱۲ : ۴۶ کی نبوّت کی تکمیل کا بیان کرتی ہے کہ "اور تم اُس کی کوئی ہڈّی نہ توڑنا" ۔ یہ آیت فسح کے برّہ کا ذِکر کرتی ہے ۔ خُدا کا حُکم تھا کہ ہڈیوں کو بغیر توڑے سلامت رکھا جائے ۔ مسیح فسح کا حقیقی برّہ ہے ۔ اُس نے مثال کو پُوری صحت کے ساتھ پُورا کیا ہے ۔

۱۹: ۳۷- یہ آیت ہمیں پھر آیت ۳۴ کی طرف مُتوجّہ کرتی ہے - اگرچہ سپاہی کو اِس بات کا اِحساس تک نہیں تھا لیکن اُس کا فعل ایک اَور عجیب نوِشتہ کو پُورا کر رہا تھا - دیکھئے زِکریاہ ۱۲: ۱۰ - "وُہ اُس پر جِس کو اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے" - زِکریاہ کی پیشین گوئی اُس آنے والے دِن کا بیان کرتی ہے جب ایمان لانے والے یہُودی خُداوند کو زمین پر واپس آتے ہُوئے دیکھیں گے - "وُہ اُس پر جِس کو اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے - اور اُس کے لئے ماتم کریں گے جَیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے"-

ل - یُوسُفؔ کی قبر میں یسُوعؔ کی تدفین ۱۹: ۳۸-۴۲

۱۹: ۳۸- یہاں سے یسُوعؔ کی تدفین کا بیان شرُوع ہوتا ہے - "ارمتیہ ... کا یُوسُفؔ" خُفیہ ایمان دار تھا - "یہُودیوں کے ڈر سے" اُس نے مسیح پر ایمان لانے کا علانیہ اِقرار نہیں کیا تھا - اب وُہ بڑی جُرأت سے آگے آیا اور جا کر پیلاطُسؔ سے "یسُوعؔ کی لاش" مانگی تاکہ اُسے دفن کرے - اَیسا کرنے میں اُس نے عِبادت خانے (یا قوم) سے خارِج کئے جانے اور ظُلم اور ایذا اُٹھانے کا واضح خطرہ مول لیا - افسوس کی بات صِرف اِتنی ہے کہ اُس نے اُس وقت خُداوند کا ساتھ نہ دیا جب اُسے رَدّ کیا جا رہا تھا اور جب وُہ عام لوگوں کی خدمت کر رہا تھا -

۱۹: ۳۹، ۴۰- اب تک یُوحنّا کی اِنجیل کے قاری "نیکدیمُسؔ" سے بخُوبی واقِف ہو چُکے ہیں - قارئین کی اُس سے پہلی مُلاقات اُس وقت ہُوئی تھی جب وُہ "یسُوعؔ کے پاس رات کو گیا تھا" (باب ۳) - دُوسری ملاقات اُس وقت ہُوئی تھی جب اُس نے سنہیڈرن (یہُودی مذہبی عدالت) میں کہا تھا کہ یسُوعؔ کو صفائی پیش کرنے کا موقع مِلنا چاہیئے (یوحنا ۷: ۵۰، ۵۱). اب وُہ یُوسُفؔ کے ساتھ مِل جاتا ہے اور وُہ "پچاس سیر کے قریب مُر اور عُود مِلا ہُوا لایا" - یہ "خُوشبودار چیزیں" غالباً پِسی ہُوئی تھیں، اور اِن کو لاش کے اُوپر پھیلا دِیا گیا - اِس کے بعد لاش کو "سُوتی کپڑے" کی پٹّیوں میں لپیٹا گیا -

۱۹: ۴۱- کلام کے اِس حِصّے میں دَرج تقریباً ہر تفصیل نبوّت کی تکمیل ہے - یسعیاہ نے نبوّت کی تھی کہ مسیحِ موعُود کی قبر شریروں کے درمیان ہو گی - اور وُہ اپنی موت میں دَولتمندوں کے ساتھ ہو گا (یسعیاہ ۵۳: ۹) - "باغ میں ایک نئی قبر" بلاشُبہ کسی دَولتمند ہی کی ہو گی -

متیّ کی اِنجیل میں بیان ہُوا ہے کہ یہ قبر ارمتیہ کے یُوسف کی تھی۔

۱۹: ۴۲۔ "یسوع" کی لاش کو قبر میں رکھ دیا گیا۔ یہُودی شِدّت سے چاہتے تھے کہ لاش ٹِھکانے لگا دی جائے کیونکہ غرُوبِ آفتاب کے ساتھ ہی اُن کی عِید شرُوع ہونے کو تھی۔ لیکن یہ سارا کُچھ خُدا کے پکّے اِرادہ اور منصُوبہ کے مُطابِق تھا کہ لاش تِین ۳ دِن اور تِین رات زمین کی گہرائی میں رہے۔ اِس سِلسلے میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہُودی شمُار کے مُطابِق دِن کا ایک حِصّہ پُورا دِن شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ حقیقت بھی کہ خُداوند تِین ۳ دِنوں کا کُچھ حِصّہ قبر میں رہا اُس کی متیّ ۱۲: ۴۰ والی پیشین گوئی کی تکمیل تھی۔

۹۔ خُدا کے بیٹے کی فتح باب ۲۰

ا۔ خالی قبر ۲۰: ۱-۱۰

۲۰: ۱۔ "ہفتہ کا پہلا دِن" اِتوار تھا۔ "مریم مگدلینی" پَو پھٹنے سے پہلے ہی "قبر پر آئی"۔ عین مُمکن ہے کہ یہ قبر، پہاڑ کے پہلُو یا کھڑی چٹان میں کُھدا ہُوا ایک اطاق (چھوٹا کمرہ) تھا۔ "پتھر" بلاشُبہ سِکّے کی شکل کا تھا۔ گول اور چپٹا۔ اور یہ قبر کے سامنے ایک جھری یا نالی میں فِٹ آتا تھا۔ قبر کا مُنہ بند کرنے کے لئے اِسے لڑھکایا جا سکتا تھا۔ جب مریم وہاں پُہنچی تو "پتھر" پہلے ہی "قبر سے ہٹا ہُوا" تھا۔ جیسا کہ متیّ ۲۸ باب سے پتہ چلتا ہے یہ بات مسیح کے جی اُٹھنے کے بعد ہُوئی تھی۔

۲۰: ۲۔ مریم فوراً بھاگی بھاگی "پطرس" اور یُوحنّا کے پاس گئی اور پُھولی ہُوئی سانس کے ساتھ اُن کو بتایا کہ خُداوند کی لاش کو "قبر سے نِکال لے گئے"۔ اُس نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حرکت کِس نے کی ہے۔ اُسے عِلم نہیں تھا۔ غور کریں کہ ہمارے خُداوند کو صلیب دینے کے مَوقع پر، اور اُس کے جی اُٹھنے پر عورتیں کیسی وفادار اور جاں نثار رہیں۔ شاگِرد تو یسوع کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے لیکن عورتیں اپنی حِفاظت کی پروا کئے بغیر وہاں پاس کھڑی رہی تھیں۔ یہ باتیں بہُت پُر معنی ہیں۔

۲۰: ۳، ۴۔ یہ کہنا مُشکِل ہے کہ جب "پطرس" اور یُوحنّا شہر سے نِکل کر کلوری کے نزدیک باغ کی طرف دَوڑے جا رہے تھے، تو کیا سوچ رہے تھے۔ یُوحنّا غالباً پطرس سے جوان

تھا۔ اِس لئے "قبر پر پہلے پُہنچا"۔

۲۰ : ۵ ۔ عین مُمکِن ہے کہ کِسی کو قبر کے اندر داخِل ہونے یا جھانکنے کے لئے جُھکنا پڑتا تھا۔ یُوحنّا نے "سُوتی کپڑے پڑے ہُوئے دیکھے"۔ کیا وُہ لاش پر سے کھول دِئے گئے تھے یا اُسی شکل میں تھے جَیسے لاش پر لپیٹے گئے تھے؟ ہمارا خیال ہے کہ دُوسری بات درست ہے۔ مگر یُوحنّا قبر کے "اَندر نہ گیا"۔

۲۰ : ۶، ۷ ۔ اَب تک "پطرس" وہاں پُہنچ گیا۔ اور وُہ بِلا تامل قبر کے اَندر داخِل ہو گیا ۔ اُس کے اِضطراری اَنداز میں کوئی بات ہے کہ ہم اُس کے ساتھ گہرا تعلق محسُوس کرتے ہیں۔ اُس نے بھی "سُوتی کپڑے پڑے" ہُوئے دیکھے ۔ لیکن مُنجی کی لاش وہاں نہ تھی ۔

"رُومال" کے بارے میں تفصیل یہ ثابت کرتی ہے کہ خُداوند وہاں سے بہُت قرینے اور تسلّی سے نِکلا تھا۔ اگر کِسی نے لاش چُرائی ہوتی، تو چور احتیاط سے رُومال کو نہ لپیٹتا۔

۲۰ : ۸ ۔ یُوحنّا قبر میں داخِل ہُوا اور اُس نے "دیکھا" کہ سُوتی کپڑے اور رُومال قرینے اور ترتیب کے ساتھ پڑے ہیں ۔ مگر جب یہ کہا گیا ہے کہ "اُس نے دیکھ کر یقین کیا" تو اِس کا مطلب جِسمانی منظر اور دیکھنے سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ مطلب ہے کہ وُہ مُعاملے کی تہ تک پُہنچ گیا۔ اُس کے سامنے مسیح کے جی اُٹھنے کی شہادتیں پڑی تھیں ۔ وُہ دِکھا رہی تھیں کہ کیا ہُوا ہے "اور اُس نے ... یقین کیا"۔

۲۰ : ۹ ۔ اَب تک شاگِرد پُرانے عہد نامہ کے "نوِشتہ" کو پُورے طور پر نہیں سمجھتے تھے جس میں بیان ہُوا ہے کہ مسیحِ موعُود کا "مُردوں میں سے جی اُٹھنا ضرُور تھا"۔ خُداوند نے خُود اُن کو بار بار بتایا تھا لیکن وُہ نہیں سمجھے تھے ۔ یُوحنّا پہلا شخص تھا جو اِس نوِشتہ کو سمجھا۔

۲۰ : ۱۰ ۔ "پس یہ شاگِرد" جہاں ٹھہرے ہُوئے تھے اُس جگہ "واپس گئے"۔ غالباً یہ جگہ یروشلیم میں تھی ۔ بِلاشُبہ وُہ اِس نتیجے پر پُہنچے تھے کہ قبر کے قریب ٹھہرنے اور اِنتظار کرنے کا کُچھ فائِدہ نہیں ۔ بہتر ہے کہ جو کُچھ دیکھا ہے جا کر اُس کی خبر دُوسرے شاگِردوں کو بھی دی جائے ۔

ب۔ مریم مگدلینی پر ظاہر ہونا ۲۰: ۱۱-۱۸

۲۰: ۱۱- اِس آیت کے پہلے دو۲ لفظ بہُت عجیب اور جاذبِ توجّہ ہیں کہ "لیکن مریم..." دُوسرے دونوں شاگرد گھر کو چلے گئے۔ "لیکن مریم..." یہاں بھی ہمیں ایک عورت کی محبّت اور عقیدت اور جاں نثاری نظر آتی ہے۔ اُس کو بہت سے گناہوں سے مُعافی مِلی تھی۔ وُہ بہت محبّت رکھتی تھی۔ وُہ اکیلی قبر کی نگرانی کرتی رہی اور روتی رہی، کیونکہ اُس کے خیال کے مُطابق شاید خُداوند کے دُشمن اُس کی لاش چُرالے گئے تھے۔

۲۰: ۱۲- اِس مرتبہ جب اُس نے قبر کے اندر جھانکا "تو دو۲ فرِشتوں کو... بیٹھے دیکھا" وُہ اُس جگہ تعینات تھے "جہاں یسوؔع کی لاش پڑی تھی"۔ قابلِ غور بات ہے کہ یہ زبردست واقعات اور حقائق کیسے سکُون کے ساتھ اور غیر جذباتی انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

۲۰: ۱۳- لگتا ہے کہ مریم کو کوئی حیرت یا خوف نہیں ہُوا۔ اُس نے اُن کے سُوالوں کے جواب یُوں دِئے جیسے یہ کوئی معمُول کا تجربہ ہو۔ اُس کے جواب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو ابھی تک اِحساس اور خیال نہیں کہ یسوؔع جی اُٹھا ہے۔

۲۰: ۱۴- اِس موقع پر وُہ کسی وجہ سے "پیچھے پھری"۔ "یسوؔع" خُود وہاں موجُود تھا۔ لیکن مریم نے اُس کو نہ پہچانا۔ ابھی صُبح سویرے کا وقت تھا۔ شاید ابھی سپیدۂ سحر نمودار نہیں ہُوا تھا۔ وُہ مُسلسل رو رہی تھی۔ اور بے شک اُس کی نظر دھندلائی ہُوئی ہوگی۔ اور مُمکن ہے کہ خُدا نے اُسے یسوؔع کو پہچاننے سے روک دیا ہو تاکہ مناسب وقت پر اُسے پہچانے۔

۲۰: ۱۵- خُداوند اِن سُوالوں کے جواب جانتا تھا۔ لیکن وُہ مریم کے اپنے مُنہ سے سُننا چاہتا تھا۔ اُسی نے یسوؔع کو "باغبان سمجھا"۔ دُنیا کا نجات دہندہ اِنسانوں کے بہُت قریب ہو تو بھی عین مُمکن ہے کہ وُہ اُس کو نہ پہچانیں۔ وُہ اکثر کمتر رُوپ میں آتا ہے۔ دُنیا کے بڑے لوگوں کی طرح نہیں آتا۔ جواب دیتے ہُوئے مریم نے خُداوند کا نام نہیں لیا۔ تین۳ دفعہ وُہ یسوؔع کے لئے "اُس کو/اُسے" کہتی ہے۔ اُس کا دھیان اور فِکر صرف ایک ہستی کی طرف تھی۔ وُہ اُس کی مزید شناخت کرنا غیر ضرُوری سمجھتی ہے۔

۲۰: ۱۶- اب مریم کو ایک مانُوس آواز سُنائی دی جو اُس کا نام لے کر اُسے بُلا رہی تھی۔ اِس حقیقت میں غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ وُہ "یسوؔع" تھا۔ مریم نے اُس کو "ربّونی" کہہ کر

مخاطب کیا ۔ اِس کا مطلب ہے "میرے عظیم اُستاد"۔ دراصل وُہ اب بھی اُسے وُہی عظیم اُستاد سمجھتی تھی جس کو وُہ جانتی تھی ۔ اُسے شعور نہ تھا کہ اب وُہ میرے اُستاد سے بڑھ کر ہستی ہے ۔ کہ اب وُہ میرا خُداوند اور نجات دہندہ ہے ۔ چنانچہ یسوع نے اپنے آپ کو اُس پر واضح کرنے کی تیاری کی تاکہ وُہ اُس نئے اور بھرپور طریقہ کو سمجھ سکے جس کے مُطابق اب سے خُداوند کو جانے گی ۔

۲۰: ۱۷ ۔ مریم نے اب تک یسوع کو اِنسان جانا تھا ۔ اُس نے اُس وقت معجزے ہوتے دیکھے تھے جب وُہ بدنی طور پر موجود ہوتا تھا ۔ چنانچہ وُہ اِس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ اگر وُہ دیدنی طور پر میرے پاس نہیں تو میرے لئے برکت کی کوئی اُمید نہیں ۔ ضرور تھا کہ خُداوند اُس کی سوچ کو درست کرتا ۔ چنانچہ وُہ اُس سے کہنے لگا "مجھے نہ چھُو"۔ یعنی مجھے اُس اِنسان کی مانند نہ چھُو جو جسم میں ہے۔ "مَیں اب تک باپ کے پاس اُوپر نہیں گیا"۔ جب مَیں آسمان پر چلا جاؤں گا تو رُوح القُدس زمین پر بھیجا جائے گا ۔ جب وُہ آئے گا تو مجھ کو تمہارے دِل پر اِس طرح ظاہر کرے گا جیسے تُو نے مجھے پہلے کبھی نہیں جانا ۔ مَیں تیرے بہت قریب ہُوں گا اور تجھے بہت عزیز ہُوں گا، اتنا کہ اِس دُنیا کی زِندگی میں کبھی ممکن نہیں ہُوا تھا ۔

اب خُداوند نے اُسے کہا کہ "میرے بھائیوں کے پاس جا کر" اُس نئے نظام کی خبر دے جس کا آغاز ہو چکا ہے ۔ یہ پہلا موقع ہے کہ خُداوند نے شاگردوں کو "میرے بھائی" کہا تاکہ وُہ جان لیں کہ مسیح کا باپ ہمارا باپ ہے اور اُس کا خُدا ہمارا خُدا ہے ۔ اِس وقت سے پہلے اِیمان داروں کو "فرزند" اور "خُدا کے وارث" نہیں بنایا گیا تھا ۔ اب بن گئے ۔

خُداوند یسوع نے یہ نہیں کہا کہ "ہمارے باپ ..." بلکہ یہ کہا کہ "اپنے باپ اور تمہارے باپ ..."۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خُدا جس مفہوم میں اُس کا باپ ہے، اِس سے فرق مفہوم میں ہمارا باپ ہے۔ خُدا ازل سے خُداوند یسوع کا "باپ" ہے ۔ مسیح ازل سے بیٹا ہے ۔ ہم لے پالک ہونے سے خُدا کے فرزند ہیں ۔ یہ رشتہ اُس وقت شروع ہوتا ہے جب ہم نجات پاتے ہیں، اور کبھی ختم نہیں ہوگا۔ خُدا کے فرزند ہوتے ہُوئے ہم خُدا کے برابر نہیں، نہ کبھی ہوں گے ۔

۲۰: ۱۸ ۔ "مریم مگدلینی" کو جو ذِمّہ داری سونپی گئی تھی، اُس نے اُس کو پُورا کیا اور بقول کسے "رسُولوں کی رسُول" بن گئی ۔ کیا اِس میں کوئی شک ہے کہ اُس کو یہ بڑا اعزاز مسیح کے ساتھ اُس کی عقیدت اور جاں نثاری کے اجر کے طور پر مِلا ؟

ج ۔ شاگردوں پر ظاہر ہونا (۲۰: ۱۹ - ۲۳)

۲۰: ۱۹ ۔ اب اِتوار کی "شام" تھی ۔ "شاگرد" ایک جگہ جمع تھے ۔ شاید اُس بالاخانے میں تھے جہاں تین راتیں پیشتر جمع تھے ۔ "دروازے ... یہودیوں کے ڈر سے بند تھے" ۔ اچانک اُنہوں نے "یسوع" کو اپنے "بیچ میں" کھڑا دیکھا اور اُس کی آواز سُنی ۔ وُہ کہہ رہا تھا "تمہاری سلامتی ہو!" صاف معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند دروازہ کھولے بغیر اندر داخل ہوگیا تھا ۔ یاد رکھنا چاہئے کہ خُداوند کا جی اُٹھا بدن ہڈیوں اور گوشت کا اصلی بدن تھا ۔ لیکن اُس کو رُکاوٹوں میں سے گُزر جانے اور طبعی قوانین سے ہٹ کر عمل کرنے کی قدرت تھی ۔ "تمہاری سلامتی ہو!" اب یہ الفاظ نئے معنی رکھتے ہیں ۔ اِس لئے کہ مسیح نے اپنی صلیبی موت سے ان الفاظ کو نئے معنی دِئے ہیں ۔ جو ایمان سے راست باز ٹھہرائے گئے ہیں، اُن کی خُدا کے ساتھ صُلح ہے ۔

۲۰: ۲۰ ۔ شاگردوں کے لئے سلامتی کا اعلان کرنے کے بعد خُداوند نے اپنے دُکھوں کے نشان اُن کو دکھائے ۔ اِن نشانوں کے وسیلے سے "سلامتی" حاصل کی گئی تھی ۔ اُنہوں نے کیلوں اور بھالے کے نشان دیکھے ۔ یہ جان کر اُن کے دِل خُوشی سے بھر گئے کہ یہ واقعی "خُداوند" ہے ۔ اُس نے جیسا کہا تھا ویسا کر دِکھایا تھا ۔ وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا ۔ جی اُٹھا خُداوند مسیح خُوشی اور شادمانی کا سرچشمہ ہے ۔

۲۰: ۲۱ ۔ یہ آیت نہایت ہی خوبصورت اور دِلکش ہے ۔ ایمان دار اُس کی سلامتی سے خُود غرضی کے ساتھ شادمان اور لُطف اندوز نہیں ہو سکتے ۔ اُنہیں دُوسروں کو بھی اِس میں شریک کرنا ہے ۔ چنانچہ وُہ اُن کو دُنیا میں بھیجتا ہے "جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے اُسی طرح میں بھی تمہیں بھیجتا ہُوں" ۔

مسیح اِس دُنیا میں ایک غریب شخص بن کر آیا ۔
وُہ خادِم بن کر آیا ۔
اُس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا ۔
وُہ خُدا کی مرضی پُوری کر کے خُوش ہوتا تھا ۔
اُس نے اپنے آپ کو اِنسان کے مُشابہ بنا لیا ۔ (انسان کے ساتھ اپنی شناخت کی) ۔
وُہ نیکی اور بھلائی کرتا پھرا ۔

وُہ ہر کام رُوحُ القُدس کی قدرت سے کرتا تھا۔

اُس کا نصبُ العین صلیب تھی۔

اُس نے شاگردوں سے کہا "مَیں بھی تمہیں بھیجتا ہُوں"۔

۲۰: ۲۲۔ پُوری انجیل میں یہ سب سے مُشکل آیت ہے۔ لِکھا ہے کہ مسیح نے "اُن پر پھُونکا" اور اُن سے کہا "رُوحُ القُدس لو"۔ مُشکل یہ ہے کہ رُوحُ القُدس تو بعد میں پنتِکُست کے دِن دیا گیا۔ لیکن اِس واقعہ کے فوری وقُوع پذیر ہُوئے بغیر خُداوند یہ اَلفاظ کِس طرح کہہ سکتا ہے؟ کئی تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ (۱) بعض عُلما کہتے ہیں کہ خُداوند صِرف اُس بات کا وعدہ کر رہا تھا جو بعد میں پنتِکُست کے دِن ہونی تھی۔ یہ کوئی تسلّی بخش تشریح نہیں۔ (۲) بعض عُلما کہتے ہیں کہ مُنجّی نے دراصل یہ کہا تھا کہ "رُوحُ القُدس لو"۔ یہ نہیں کہ "وُہ خاص رُوحُ القُدس لو"۔ وُہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اُس وقت شاگردوں کو خاص رُوحُ القُدس پُوری بھرپُوری سے نہیں مِلا تھا بلکہ رُوح کی کُچھ خِدمت حاصِل ہُوئی تھی، مثلاً سچّائی کا زیادہ عرفان، یا اپنے مِشن کے لئے ہدایت اور راہنمائی۔ وُہ کہتے ہیں کہ شاگردوں کو رُوحُ القُدس کی ضمانت یا کُچھ قبل از وقت مزہ حاصِل ہُوا۔ (۳) دُوسرے عُلما کہتے ہیں کہ اُس وقت شاگردوں پر رُوحُ القُدس پُورے طور پر اُنڈیلا گیا۔ یہ بات لُوقا ۲۴: ۴۹ اور اعمال ۱: ۴، ۵، ۸ جیسے بیانات کی روشنی میں غیر ممکن معلُوم ہوتی ہے۔ اِن بیانات میں رُوحُ القُدس کا ذِکر تاحال مستقبل کے پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ یُوحنّا ۷: ۳۹ سے صاف ظاہر ہے کہ رُوحُ القُدس اُس وقت تک اپنی پُوری بھرپُوری کے ساتھ نہیں آسکتا تھا جب تک یسُوع جلال نہ پالیتا یعنی آسمان پر واپس نہ چلا جاتا۔

۲۰: ۲۳۔ یہ ایک اَور مُشکل آیت ہے جس کے مُتعلق بہُت زیادہ اِختلافِ رائے پایا جاتا ہے (۱) ایک نظریہ تو یہ ہے کہ یسُوع نے اپنے شاگردوں (اور اُن کے مفرُوضہ جانشینوں) کو گُناہ مُعاف کرنے یا قائم رکھنے کا "اِختیار" دِیا۔ یہ بات بائبل مُقدس کی اِس تعلیم کے قطعی خِلاف ہے کہ صِرف خُدا ہی گُناہ مُعاف کر سکتا ہے (لُوقا ۵: ۲۱)۔ (۲) گیبلین ایک اور نظریہ کا اقتباس کرتا ہے۔ "جس طاقت کا وعدہ کیا گیا اور جو اِختیار دیا گیا اُس کا تعلق اِنجیل کی منادی کرنے اور اُن شرائط کا اعلان کرنے سے ہے جن کے مُطابق گُناہ مُعاف کئے جائیں گے۔ اور اگر اِن شرائط کو قبول نہ کیا گیا تو گُناہ قائم رہیں گے۔ (۳) تیسرا نظریہ (جو دُوسرے

نظریّہ سے مِلتا جُلتا ہے) جس کو ہم قبول کرتے ہیں، یہ ہے کہ شاگردوں کو حق دِیا گیا کہ گُناہوں کی مُعافی کا اِعلان کریں۔

آئیے ہم اِس تیسرے نظریہ کی مثال دیں۔ شاگرد باہر جاکر انجیل کی منادی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے گُناہوں سے توبہ کرتے اور خُداوند یسوؔع کو قبُول کرتے ہیں۔ شاگِردوں کو یہ اِختیار دیا گیا ہے کہ اُن کو بتائیں کہ "تمہارے گُناہ بخشے گئے ہیں"۔ دُوسرے لوگ توبہ نہیں کریں گے اور مسیح پر ایمان نہیں لائیں گے۔ شاگِرد اُن کو بتاتے ہیں کہ تُم ابھی تک اپنے گُناہوں میں ہو اور اگر ایسی حالت میں مَروگے تو اَبدی ہلاکت میں پڑوگے۔

اِس تشریح کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض گُناہوں کے سِلسلے میں خُداوند نے شاگِردوں کو خصُوصی اختیار دِیا۔ مثلاً اعمال ۵:۱-۱۱ میں پطرؔس نے اپنے اِس اِختیار کو اِستعمال کِیا جِس کے نتیجے میں حننیاؔہ اور سفیرؔہ کی مَوت واقع ہوگئی۔ پَولُسؔ نے ایک شرارتی کے گُناہ قائم رکّھے تھے (دیکھئے ۱-کرنتھیوں ۵:۳-۵، ۱۲، ۱۳) اور ایک آدمی کے گُناہ مُعاف کئے تھے (دیکھئے ۲-کرنتھیوں ۲:۴-۸)۔ اِن واقعات میں اِسی زِندگی میں گُناہوں کی سزا سے مُعافی ہے۔

د۔ شک ایمان میں تبدیل ہوتا ہے ۲۰:۲۴-۲۹

۲۰:۲۴۔ ہمیں یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ "توؔما" اُس وقت غیر حاضر ہونے کے باعث مُوردِ اِلزام ہے۔ اُس کی غیر حاضری کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔

۲۰:۲۵۔ البتہ یقین نہ کرنے کے لئے توؔما کو اِلزام دِیا جاسکتا ہے۔ وُہ خُداوند کے جی اُٹھنے کا دِیدنی اور ٹھوس ثبوُت چاہتا ہے، ورنہ "ہرگز یقین نہ" کرے گا۔ آج بھی بہُت سے لوگوں کا رویّہ ایسا ہی ہے مگر یہ کوئی معقول بات نہیں۔ سائنسدان بھی بہُت سی ایسی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں جِن کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ چُھو سکتے ہیں۔

۲۰:۲۶۔ ایک ہفتہ بعد خُداوند اپنے شاگِردوں پر دوبارہ ظاہر ہُوا۔ اِس دفعہ "توما اُن کے ساتھ تھا"۔ اِس دفعہ بھی یسوؔع کمرے میں مُعجزانہ داخل ہُوا اور "تُمہاری سلامتی ہو" کہتے ہُوئے اُن کو سلام کِیا۔

۲۰:۲۷۔ خُداوند نے بے اِعتقاد شاگِرد کے ساتھ بہُت نرمی اور صبر کے ساتھ سلُوک

کیا۔ اُس نے توماؔ کو دعوت دی کہ "اپنا ہاتھ ۔۔۔ میری پسلی میں ڈال" کر میرے جی اُٹھنے کی حقیقت کی تسلّی کر لے۔

۲۰: ۲۸۔ "توماؔ" قائل ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ کیا اُس نے اپنا ہاتھ واقعی خُداوند کی پسلی میں ڈالا یا نہیں۔ لیکن آخر وُہ جان گیا کہ یسوؔع جی اُٹھا ہے اور کہ وُہ "خُداوند" اور "خُدا" ہے۔ جانؔ بوائز کیا عُمدہ بات کہتا ہے کہ "اُس نے زخموں کو دیکھ کر اُس الوہیّت کا اقرار کیا جِس کو دیکھ نہیں سکتا تھا"۔

۲۰: ۲۹۔ یہاں غور کرنے کی اہم بات یہ ہے کہ "یسوؔع" نے پرستش کو قبول کیا کہ وُہ خُدا ہے۔ اگر وُہ صِرف اِنسان ہوتا تو قبُول نہ کرتا۔ لیکن توماؔ کا ایمان اُس قسم کا ایمان نہ تھا جِس سے خُداوند بہت خُوش ہوتا۔ زیادہ "مُبارک وُہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے"۔
پُختہ ترین شہادت خُدا کا کلام ہے۔ اگر خُدا کُچھ کہتا ہے تو ہم اُس کا یقین کر کے خُدا کو عِزّت دیتے ہیں۔ لیکن اگر اِضافی شہادت طلب کرتے ہیں تو خُدا کی بے عِزّتی کرتے ہیں۔ ہمیں صِرف اِس لئے یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ بات خُدا نے فرمائی ہے۔ وُہ جھُوٹ نہیں بول سکتا۔ نہ اُس کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

۵۔ یُوحنّا کی انجیل کا مقصد ۲۰: ۳۰-۳۱

خُداوند یسوؔع نے جِتنے مُعجزے کئے وُہ سارے یُوحنّا کی انجیل میں مرقُوم نہیں۔ رُوحُ القُدس نے وُہ نشان چُن لِئے جو اُس کے مقصد کو بہترین طور پر پُورا کریں۔
یہاں یُوحنّا یہ انجیل قلم بند کرنے کا مقصد بیان کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اُس کے قارئین "ایمان لائیں کہ یسوؔع ہی خُدا کا بیٹا مسیح ہے" یعنی حقیقی مسیحِ موعُود ہے "اور ایمان لا کر اُس کے نام سے زِندگی پائیں"۔

کیا آپ ایمان لائے ہیں؟

۱۰- اِختتامیہ ــــ جی اُٹھا بیٹا اپنوں کے ساتھ

باب ۲۱

ا- یسوع گلیل میں اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوتا ہے

۲۱: ۱- ۱۴

۲۱: ۱- اب منظر بدلتا اور "تبریاس (گلیل) کی جھیل" سامنے آتی ہے۔ شاگرد شمال کو سفر کر کے اپنے گھروں کو آ گئے تھے۔ خُداوند یسوع وہاں اُن سے مِلا۔ "اور اِس طرح ظاہر کیا"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ یُوحنّا وہ طریقہ بیان کرنے کو ہے جس سے مسیح نے خود کو ظاہر کیا۔

۲۱: ۲- اِس موقع پر سات شاگرد اِس جگہ "جمع تھے"۔ یعنی "پطرس، توما، نتن ایل، زبدی کے بیٹے" (یعقوب اور یُوحنّا) اور "دو اَور شخص"۔ آخری دو کے نام ہمیں معلوم نہیں۔

۲۱: ۳- "شمعون پطرس" نے جھیل پر جا کر "مچھلی کے شکار" کا فیصلہ کیا۔ یہ معقول عمل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بائبل مُقدس کے عُلما سمجھتے ہیں کہ یہ خُدا کی مرضی کے مُطابق نہیں تھا اور کہ وہ پہلے دُعا کئے بغیر چلے گئے تھے۔ مگر اُنہوں نے "اُس رات کچھ نہ پکڑا"۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا کہ اُنہوں نے ساری رات مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کی اور ناکام رہے! وہ اِنسانی محنت کے بیکار ہونے کی مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر خُدا کی مدد شامِل حال نہ ہو تو اِنسان ناکام رہتا ہے۔ یہ مثال اِنسانوں کو جیتنے پر خاص صادِق آتی ہے۔

۲۱: ۴- "صُبح" جب شاگرد کشتی کھیتے ہُوئے "کنارے پر" آئے تو "یسوع" وہاں کھڑا اُن کا اِنتظار کر رہا تھا لیکن اُنہوں نے اُس کو "نہ پہچانا"۔ شاید ابھی کافی اَندھیرا تھا یا خُدا کی قُدرت نے اُن کو اُسے پہچاننے سے روک دیا تھا۔

۲۱: ۵- یہ ایسے ہی ہے جیسے خُداوند نے کہا ہو کہ "نوجوانو! تُمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟" اُنہوں نے مایوسی سے جواب دِیا کہ "نہیں"۔

۲۱: ۶- جہاں تک شاگردوں کا تعلق تھا وہ اُسے اجنبی ہی سمجھ رہے تھے جو ساحِل پر ٹہل رہا تھا۔ تو بھی اُس کی صلاح اور ہدایت کے مُطابق اُنہوں نے "کشتی کی دہنی طرف جال" ڈالا اور دیکھو! "مچھلیوں کی کثرت"! اِتنی کہ وہ جال کو کھینچ کر کشتی میں نہ لا سکے۔

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ خُداوند یسوعؔ کو پُورا پُورا عِلم تھا کہ جھیل میں مچھلیاں کہاں ہیں ۔ اور ہمیں یہ سبق مِلتا ہے کہ جب یسوعؔ کوئی خِدمت کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو جال خالی نہیں رہتے ۔ وُہ جانتا ہے کہ کہاں لوگ نجات پانے کو تیار ہیں ۔ اور وُہ ہماری اُن کی طرف راہنمائی کرنے کو تیار ہے —— بشرطیکہ ہم اُسے موقع دیں ۔

۲۱ : ۷ ۔ یُوحنّاؔ پہلا شخص تھا جس نے "خُداوند" کو پہچانا اور بِلا توقف "پطرسؔ" کو بتایا ۔ پطرسؔ نے اپنا "کُرتہ کمر سے باندھا" اور جھیل میں کُود کر ساحِل کی طرف لپکا ۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ وُہ تیر رہا تھا یا پایاب پانی میں چل رہا تھا ۔ یا پانی پر چل کر گیا (بعض عُلما یہ رائے بھی رکھتے ہیں) ۔

۲۱ : ۸ ۔ "باقی شاگرد" بڑی کشتی چھوڑ کر "چھوٹی کشتی پر سُوار" ہُوئے اور "جال کھینچتے ہُوئے" ساحِل تک باقی تین^{۳} سو فُٹ کا فاصلہ طے کیا ۔

۲۱ : ۹ ۔ مُنجّیؔ نے اُن کے لئے ناشتہ تیار کر رکھّا تھا —— بُھنی ہُوئی "مچھلی" اور "روٹی" ۔ ہمیں بتایا نہیں گیا کہ خُداوند نے یہ مچھلیاں شِکار کی تھیں یا مُعجزانہ حاصِل کی تھیں ۔ لیکن ہم اِتنا ضرور سیکھتے ہیں کہ وُہ ہماری کمزور کوششوں پر اِنحصار نہیں کرتا ۔

بے شک ہم آسمان پر پُہنچ کر جانیں گے کہ جہاں بہُت سے لوگوں نے منادی اور شخصی گواہی سے نجات پائی وہاں بہُت سے دُوسرے لوگ بھی ہیں جن کو خُداوند نے اِنسانی مدد کے بغیر خُود ہی نجات بخشی ۔

۲۱ : ۱۰ ۔ اَب خُداوند نے ہدایت کی کہ جال کو کھینچ لاؤ تاکہ مچھلیاں گِن لی جائیں ۔ ایسا کرنے سے شاگرد سیکھ جائیں گے کہ کامیابی کا راز اُس کے حُکم کے مُطابق عمل کرنے اور بے چُوں وچرا اُس کے کلام کی فرمانبرداری کرنے میں ہے ۔

۲۱ : ۱۱ ۔ بائبل مُقدّس مچھلیوں کی صحیح صحیح تعداد بتاتی ہے —— "ایک سو ترپن^{۱۵۳}" —— اِس تعداد کے مفہوم کے سِلسلے میں کئی دِلچسپ تشریحات پیش کی جاتی ہیں ۔ (۱) اُس زمانے کی دُنیا میں زبانوں کی تعداد ! (۲) دُنیا میں اُن نسلوں یا قبیلوں کی تعداد جن پر انجیل کا جال پھیلایا جائے گا ۔ (۳) گلیلؔ کی جھیل یا دُنیا میں مچھلیوں کی مُختلِف اقسام کی تعداد —— بے شک اِس میں اُن طرح طرح کے لوگوں کا بیان ہے جو انجیل کی منادی سے نجات پائیں گے —— ہر قبیلہ اور ہر قوم میں سے بعض ہوں گے ۔ ماہی گیر جانتے تھے کہ یہ بات بھی قابِلِ ذِکر ہے کہ "جال نہ پھٹا" ۔ یہ ایک

اَور ثبُوت ہے کہ "اگر خُدا کا کام خُدا کے طریقے سے کِیا جائے تو خُدا کے وسائل کی کبھی کمی نہ ہوگی" وُہ خیال رکھے گا کہ جال نہ پھٹے ۔

۲۱: ۱۲ - خُداوند اُن کو ناشتہ کرنے کی دعوت دیتا ہے "آؤ کھانا کھالو" ۔ اور شاگرد کوئلوں کی آگ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں تاکہ اُن اچھّی چیزوں میں شریک ہوں جو خُداوند نے مُہیّا کی ہیں ۔ پطرس نے کوئلوں کی آگ دیکھی تو اُس کے خیالات اپنی زندگی کی طرف پلٹ گئے ہوں گے ۔ کیا اُسے وُہ آگ یاد نہ آئی ہوگی جو وُہ اُس وقت تاپ رہا تھا جب اپنے خُداوند کا اِنکار کیا تھا؟ خُداوند کی حضُوری میں شاگردوں پر ایک ہیبت، عقیدت اور سنجیدگی کا اِحساس چھا گیا ۔ وُہ اپنے جی اُٹھے بدن میں اُن کے سامنے کھڑا تھا ۔ وُہ خُداوند سے کئی سُوال پُوچھنا چاہ رہے ہوں گے مگر ہمّت نہ پڑتی تھی ۔ "وُہ جانتے تھے کہ خُداوند ہی ہے" ۔

۲۱: ۱۳ - اب "یسوع" نے اُن کو ناشتہ دِیا ۔ "روٹی لے کر اُنہیں دی" ۔ غالباً اُن کو اِسی قسم کا ایک اَور موقع یاد آ گیا ہوگا جب اُس نے چند روٹیوں اور مچھلیوں سے پانچ ہزار کو سیر کیا تھا ۔

۲۱: ۱۴ - یُوحنّا بیان کرتا ہے کہ خُداوند "یہ تیسری بار اپنے شاگردوں پر ظاہر ہُؤا" ۔ دُوسری انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اَور موقعوں پر بھی ظاہر ہوتا رہا ۔ زیرِ نظر انجیل میں وُہ جی اُٹھنے کی شام کو، پھر اِس کے ایک ہفتہ بعد اور اب "تیسری بار" گلیل کی نیلگُوں جھیل کے ساحِل پر ۔

ب - پطرس کی بحالی ۲۱: ۱۵-۱۷

۲۱: ۱۵ - خُداوند نے پہلے شاگردوں کی جسمانی ضرُوریات کا بندوبست کِیا ۔ جب وُہ کھا پی چُکے، اور آگ تاپ کر گرم ہو چُکے تو وُہ پطرس سے مخاطب ہُؤا اور رُوحانی معاملات نمٹائے ۔ پطرس نے خُداوند کا تین۳ بار علانیہ اِنکار کیا تھا ۔ اِس کے بعد اُس نے توبہ کی ۔ اور خُداوند کے ساتھ اُس کی رفاقت بحال ہو گئی تھی ۔ اِن آیات میں خُداوند اُس کی بحالی کو علانیہ تسلیم کرتا ہے ۔

اکثر توجّہ دِلائی جاتی ہے کہ اِن آیات میں "محبّت" کے لئے دو۲ مُختلف لفظ اِستعمال ہُوئے ہیں ۔ ہم آیت ۱۵ کو آسان زبان میں یُوں بیان کر سکتے ہیں ۔ "اَے شمعُون! یُوحنّا کے بیٹے، کیا تُو اِن سے زیادہ مجھ سے محبّت رکھتا ہے؟" یعنی کیا میرے لئے تیری محبّت اِن شاگردوں کی میرے لئے محبّت سے زیادہ ہے؟ "اُس نے اُس سے کہا، ہاں خُداوند ... مَیں تجھے

عزیز رکھتا ہُوں"۔ اَب پطرس کبھی یہ بڑ نہیں ہانکے گا کہ اگر سارے شاگرد تجھے چھوڑ جائیں تو بھی مَیں کبھی تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اُس نے سبق سیکھ لیا ہے۔

"تُو میرے برّے چرا"۔ مسیح سے محبّت کے اِظہار کا ایک عملی طریقہ یہ ہے کہ اُس کے گلّہ میں چھوٹے بچّوں کو خوراک کھلائی جائے۔ بہت قابلِ غور اور دِلچسپ بات ہے کہ گُفتگو ماہی گیری سے گلّہ بانی کے مَوضُوع پر آ گئی۔ اوّل الذکر تبلیغی کام کی اور موخر الذکر تعلیم دینے اور پاسبانی کام کی ترجمانی کرتی ہے۔

۲۱: ۱۶۔ خُداوند نے "دوبارہ" پطرس سے پُوچھا "کیا تُو مُجھ سے محبّت رکھتا ہے؟" پطرس نے دُوسری دفعہ جواب دیا تو حقیقتاً اُسے اپنے آپ پر اعتماد کم ہوتا محسُوس ہُؤا۔ "تُو تو جانتا ہی ہے کہ مَیں تجھ کو عزیز رکھتا ہُوں"۔ اِس دفعہ یسوع نے اُس سے کہا "تُو میری بھیڑوں کی گلّہ بانی کر"۔ خُداوند کے گلّے میں برّے بھی ہیں اور بھیڑیں بھی۔ اور اُن کو اُس شخص کی محبّت بھری نگہداشت کی ضرورت ہے جو حقیقی چرواہے سے محبّت رکھتا ہو۔

۲۱: ۱۷۔ جس طرح پطرس نے تین۳ بار خُداوند کا اِنکار کیا تھا، اِسی طرح اُس کو اقرار کرنے کے لئے بھی تین موقعے دِئے گئے۔ اِس دفعہ پطرس نے اِس حقیقت کے سامنے فریاد کی کہ یسوع خُدا ہے اور اِس لئے "سب کُچھ جانتا ہے"۔ اُس نے تیسری دفعہ کہا "تجھے معلُوم ہی ہے کہ مَیں تجھے عزیز رکھتا ہُوں"۔ اور اَب آخری مرتبہ اُس سے کہا گیا کہ تُو اِس محبّت کا ثبُوت مسیح کی "بھیڑیں چرا" کر دے سکتا ہے۔ کلام کے اِس حِصّے میں اہم سبق یہ ہے کہ مسیح کی خِدمت کا قابلِ قبُول محرّک صِرف اُس سے محبّت ہے۔

ج۔ یسوع پطرس کی موت کی نبُوّت کرتا ہے

۲۱: ۱۸-۲۳

۲۱: ۱۸۔ جب پطرس "جوان" تھا تو اُسے چلنے پھرنے اور حرکت کرنے کی آزادی تھی۔ یعنی وُہ سہولت اور آسانی سے سب کُچھ کر سکتا تھا۔ وُہ "جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا"۔ مگر یہاں خُداوند اُس کو بتاتا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اُسے گرفتار کیا جائے گا، باندھا جائے گا اور قتل کئے جانے کے لئے لے جایا جائے گا۔

۲۱: ۱۹۔ یہاں آیت ۱۸ کی وضاحت کی گئی ہے۔ پطرس شہید کی موت مر کر "خُدا کا جلال

ظاہر کرے گا"۔ وُہ جِس نے خُداوند کا اِنکار کیا تھا، اُس کو ہمّت، جُراءت اور توفیق عطا ہوگی کہ اُسی خُداوند کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے۔ یہ آیت یاد دِلاتی ہے کہ ہم اپنی زِندگی اور موت دونوں سے خُدا کا جلال ظاہر کر سکتے ہیں۔ اِس کے بعد یسوُع نے کہا "میرے پیچھے ہو لے"۔ معلُوم ہوتا ہے کہ خُداوند وہاں سے جانے لگا تھا۔

۲۱: ۲۰- معلُوم ہوتا ہے کہ "پطرس" خُداوند کے پیچھے چلنے لگا اور "پھر مُڑ کر" یُوحنّا کو بھی "پیچھے آتے دیکھا"۔ یہاں یُوحنّا ذرا توقف کر کے اپنی شناخت کراتا ہے کہ وُہ "شاگرد ... جِس سے یسوُع محبّت رکھتا تھا اور جِس نے" فسح کے "کھانے کے وقت یسوُع کے سینہ کا سہارا لے کر پُوچھا تھا کہ اَے خُداوند تیرا پکڑوانے والا کون ہے؟"

۲۱: ۲۱- جب "پطرس" نے یُوحنّا کو دیکھا تو غالباً اُس کو خیال آیا کہ اُس "کا کیا حال ہوگا؟" کیا وُہ بھی شہید کی موت مرے گا؟ یا جب خُداوند دوبارہ آئے گا تو اُس وقت تک زِندہ ہوگا؟ چنانچہ پطرس نے خُداوند سے یُوحنّا کے مُستقبل کے بارے میں پُوچھا۔

۲۱: ۲۲- خُداوند کا جواب یہ تھا کہ پطرس کو یُوحنّا کے مُستقبل سے واسطہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اگر وُہ مسیح کی دُوسری آمد تک بھی زِندہ رہے تو پطرس کو کیا فرق پڑے گا۔ مسیحی خِدمت میں بہت سی ناکامیاں اِسی وجہ سے ہوتی ہیں کہ خُداوند سے واسطہ رکھنے کی بجائے شاگرد ایک دُوسرے کے مُعاملات سے زیادہ تصرّف کرنے لگتے ہیں۔

۲۱: ۲۳- خُداوند کے اَلفاظ کو غلط انداز سے پیش کیا گیا تھا۔ اُس نے یہ "نہیں" کہا تھا کہ جب میں دوبارہ آؤں گا تو یُوحنّا ابھی زِندہ ہوگا۔ اُس نے صِرف اِتنا کہا تھا کہ اگر ایسا ہو بھی تو اِس کا پطرس پر کیا اثر پڑے گا؟ بہت سے عُلما اِس بات کو اہمیّت دیتے ہیں کہ یسوُع نے یُوحنّا کو اپنی دُوسری آمد کے ساتھ مُنسلک کیا اور یُوحنّا کو اعزاز حاصل ہؤا کہ اُس نے یسوُع مسیح کا مُکاشفہ لکھا جِس میں آخری ایّام کا تفصیل سے بیان ہے۔

۵۔ یسوُع کے بارے میں یُوحنّا کی اِختتامی گواہی

۲۱: ۲۴، ۲۵

۲۱: ۲۴- یُوحنّا نے بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ یہاں وُہ اُن کی صحّت کے بارے میں اپنی شخصی گواہی دیتا ہے۔ بعض عُلما اِس کو اِفسُس کی کلیسیا کے بزرگوں کی طرف سے یُوحنّا کی

انجیل کی تصدیق مانتے ہیں۔

۲۱: ۲۵۔ ہمیں اِس آیت کو لفظی معنوں میں لینے میں کوئی تامل نہیں! یسوع خُدا ہے، اِس لئے لامحدُود ہے۔ اُس کی باتوں کے مفہوم اور مطلب کی کوئی اِنتہا نہیں، نہ اُس کے کاموں کی کوئی حد ہے۔ جب وُہ اِس دُنیا میں تھا، اُس وقت بھی ساری چیزوں ـــــ سُورج، چاند، ستاروں کو سنبھالنے والا تھا۔ کون ہے جو اُن ساری باتوں کا بیان کر سکے جن کا تعلق کائنات کو حرکت میں رکھنے سے ہے؟ خُداوند نے اِس دُنیا میں جو مُعجزے کئے، اُن میں بھی صِرف معمُولی سا بیان موجُود ہے۔ شِفا دینے کے ایک سادہ سے فعل کو لیجئے۔ اِس میں کتنی نسوں، کتنے رگ پٹھوں اور خُون کے کتنے ذرّوں کو اُس نے کنٹرول کیا ہوگا۔ ذرا سوچیں کہ وُہ کتنے جراثیم، مچھلیوں اور جانوروں کی زِندگی کا اہتمام واِنصرام کرتا ہے۔ اِنسانوں کے مُعاملات میں اُس کی ہدایت وراہنمائی کے بارے میں غور کریں۔ ساری کائنات میں مادّے کے ذرا ذرا حصّے کی جوہری ساخت پر اُس کے کنٹرول پر غور کریں۔ اگر اِن کی لامحدُود تفاصیل لکھی جائیں تو کیا اُن "کتابوں" کے لئے "دُنیا میں گنجائش" ہو گی؟ جواب ہے، نہیں، ہرگز نہیں۔

چنانچہ ہم یُوحنّا کی انجیل کی تفسیر کے اِختتام کو پہنچتے ہیں۔ شاید ہمیں احساس ہونے لگا ہو کہ یہ انجیل بائبل مُقدّس کا محبُوب ترین حِصّہ کیوں ہے۔ یقیناً اگر کوئی شخص اِس کو غور، دھیان اور دُعا کے ساتھ پڑھے تو مُمکن نہیں کہ اُس ہستی کے لئے اُس کی محبّت میں تازگی نہ آجائے جس کا بیان یہ اِنجیل کرتی ہے۔

تفسیرُ الکتاب عام ایمان داروں کے لئے تحریر کی گئی ہے جس میں سادگی سے پاک کلام کے گہرے بھیدوں سے پَردہ اُٹھایا گیا ہے ۔ اس پیش کش میں نئے عہد نامے کی نہایت اِحتیاط کے ساتھ آیت بہ آیت تشریح کی گئی ہے ۔ سادگی اور سلاست کے باوجود کلامِ مقدّس کے متنازُع مسائل سے پہلو تہی نہیں کی گئی ، بلکہ مُصنّف نے اِن پر بھی تبصرہ کیا ہے اور اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دیگر مفسّرین کے خیالات بھی درج کئے ہیں ۔ عِلم الٰہیات کے ضمن میں مُصنّف نے اِعتدال پسندی کا دامن نہیں چھوڑا جو اِس کتاب کی ایک اَور خُوبی ہے ۔ چنانچہ یہ تفسیر بائبل مقدس کے باضابطہ شخصی مطالعہ کے لئے ازحد مفید ثابت ہوگی ۔